ماہنامہ

حنا

PDF

Hina Digest June 2018

Fair & Lovely
ADVA
MULTI V
**آئی پی ایل ٹریٹمنٹ جیسی فیئرنیس

جلد: 40 شمارہ: 6
جون 2018ء
قیمت: 70/- روپے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

Download These Beautiful PDF Books

Click on Titles to Download
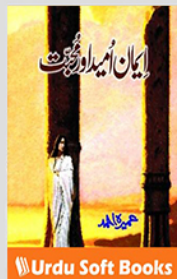
بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اسلامیات

عنوان	مصنف	صفحہ
حمد	رئیس امروہوی	7
نعت	اقبال عظیم	7
پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں	ادارہ	8

انشاء نامہ

عنوان	مصنف	صفحہ
اپنا اپنا چاند	ابن انشاء	12

عید سروے

عنوان	مصنف	صفحہ
مہکتا رہے آنگن	فوزیہ شفیق	14

سلسلے وار ناول

عنوان	مصنف	صفحہ
دل گزیدہ	اُم مریم	22
پربت کے اُس پار کہیں	نایاب جیلانی	182

افسانے

عنوان	مصنف	صفحہ
گنگناتی ہوئی عید	رمشا احمد	75
میرے آنگن میں اُترا چاند	عائشہ عالم	201
		216
خوش آمدید رمضان	شمسہ سرور	220
ویڈنگ انیورسری	ریحانہ آفتاب	228
دل پہ دستک	تمثیلہ زاہد	234

ناولٹ

عنوان	مصنف	صفحہ
شہر دل کے راستے	تحسین اختر	74
می رقصم	بشریٰ سیال	110
آئے ہو تم بہار بن کر	حنا بشریٰ	162

مکمل ناول

عنوان	مصنف	صفحہ
چنری تیرے نام کی	نزہت جبیں	46
تو کون پیا	ندا علی عباس	132

حاصل مطالعہ	تحریم محمود	238
بیاض	تنسیم طاہر	242
حنا کی محفل	عین غین	241
رنگ حنا	بلقیس بھٹی	238
میری ڈائری سے	صائمہ محمود	242
حنا کا دستر خوان	افراح طارق	250
کس قیامت کے یہ نامے	فوزیہ شفیق	255

☆☆☆

سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ، **ماھنامہ حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ
اردو بازار لاہور فون: 042-37310797, 042-37321690 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com

قارئین کرام! جون 2018ء کا شمارہ بطور "عید نمبر" پیش خدمت ہے۔
جب یہ شمارہ آپ کے پاس پہنچے گا تو رمضان المبارک اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہا ہوگا۔
یہ مہینہ ہماری زندگی میں اپنی برکات کے ساتھ آیا اور ہمیں ان سے فیض یاب کر کے اب ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔ اس ماہ کے آخری عشرہ میں لیلتہ القدر بھی ہے جس میں ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ امید ہے آپ سب اس مبارک مہینے کی برکات سے فیض یاب ہوتے ہوئے اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کر رہے ہونگے۔ ماہ رمضان کے اختتام پر عید الفطر کا تہوار بھی آ رہا ہے۔ عید خوشیوں کا تہوار ہے۔ جس طرح مزدور کو دن کے اختتام پر اس کی مزدوری دی جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کے اختتام پر روزہ داروں کو ان کی عبادتوں کا صلہ دیتا ہے۔ اس لئے یہ خوشی کا دن ہے رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر قوم کے لئے کوئی خوشی کا تہوار ہوتا ہے۔ تمہارے لئے تہوار عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ عید کی خوشیوں میں ان لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کریں جو کسی وجہ سے اس تہوار کی خوشی نہیں منا سکتے۔ اپنے آس پاس دیکھیئے جو لوگ ناداری کی وجہ سے عید کی خوشی نہیں منا رہے ان کی مدد کیجئے۔ انہیں اپنی خوشی میں شریک کیجئے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کی خوشیاں دوبالا ہو جائیں گی۔ ادارہ حنا کی جانب سے آپ سب کو عید الفطر کی خوشیاں مبارک ہوں۔

عید نمبر 2:۔ عید نمبر کے لئے ہمیں بہت سی تحریریں موصول ہوئیں، جن میں سے کچھ تحریریں محدود صفحات کی وجہ سے عید نمبر میں شامل اشاعت نہیں ہو سکیں، انشاء اللہ یہ تحریریں جولائی کے شمارے میں شائع ہونگی۔

اس شمارے میں:۔ مصنفین سے عید سروے، نزہت جبیں اور ندا علی عباس کے مکمل ناول، تحسین اختر، بشریٰ سیال اور حنا بشریٰ کے ناولٹ، رمشا احمد، عائشہ عالم، شمسہ الطاف، فوزیہ سرور اور تمثیلہ زاہد کے افسانے، ام مریم اور نایاب جیلانی کے سلسلے وار ناولوں کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار طاہر محمود

نام بھی تیرا عقیدت سے لیا جاتا ہوں
ہر قدم پر تجھے سجدے بھی کیے جاتا ہوں

کوئی دنیا میں مرا مونس و غمخوار نہیں
تیری رحمت کے سہارے پہ جیے جاتا ہوں

تیرے اوصاف میں اک وصف خطا پوشی ہے
اس بھروسے پہ خطائیں بھی کیے جاتا ہوں

آزمائش کا محل ہو کہ مسرت کا مقام
سجدہ شکر بہر حال کیے جاتا ہوں

زندگی نام ہے اللہ پہ مر مٹنے کا
یہ سبق سارے زمانے کو دیے جاتا ہوں

صبر کرنا ہے تری شان کریمی کو عزیز
میں یہی سوچ کر آنسو بھی پیے جاتا ہوں

ہر گھڑی اس کی رضا پیش نظر ہے اقبال
شکر ہے ایک سلیقے سے جیے جاتا ہوں

اقبال عظیم

کس کا جمال ناز ہے جلوہ نما یہ سو بہ سو
گوشہ بگوشہ در بدر قریہ بہ قریہ کو بہ کو

اشک فشاں ہے کس لئے دیدہ منتظر مرا
دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو

مری نگاہ شوق میں حسن ازل ہے بے حجاب
غنچہ بہ غنچہ گل بہ گل لالہ بہ لالہ بو بہ بو

جلوہ عارض نبیؐ رشک جمال یوسفی
سینہ بہ سینہ سر بہ سر چہرا بہ چہرا ہو بہ ہو

زلف دراز مصطفیٰؐ گیسوئے لیل حق نما
طرہ بہ طرہ خم بہ خم حلقہ بہ حلقہ مو بہ مو

یہ میرا اضطراب شوق رشک جنون قیس ہے
جذبہ بہ جذبہ دل بہ دل شیوہ بہ شیوہ خو بہ خو

تیرا تصور جمال میرا شریک حال ہے
نالہ بہ نالہ غم بہ غم نعرہ بہ نعرہ ہو بہ ہو

رئیس امروہوی

سید اختر ناز

عیدین میں اذان اور اقامت

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دونوں عیدوں کی نماز کئی بار بغیر اذان کے اور بغیر اقامت کے پڑھی۔ (صحیح مسلم)

عیدالفطر میں صدقہ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نماز فطر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور سیدنا ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے ساتھ گیا تو ان سب بزرگوں کا قاعدہ تھا کہ نماز، خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے اور اس کے بعد خطبہ پڑھتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترے یعنی خطبہ پڑھ کر گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں، جب انہوں نے لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ کر کے بٹھانا شروع کیا پھر ان کی صفیں چیرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت پڑھی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے فارغ ہوئے اور پھر فرمایا کہ تم نے ان سب کا اقرار کیا کہ اس میں سے ایک عورت نے کہا کہ۔

''ہاں اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!'' راوی نے کہا کہ معلوم نہیں وہ کون تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

''صدقہ کرو۔'' پھر انہوں نے صدقہ دینا شروع کیا اور سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلایا اور کہا کہ۔

''لاؤ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔'' اور وہ سب چھلے اور انگوٹھیاں اتار اتار کر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ (صحیح مسلم)

نماز عید میں کیا پڑھیں

عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ سید عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا ا[illegible] واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالفط[ر] اور فطر میں کیا پڑھتے تھے؟'' انہوں نے کہا کہ۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں ق والقرآن المجید اور اقتربت ساعۃ وانشق الق[مر] پڑھتے تھے۔'' (صحیح مسلم)

عورتوں کی نماز عید

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہ[یں] کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے [حکم] کیا کہ ہم عید الفطر میں اور عید الاضحیٰ میں ا[ن] کنواری، جوان لڑکیوں کو اور حیض والیاں کو ا[ور] پردہ والیوں کو لے جائیں، پس حیض والیاں نم[از] کی جگہ سے الگ رہیں اور اس کار نیک ا[ور] مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں، میں نے عرض کیا کہ۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

""اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کس کے پاس چادر نہیں ہوتی۔"
تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔
"اس کی بہن اسے اپنی چادر اوڑھا دے۔" (صحیح مسلم)

عید کے دن تفریح

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر آئے اور میرے پاس دو لڑکیاں بعاث کی لڑائی کے گیت گا رہی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچھونے پر لیٹ گئے اور اپنا منہ ان کی طرف سے پھیر لیا اور پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور مجھے جھڑکا کہ۔
"شیطان کی تان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس۔" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ۔
"ان کو چھوڑ دو۔" (یعنی گانے دو) پھر جب وہ غافل ہو گئے تو میں نے ان دونوں کے چٹکی لی کہ وہ نکل گئیں اور وہ عید کا دن تھا اور سوڈان ڈھالوں اور نیزوں سے کھیلتے تھے، سو مجھے یاد نہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواہش کی تھی یا انہوں نے خود فرمایا کہ۔
"کیا تم اسے دیکھنا چاہتی ہو؟"
میں نے کہا کہ۔
"ہاں۔"
پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا اور میرا رخسار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار پر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ۔
"اے اولاد ارفدہ! تم اپنے کھیل میں مشغول رہو۔"
یہاں تک کہ جب میں تھک گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔
"بس؟"
میں نے عرض کیا کہ۔
"ہاں۔"
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔
"جاؤ۔" (صحیح مسلم)

رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
"جو رمضان کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو ہمیشہ کے روزوں کا ثواب ہوگا۔" (پورے سال کے روزوں کا ثواب ہوگا) (صحیح مسلم)

عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت

ابن ازہر کے غلام ابوعبید سے روایت ہے کہ میں عید میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا اور آپ آئے اور نماز پڑھی پھر فارغ ہوئے اور لوگوں پر خطبہ پڑھا اور کہا کہ۔
"یہ دونوں دن ایسے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (دونوں دنوں) میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے اور آج کا یہ دن رمضان کے بعد تمہارے افطار کا ہے اور دوسرا دن ایسا ہے کہ تم اس میں اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔" (مسلم)

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

عید فطر کے دن

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔
''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر کے دن جب تک کچھ کھجوریں نہ کھا لیتے نماز کے لئے نہ جاتے۔''
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہی حدیث بیان کی اس میں یہ ہے کہ آپ طاق کھجوریں کھاتے۔ (بخاری شریف)

عید کی نماز کے لئے سویرے جانا

عبداللہ بن بسر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ملک شام میں امام کے دیر سے نکلنے پر اعتراض کیا اور) کہا اس وقت تو ہم نماز سے فارغ ہو جاتے تھے یعنی جس وقت نفل پڑھنا درست ہوتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت آدم علیہ السلام اوران کی اولاد کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
''اللہ نے آدم علیہ السلام کو ساٹھ ہاتھ لمبا بنایا۔'' پھر فرمایا۔
''جا ان فرشتوں کے گروہ کو سلام کر سن وہ تجھ کو کیا جواب دیتے ہیں؟ وہی تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہوگا؟'' آدم علیہ السلام نے کہا۔
''السلام علیکم!'' انہوں نے جواب السلام علیکم ورحمتہ اللہ ورحمتہ اللہ کا لفظ انہوں نے بڑھایا۔
جو لوگ قیامت کے دن (بہشت) میں داخل ہوں گے وہ سب آدم علیہ السلام کی صورت (حسن اور قامت) پر ہوں گے، آدم علیہ السلام کے بعد پھر اب تک قد چھوٹے ہوتے رہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
''پہلا گروہ آدمیوں کا جو بہشت میں جائے گا، وہ لوگ چودھویں رات کے چاند کی طرح (حسن اور چمک میں) ہوں گے، پھر جوان کے بعد جائیں گے وہ بہت چمکتے ستارے کی طرح جو آسمان میں ہے یہ لوگ (بہشت میں) نہ پیشاب پاخانہ کریں گے، نہ تھوکیں گے، نہ ناک سے رینٹ نکالیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کے پسینے سے مشک کی خوشبو پھوٹے گی، ان کی انگیٹھیوں میں عود (جلتا) رہے گا یعنی خوشبو دار عود، ان کی بیویاں بڑی آنکھ والی حوریں ہوں گی سب ایک ہی شخص یعنی اپنی باپ آدم کی قدو قامت پر ساٹھ ہاتھ اونچے ہوں گے۔ (بخاری شریف)

یہودی کے سوال

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہود کے عالم) کو یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے۔
''میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین باتیں پوچھتا ہوں پیغمبر کے سوا کوئی اوران کو نہیں جان سکتا۔''
''قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟''
''اور بہشتی لوگ بہشت میں جا کر پہلے کیا کھائیں گے؟''
''اور بچہ اپنے باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟ اسی طرح اپنے ننھیال کے۔''
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
''ابھی ابھی جب تو نے (پوچھا) جبرئیل نے یہ باتیں مجھ کو بتلا دیں۔''

عبداللہ نے کہا۔

"یہ فرشتہ یہودیوں کا دشمن ہے ان کے زعم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب لے جائے گی۔"

"پہلا کھانا بہشتیوں کا مچھلی کے کلیجے پر جو ٹکڑا لٹکا رہتا ہے وہ ہو گا (نہایت لذیذ ہوتا ہے)"

"بچہ کے مشابہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد عورت سے صحبت کرتا ہے اگر مرد کا پانی آگے بڑھ جاتا ہے (غالب آجاتا ہے) تو بچہ باپ کے مشابہ ہو جاتا ہے اگر عورت کا پانی آگے بڑھ جاتا ہے تو اس کے مشابہ ہو جاتا ہے۔"

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر عرض کی۔

"میں گواہی دیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔" پھر انہوں نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہودی لوگ انتہا کے جھوٹے فریبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ان سے میرا حال پوچھیے، پوچھنے سے پہلے اگر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو وہ مجھ کو جھوٹا لپاٹیا کہیں گے۔" (کبھی میری تعریف نہیں کریں گے)

یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کوٹھڑی میں چلے گئے (چھپ گئے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا۔

"عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم میں کیسا آدمی ہے؟"

انہوں نے کہا۔

"عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالم ہیں اور عالم کے بیٹے اور سب سے افضل اور سب سے افضل کے بیٹے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"دیکھو اگر عبداللہ مسلمان ہو جائیں (تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے)

انہوں نے کہا۔

"اللہ نہ کرے) اللہ ان کو مسلمان ہونے سے بچائے رکھے۔

یہ سن کر عبداللہ کوٹھڑی سے نکلے اور کہنے لگے۔

"اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد ارسول اللہ" اس وقت یہودی شرمندہ ہو کر کیا کہنے لگے۔

"عبداللہ تو ہم سب میں برا آدمی ہے، سب سے برے شخص کا بیٹا ہے۔" لگے اس کو سخت سست کہنے۔ (بخاری شریف)

لباس کا بیان

اللہ تعالیٰ کا (سورۃ اعراف میں) فرمانا۔

"اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دے کس نے وہ زیب و زینت کی چیزیں حرام کیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالیں۔" (یعنی عمدہ عمدہ لباس)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"کھاؤ پیو، پہنو، خیرات کرو لیکن اسراف نہ کرو (حد سے نہ بڑھ جاؤ) نہ تکبر (غرور) کرو۔"

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

"جو تیرا جی چاہے (بشرطیکہ حلال ہو کھا اور جو تیرا جی ہے (مباح کپڑوں میں سے) پہن گو کتنا ہی بیش قیمت ہو) مگر جب تک دو باتوں سے بچا رہے اسراف اور تکبر سے۔" (بخاری شریف)

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ابن انشاء

اک چاند پرانا صدیوں کا جس چاند کے پیٹ میں تارا ہے

اک چاند زمیں کے لوگوں نے افلاک پہ آج ابھارا ہے

اس چاند کا چہرہ اجلا ہے، اس چاند کا رتبہ عالی ہے

اس چاند میں بھی گن لاکھوں ہیں، اس چاند کی بیپ نرالی ہے

اس چاند کے لو بھی دیوانے، اس چاند کے آلھے گاتے ہیں

اس چاند چراغ کے پروانے، اس چاند کی عید مناتے ہیں

تم چاند نگر کے انشا جی، کس چاند کے عاشق ہوتے ہو؟

کس چاند پہ جی کو کھوتے ہو، کس چاند کو شب کو روتے ہو؟

☆☆☆

جب من کے گگن کے آنگن میں، اندھیارا ہی اندھیارا تھا

ہم پیت نگر کے لوگوں نے اک روپ کا چاند ابھارا تھا

نا کنکر ہے، نا پتھر ہے، نا لوہا ہے، نا پیتل ہے

نا چاند وہ پگھلی چاندی ہے، نا چاند وہ سونا شیتل ہے

اک گوری تھی البیلی سی ، مدماتی چھیل چھبیلی سی
تھی جس کی چال نشیلی سی ، تھی جس کی بات رسیلی سی
وہ پیت لگا کر توڑ گئی ، ہاں کہنے کو منہ موڑ گئی
تن من کے تار جھنجھوڑ گئی ، سو یادیں جی میں چھوڑ گئی
اس من کی اندھیری راتوں میں ان یادوں کا اجیالا ہے
یہ چاند کہ اودا کالا ہے ، ہر شام نکلنے والا ہے

☆☆☆

یہ چاند لگائے سینے سے ، یہ چاند سمیٹے دامن میں
ہم جوت جگاتے پھرتے ہیں پربت، ساگر، بستی بن میں
ہر شعر یہ شور سا اٹھتا ہے ، ہر گیت پہ دیپ سا جلتا ہے
جب رات کو من کی محفل میں اس چاند کا چرچا چلتا ہے
وہ چاند کہ ڈوبیں گھٹائیں ، وہ چاند کہ آخر جل جائیں
جس چاند سے ہم کو نسبت ہے ، اس چاند کے آگے کب آئیں
پر لوگو مورکھو دیوانو ، یہ بات بھی ہم سے کیوں پوچھو
جس چاند کی جس کو وحشت ہو ، جس چاند کا جس کو سودا ہو
بس بات ہے پیت نبھانے میں ، اک چاند پہ جان سے جاتے ہیں
جب ایک نہیں جب دو بھی نہیں ، جب لاکھ ہوں چاند زمانے میں

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

عید رنگوں، خوشیوں اور مسرتوں بھرا تہوار، ایک خوشگوار مہکتا ہوا احساس، عید کے تین حرفی لفظ سے ہزاروں خوشیاں وابستہ ہیں، عید کی آمد سے پہلے ہی عید کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں اور چاندرات کو تو یہ تیاریاں عروج پر ہوتی ہیں، منتظر نگاہیں چاند کی متلاشی ہوتی ہیں، پرنور بادلوں کی اوٹ سے باریک سا نقری چاند طلوع ہوتا ہے، تو ہر سمت خوشیوں کی دھنک بکھر جاتی ہے، مہندی کی خوشبو، بازاروں کی رونق، بچوں کی چہل پہل، عید کے میٹھے پکوانوں کی تیاری، اگرچہ چاندرات دل نواز اور خوش کن ہوتی ہے تو صبح عید کا تصور ہی جان فزا ہوتا ہے۔

عید مبارک کی صداؤں میں عید کا دن طلوع ہوتا ہے، آرائش و زیبائش، خوشبو، خوشیاں، میل ملاقات، عیدی اور عید کی یہ خوشیاں اس وقت مزید دوبالا ہو جاتی ہیں جب ایسے میں کسی عزیز ہستی کی طرف سے عید مبارک کا پیغام ملے تو خوشی کا عالم ہی اور ہوتا ہے، ان خوشیوں کو دوستوں کے ساتھ شیئر کرنے کے لئے ہم نے عید سروے کا اہتمام کیا ہے، جن کے سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

سوالات:۔

۱۔ عید کے دن پیش آنے والا کوئی غیر متوقع مہمان یا خوشگوار واقع جس نے عید کی خوشی ڈبل کر دی ہو؟

۲۔ عید کے دن کون سی نمکین ڈش بنانا پسند ہے؟

۳۔ آپ کی نظر میں عید الفطر کی اہمیت کیا ہے؟

۴۔ کبھی ایسا ہوا کہ آپ کو ملنے والی عیدی کسی دوسرے کو دینی پڑی ہو تو اس وت آپ کے احساسات؟

۵۔ عید کے دن کون سا وقت آپ کو بہترین لگتا اور خوشی دیتا ہے اور دل چاہتا کہ وقت یہی رک جائے؟

آیئے دیکھتے ہیں سروے میں مصنفین نے ان سوالات کے کیسے دلچسپ جواب دیئے ہیں۔

حنا بشریٰ .... لاہور

اللہ پاک کا کرم ہے کہ اس نے ایک بار پھر ہمیں عید کی خوشیاں اپنے پیاروں کے ساتھ دیکھنا نصیب کیں، پیاری فوزیہ آپی تمام قارئین اور لکھاری بہنوں کو میری طرف سے ڈھیروں عید مبارک، اللہ پاک سب کو سلامت اور شاد آباد رکھیں آمین۔

سچی بات بتاؤں تو عید کے موقع پہ مجھے تمام رسالوں کا یہ سلسلہ (یعنی) عید سروے بہت اچھا لگتا ہے، رونق اور عید کی خوشیوں کا احساس دگنا ہو جاتا ہے، لکھاری بہنوں کی عید کی روٹین پڑھ کے مزہ آتا ہے۔

۱۔ خوشگوار واقعہ تو کوئی نہیں، ہاں دو مہمان ایسے ہیں جن کی اچانک آمد عید کی خوشیوں کو ڈبل

کر دیتی ہے، ایک میرا بھتیجا ہشام علی اور دوسری میری دوست کرن، گھر میں ایک دم سے رونق سی ہو جاتی ہے ان دونوں کے آ جانے سے۔

۲۔ نمکین ڈشز میں، بریانی اور پاستا بنانا پسند ہے، یہ دونوں میری فیورٹ ہیں۔

۳۔ بالکل جناب، بہت دفعہ ایسا ہوا کہ اپنی عیدی دوسرے کو دینی پڑی مگر جب بھی ایسا کیا بہت خوشی سے کیا اور یہ سوچ کر دیا کہ اللہ نے مجھے عیدی دی ہی اسی کام کے لئے تھی۔

۴۔ عید کی نماز کا وقت بہترین لگتا ہے، جی چاہتا ہے کہ وقت یہیں تھم جائے، رمضان کے رخصت ہو جانے پہ دل بے حد آزردہ ہوتا ہے، عجب نور بھرا وقت لگتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ ہمارے بہت قریب ہے اس وقت اور ہماری دعاؤں کو سن بھی رہا ہے اور قبول بھی کر رہا ہے۔

۵۔ عید الفطر کی آمد سے پہلے رمضان کی آمد اس کی اہمیت کی سب سے بڑی وجہ ہے، روزے رکھے جاتے ہیں، عبادت میں دن رات گزرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنے کے بہت سے قیمتی مواقع حاصل ہوتے ہیں اور دوسری اہمیت کی وجہ، جو اللہ نے غرباء اور مساکین کے لئے صدقہ فطر مقرر کیا ہے اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ عید کی خوشیوں پہ صرف ہمارا ہی نہیں ان کا حق اور حصہ بھی ہے۔

آخر میں سب کے لئے ڈھیروں نیک تمنائیں خوش رہیں اور خوش رکھیں۔

سیدہ وجیہہ بخاری..............شیخوپورہ

۱۔ اگر میں سچ کہوں تو مہمانوں کا آنا مجھے کبھی خوشی نہیں دیتا، میں اس حوالے سے بہت عجیب ہوں جس کی وجہ سے ڈانٹ بھی کھاتی ہوں ہاہاہا، لہٰذا عید پر مہمانوں کا آنا نہیں اچھا لگتا ہاں مہمان بن کر جانا بہت اچھا لگتا ہے اب آپ کہیں گے کہ یہ کتنی خودغرض ہے، خیر مذاق سے ہٹ کر بات کروں تو عید پر ہمارے گھر تقریباً رات گئے تک مہمان آتے رہتے ہیں اور مجھے نا چاہتے ہوئے بھی میزبانی کرنی پڑتی ہے ورنہ امی سے کون ڈانٹ کھائے۔

اور ہاں مگر میں بات کروں خوشگوار واقعے کی تو دو سال پہلے کی بڑی عید پر ہم اپنے بھائی کی منگنی کرنے فورٹ عباس گئے تھے وہ بہت یادگار عید تھی کیونکہ بھائی کی منگنی میرے جگر اوہ مطلب میری بیسٹ فرینڈ سے ہوئی ہے لہٰذا وہ عید بہت یادگار عید تھی۔

۲۔ ایک اور ایسا سوال کہ جس کا جواب دیتے ہوئے مجھے شرم آئے گی کیونکہ مجھے کھانا پکانے کا بھی بالکل کوئی شوق نہیں اور نہ ہی مجھے زیادہ کچھ پکانا آتا ہے، بس ہانڈی روٹی کر لوں بھی ورنہ کوئی قابلِ ذکر ڈش ایسی نہیں ہے کہ جو مجھے بنانی آتی ہو اور میں فخر سے بتا سکوں کہ ہاں بھئی مجھے یہ بنانا آتا ہے، بھابھیاں زندہ باد جو ہمیں عید پر مزے مزے کے پکوان بنا کر کھلاتی ہیں، ہاں میری ایک بات جو اچھی ہے میں کھانا بنانے والے کی تعریف بہت اچھے الفاظ میں کرتی ہوں اگر کھانا واقعی قابل تعریف ہو تو، ہاں ورنہ کھانا پکانے کے حوالے سے بات کی جائے تو بھئی میں ابھی زیرو ہوں اس معاملے میں اور مجھے پتہ ہے کہ یہ کوئی فخر والی بات نہیں۔

۳۔ میری نظر میں دونوں عیدوں کی اہمیت یہ ہے کہ عید کے موقع پر ہم اپنے رشتے داروں دوستوں سے ملتے ہیں اور لمبے لمبے عرصے بعد مل بیٹھنے کا بہانہ مل جاتا ہے ورنہ آج کل کے جدید اور تیز ترین دور میں کہاں کسی کے پاس اتنا وقت ہوتا ہے کہ روز روز مل بیٹھ کر وقت گزاریں اور عید الفطر کی اہمیت میری نظر میں اس لئے بھی زیادہ ہے کیونکہ اس عید کو کافی ساری عیدی جو ملتی ہے، ابو اور بھائیوں سے عیدی لینے کا مزہ ہی الگ ہوتا ہے اور بھائیوں سے زیادہ ساری عیدی نکلوانا بھی ایک الگ آرٹ ہے جو شاید ہر ایک کو نہیں آتا، اس کے علاوہ دونوں عیدوں کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ عیدوں پر ہم غریبوں کو بھی اپنی خوشیوں میں یاد رکھتے ہیں، جس سے یقیناً عید کی خوشی دوبالا ہو جاتی ہے اور میرا پیغام بھی یہی ہے کہ عید کی خوشی میں زیادہ سے زیادہ غریبوں کو اپنے ساتھ شامل کریں۔

۴۔ نہ بھئی نہ مجھے ملنے والی عیدی صرف میری ہوتی ہے میں کیوں کسی کو دوں، یہ میرے خیالات پہلے تھے لیکن جب میرے بھانجے بھانجیاں اور بھتیجے اس دنیا میں آئے تو میرے خیالات بالکل بدل گئے اور اب مجھے ملنے والی عیدی صرف میری نہیں ہوتی بلکہ ان سب کی بھی ہوتی ہے اور ان کو عیدی دے کر مجھے دلی خوشی محسوس ہوتی ہے ان کے علاوہ میں اپنی عیدی کسی کو نہیں دیتی۔

۵۔ ہر عید پر جب میرے بڑے بھائی اپنی فیملی سمیت اسلام آباد سے آتے ہیں تو ہماری عید یادگار بن جاتی ہے اور دل کرتا ہے یہ وقت رک جائے، اس کے علاوہ عید کے دن کسی مخصوص وقت کی بات کی جائے تو ایسا کوئی وقت نہیں ہے کیونکہ اب ہم بڑے ہو گئے ہیں لہٰذا وہ جو بچپن میں عید کی خوشی ہوتی تھی اب ایسا کچھ نہیں ہوتا، اب بس عید کا دن کام کرتے یا ٹی وی دیکھتے گزر جاتا ہے۔

فوزیہ سرور .... لاہور کینٹ

سب سے پہلے تمام قارئین اور حنا کی مدیرہ فوزیہ شفیق جو اپنے پیارے اخلاق کے باعث مجھے بہت پیاری لگتی ہیں، دیکھا تو نہیں صرف فون پہ بات کی ہے تو ان کی گفتگو کا انداز مجھے بے حد پسند ہے، سب پڑھنے والوں کو میری طرف سے خوشیوں بھری عید مبارک، اب آتی ہوں پہلے سوال کی طرف۔

۱۔ اس سوال کو پڑھتے ہی پچھلی عید کا ایک خوشگوار واقعہ ذہن کے پردے پر جھلملانے لگا، اب جی ہوا کچھ یوں تھا، عید الفطر کی نماز کی ادائیگی کے بعد جب سب بھائی اور ابو گھر تشریف لائے اور ہمیں عیدی سے نوازا، تب سب سے بڑے بھائی شہزاد بھائی نے یہ حکم صادر کر کے عید کی خوشی دوبالا کر دی، فٹا فٹ کھانا کھا کر تیار ہو جاؤ ہم سب اسلام آباد عذرا (بہن) کے گھر روانہ ہونے والے ہیں، ہم تین عدد بہنیں اور دو عدد بھابھیاں اور ان کے بچے یعنی میرے بھتیجے بھتیجیاں سب اس حکم پر خوشی سے اچھل پڑے، بس پھر کھانا کھاتے ہی دو گاڑیوں میں قافلہ اسلام آباد روانہ ہوا، عید کا دن اور موٹر وے پر سفر، گاڑی میں ہلا گلا، دونوں گاڑیوں کا ایک دوسرے کے آگے نکلنا یا پیچھے رہ جانا، کلر کہار پر قدرت کے شاہکار کا نظارہ کرنے کے ساتھ گہری کھائیوں کا

خوف دامن گیر یہ سب، سب بہت یادگار رہا، پھر تین دن شدید گرمی کے باوجود اسلام آباد کے مختلف مقامات کی سیر کی اور تیسرے دن واپس لاہور، یہ واقعہ عید کے دن ذہن و دل پر بہت خوشگوار اثرات مرتب کرنے کا باعث بنا۔

۲۔ عید کے دن پکانا نہیں صرف کھانا پسند ہے، عید کے دن کام کرنا آف بالکل پسند نہیں کجا کہ میں نمکین ڈش پکانے کے لئے کچن میں کھڑی ہو جاؤں، ویسے مجھے مٹن بریانی پسند ہے، اگر امی کا آرڈر ہو تو پھر تو مجال نہیں حکم کی سرتابی کر سکوں، بھلے میں کم پکاتی ہوں لیکن جب بھی پکاؤں بہت مزے کا پکاتی ہوں، یہ میں نہیں سب گھر والے کہتے ہیں۔

۳۔ عید الفطر میری نظر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزہ داروں کے لئے خوبصورت انعام ہے، بقول شاعر

یہ خوشی ہے روزہ داروں کے لئے
روزے جو رکھے ان کی رسید آئی ہے

رمضان المبارک میں اگر ہم دوسروں کی بھوک پیاس اور ضروریات کا خیال رکھتے ہیں تو عید الفطر پر ضرورت مند افراد کی خوشیوں کا خیال رکھنے کی غرض سے ان کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں تا کہ وہ بھی عید الفطر خوشی کے بھرپور جذبے سے پورے دل سے منائیں۔

۴۔ ایسا میرے ساتھ کبھی نہیں ہوا کہ مجھے اپنی ملنے والی عیدی کسی کو دینی پڑی ہو، ہاں امی بچپن میں لے لیتی تھیں تب کچھ اچھا فیل ہر گز نہیں ہوتا تھا، اب تو ماشاء اللہ عیدی پر میرا ہی قبضہ ہوتا ہے۔

۵۔ عید کے دن بہترین وقت عید الفطر کی نماز کا وقت، عید الفطر کی نماز کی ادائیگی میری عید کے دن اولین ترجیح ہوتی ہے، جب دعا کا وقت ہوتا ہے تب دل چاہتا ہے وقت یہیں ٹھہر جائے اور میں اپنے رب سے مانگتی رہوں، کیونکہ اس وقت رب کے انعام و اکرام کی بارش برس رہی ہوتی ہے ہر مومن پہ۔

سباس گل..........رحیم یار خان

سلام دوستوں سب سے پہلے فوزیہ آپی آپ کو حنا کے سبھی اسٹاف کو مصنفین اور قارئین کو عید الفطر کی بہت بہت مبارک باد۔

۱۔ گزشتہ عید الفطر کی شام کو ہماری بہترین دوست ثوبیہ اچانک بنا بتائے ملنے چلی آئیں اپنے بچوں کے ساتھ سارا دن شدید گرمی کے بعد شام سہانی ہو گئی تو ان کو دیکھ کر ہمیں بہت خوشگوار حیرت ہوئی اور وہ خود شوگر کی مریضہ ہیں لیکن ہمارے آئس کریم اور کیک لے کر آئیں، ہماری ان سے خوب گپ شپ ہوئی اس شام کو ہم نے خوب انجوائے کیا تھا مانو عید کی خوشی ڈبل ہو گئی تھی۔

۲۔ عید کے دن ہم شامی کباب اور یخنی والا پلاؤ بنانا پسند کرتے ہیں اور آپ جانتی ہیں نہ فوزیہ آپی میرے ہاتھ کے بنے ہوئے شامی کباب اور یخنی والا پلاؤ ولڈ فیمس ہیں، آہم آپی آپ ہم اپنے منہ سے میاں مٹھو نہیں بن رہے آپ گواہ رہیے گا۔

۳۔ عید الفطر اللہ کا انعام ہے، تحفہ ہے ہم سب مسلمانوں کے لئے اور خاص طور پر روزے داروں کے لئے یہ بہت بڑی نعمت ار حمت اور سوغات ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لہٰذا اس دن، دن کو ہمیں بھرپور طریقے سے منانا چاہیے، سو کر نعمتوں کو کھو کر نہیں، بہت سے

لوگ فخر سے کہتے ہیں کہ جی ہم نے عید کا دن سو کر گزارا، بھلا اللہ کی نعمت رحمت اور انعام سے منہ موڑ کر کیسے کوئی خوش رہ سکتا ہے اس دن کو ایسے ہی منانا چاہیے، جیسے کہ منانے کا حکم ہے خوشیاں بانٹیں، خوشیاں منائیں یہی اس دن کی اہمیت ہے۔

۴۔ ہائے کیا ہارٹ ٹیچنگ سوال پوچھ لیا فوزیہ آپی، عیدی تو ماشاء اللہ ہمیں ڈھیر ساری ملتی، پچھلے چند سالوں سے ہم عیدی دینے والی کیٹا گری میں شامل ہو گے ہے تو ملنے والی عیدی ہم گھر کے بچوں کو دیتے ہیں تو ان کے چہرے پر آنے والی خوشی اور مسکراہٹ دیکھ کر ہمیں بہت اچھا لگتا ہے بلکہ یوں سمجھ لیں کے ہماری عید ہو جاتی ہے۔

۵۔ عید کے دن وہ وقت سب سے اہم ہوتا ہے جب ہم تمام گھر والے اکٹھے ہوتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں باتیں کرتے ہیں ساتھ بیٹھ کر ٹی وی کا پروگرام دیکھتے ہیں ان پر کمنٹس کر رہے ہوتے ہیں مطلب جب سب ساتھ ہوں وہ لمحے وہ وقت بہت قیمتی اور انمول ہوتا ہے۔

اللہ پاک ہمارے اور آپ سب کے گھروں کی ان رونقوں کو صدا سلامت رکھے آمین ثم آمین، سب کو ٹھنڈی میٹھی عید مبارک۔

کنول ریاض............منڈی بہاؤالدین

سب قارئین کو رمضان کی اور عید کی مبارک باد۔

۱۔ جب میری شادی ہوئی تو دس دن بعد عید تھی ایسے میں جب اچانک ابو مجھے لینے آئے تو بہت خوشی ہوئی تھی، بغیر بتائے آئے تھے اس لئے زیادہ مزہ آیا تھا اور یادگار رہی وہ عید۔

۲۔ دہی بھلے اور چنا چاٹ۔

۳۔ عید روزے داروں کا انعام ہے اللہ پاک کی طرف لہٰذا دل سے مناتی ہوں کہ اللہ پاک نے یہ دو دن خاص طور پر ہمیں دیئے اور رب کا شکر ادا کرتے ہوئے عیدین کو سنت کے مطابق منائیں تو خوشی بھی ملتی ہے اور اجر بھی۔

۴۔ اب تو جب سے بڑے ہوئے ہے، اپنی عیدیاں بانٹنی ہی پڑتی ہے، جب لے کر خوشی ہوتی تھی تو دینے کا بھی الگ ہی مزہ ہے اور یہ احساس کہ ہم بھی کسی کے بڑے ہیں خوشی دیتا ہے۔

۵۔ جب اپنے سب پیارے اکٹھے ہوں تو وہ وقت بہت خاص ہوتا ہے لیکن افسوس کہ کوشش کر کے بھی اسے ہم روک نہیں پاتے۔

بشریٰ سیال..........................نامعلوم

سب سے پہلے فوزیہ آپی حنا کا اسٹاف اور قارئین کو رمضان کی آمد اور عید مبارک۔

۱۔ عید پر گھر آنے والے سبھی مہمانوں کی آمد اچھی لگتی ہے، خاص طور پر میری آپیوں اور ان کے بچوں کے آنے سے عید کی خوشی دوبالا ہو جاتی ہے۔

۲۔ بہت کچھ.....اور پلاؤ بنانا خاص طور پر اچھا لگتا ہے۔

۳۔ رمضان المبارک اللہ پاک کی طرف سے مسلمانوں کے لئے تحفہ ہے اور عید الفطر ان لوگوں کے لئے انعام ہے جو اس ماہ میں روزے رکھتے ہیں اور راتوں کو قیام کرتے ہیں۔

۴۔ جی ہاں آپی سے ملنے والی عیدی پچھلی عید پر ان کے بچوں کو دے دی جو کہ مجھے اچھا لگا بلکہ مزید بھی پیسے دیے بچوں کو۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

۵۔ عید کے دن جب ساری آپیاں اور ان کے بچے آتے ہیں تو وہ وقت بہت بہترین لگتا ہے دل خواہش کرتا ہے کہ یہ پل یہی رک جائیں مگر وقت سے کون کہے یار ذرا آہستہ چل۔

صدف آصف..................آسٹریلیا

۱۔ ہم لوگوں کے ہاں وہ ہی نارمل مہمان آتے ہیں جن کا پتا ہوتا ہے کہ ان کو آنا ہے جیسے میری نندیں وغیرہ، اب تو دو سال سے میں آسٹریلیا میں ہوں، یہاں میری جیٹھانی ہے ان کے گھر جاتے ہیں ہم لوگ، سسرال میں نندوں نے تو آنا ہی ہوتا تھا اس لئے کوئی غیر متوقع مہمان تو یاد نہیں کبھی آیا ہو۔

۲۔ ہمارے ہاں چونکہ جوائنٹ فیملی سسٹم تھا تو ہم تینوں دیورانی جیٹھانی اوپر نیچے کے پورشن میں رہتے تھے تو ہم پہلے سے ہی طے کر لیتے تھے کہ کس نے کیا بنانا ہے بھابھی اچار گوشت بنا لیتی تھیں میں یخنی پلاؤ، پلاؤ ہم تینوں بناتے تھے، سالن علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا، جیسے میں چکن بنا لیتی تھی بھابھی کڑاہی گوشت، یہ ہم پہلے سے مل کر طے کر لیتے تھے کہ کس نے کیا پکانا ہے میٹھی سویاں ہمارے سسرال کی خاص ڈش ہوتی تھی وہ تو بنتی ہی تھی مگر اب یہاں آسٹریلیا میں یہاں یہ مسئلہ ہے کہ کچھ بنانے کا موقع ہی نہیں ملتا، یہاں لوگوں نے رمضان سے بھی پہلے دعوتیں دینا شروع کر دی جیسے عید کے دن ناشتے کی دعوت آچکی ہے صبح نو سے دو بجے تک اس کے بعد لنچ کی بھی اور رات کے کھانے کی بھی، پچھلے سال ہم کسی کے ہاں گئے تو تھے بہت مزہ آیا تھا بہت کچھ بنایا ہوا تھا، پیزا کچوری، سموسہ وغیرہ یہ چیزیں چونکہ یہاں ملتی نہیں تو اس لئے بہت مزہ آیا تھا۔

۳۔ عید کی بہت اہمیت ہے میری نظر میں جتنی بھی قومیں ہیں سب کا اپنا اپنا تہوار ہوتا ہے اس طرح عید ہمارا بہت اہم تہوار ہے اس کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ یہ ہمیں روزوں کے انعام کے طور پر دی گئی ہیں رمضان میں ہم اللہ کے زیادہ قریب ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد جو عید آتی ہے وہ بیان سے باہر ہے یہاں آسٹریلیا میں عید کے دن چھٹی نہیں ہوتی پاکستانی کمیونٹی مناتی ہے عید لیکن جو مزہ پاکستان کی عید کا ہے وہ یہاں نہیں۔

۴۔ میں اپنے بچپن میں بہت حساس ہوتی تھی تو ایک دفعہ بچپن میں ہم اپنی امی کے ساتھ اپنے رشتے داروں کے ہاں گئے تو مجھے لگا کہ وہ ہماری وجہ سے جلدی جلدی ناشتے کا بندوبست کر رہے ہیں مجھے لگا کہ ان کی مالی حیثیت کچھ کمزور ہے وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر کر رہے تھے، مجھے بڑا عجیب سا محسوس ہوا، میں نے سوچا کہ میں ان کے لئے کیا ایسا کروں میں چھوٹی تھی، پھر میں نے وہ عیدی جو میرے پاس تھی سب سے چھپ کر ان کے ٹی وی کے پاس رکھ دی اور یہ سب کر کے مجھے بڑا اچھا لگا اب سوچتی ہوں کہ میں اتنا سوچتی تھی، بچپن میں تو ہنسی آتی ہے۔

۵۔ عید کی صبح مجھے بہت اچھی لگتی ہے جب صبح اٹھتے ہیں اور تیار ہو رہے ہوتے ہیں میرے شوہر عید کی نماز کے لئے تیار ہوتے ہیں میں بیٹی کو اٹھاتی ہوں وہ میرے لئے بہت خوشی کا وقت ہوتا ہے، عید کی رات چونکہ بہت تھک چکے ہوتے ہیں اس لئے عید کی صبح بہت پسند

ہے، بچپن سے ہی عید کا دن بہت پسند ہے
اور یہ بچپنا آج بھی میرے اندر موجود ہے
عید کو بھرپور طریقے سے انجوائے کرنے کے
لئے۔

تحسین اختر..............فیصل آباد

یہ پل یہ ساعت عید مبارک
اے دوست تجھے عید مبارک
ہر رات گزرے ہنستی مسکراتی گنگناتی
ہر روشن دن کی امید مبارک
جسے تو چاہے وہی آ کر ملے تجھ سے
جسے تو سنے وہی نوید مبارک
ہر شخص ہر منزل ہر خوشی ہر سفر
ہر خیال ہر آرزو ہر امید مبارک

سب سے پہلے عید کے پرمسرت لمحات کے موقع پر ان خوبصورت اشعار سے سروے کا آغاز کرتے ہیں یہ خوشیوں سے مہکتے لفظ آپ سب کے نام

۱۔ جناب عید کے دن وہ سارے مہمان جو متوقع ہوتے ہیں وہ سب آتے ہیں اور مہمان کوئی بھی ہو اسپیشل ہی ہوتا ہے اس لئے ہر کسی کے آنے کی خوشی ڈبل ہوتی ہے کہ عید کا دن ایسا دن ہے کہ اس دن جتنی بھی خوشیاں بانٹیں اسی قدر بڑھتی ہیں مسکراہٹیں جس قدر بھی ہوں خوشبو پھیلاتی ہے۔

رہے کدورت نہ کوئی دل میں
نہ دل میں نفرت کا نقش ابھرے
نہ کوئی بھی جذبہ
کہ جس سے رشتوں کی تازگی کو
خزاں کی زردی کو اداس کر دے
جس سے چہرے کی رونقیں ماند نہ پڑ جائیں
خیال رکھنا
کوئی بھی شکوہ کسی بھی لب پر
نہ آنے پائے
کہ آج کا دن محبتوں کے ملاپ کا دن ہے
ایک حسین یادگار دن ہے

۲۔ عید پر مجھے تو بس نمکین گوشت بنانا اور کھلانا اچھا لگتا ہے بے شک سبزیاں صحت کے لئے اچھی ہیں مگر گوشت کا ذائقہ اگر منہ کو لگ جائے انہیں سبزیاں پھر کہاں بھاتی ہیں بس یہی حال میرا ہے گوشت کھانا ور کھلانا اچھا لگتا ہے۔

۳۔ عید کا دن ہم مسلمانوں کے لئے بے حد اہمیت کا دن ہے جب ہم پورے تیس دن اپنے خالق و مالک کی خوشنودی کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور اس کے احکامات کو اس کی مرضی کے مطابق پورے خشوع و خضوع کے ساتھ پورا کرتے ہیں تو پھر انعام کے طور پر عید الفطر مناتے ہیں سب سے بڑی بات میں تو یہ کہوں گی کہ روزے رکھنا اور عبادت کرنا اپنی جگہ مگر اس مقدس مہینے میں صدقہ و خیرات جو اہمیت ہے جب ہم زکوۃ دیتے ہیں فطرانہ نکالتے ہیں ان سے نہ جانے کتنے لوگوں کا بھلا ہوتا ہے، تو اس دن کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے اور ہمیں اور آپ کو سب کو ایسا کرنا بھی چاہیے کہ یہ ہمارا دین ہے اور اس کا تقاضا ہے۔

۴۔ ایک بات بتاؤں کہ شروع ہی سے (میں تو بچپن ہی سے کہوں گی) اپنا کمایا ہوا اور ٹھیک ٹھاک کمایا ہو تو جس بندے کے ہاتھ میں اپنا پیسہ ہو وہ دوسروں کو ضرور دیتا ہے تو پھر کسی عید پر یہ احساس نہیں ہوا کہ یہ عیدی مجھے کیوں نہیں ملی، ہاں مل جائے تو خوشی ہوتی ہے اور اچھا بھی لگتا ہے۔

۵۔ عید کے دن رات کو ہم اپنی فیملی کے ساتھ

ڈنر کرنے باہر جاتے ہیں بچے ان لمحات کو بہت انجوائے کرتے ہیں اور ماں کی خوشی تو بچوں کی خوشی میں ہوتی ہے ان کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر اس وقت احساسات ہی اور ہوتے ہیں اس وقت شدت سے دل چاہتا ہے کہ یہ لمحات بس رک جائیں۔

یہ تھے سروے کے جوابات آخر میں ایک بات کہ ہر دن اور مہینہ بہت اہمیت کا حامل ہے آپ لوگوں سے درخواست ہے اپنی خوشیوں میں ان لوگوں کو شامل کریں جو غریب ہے اور جو ان خوشیوں کو بھرپور طریقے سے نہیں منا سکتے اگر ان کی مدد کے لئے چند ہاتھ بھی آگے بڑھ جائیں تو کوئی شک نہیں وہ بھی ان خوشیوں کے حقدار بن جائیں اور اس کو بھرپور طریقے سے منا پائیں۔

حیاء بخاری.............ڈیرہ اسماعیل خان

سب سے پہلے تو ادارہ حنا کے تمام قارئین اور رائٹرز بہنوں کو ہنستی مسکراتی عید مبارک، اللہ آپ سب کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے آمین۔

۱۔ عید، رمضان کے بعد ایک انعام ہے، قدرتی طور پر خوشی ملتی ہے یہ انعام پا کے، دوستوں، رشتے داروں فیملی کے ساتھ نہ صرف وقت گزارنے کا بہترین موقع ملتا ہے، بلکہ اکثر واقعی ایسا ہوتا ہے کہ عید کی خوشیاں یادگار بن جاتی ہیں، میرے ایک بھائی بہت دور رہتے ہیں، عید پر آنا بھی بہت مشکل ہوتا ہے، پچھلے سال عید پہ اچانک ان کی آمد نے عید کے دن یادگار بنا دیئے تھے۔

۲۔ کابلی پلاؤ، میری فیورٹ ڈش ہے اور عید کے پہلے دن میں ضرور بناتی ہوں۔

۳۔ عید الفطر آج کے دور میں تو اس لئے بھی اب بہت اہم ہے کہ تیز رفتاری اور سٹیٹس کی بھاگ دوڑ میں انسان بالکل اکیلا رہ جاتا ہے، ایسے میں اس طرح کہ خوبصورت اسلامی تہوار ہمیں نہ صرف اپنے اسلاف بلکہ رشتوں کو سنبھالنے میں بھی بہت مدد دیتا ہے، موبائل فون تک رہ جانے والے رابطے عید سعید کی بدولت کبھی گلے مل پاتے ہیں۔

۴۔ عیدی ہمیشہ امی کو ہی دے دیا کرتی تھی اور شادی کے بعد اپنے شوہر سے لیتی ہوں وہ بھی بڑے حق سے، جو پھر عموماً گھر میں ہی کام آ جاتی ہے، سو عیدی کی خاص قدر نہیں کی کبھی میں نے۔

۵۔ ہاں...... جب میں ماں کے ساتھ ہوتی ہوں تب میرا دل کرتا ہے بس یہ وقت رک جائے، شادی کے بعد بہت کم وقت گزرا ہے میرا اماں کے ساتھ، اب تو اکثر آتی جاتی رہتی ہیں، اللہ پاک ان کا مہربان سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پہ قائم رکھے آمین۔

صبا جاوید...........................بہاول پور

سب سے پہلے تمام قارئین و مصنفین، حنا کے تمام اسٹاف اور اسپیشلی فوزیہ آپی کو میری طرف سے رمضان الکریم کی ڈھیروں ڈھیر مبارکباد اور پیشگی عید مبارک، اس کے بعد فوزیہ آپی کی پرخلوص محبت کا بے حد شکریہ جو ہر قاری اور منصف کو ان کی غیر حاضری کے باوجود یاد رکھتی ہیں، اب بڑھتے ہیں عید سروے کے سوالات کے جوابات کی جانب۔

بقیہ صفحہ 56

دل گزیدہ

اُم مریم

اکتیسویں قسط کا خلاصہ

شانزے فطرت سے مجبور برائی پہ آمادہ ہے، اولیس کو اکساتی ہے قدر کے قتل پہ اولیس اس کا ساتھ دینے پہ معذرت کر لیتا ہے مگر وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والی نہیں۔
قدر زندگی میں پہلی بار سلیمان کا انوکھا روپ دیکھتی ہے، ماں کا ذکر کرتا ہوا باپ اسے دل سے بہت قریب لگے، وہ ماں کا برائیڈل ڈریس پہننے کو آمادہ ہو گئی۔
علی شیر کا دوبارہ رابطہ قدر کا ایمان پھر ڈگمگا دیتا ہے، وہ سلیمان سے کیا وعدہ بھول جانا چاہتی ہے، زندگی اپنی مرضی سے گزارنا چاہتی ہے۔
قدر باپ سے خفا ہے، شادی کر لیتی ہے مگر ناراضگی ختم نہیں کرتی۔
سلیمان بھی دانستہ نظر انداز کرتے ہیں، وہ مطمئن ہیں کہ ان کا فیصلہ درست ہے۔
حجاب کو لگتا ہے وہ بند گلی میں آ گئی ہے، ایسی بند گلی جہاں پلٹنے کا راستہ ہے نہ روشنی کی کوئی کرن۔

تیسویں قسط

اب آپ آگے پڑھیے

ابھی کچھ دن مجھے میری محبت آزمانے دو
مجھے خاموش رہنے دو
سنا ہے عشق سچا ہو تو خامشی لہو بن کر
رگوں میں ناچ اٹھتی ہے
ذرا اس کی رگوں میں خامشی کو جھوم جانے دو
ابھی کچھ دن مجھے میری محبت آزمانے دو
اسے میں کیوں بتاؤں
اس کو میں نے کتنا چاہا ہے
بتایا جھوٹ جاتا ہے
کہ سچی بات کی خوشبو تو خود محسوس ہوتی ہے
میری باتیں میری سوچیں سے خود جان جانے دو
ابھی کچھ دن مجھے میری محبت آزمانے دو

وائٹ شلوار کے ساتھ پنک کرتا اس کے نازک سراپے پہ بہت پرکشش لگ رہا تھا، خوب صورت نقوش سے مزین چہرا ہر قسم کے میک اپ سے مبرا تھا مگر شفاف اور روشن تھا، اس کی سیاہ گہری گہری آنکھیں سیاہ ریشمی دراز پلکوں کی جھالروں میں چھپی تھیں وہ آنکھیں جو اس وقت آنسوؤں سے بھری تھیں اور گلے میں پھندے پڑ رہے تھے۔

''مجھے نہیں جانا، جس نے جو کرنا ہے وہ کرے۔''

نفرت وحشت غصہ انتقام کیا کچھ نہ تھا اس کی ناگواری سے پہ سرد غصیلی آواز آئی، آیا ماں نے ایک نظر اس کے ناراض روئے روئے چہرے پہ ڈالی اور پیار سے پچکارا۔

''ایسا نہیں کرتے بچے، پہلے تم نے اپنے ابا کو بھی انکار کر دیا شاپنگ ساتھ کرنے سے، مگر وہ تو باپ ہے برا نہیں مانا، مگر یہ معاملہ نازک ہے، سسرال میں تو۔''

''میں کسی سے نہیں ڈرتی، آپ منع نہیں کریں گی تو میں کر دیتی ہوں۔'' اس کے چہرے کے زاویے ان کی بات سن کر بگڑے ایک دم ناگواری سے سرد آواز میں ٹوک گئی تو آیا ماں کی گھبراہٹ کا کوئی انت نہیں رہا، بوکھلاہٹ عروج پہ جا پہنچی۔

''پاگل مت بنو قدر، اب اس ہٹ دھرمی کو اگر تم چھوڑ دو تو زیادہ بہتر ہے۔'' انہیں غصہ آ گیا تھا اور انہیں بہت کم غصہ آتا، اس پہ تو بہت ہی کم مگر جب آتا تو پھر بھول جاتیں وہ ایک ملازمہ بھی ہیں، انہیں یاد رہتا تو یہ کہ قدر کو انہوں نے پالا ہے انہوں نے پرورش کی ہے، اس پہ ان کا بھرپور حق ہے اور سلیمان اس حق کو ہمیشہ مانتے آئے تھے، قدر اب کی مرتبہ خاموش رہی، آنسو بھری نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔

''دیکھو بیٹے ہر رشتے کے کچھ اصول کچھ تقاضے ہوتے ہیں، تمہاری ساس کو بہت ارمان ہوں گے اپنے اکلوتے بیٹے کے حوالے سے، جبھی تو ساتھ لے جانا چاہ رہی تھیں، اب انہیں ادھر کی

صورتحال اور اس کی گمبھیرتا کا تھوڑی پتا اور نہ معلوم ہونا ہی بہتر ہے، تم انہیں شک پڑنے بھی نہ دو، اگر نہیں جا سکتیں تو سلیقے سے منع کر دو کہ طبیعت بہتر نہیں، مگر بتا دو کہ خود لے آئیں تمہیں ان کی پسند پہ بھروسہ ہے وغیرہ۔"

وہ اسے سمجھا رہی تھیں، سبق سکھا رہی تھیں، قدر کی آنکھوں میں گہرا طنز اتر آیا، تنفر اور بے زاری یکبارگی گہری ہوئی۔

"میں یہ سب کیوں کروں، میری کیا مجبوری ہے؟" وہ پھنکاری، آیا ماں کے چہرے پہ پھر سرخی چھانے لگی۔

"تمہاری مجبوری یہ ہے کہ تمہیں اپنا گھر بسانا ہے اس کے بیٹے کے ساتھ۔" ان کا دل کیا اس کے منہ پہ تھپڑ لگائیں، قدر کے چہرے کے تاثرات مزید کبیدہ ہو گئے تھے۔

"یہ آپ کے نزدیک مجبوری ہو گی، میرے نزدیک نہیں ہے۔" اس نے ایک بار پھر ہٹ دھرمی کا سرد مہری کا مظاہرہ ضروری سمجھا۔

"اچھا، مجھے تو ابھی معلوم ہوا کہ تم بڑی خوشی سے یہ شادی کر رہی ہو۔" آیا ماں چڑ گئیں، قدر نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"آپ ان سے جا کر کہیں میں سو رہی ہوں، اٹھوں گی تو بات کر لوں گی۔"

وہ ڈھیلی بھی پڑی تو نروٹھا پن قائم تھا، آیا ماں اسے دیکھے گئیں، بے بسی سے لاچاری سے، پھر جیسے ہار کر تھک کر چلی گئیں، وہ یونہی ہونٹ بھینچے اپنے منتشر ہیجان آمیز جذبات غصیلے جذبات قابو کرتی رہی پھر جانے کیا دل میں سمائی کہ حمدان کا نمبر ملا لیا، ایک بار دو بار گھنٹیاں بجتی تھیں مگر وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

کیسے کیسے ایسے ویسے ہو گئے
ایسے ویسے کیسے کیسے ہو گئے

تیسری سے چوتھی ٹرائی پہ کال ریسو ہوئی تو اس نے چھوٹتے ہی طنز کا تیر چلایا، جسے سمجھتا حمدان مسکرانے پہ اکتفا نہ کر سکا۔

"زہے نصیب، کیسے یاد کیا۔"

"تم خود کو کیا سمجھنے لگ گئے ہو؟" وہ پھنکاری، غصہ بجائے کم ہونے کے بڑھ رہا تھا۔

"اتنے بڑے نامور باپ کی حسین و جمیل بیٹی از خود کال کرے گی تو کون کافر ہے جو خود کو کچھ نہ سمجھے۔" جواباً وہ پڑی چھوڑ گیا، قدر نے دانت کچکچائے۔

"اپنی ماں کو سمجھا دو کہ مجھے تنگ نہ کرے، جب ان کا سپوت مجھے پسند نہیں تو برائیڈل ڈریس میں چوائس کی بات مضحکہ خیز لگتی ہے۔"

اس کا انداز صاف صاف جتاتا تھا وہ کتنی تحقیر سے بات کر رہی ہے، حمدان چند ثانیے چپ رہا۔

"اب اہمیت پسند کی نہیں رشتے کی بن چکی ہے، عزیز قدر منصف حمدان، میری ماں بیچاری نے کیا تنگ کرنا ہے تمہیں، اس لفظ کے معنی و مطالب تو اس وقت سمجھ میں آئیں گے تمہیں جب

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

میرے پاس آجاؤ گی تم، کیا سمجھیں؟" اس کے الفاظ اس کی بات سے یکسر مختلف تھا اس کا لہجہ اس کا انداز کسی شوخی و شرارت کا شائبہ تک نہ تھا آواز میں، قدر پھر بھی جھلس گئی، تلملا اٹھی۔

"شٹ اپ، اپنی بکواس بند کرواو کے؟" وہ غرائی چہرے سے بھاپ نکل رہی تھی گویا، حمدان نے ناگواری سے ٹوک ڈالا۔

"بات تمیز سے کرنا سیکھیں قدر بیگم، مجھے بیویوں کا گستاخ ہونا پسند نہیں۔" اس کا لہجہ بلا کا سرد تھا۔

"تم ہوتے کون ہو یوں مجھ سے۔"

"تمہاری پسند کا نہ سہی، میں لے لیتا ہوں اپنی پسند سے سرخ جوڑا۔" اس کی سنے بغیر وہ اپنی کہہ رہا تھا، قدر کو آگ لگ گئی۔

"ضرور لے لو، تمہارے ارمانوں کا خون جو شامل ہو جائے گا اس سرخی میں۔" حمدان اس بات کے جواب میں بے ساختہ ہنسنے لگا۔

"یہ تو وقت بتائے گا مسز حمدان کہ کس کے ارمانوں کا خون ہوتا ہے، حسن اور جوانی کا مقابلہ ہو تو سنا ہے جوانی جیت جاتی ہے، یعنی مرد کی فتح ہوتی ہے۔"

وہ کتنے مزے سے کہہ رہا تھا، گویا چھیڑ رہا تھا، تاؤ دلا رہا تھا، قدر کا رنگ بالکل سرخ پڑ گیا، اسے وہ بہت بے باک لگا، بہت گستاخ محسوس ہوا تو بے اختیار فون کان سے ہٹایا، سلسلہ کاٹ دیا مگر دو منٹ نہ گزرے حمدان کا کال آنے لگی، قدر نے فون پھینک دیا، اسے گالیاں دیتی رہی، جتنی یاد تھیں سب کی سب، آنکھیں بے بسی کے شدید احساس سے نم ہو رہی تھیں، اگر وہ دور تھا پھر اسے عاجز کر سکتا تھا لاجواب بے بس کر سکتا تھا تو مکمل اختیار حاصل ہو جانے پہ وہ کیسے جیت پاتی، اسے یہی احساس وہ دلا رہا تھا، اسے اپنی دوستوں کی چھیڑ چھاڑ یاد آئی جو اس کی اچانک شادی کا سن کر کتنی حیران اور خوش خوش اس سے ملنے کو بھاگی آئی تھیں، آنکھوں میں اس کے لئے کیسا رشک تھا۔

"سب سے پہلے اپنے رائٹ مین کی پک دکھاؤ۔"

"میرے پاس نہیں ہے۔" اس نے اکھڑے ہوئے انداز میں بے رخی کا مظاہرہ کیا مگر وہ کون سا یقین کرنے والی تھیں۔

"یہ کیسے پاسبل ہے بھلا۔" انہوں نے اس کا موبائل چھین لیا، سارا ریکارڈ چھان مارا، تصویر واقعی نہ ملی تو ہمت کہاں پھر بھی ہاری، آپا ماں سے رابطہ ہوا اور بہت آسانی سے تصویر مل گئی حمدان کی، وہ تو دیکھتے ہی رشک سے بھر گئیں، لٹو ہو گئیں۔

"یار تیرے تو پیا ہی کچھ کم کلر مین نہ تھے، یہ بندہ تو قیامت ہے قیامت۔"

"پیا سے زیادہ تو نہیں ہے خیر۔" قدر کو شدید اختلاف ہوا، وہ سب ہنسنے لگیں۔

"تم نہیں سمجھو گی، یار بات فریش پلیس کی بھی تو ہے، یہ صاحب بالکل فریش ہیں اور تازگی کی بات الگ نور الگ۔" وہ کورس میں گا رہی تھیں، قدر کے چہرے پہ برہمی چھا گئی۔

"جتنا بھی فریش اور چارمنگ ہو مجھ سے زیادہ نہیں۔" وہ کچھ اور کلسی، یہ تعریف کچھ بھائی نہ تھی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''ناٹ ڈاؤٹ، جبھی تو وہ تمہیں دیکھے گا تو دیکھتا رہ جائے گا اور کہے گا۔''

اے میری زہرہ جبیں
تجھے معلوم نہیں
تو ابھی تک ہے حسیں
اور میں جواں
تجھ پہ قربان میری جان
میری جان

وہ ایک بار پھر گلا پھاڑنے لگیں، اس عمر کی مخصوص بے فکری اور شوخیاں، قدر کو دھچکا لگا۔

''واٹ؟'' وہ بے ساختہ چیخی، اختلاف سا اختلاف ہوا تھا۔

''اس کا کیا مطلب؟ یہ سانگ تو بوڑھوں کا ہے، کیا میں تمہیں بوڑھی لگتی ہوں۔'' وہ مرنے مارنے پہ تل گئی، وہ تینوں کھی کھی کیے گئیں۔

''نہیں، یہ گانا وہ تب گائے گا جب تمہارے بچے جوان ہو جائیں گے، سمجھو بھئی۔'' ایک نے چاپلوسی کی، قدر کا رنگ دہک اٹھا بچوں کے تذکرے پہ۔

''یو شٹ اپ، میرے کیوں بچے ہوں وہ بھی اس سے۔'' اس کے چہرے پہ برہمی چھا گئی، تینوں نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

''کیوں......؟ کیا وہ تمہارا شوہر نہیں ہوگا؟ شوہر ہوگا تو بچے کیوں نہ ہوں گے؟'' ایک فضول موضوع شروع ہوا، وہ بھی جذباتیت میں احمقانہ باتوں کے جواب دیئے گئی۔

''جب وہ مجھے اچھا نہیں لگتا تو ایسی جرأت کیوں دوں گی اسے۔'' اس نے نخوت سے کہا تھا، جواباً سرد آہ بھری گئی، ایک دوسرے کو معنی خیزی سے دیکھا گیا۔

''بہت ساری لڑکیوں کو ایسے الٹے سیدھے دعوے کرتے دیکھا، سنا گیا ہے مگر بعد میں خوشی

''مبارک باد''

آپ سب کی پسندیدہ مصنفہ قرۃ العین رائے کو اللہ تعالٰی نے اپنی نعمت سے نوازتے ہوئے بیٹا عطا کیا جس کا نام مستجاب خرم رکھا گیا ادارہ حنا کی طرف سے قرۃ العین رائے اور ان کی فیملی کو دلی مبارک باد
دعا گو ہیں اللہ تعالٰی مستجاب خرم کو لمبی اور خیر و عافیت والی زندگی عطا کرے آمین۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

خوشی بتا رہی ہوتی ہیں، میں ایکسپیکٹ کر رہی ہوں۔'' ایسا جواب تھا کہ قدر کے اوسان خطا ہو گئے، زبان گنگ ہو گئی۔

''تم...... تم سب اپنی اپنی بکواس بند کر کے دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' وہ چیخ کر بولی تھی، طیش کے عالم میں انہیں بغیر لحاظ رکھے دھکے تک دے ڈالے۔

''اوہ...... سوری سوری بھئی، تم کر سکتی ہو جتنی تم جی دار ہو، حمدان صاحب تو بیچارہ تمہیں دیکھ کر بس آہیں بھرا کریں گے اور تمہارے اسی فولادی رویئے کی وجہ سے بھاگ کر کہیں سیاسی پناہ لینے پہ مجبور ہو جائیں گے بالآخر۔''

اب وہ...... وہ بول رہی تھیں جو اسے رام کر سکتا، طوفانی غصہ ختم کر سکتا اور واقعی کچھ افاقہ نظر بھی آیا۔

''ویسے قدر کیا تم اس بیچارے کو خود کو دیکھنے پہ بھی پابندی لگاؤ گی؟ کیا کہو گی، کہ اے مسٹر مجھے مت گھورو۔'' قدر کے گھورنے پہ وہ خود کھسکھیا گئی تھی، ہنسی بڑی مشکل کنٹرول کرتی تھی۔

''شادی کے چھ ماہ یا سال بعد میں تم سے ملنے ضرور آؤں گی، دیکھوں گی تمہارا دھڑلہ یہی ہو گا؟ یا اس شخص میں اتنی ابلیٹی ہو گی کہ تم اس کے بچے کو گود میں لئے پھرتی نظر آؤ گی۔'' جاتے جاتے وہ اپنی فطرت کے مطابق شرارت سے باز نہ آئیں اور اسے پھر چھیڑ گئی تھیں، دہکا گئی تھیں۔

(اس شخص میں اتنی ابلیٹی ہے کہ یہ مجھ پہ زبردستی کر سکے، یہ سارے حقوق اور مان میں نے علی شیر کو دینے کا سوچا تھا، اگر وہ نہیں تو کوئی نہیں، کوئی بھی نہیں) اس کی سوچوں میں شدت تھی، تنفر تھا۔

☆☆☆

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں
نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آ سکے
میں وہ ایک مشت غبار ہوں
میرا رنگ روپ بگڑ گیا
میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں میں اجڑ گیا
میں اس کی فصل بہار ہوں

پھر وہ دن آ گیا، جس کے لئے اس کا دل خوف سے لبریز تھا، سہما جاتا تھا، اس کی وحشتیں اندر سر پٹختی تھیں، وہ باپ سے خفا تھی، خفا رہی، انہوں نے بھی جتنا منانا چاہا وہ مان کر نہ دی، مان جاتی تو انہیں معاف کر دیتی، وہ انہیں معافی کا اشارہ کیسے دیتی، وہ دور دور سے اسے دیکھتے تھے، پرحزن مگر بے حد حسین نوعمر چہرا۔

پیلا انگرکھا اور چوڑی پاجامہ، سر پہ بڑا سا، پیلا سرخ اور نج آتشی، زرتار دوپٹہ، بال بہت

☆☆☆

اسٹائلش انداز میں سمیٹ کر آگے کی سمت ڈالے تھے، جن میں موتیے کے پھول لگائے گئے تھے، کلائیوں میں بھر بھر کے زرد چوڑیاں تھیں اور صبیح ماتھے پہ موتیے کے پھول کا ننھا سا ٹیکہ۔
ایک آسودہ اور دھیمی مسکان ان کے ہونٹوں کو چھو گئی، ان کی بیٹی جتنی پیاری لگ رہی تھی، اتنی بھلا کوئی اور لڑکی دلہن بن کے لگ سکتی تھی، پھر انہوں نے اسے آنسو بہاتے بار بار روتے دیکھا، مہندی کی رسم مایوں سے لے کر بارات تک ان کا دل اس کے بیزار موڈ کو دیکھ کر الٹا سیدھا ہی دھڑکتا رہا، انہیں لگتا ابھی وہ ساری رسیاں تڑا کر بھاگ نکلے گی اور ان کی عزت خاک میں مل جائے گی وہ، اس کا برائیڈل ڈریس دیکھ کر بیوٹیشن کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔
''خاں صاحب کی بیٹی کا برائیڈل ڈریس معمولی نہیں ہوگا، یہ ہم جانتے تھے، مگر اتنا غیر معمولی ہوگا یہ تو تصور میں بھی نہیں تھا، ویسے یہ اصلی جواہرات ہی ہیں نا۔'' وہ دوپٹہ شرٹ اور لہنگا بار بار اٹھا کر دیکھتی تھی، قدر کچھ نہ بولی، یہ سب اس کے لئے بے کار تھا۔
کوئی جذبہ اندر سے نہیں اٹھتا تھا، یہاں تک کہ اپنی ماں کے حوالے سے بھی نہیں، معاً اس کا سیل فون بجا، اس نے بے اختیار ہی کسی آس میں اٹھایا۔
(کہاں ہو؟ میں تمہیں لینے آ رہا ہوں مسز حمدان) اس کی روح تک جل گئی، فون واپس رکھ دیا۔

اچھا خاصا سلجھا لڑکا
پاگل کر کے بھول گئی ہو

کچھ توقف سے گویا اس کی نظر اندازی کا شکوہ ہوا، اس کی تیاری تکمیل کے مراحل میں تھی، وہ بے حس رہی، حمدان کو بھی جیسے اور کوئی کام نہ رہا اس کام کے سوا۔

پہلو میں سلا کے مجھے
بالوں میں پھیرے ہاتھ
ایسی حسین رات اب ہوگی میسر مجھے

قدر نے فون پھینک دیا، ہاتھوں میں چہرا ڈھانپے بے ساختہ رو پڑی، ایسے کہ بیوٹیشن بھی پریشان ہوگئی۔
''ہوا کیا آپ کو پیاری لڑکی، آپ تو بہت ہی خوب صورت لگ رہی ہیں، آپ کے دولہا بھی سنا ہے بہت شاندار ہیں پھر ان آنسوؤں کی وجہ، ہمارے پارلر سے تیار ہونے والی آپ دوسری برائیڈل ہیں جو روئی ہیں، ایک دلہن پہلے روئی تھی، وہ ایکچوئیلی بہت مذہبی سوچ کی حامل تھیں اور پارلر سے تیار نہیں ہونا چاہتی تھیں مگر فیملی کے دباؤ کی وجہ سے نہ کرنا پڑا تو جبھی، مگر آپ کے آنسو؟''
برائیڈل سوال کر رہی تھی، قدر کیا جواب دیتی، اس کے پاس تو اب کوئی جواب نہ تھا، نہ اس کی بات کا نہ حمدان کی شوخ جسارتوں کا، بے بسی سی بے بسی تھی، زندگی اسے کس نازک مقام پہ لے آئی تھی۔

اس نے چاہا وہ خود کو نارمل رکھے، مگر اندر کہیں وحشت کا جنگل اگ آیا تھا، اس نے اسی وحشت کے عالم میں ہاتھ بڑھا کر گجرا اٹھایا اور دور پھینک دیا پھر ایک ایک کر کے بکھری پتیوں کو بھی، مگر وہ اس کی خوشبو کو باہر نہیں پھینک سکتی تھی، یہ خوشبو اس کے کانوں میں ان کہے ان دیکھے افسانے سنا رہی تھی، جیسے...... اس کی آنکھوں کی وحشت میں اضافہ ہونے لگا، اس نے اضطراری کیفیت میں سر ہاتھوں میں جکڑا اور بے بسی سے سسکنے لگی، پھر اسے نہیں یاد اس کے بعد کیا ہوا، اس کے حواس معطل تھے، اس پہ کسی نے ترحم کی نگاہ ڈالی تو کس نے رشک بھری حاسد نظریں رکھیں، کس نے تعریف کی کس نے اپنے اندر کی آگ کو اس پہ طنزیہ جملوں کی صورت نکالا، رخصتی تک، سسرال پہنچ کر مختلف رسموں کے دوران بھی وہ محض ایک کٹھ پتلی تھی، جذبات واحساسات سے عاری ایک کٹھ پتلی، ایسی کٹھ پتلی جس کی ڈور کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اس کا یہ انداز سلیمان کو ڈسٹرب کر رہا تھا، بے چینی بخش رہا تھا، سکون لوٹ رہا تھا، وہ بار بار اسے دیکھتے تھے، کل رات سے بار بار دیکھتے تھے، جب اسے زرتار دوپٹے کی آڑ میں باہر لان میں رکھی جھولے نما نشست پہ بٹھایا گیا، زرد سوٹ میں اس کے چہرے کا رنگ بھی زرد ہی لگ رہا تھا، انہیں ایک عجیب سی اداس روشنی نے اس کے چہرے کے گرد ہالہ سا بنا کر رکھا تھا، اس کی لمبی پلکیں بار بار لرز رہی تھیں۔

سات سہاگنیں اس کے ہاتھ پہ رسم کر گئیں، سر پہ تیل لگایا، لڑکیاں ڈھولک پیٹ پیٹ کر اوٹ پٹانگ گانے گا رہی تھیں، بارہا مرتبہ ان کا جی چاہا، آگے بڑھیں اسے گلے لگا لیں، گود میں بھر لیں، وہ وہی چھوٹی سی قدر تو تھی ان کی، جو ان کی گود میں سمانے کی کوشش میں ان کے کاندھے اور سینے تک پہ اپنے میلے پیروں کے نشان ثبت کر دیا کرتی تھی، وہی قدر...... جو جب بہت چھوٹی تھی تو سلیمان اسے اپنے اوپر لٹاتے چھوٹے چھوٹے ہاتھ پکڑتے تو وہ خوش ہو کر کھلکھلایا کرتی تو نرم گداز ایڑیاں ٹھک ٹھک ان کے سینے پہ مارتی، ایسے میں سلیمان نہال ہو کر اس کی گلابی ایڑیاں والہانہ چومتے تو اسے یہ لمس ایسا بھاتا کہ پیر بار بار باپ کے ہونٹوں پہ رکھتی، مگر اب اتنی چھوٹی نہ تھی، بڑی ہو گئی تھی، کچھ کچھ خود سر بھی، وہ اس خود سری سے ڈر گئے تھے، خائف ہو گئے تھے، اس کی جانب بڑھنے میں یہی خوف مزاحم تھا، اگر وہ پھر اکڑ گئی اگر پھر بے قابو ہو گئی تو بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا، انہوں نے دل کو سمجھا لیا، بہلا لیا اور وہ یونہی خفا خفا ملول دلہناپے کا سندر تا روپ لئے رخصت ہو گئی، کیسا جھلمل کرتا روپ تھا، وہ لباس اس کے بدن پہ ایسے سجا تھا گویا اسی کے لئے بنا ہو بالکل ویسے جیسے آج سے پچیس سال قبل اس البیلی دوشیزہ کے بدن پہ آ کر اترایا تھا، وہ...... جس کا جھرمل جھرمل کرتا روپ تھا، جس کا ماتھا چندرماں تھا، ابرو محراب دار تو گردن...... گردن راج ہنس جیسی، ہاتھ بالکل سفید، موم سے...... اور چہرا...... جیسے چاندنی میں نہایا ہو، ہر ادا کے ساتھ جو سنہرا دلکش بہروپ بھرتی تھی، کسی دم برفانی صبح ایسی سفید کبھی شہد آشام کے شگوفوں جیسی، تو کبھی پگھلا ہوا سونا، وہ سمجھ ہی نہ پائے وہ کیا تھی، وہ انوکھی تھی، وہ بس وہ تھی، اس جیسی کوئی اور نہ تھی، ہاں یہ قدر تھی، اس کی بیٹی، اسی کا عکس جو آ کر انہیں اس کی یاد دلا جانے والی، ورنہ اسے کہاں یاد کرتے تھے، وہ تو اسے یاد ہی نہ آتی تھی، انہیں کبھی کی بڑھی اک نظم یاد آئی، زبردستی یاد آئی، حالانکہ وہ تو ذہن اس سمت لگانا بھی نہ چاہتے تھے مگر پھر بھی ذہن میں باز گشت بن کر گونجے جاتی تھی۔

اک تازہ حکایت ہے
سن لو تو عنایت ہے
اک شخص کو چاہا تھا
تاروں کی طرح ہم نے
اک شخص کو سمجھا تھا
پھولوں کی طرح ہم نے
وہ شخص قیامت تھا
کیا اس کی کریں باتیں
کم ملتا کسی سے تھا
بس ہم سے تھیں ملاقاتیں
رنگ اس کا شہابی تھا
زلفوں میں تھیں مہکاریں
آنکھیں تھیں کہ جادو تھا
پلکیں تھیں کہ تلواریں
دشمن بھی اگر دیکھیں
سو جان سے دل ہاریں
اک دن وہ شخص ہمیں
اپنوں کی طرح بھولا
تاروں کی طرح ڈوبا
پھولوں کی طرح ٹوٹا
پھر ہاتھ نہ آیا وہ
ہم نے تو بہت ڈھونڈا
اک تازہ حکایت ہے
سن لو تو عنایت ہے

☆☆☆

چلو خوابوں میں ملتے ہیں
کہ نیندیں بانٹ لیتے ہیں
دنیا کی نظر سے دور جا کے گھوم آتے ہیں
نئی دنیا بساتے ہیں جہاں
نہ کوئی روکنے والا نہ کوئی ٹوکنے والا
نہ کوئی خوف دنیا کا
نہ کوئی ڈر ہو لوگوں کا

جہاں بارش محبت کی
ہمیں مدہوش کر جائے
تمہارے سامنے میں ہوں
ہمارے سامنے تم ہو
چلو اس زندگی میں امر کر لیں اس کہانی کو
تو پھر خوابوں میں ملتے ہیں
محبت اوڑھ لیتے ہیں

آنکھوں میں آنسو لیے وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی تھی، لباس فاخرہ بہت بے ترتیب دور تک پھیلا تھا اور وہ غم کے آنسو حلق کے اتارتی تھی۔

''ہماری گولڈن نائٹ پتا ہے کیسی ہوگی؟'' وہ فون پہ کہتا، قدر گھبرا جاتی، کترا جاتی۔

''مجھے کیا پتا؟''

''میں بتاتا ہوں نا۔''

وہ ایک ایک چیز بتاتا، ایک ایک جزئیات، اس کے اپنے لباسوں کے کلر تک کمرے کی سجاوٹ تک، قدر کی نظریں کمرے میں بھٹکیں، حجلہ عروسی بے حد خوب صورتی سے سجایا گیا تھا، کہ پہلی نگاہ ڈال کر ہی متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جاتا، گرے گولڈن بے حد قیمتی فرنیچر کے ساتھ کارپٹ بھی ڈارک گرے لائٹ گرے کلر کا تھا، علی شیر کو یہ دونوں کلر کمبینیشن بہت پسند تھے اس کا دل غم سے بھرنے لگا، کچھ بھی نہیں بھا رہا تھا، کمرے میں مین لائٹ کے ساتھ خوب صورت فانوس عین ڈریسنگ ٹیبل کے اوپر جگمگا رہا تھا، خوب صورت سلکی گرے گولڈن پردے کمرے کی خوب صورتی میں حصہ دار تھے، ماحول میں فضا میں گلاب موتیے اور ائیر فریشنر کی دلفریب خوشبو پھیلی ہوئی تھی، ہر چیز مکمل تھی، خوشبو روشنی، آرائش، بس وہ نامکمل تھی، ادھوری تھی، مضطرب تھی، بیڈ کی سائیڈوں پر خوب صورت کینڈلز پھولوں سے بھرے جار میں پوری شان سے روشن تھیں، اس پر اس سجے سنورے وجود کی نرم سی حرارت بھرا دلنشین احساس۔

''بھولنا نہیں، یاد رکھنا، تم بیڈ پہ نہیں بیٹھنا، میرے انتظار میں صوفے پہ براجمان رہنا۔'' علی شیر نے یہ بات بار بار کہی تھی، لاشعوری طور پہ سہی مگر وہ صوفے پہ بیٹھی تھی۔ بیڈ پہ نہیں۔

''مگر کیوں؟'' اسے اختلاج ہوا تھا، یہ منطق سمجھ نہ آئی۔

''اس کیوں کا جواب میں تو دے دوں مگر تم سن نہیں سکو گی، خفا ہو جاؤ گی نا یار۔'' آگے سے وہ جس شریر اور شوخ و شنگ انداز میں ہنسنے لگا تھا، اس نے قدر کو خاموش رہنے پہ اکسا دیا، دروازے پہ کھٹکا ہوا اور کوئی اندر آ گیا، قدر نے چونک کر گردن موڑی، اونچا پورا شاندار نظر آتا ہوا وہ حمدان تھا، اس کا شوہر ہونے کا دعوے دار، قدر کی آنکھیں اس کی پلکیں ساکن ہو گئیں، خوف کے عالم میں ہراس کی کیفیت میں، وہ یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر پیا کو کون سمجھاتا۔

ایک مضطرب آنسو پلکوں کا بند توڑ کر کلائی کے گجرے میں گم ہوا، حمدان کو مسکراتے پا کر اپنی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

طرف آتے پا کر یہ آنسو ایک نہ رہا، ترتیب وار موتیوں میں ڈھل گیا، جانے کب کب کے رکے آنسو بھل بھل اس کے حسین سجے سنورے چہرے پہ پھیلنے لگے، حمدان کی نگاہ پڑی تو پلکیں تک جھپکنا بھی بھول گیا، وہ مبہوت تھا، ششدر تھا، (کیا کوئی لڑکی دلہن بن کر اتنی حسین بھی لگ سکتی ہے؟) وہ آگے بڑھا اور پنجوں کے بل اس کے عین سامنے ٹک گیا۔

''ان آنسوؤں کے بجائے اک مسکراہٹ مجھے دان کر دو گی قدر تو میں یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔'' وہ اس کے مومی سفید پیروں کو سنہرے سنڈول کی قید سے آزاد کرتا کیسے منت آمیز انداز میں گویا ہوا تھا، قدر سناٹے میں گھر گئی۔

اس کے چہرے کا رنگ کیا ہو گا
جس کے پیروں سے کہکشاں نکلے

''جب مہندی کی رات حجاب تمہارے ہاں آ رہی تھی تو مجھ سے پوچھا تھا بھابھی کو سلام دے دوں آپ کا...... میں خاموش رہا، پتا ہے کیا سوچا تھا؟''

جوتے اتر گئے، مخملیں گلابی پیر آزاد تھے، وہ اٹھ کھڑا ہوا، اسے بہت ملائمت سے نرمی سے شانوں سے تھام کر اٹھا کر اپنے ساتھ کھڑا کیا پھر بہت استحقاق بھرے انداز میں کمر میں بازو حمائل کرتا ہوا خود میں سمو گیا۔

وہ ملے گا تو سینے میں جذب کر لوں گا
میں رمی رمی سا اس کو سلام کیا بھیجوں

نہ اجازت نہ جھجک کوئی، وہ کتنا بے تکلف ہوا جاتا تھا، کیسا مخمور ہو چکا تھا، استحقاق ایسا، اللہ اللہ، قدر کے پسینے چھوٹ گئے، تھرا گئی، سنسنا اٹھی، پیچھے ہٹانا چاہا مگر ان آہنی فولاد جیسے بازو کا حلقہ مزید تنگ ہوا۔

''تم اپسرا ہو، کوئی حور ہو یا کوہ قاف کی شہزادی، کیا ہو تم؟ میں تمہیں دیکھ کر ہل بھی نہیں سکا تھا، ایسا جادو چلا تمہارا کہ پھر کوئی اور نہیں بھائی، ہر کوئی تمہارے سامنے ماند تھی، تم ہر رنگ میں اتنی خاص لگتی ہو، صرف گلابی رنگ کی خاصیت نہیں تھی۔'' وہ بے خود تھا ایسی بے خودی جو اسے بھی حواسوں سے باہر لے جاتی، وہ ڈگمگائی، کسمسائی۔

تعریف کیا کریں تیری اے موم کی گڑیا
اتنا کہیں گے جیسی ہو واللہ کمال ہو

وہ اسے یونہی سینے میں جذب کیے بیڈ پہ لایا، اٹھا کر لایا، قدر حراساں ہوتی مزاحمت پہ اتری۔

''مجھے نہیں پتا چھوڑو مجھے۔'' وہ غصے میں تھی، ڈپٹ کر بولی۔

''پھر کسے پتا ہے، میری جان تم نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔''

وہ جتنی بے چین تھی حمدان اسی حد تک بہک رہا تھا، ماحول میں محبت کا رقص تھا، وہ اسے اپنے پیار کی بارش میں بھگونے کو بے تاب ہوا جاتا تھا۔

''چھوڑ دو مجھے، ورنہ بری طرح پیش آؤں گی سمجھے؟'' اس کے کاندھے پہ مکا مارتے ہوئے

اپنا آپ چھڑانے کو پیچنی، حمدان مخمور ہنسی ہنس دیا۔
"تو تم آؤ بری طرح پیش...... میں جانتا ہوں تم غصے میں بھی کتنی حسین لگتی ہو، بتاؤں کتنی حسین لگتی ہو؟" وہ ذرا سا بھی اثر لئے بغیر اس پہ جھکا، مزید بہکا۔

سر عام بے نقاب آ گئے ہیں
آج ان کی سخاوت عروج پہ ہے

اب وہ اس کا دوپٹہ اتار رہا تھا، اپنا استحقاق استعمال کر رہا تھا، قدر تھر تھر کانپنے لگی۔
ساری طراری ساری بہادری اور ڈھیر سارا طنطنہ رعب نخوت جانے کہاں چلا گیا، غم کی ایسی شدت کی غصہ بھی ساتھ چھوڑ گیا، وہ سناٹوں میں گھرتی جا رہی تھی، اس واردات پہ، اس سانحے پہ، حمدان نے محسوس کیا، مسکرانے لگا۔
"بس، اتنی ہی تاب تھی؟ صرف یہی دم خم؟ یار......"

لڑنے کو دل گر چاہے تو آنکھیں بڑائیے
ہو جنگ بھی اگر تو مزیدار جنگ ہو

وہ سرشار ہنسی ہنس رہا تھا، قدر کے ہونٹوں سے سسکاری سی نکلی، وہ پیچھے ہوئی مگر ہونے نہ دیا گیا، کوئی پیش چلنے نہ دی گئی، پھر وہ لاکھ گڑگڑائی بھی، منتوں پہ بھی اتری، مگر جو جیتنے کو میدان میں اترا تھا وہ جیتنے لگا، اس کے آنسو اس کی مزاحمت کچھ بھی کا اثر نہ ہوا وہ اگر پہلے ہاری تھی تو اب کیسے جیت سکتی تھی، اسے ہارنا تھا، وہ ہار گئی، ایسی ہار، جس کا ازالہ پھر ممکن نہ تھا۔

☆☆☆

جو مجھ کو پڑھنے بیٹھے ہو تو آنکھیں ہاتھ پر رکھ لو
کبھو ہنستا ہوا تم نے کبھی بادل کو دیکھا ہے
کبھی بجلی کے دامن سے مہک پھوٹی ہے آنگن میں
سمندر ڈوب جانے کو کبھی دامن میں اترا ہے
جو مجھ کو پڑھنے اگر بیٹھو
تو پرچھائیوں کو مت دیکھو
نہ بجھتے انگاروں کی راکھ کی جانب
کہ ان ہاتھوں سے شعلوں کی تمازت حرف بنتی ہے
میرے ہونٹوں سے مردہ منظروں کو لفظ ملتے ہیں
میری آہٹ کو سن کر بادباں خواہش سفر پہنے
مگر میں کون ہوں؟
آنکھیں کہ صحرا آباد بے رونق
بدن پہ آبرو کی کہنگی کا رنگ بہرا ہے
قدم شوریدگی کہ دلدلوں میں زخم خنداں ہیں
مجھے پڑھتے ہوئے ہاتھ پہ رکھی ہوئی

انلہ بہہ نکلے
تو ہنس دینا

اس کے کمرے میں بالکل اندھیرا تھا، آنکھوں میں آنسو، گمان تک نہ تھا وہ ایسے بھی کر سکتا تھا، ایسے بھی دھوکہ دے سکتا تھا، بلکہ شاید دھوکہ نہیں، دکھ...... دھوکہ کیسا؟ اس پہ قبل تو حجاب نے راستہ بدلا تھا، پھر شکوہ کیسا وہ اگر آ گیا تھا، غیر متوقع آ گیا تھا، تو ٹھیک تھا، وہ خوش نہ بھی ہوتی تو ایسے ٹوٹتی بھی نہ، کیا ابھی تک آس دل میں بچا کر رکھی تھی تو ایسا حوصلہ ہوا تھا، دل کیسے لہک اٹھا تھا اس کی ایک جھلک دیکھ کر کہ امید کہاں تھی وہ آ بھی جائے گا تقریب عروج پہ تھی جب وہ پہنچا، ڈل گولڈن ایمبیرائیڈ سوٹ میں وہ اپنے دراز قد اور کم سن پرکشش چہرے پر لو دیتی مسکان لئے اسے دیکھنے لگی تھی، عمر کو موجود دیکھ کر اس کا چہرا کھل اٹھا تھا اور آنکھیں کچھ اور جگمگانے لگیں، نا چاہتے ہوئے بھی وہ بے اختیار اس کی جانب بڑھنے لگی۔

''خوش آمدید، بہت شکریہ کہ آپ تشریف لائے۔'' وہ کھل کر مسکرانے لگی تھی، خوشی اندر سے اٹھی تھی اور اس کے چہرے کو اجال رہی تھی۔

''تھینکس ان سے ملیں، یہ میری مسز ہیں، ہمارا کچھ دن قبل ہی نکاح ہوا۔'' وہ جواباً کہہ رہا تھا، وہ کیا کہہ رہا تھا کہ حجاب سمجھ کر بھی سمجھنے کے قابل نہ رہ پائی، اس کی سماعتیں ایک پل میں سنسنا اٹھیں۔

''یہ میرا بیٹا ہے، ایک سال کا ہو جائے گا کچھ دن تک۔''

غانیہ بھی انہیں دیکھ چکی تھیں، اس سمت چلی آئیں، اب کے وہ انہی سے مخاطب تھا، حجاب نہیں سمجھ سکی غانیہ پہ کیا بیتی، وہ سمجھنے کے قابل ہی نہ تھی، اس کی سن ہوتی سماعتیں اور ڈوبتی نظریں اسے کچھ سمجھنے ہی نہ دے رہی تھیں اس کی تمام حسیں اگر کچھ سمجھ رہی تھیں تو بس یہ کہ آج سے قبل ایسا نقصان نہیں ہوا تھا۔

عمر نے ایسا کیوں کیا......؟ اگر کیا تھا تو اس پہ جتانا کیا ضروری تھا......؟ وہ آنسوؤں میں ڈوبتی جاتی تھی، محبت کا یہ انجام، ایسا انجام...... یہ تو تصور بھی محال تھا، وہ اپنا دکھ کس سے کہتی، وہ اپنا دکھ کسی نہ کہہ سکتی تھی۔

اب تو خواہش ہے یہ درد ایسا ملے
سانس لینے کی حسرت میں مر جائیں ہم
اب تو خواہش ہے یہ ایسی آندھی چلے
جس میں پتوں کی مانند بکھر جائیں ہم
اب تو خواہش ہے یہ دنیا والوں کا غم
ایسی ٹھوکر لگائے کہ جی نہ سکیں
ایسی الجھیں یہ سینے میں سانسیں کہ پھر
ہم دوا پینا چاہیں تو پی نہ سکیں

☆☆☆

کوئی ہمدم نہ راہی نہ راحت ملے
ایک پل کا سہارا نہ چاہتے ملے
اب تو خواہش ہے یہ
دشت ہی دشت ہو
ننگے پاؤں چلیں
ہم سر بزم شمع کی مانند چلیں
جس کو چاہیں اسے پھر نہ پائیں کبھی
چھوڑ جائیں دنیا کو چپ چاپ ہم
دل پہ چاہیں تو پھر بھی نہ آئیں کبھی
اب تو خواہش ہے یہ کہ سزا وہ ملے
کوئی صحرا قلعہ یا بیابان ہو
جس میں سالوں تلک قید ہی قید ہو
اپنے خالق و مالک سے میں نے جو کی
بے وفائی وہاں پہ وہ ناپید ہو
ابن آدم کی چاہ کے کڑے جرم میں
روئے جاؤں تو چپ نہ کرائے کوئی
دور جنگل یا پھر کسی دشت میں
ہاتھ پکڑے میرا چھوڑ آئے کوئی

کمرا مکمل طور پہ بند تھا، کھڑکیوں کے پردے گرے ہوئے تھے، سائیڈ ٹیبل پہ لیمپ کی روشنی آن تھی، باقی تمام لائٹیں بجھی ہوئی تھیں، کھڑکی سے بارش کی بوندیں ہوائیں اور کالی گھٹائیں ٹکرا کر واپس مڑتی تھیں، اسی دم بادل زور سے گرجے اور بجلی کا لپکتا کوندا اندر کا پورا ماحول روشن کر گیا، پورا ماحول، گرے اور سفید دھاریوں کے ٹراؤزر اور بنیان میں، کروٹ کے بل بے خود گہری پرسکون نیند سوئے حمدان کو گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے سسکتی ہوئی قدر کو۔

وہ بے حد خفا تھی، روٹھی ہوئی، باپ سے، علی شیر سے اور سب سے بڑھ کر خود سے، اسے کیا ہو گیا تھا، وہ اتنی کمزور تو کبھی نہ تھی جتنا اس شخص کے سامنے پڑ گئی کہ وہ اسے اتنی سہولت سے شکست سے دوچار کر کے رکھ گیا، اس نے اک حقارت بھری نظر حمدان کے توانا بازو پہ ڈالی، جو سیاہ رواں سے بھرا ہوا تھا، لو دیتا اس سے کچھ فاصلے پہ دھرا تھا، آنکھیں پھر سے آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

''پپا...... پپا یہ آپ نے میرے ساتھ کیا ظلم کروا دیا، میں آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکتی اب......''

وہ اپنے چہرے کو ہونٹوں کو رخساروں کو مسل مسل کر صاف کرتی کوئی نادیدہ لمس کھرچتی پاگلوں کی طرح رو پڑی، اسے لگ رہا تھا اس کا سجا سنورا روپ کسی گٹر میں گر گیا ہو، اپنا ایک ایک زیور جو حمدان نے اک سرشاری اک بے خودی کی کیفیت میں خود اتارا تھا، اٹھا اٹھا کر پھینکتی مسلسل

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ہچکیاں بھر رہی تھی، دل چاہا سوئے ہوئے حمدان کا گلا دبا دے مگر اس کا اپنا دم گھٹا جا رہا تھا گویا، گردن اور سینہ سہلاتی وہ وحشت زدہ سی دروازہ کھول کر باہر آئی، یہ سرکاری رہائش گاہ تھی سامنے، طویل راہداری تھی، سرے پہ برآمدہ جو بارش میں بھیگتا نظر آ رہا تھا، انرجی سیور کی روشنی میں، وہ بے تاب چلتی اس سمت آئی، رات خاموش اور تاریک تھی، بارش بہت بے آواز گرتی اور برستی تھی، وہ ستون کی آڑ لے کر اپنے جلتے وجود کو بوندوں سے بھگونے لگی، رنج سا رنج تھا، جو دل سے نکل ہی نہ رہا تھا، جانے کتنی دیر ایسے ہی بیتی۔

''افوہ یار، اٹھ کر یہاں کیوں آ گئیں، نیند خراب ہو گئی میری پریشانی میں، گھبرا کر ڈھونڈتا ہوا آیا ہوں، چلو اٹھو۔'' حمدان بولتا ہوا آ کر اس کے پہلو میں رکا اور اسی استحقاق سمیت اس کی کلائی تھام لی جس کا مظاہرہ وہ اپنے ہر انداز سے کچھ دیر قبل بھی کر چکا تھا، قدر تھرا کر پلٹی اور ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا، اسے گھورتے اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔

''خبردار! مجھے چھوا تو اور...... اور تمہیں جرأت ہوئی کیسے کہ تم نے مجھے ہاتھ لگایا۔'' وہ سوال نہیں کرتی تھی، گویا کرلاتی تھی، تڑپتی تھی، غراتی تھی لہجے کی نسبت چہرے پہ ہراس تھا، خوف پریشانی وحشت کچھ دیر قبل کی جبری جسارتوں کا احساس زندہ تھا ذہن میں کہ اس کا اثر تھا، حمدان تو اس ری ایکشن پر پہلے حیران ہوا پھر بے ساختہ ہنستا چلا گیا۔

''ارے...... اتنا غصہ...... ابھی بھی......؟ اب بھی جبکہ میں تو تمہیں چھو بھی چکا اپنے نام بھی کر چکا اور کیوں چھوا، یہ کیا سوال ہوا۔''

اس کی آنکھیں شریر تھیں، روشن تھیں، ان روشن آنکھوں سے شوخ و شوق کی لپکتی شعاعیں قدر کو لمحوں میں جھلسا کر خاکستر کر گئیں، یہ جتلاتا انداز اسے مشتعل کرنے کو کافی تھا مگر کچھ کہنے کو نہیں تھا، کچھ کرنے پہ زور نہ تھا آنسوؤں پہ اختیار تھا، سو وہ بہہ نکلے، بے بسی سی بے بسی تھی، خفت و شرمندگی کا انت نہ تھا، یہ کیسی شکست تھی کہ وہ نظریں اٹھانے کے بھی قابل نہ رہی، دل جیسے دکھتا پھوڑا تھا بہہ نکلا، وہ ایسے ہی پھوٹ پھوٹ کر روئی جیسے خدانخواستہ کوئی موت ہو گئی ہو۔

''تم کتنی خوب صورت ہو یہ کیسے بتاؤں، تمہیں ہاتھ لگانے کا بھی سوچتا تھا تو ڈر جاتا تھا یہ موم کی گڑیا پگھل نہ جائے، ٹوٹ نہ جائے، میں تمہیں توڑنا نہیں چاہتا تھا قدر...... میری محبت گواہ ہے کہ میں نے بس تم سے پیار کیا، اپنی شدتوں سے آگاہ کرنا چاہا اور......''

وہ جانے کیا کچھ کہہ رہا تھا، وہ تو بس سراسیمہ تھی، دکھ میں تھی، ایک وحشت کے کالم میں تھی، آنکھوں میں لحظہ بہ لحظہ بڑھتی دھند نے وہ محبت نظر ہی کہاں آنے دی جو حمدان کے چہرے پہ تھی۔

''تم غاصب ہو، لیٹرے ہو، بہت برے ہو۔'' وہ روتے ہوئے چیخی، اس کے شرمسار دھواں ہوتے چہرے کو گہری نفرت کی نگاہ سے دیکھتی بے دم سی ہو کر نیچے بیٹھتی گئی، حمدان گھبرا کر اس کی جانب بڑھا۔

''کمرے میں چلو، یہ جگہ مجھے میری حیثیت جتلانے تعارف کروانے کو بالکل مناسب نہیں۔'' حمدان کا موڈ بھی بدل گیا، غصے میں بولتے اس کا طیش امڈ آیا اور اس کی کلائی پہ اس کی گرفت کا زور بھی، نفرت سے سلگتی قدر جواب میں ایسے رویئے پہ اور بھی دکھی ہوتی زار و قطار رو پڑی، چہرے

کے رہے سہے رنگ بھی مرجھا گئے، حمدان نے ایک طرح سے اسے بازوؤں میں اٹھالیا تھا، وہ اتنی بے دم تھی، ایسے تھکی ہاری تھی کہ کوئی ردعمل بھی نہ دے سکی۔

''اہم...... شادی کی رات اور یہ سب......'' وہ پلٹا تو سامنا شانزے سے ہوگیا، جس کا لہجہ ہی نہیں نظریں بھی معنی خیز تھیں، وہ جانے کب کی وہاں آئی تھی اور کیا کچھ سن چکی تھی، حمدان قدرے خفیف سا ہوگیا، قدر بھی حواسوں میں لوٹتی تلملا کر اس کے حصار میں گرفت سے نکلی۔

''ہماری نئی زندگی کی پہلی برسات تھی، ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔'' حمدان کو اپنے آپ پہ بہت کنٹرول تھا، متوازن لہجے میں بولا مگر شانزے کی نظریں تھیں، تیز اور تلوار، اندر تک اترتیں۔

''تمہیں پسند نہیں ہے؟'' اسے سامنے اڑے دیکھ کر حمدان جھلایا، قدر کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی پھر خود سے قریب کرلیا، وہ بارش میں بھیگ چکی تھی اور اب ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔

''تمہیں بھی تو نہیں ہے۔'' جواباً شانزے کا لہجہ سلگ اٹھا، حمدان نے اس کی بجائے قدر کو ذومعنی انداز میں دیکھا۔

''میری تو شادی کی رات ہے۔'' وہ اب مسکرا رہا تھا، قدر کو آگ لگ گئی جیسے۔

ذرا سا آپ بھی شرمانا چھوڑیے بیگم
ذرا سا ہوتے ہیں سب ہی خراب اپنی شادی کے دن

اس کے ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھ جانے پہ وہ اس سے زیادہ شانزے کو سناتا اس کے پیچھے لپکا اور آگ صرف شانزے کو نہیں لگی تھی، قدر بھی جھلس گئی تھی۔

''تم انتہا درجے کے نفس پرست ثابت ہوئے ہو۔'' اس کے اندر آتے ہی وہ اسے دھکا دے کر چلائی، قہر تھا کہ ختم نہ ہوتا تھا۔

''یہ میرا حق تھا جو وصول کیا ہے، فضول قسم کے سیاسی الزام نہ لگاؤ۔'' وہ اثر لئے بغیر مسکرا کر بولا، قدر کو اس کی ڈھٹائی پہ تاؤ آنے لگا۔

''بہت بے شرم اور ڈھیٹ ہو، اب میرے قریب نہیں آسکتے تم۔'' نفرت بھرے انداز میں وہ اسے جانے کیا باور کرانا چاہتی تھی، حمدان مسکرائے گیا۔

''اگر یہ آرڈر آج کی رات کے لئے ہے تو دل پہ صبر کرلوں گا کسی نہ کسی طرح۔'' اس کی آنکھیں صاف شرارت کرتی تھیں، قدر کو صاف محسوس ہوا وہ اس کے منہ لگ کر حماقت کررہی ہے، سوچپ سادھ لی، حمدان کے خراٹے کچھ دیر بعد پھر گونجنے لگے تب وہ ذرا ریلیکس اور بے فکر ہو پائی تھی اور خود بھی لیٹ گئی، جانے کب آنکھ لگی جو اس وقت دوبارہ کھلی جب اسے پھر خود پہ جھکے پایا تھا۔

خطرہ تھا ان کو نیند میں بوسہ نہ لے کوئی
گالوں پہ رکھ کے ہاتھ وہ سوئے تمام رات

اس کی آنکھوں سے شرارت پھوٹ رہی تھی، قدر نے شدید طیش سے نفرت سے اسے دور دھکیلا اور خود اٹھ کر واش روم میں بند ہوگئی، ابھی اسے اور بھی ماتم کرنا تھا اس بربادی پہ۔

☆☆☆

تم نے مجھے کہا تھا
تم میرے دوست ہو
پکے اور مخلص دوست
لیکن تم تو سارے لوگوں کے دوست تھے
پکے اور مخلص بھی
تم نے تو مجھے کہا تھا
تم مجھ سے محبت کرتے ہو
صرف مجھ سے......
سچی اور گہری محبت
لیکن تم تو اور بھی بہت سے لوگوں سے محبت کرتے تھے
ویسی ہی سچی بھی اور گہری بھی
تم نے مجھے کہا تھا
مجھ سے وفا کرو گے
ہمیشہ......اور مرنے دم تک
اور تم نے یہ بات باقی لوگوں سے بھی کہی تھی
تم نے مجھے ہمیشہ آدھی خوشی دی
ادھورا سچ بولا
اور تم کیا جانو......
آدھی خوشی
اور ادھورا سچ
ایک مکمل خلا سے زیادہ خالی
اور کھوکھلا ہوتا ہے

آنسو بار بار اس کی آنکھوں میں آتے تھے، ایک ایک لمحہ قیامت کی طرح بھاری تھا، دل پہ پتا نہیں کیسے جبر کر کے اس نے غسل کیا تھا، ناشتہ کیا تھا، روئی روئی آنکھوں اور سرخ چہرے کے ساتھ بڑی بے دلی سے محض ناشتہ ٹھونگا تھا، سرخ آنکھوں اور متورم چہرے کے ساتھ اس کا عروسی عکس لئے یہ روپ اور بھی قیامت خیز لگ رہا تھا، حرم اسے ناشتہ ٹھیک سے کرنے پہ اصرار کر رہی تھی مگر وہ کسی بات کا جواب نہ دیتی تھی، حمدان خاموش تھا اور گویا اسے چھیڑ کر ماحول خراب نہیں کرنا چاہتا تھا، اس کی خاموشی اور چپ حمدان کے لئے غنیمت تھی، عافیت تھی، کھڑکی کھلی تھی، رات ہونے والی بارش تو رک چکی تھی مگر منظر ابھی بھی گیلے تھے۔

''چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے، میں تازہ لاتی ہوں۔'' حرم خود کو عجیب سا محسوس کر رہی تھی، بہانے سے اٹھی، قدر کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں آیا۔

''اپنے بھائی کو بھی ساتھ لے جاؤ۔'' وہ اچانک بولی تھی، جہاں حرم حیران و متحیر ہوئی حمدان

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نے گہرا سانس بھرا، مسکراہٹ جو مچل گئی تھی بڑی مشکل سے ضبط کی۔

''یہ بھائی تو اپنی مرضی کا مالک ہے اور یہ بات تم بھی جان گئی ہو اب مائی پریٹی وائف۔'' قدر کی آنکھوں کی سطح نم ہوئی چہرے پہ قہر سامان تاثرات امڈ آئے۔

''بہتر ہے میرے منہ نہ لگو یہ بھی سن لو کہ جو مرضی چلانی تھی تم چلا چکے، اب ترسو گے ہمیشہ انشاء اللہ۔'' وہ پھنکاری، حمدان نے شریر مسکراہٹ سمیت اسے دیکھتے سر نفی میں ہلا کر تردید کی، ٹوکا۔

''اونہہ، غلط باتوں پہ اللہ کو گواہ نہیں بناتے سلی گرل، تمہارے سارے دعوے دھرے رہ گئے، رہ گئے نا...... پھر آئندہ کے بارے میں کوئی دعویٰ کرنا حماقت نہیں؟''

اس جتلاتے انداز پہ قدر خفیف تذلیل اور سبکی کے احساس سمیت نظروں اٹھانے کے قابل نہ رہی گویا، بے دردی سے ہونٹ کچلتی آنسو ضبط کرتی رہی، چہرا دھک رہا تھا، باہر موسم ابر آلود تھا، دھند لکا غبار اک فسوں کی مانند چہار سو پھسلا رہا تھا اور اندر اس کا یہ ہوش ربا روپ، گلابی ریشمی لباس کا دوپٹہ دودھیا گردن سے بار بار پھسلا جا رہا تھا، میک اپ کے نام پہ لپ اسٹک تک ہونٹوں پہ نہیں تھی، پرل جڑے گولڈ کے ٹاپس اور نازک چین اور کلائی سے پھسلتا بریسلٹ، وہ اس وقت موسم کی طرح ہی ہو رہی تھی، حسین اور قاتل، تازہ شیمپو کیے سلکی بال کمر سے نیچے تک جا رہے تھے، چھوٹا سا کیچر بالوں کے وسط میں چند شریر لٹوں کے سوا باقی زلفوں کو قید کرنے میں گویا اپنی ناکامی کا اعلان کر رہا تھا، اس کے مقناطیسی شباب کی کشش بار بار حمدان کی نظروں کو باندھ رہی تھی۔

(اگر تمہیں مجھ سے محبت ہوتی تو تم کوئی آفت نہ اٹھاتے علی شیر، اور مجھ پہ یہ عذاب بھی آج مسلط نہ ہوا ہوتا)۔ دو آنسو بے تابی سے پھسل کر اس کے اپنے ہی ہاتھ بھگو گئے۔

''تمہیں ماموں کب کے بلا رہے ہیں، یہیں چپک کر بیٹھے ہوا بھی تک۔'' شانزے بنا دستک کے اندر آئی تھی، آتے ہی اعتراض اٹھایا انگارے چبائے، حمدان نے اسے سرد نظروں سے دیکھا تھا۔

''آ جاؤں گا، تم جاؤ یہاں سے۔'' حمدان اس پہ ذرا سا بھی بھروسہ کرنے کو تیار نہ تھا کوئی رعایت دینے پہ، قدر کے معاملے میں تو بالکل نہیں، قدر نے سر اٹھایا نہ انہیں دیکھا، اسے دونوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''کیوں...... میں تمہاری بیوی کا کچھ چرا کر بھاگ جاؤں گی جو ایسے بے مروت ہو رہے ہو؟'' شانزے لڑنے کو تیار تھی جیسے، بس موقع چاہیے تھا۔

(کوئی اب میرا کیا چھائے گا، سب سے قیمتی متاع تو اس نے خود چرا لی)۔

قدر کے سینے سے ہوک نکلی تھی اور آنکھیں پھر سے نم ہوتی چلی گئیں، حمدان شانزے کو گھورتا ہوا وہاں سے گیا تھا، ارادہ تھا جا کر حرم کو یا حجاب کو قدر کے پاس بھیجے گا۔

''کیسی گزری تمہاری سہاگ رات؟''

شانزے تو جیسے منتظر ہی تھی، تنہائی کی، اس کے قریب سرک کر رازدارانہ انداز میں گویا ہوئی، ایسا لہجہ جس میں سلگن تھی، قدر کا غسل سے نکھرا مہکتا وجود اس کے سینے پہ سانپ بن کر لوٹ رہا تھا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

گویا، قدر کو اس سوال کی توقع نہیں تھی، چونکہ اسے دیکھا مگر اگلے لمحے جیسے آنکھوں میں لہو اتر آیا، اسے لگا تھا وہ اس کے زخم نوچنے کریدنے آئی ہے۔

''تم سے مطلب؟ تم کون ہوتی ہو یہ پوچھنے والی؟'' اس کا قہر جیسے ٹوٹ کر برسا، شانزے خائف سی ہوگئی، جو بھی تھا، وہ قدر کی حیثیت سے آگاہ تھی اور دبتی تھی۔

''سوری اگر تم نے مائنڈ کیا تو، ایکچوئیلی میں اس لئے کہہ رہی تھی کہ..... حمدان کو ایز اے کزن میں اچھی طرح جانتی ہوں، کریکٹر لوز ہے، عادات اچھی نہیں، مجھے یقین تھا بیوی کے ساتھ وہ جتنا بھی ہاتھ ہولا رکھے مگر.....'' اس کا انداز معنی خیز تھا، بظاہر ہمدردانہ، قدر کا دل تو تھا ہی رستا پھوڑا، آنکھیں لمحوں میں بھر آئیں، البتہ وہ کچھ بولی نہیں۔

''بھابھی آپ کی چائے، اور اب ذرا جلدی سے پی لیں، کیونکہ بیوٹیشن صاحبہ تشریف لے آئی ہیں۔'' حرم بولتی ہوئی اندر آئی تھی، شانزے کو وہاں بلکہ اس کے ساتھ جڑے بیٹھے دیکھ کر ٹھٹکی، بالخصوص دونوں کے چہروں کا جائزہ لیا اور جیسے کسی نتیجے پہ نہ پہنچ سکی۔

''اور یہ پین کلر، آپ کہہ رہی تھیں نا کہ سر میں درد ہے۔'' حرم نے خود کو سنبھالا اور آگے بڑھ کر ٹرے میز پہ رکھی۔

''سب کچھ لے جاؤ، مجھے کچھ نہیں چاہیے..... بیوٹیشن کو بھیج دو پھر کمرے میں کسی کو نہیں آنے دینا، کسی کو بھی نہیں۔'' قدر کا لہجہ یکدم خشک سرد اور بے مہر ہو چلا تھا، بغیر کسی لحاظ و مروت کے انتہا درجے کا سرد، حرم کا رنگ بدل گیا، بلکہ اڑ گیا، وہ گھبرا سی گئی۔

''مگر آپ نے کہا تھا.....''

''جواب کیا وہ یاد رکھو اور ہمیشہ کے لئے نوٹ کر لو کہ میں ایک بار اپنی بات کہنے کی عادی ہوں۔'' وہ اب اسے گھور رہی تھی، حرم خفت سے سرخ پڑ گئی، محض سر ہلایا اور ٹرے اٹھائے باہر نکل گئی، قدر نے انہیں سرد نگاہوں سے شانزے کو دیکھا تھا، جو مسکرا رہی تھی۔

''میں تو ادھر ہی ہوں، تمہاری ہیلپ کروں گی۔''

''آپ بھی تشریف لے جائیں اور آئندہ بھی بنا اجازت کمرے میں نہیں آنا۔'' جواباً قدر پھنکاری، اس کا سارا قہر سارا غضب جو حمدان پہ تھا علی شیر پہ تھا، سلیمان پہ تھا، ان پہ اتر رہا تھا، شانزے کو اس عزت افزائی کی کہاں توقع تھی، بھوچکی رہ گئی، کمرے سے نکلی تو چہرا لال بھبوکا ہو رہا تھا اور بے دریغ قدر کو گالیاں بک رہی تھی۔

☆☆☆

ولیمہ کا جوڑا اس کے عروسی جوڑے کے حساب سے ظاہری بات ہے کچھ بھی نہیں تھا مگر پھر بھی اس پہ روپ بہت چڑھا، شاکنگ پنک تھا بھاری کامدانی کے ساتھ پیروں کو چھوتا فراک جو مغلی طرز کا اور خوب گھیر دار تھا، جوڑی دار پاجامے کے ساتھ میچنگ جیولری اور اس مناسبت سے کیا گیا میک اپ اسے واقعی کوئی مغلئی شہزادی ظاہر کر رہا تھا، وہ بہت بے دلی سے تیار ہوئی تھی اور دوران تقریب کسی چیز میں دلچسپی ظاہر کیے بغیر بار بار انٹرنس کی جانب دیکھتی تھی، اسے باپ کا انتظار تھا، شدت سے تھا، بالآخر یہ انتظار ختم ہوا اور وہ اپنی پر تاثر پرکشش شخصیت کے ہمراہ اسے آتے نظر آ

گئے۔

"پپا۔"

اسے جانے کیا ہوا، اپنی حیثیت کا خیال کیے بغیر، وہ اٹھی اور اپنے لباس سے الجھتی ان کی جانب لپک آئی، سلیمان جو منیب چوہدری اور حمدان کے علاوہ دیگر معزز شخصیات کے گھیرے میں آ گئے تھے اسے دیکھتے رہ گئے، نہ ناراضگی نہ کل والی بے حسی و اجنبیت، وہ کیسی بے تابی سے آ کر ان کے سینے سے لگی تھی، بالکل ویسے جیسے اسکول میں پہلا دن بہت بے چین اور روتے ہوئے گزار کر وہ چھٹی کے ٹائم باپ سے ملی تھی، ان کے سینے میں سما کر ان سے خفا ہونے کے باوجود شکایتیں کرتی پھر کبھی اسکول نہ بھیجنے کے وعدے لیتی رہی تھی۔

"آئی ایم وری میسنگ یو پپا۔" وہ اب بھی ان کے سینے میں سما گئی تھی، وہ اب بھی رو رہی تھی، سلیمان کی آنکھیں جانے کس احساس کے تحت نم ہوئیں، انہوں نے بہت نرمی سے محبت سے شفقت سے اس کا سر تھپکا، دیگر حضرات مسکراتے ہوئے سائیڈ پہ ہو گئے تھے، وہ ان کے سینے میں سر چھپائے بند آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش کرتی رہی۔

"میں آپ کے پاس ہی آ رہا تھا بیٹے!" انہوں نے اسے بازو کے حلقے میں لیا، آس پاس موجود بے شمار موبائل کیمرے آن ہو کر انہیں فوکس کرنے لگے تھے، سلیمان کچھ بے چین نظر آئے۔

"ہم واپس کب چلیں گے پپا۔" وہ بے تحاشا چھلنی ہوئے جا رہی تھی، بے تحاشا دکھ رنج غصہ ضبط وہ ان کے ہمراہ واپس اسٹیج پہ آئی تھی، سلیمان بے ساختہ مسکرائے۔

"ابھی تو آیا ہوں، میری بیٹی اتنی جلدی مجھے بھیجنا چاہتی ہے؟" انہوں نے لطیف پیرائے میں اسے چھیڑا، قدر نے جواباً سرد آہ بھری، رنج کی شدید کیفیت اس کے چہرے پر پھیل گئی۔

"میں آپ کے ساتھ چلوں گی نا پپا۔"

"ہاں شیور، کچھ دیر میں چلتے ہیں بس۔" انہوں نے اسے بہلایا، بالکل ویسے جیسے بچپن میں بہلایا کرتے تھے، ان کے لئے یہی بہت تھا اس نے اپنی ناراضگی ان سے ختم کر دی۔

"آپ کیسے ہو ینگ مین؟" وہ اب حمدان کی سمت متوجہ ہو چکے تھے، قدر ان کی تسلی سے اب ریلیکس تھی گویا۔

☆☆☆

اپنے کمرے میں آ کر وہ بہت روئی تھی یا سوئی تھی، بس دو ہی کام تھے اور ٹائم کیسے جلدی جلدی گزر گیا، جب وہ آ رہی تھی کیسے بے فکری ہو گئی تھی، سوچ کر جو آئی تھی اب واپس نہیں جانا نادانی کی حد تھی، جو یہ بات حمدان سے بھی بہت زعم سے کہہ ڈالی وہ کپڑے بیگ میں بھر رہی تھی، جب وہ عین اس کے سامنے آن کو کھڑا ہو گیا، اس کے ملبوس سے اٹھتی مسحور کن دھیمی دھیمی خوشبو اس کے حواسوں پر چھانے لگی تھی، کانوں میں پہنے جھمکے آگے پیچھے جھولتے تھے، وہ کہاں عادی تھی اتنے بھاری زیورات کی بار بار کانوں کو سہلاتی چہرے پہ تکلیف کا احساس لہرانے لگتا۔

"اتار دوں؟" حمدان نے محسوس کیا تو اپنی خدمات پیش کیے بغیر نہ رہا، قدر چونک کر متوجہ ہوئی، وہ بالکل پاس تھا، ایسے کہ گویا اس کا لمبا چوڑا سراپا اس کے نازک وجود کو چھپا رہا تھا، قدر نے

ایک آتشی خشک نگاہ اس پہ ڈالی اور منہ پھیر کر اپنا کام کرنے لگی۔

''اب کہو گی خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا، حالانکہ یہ آرڈر کل رات تک میں ختم ہوا، کیا میں رک جاؤں گا۔'' وہ مسکرا رہا تھا، چھیڑ رہا تھا، قدر نے ہونٹ بھینچ لیے، ہلکا ہلکا رنج غصہ اور بے تحاشا نفرت اس کے چہرے پہ اُمڈ آئی۔

''جانتی ہوں، ایک وحشی انسان ہو تم، مگر یہ خواب رہے گا اب تمہارا، لوٹ کر نہیں آؤں گی دیکھ لینا۔'' وہ پھنکاری، حمدان پہلے حیران ہوا پھر بے ساختہ ہنسنے لگا۔

''تم کیا سمجھتی ہو تمہارے پیا نے تمہیں صرف ایک رات کے لیے بیاہا تھا؟'' سوال نہیں تھا آگ تھی جو اسے اپنی لپیٹ میں لے گئی۔

''کمینے ہو تم، بہت گھٹیا۔'' وہ اسے دھکا دے کر چلائی، حمدان نے سرد آہ بھری۔

کیا وقت نکالا ہے رنجش کا بھی ظالم نے

جب خوب سنورتا ہے تب ہم سے خفا ہوتا ہے

وہ اسے کیسی نظروں سے دیکھتا تھا کہ قدر کے دل میں آئی کہیں چھپ جائے اور وہ چھپ جانا ہی چاہتی تھی اور جب وہ آرہی تھی تو حمدان نے موقع پاتے ہی اس پہ اپنی شدت ظاہر کر دی تھی۔

''اوکے، ٹیک کیئر یور سیف وڈلو۔'' اس نے اچانک جھک کر اس کا گال کچھ ایسی والہانہ شدت سے چوما کہ وہ ساکن سی کھڑی رہ گئی، اس کے گال ایک دم دہکنے لگے تھے اور کانوں سے جیسے دھواں نکلنے لگا، جبکہ حمدان اس کی کیفیت کو شرارتی نظروں سے دیکھتا پلٹ گیا تھا، قدر اس کے لئے مزید بغض مزید نفرت سمیٹ کر آئی تھی، اس کی یہی زبردستیاں اسے زہر لگتی تھیں، اس نے کہا تھا، کر لو اپنی من مانیاں پھر ہم ہوں گے اور ہماری مرضی ہو گی اور وہ کر کے دکھا رہا تھا، اپنے گھر اپنے کمرے میں آکر اس نے کیسے وحشت بھرے انداز میں دروازہ لاک کیا تھا، پھر اس کے بعد کسی سے نہیں ملی، آپا ماں کو بھی کھانے سے منع کر دیا، رات کو سلیمان خود اس کے لئے ٹرے سجا کر لائے ہاتھ سے نوالے اس کے منہ میں ڈالتے رہے، وہ بار بار اسے دیکھتے تھے، اس کی شاکی چپ کو محسوس کرتے تھے، بے تحاشا دکھ اور تشویش کے احساس سمیت اس کی خوب صورتی اور نوخیز حسن کا ہر دیا بجھا ہوا لگ رہا تھا، چند گھنٹوں میں آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے پڑ گئے تھے، شاید روتی ہی رہی تھی اس لئے، غلافی آنکھوں کے سیاہ پڑتے پپوٹے رخساروں کی نمایاں ہوتی زرد ہڈیاں اور گلابی اسٹرابری سے ہونٹ مرجھائے ہوئے بے رنگ ہو رہے تھے۔

''آپ خوش تو ہو بیٹے؟''

یہ سوال کرتے وہ خود شرمندہ تھے جیسے، جواب میں قدر کی ہنسی میں ایسا کٹیلا زہر تھا کہ وہ خود شق ہو کر رہ گئے، اس کے آنسو دل گرفتگی کی آخری انتہا پر جا کر رک نہیں سکے۔

''یہ پوچھنے کی بجائے آپ مجھ سے یہ پوچھیں پپا کہ میں وہاں جانا چاہتی ہوں یا نہیں پلیز یہ پوچھیں مجھ سے۔'' وہ جیسے کرلاتے ہوئے کہہ رہی تھی، سلیمان میں اتنی ہمت اتنا حوصلہ نہ رہا کہ مزید کچھ کہہ سکیں۔

''میں وہاں نہیں جانا چاہتی پپا، پلیز مجھے روک لیں، اپنے پاس رکھ لیں۔'' وہ سب کچھ چھوڑ

چھاڑ کر گڑ گڑانے لگی۔

''آپ کو کیا پتا پیا، کل رات میں نے کیا کچھ سہا ہے، وہ شخص انتہائی جاہل فضول ال منیرڈ اور بے ہودہ ہے جس کے پلے آپ نے باندھا ہے مجھے۔'' اس کے چہرے پہ شکنوں کا جال تھا، بھنویں تنی ہوئی تھیں، آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں، سلیمان نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوکا، ورنہ وہ اسی نادانی میں جس میں مبتلا ہو کر وہ یہ سارا کچھ اور جانے کیا مزید کہہ جاتی، ان کے چہرے پہ عجیب سا غبار پھیل چکا تھا، ایک لفظ مزید کہے بغیر وہ اٹھ کر چلے گئے، قدر کو ان کا رویہ سمجھ سے بالاتر رہا البتہ وہ مطمئن ضرور ہوئی کہ باپ کو داستان غم سنائی ہے تو رائیگاں نہیں جائے گی، یہی وجہ تھی کہ صبح اٹھی تو قدرے فریش اور ریلیکس تھی، معمول کے مطابق باتھ لے کر لباس تبدیل کیا، بال بنا رہی تھی جب سیل فون کی میسج ٹون بجی، اس کا ہاتھ رک گیا، فون اٹھا کر میسج کھولا۔

سو رہے ہوں گے کہیں خواب کا تکیہ لے کر
وہ جو لگ میرے پہلو سے نہیں سو سکتے

اس کے ہونٹ بھینچ گئے، جان گئی تھی ایسی جسارت کون کر سکتا ہے، پتا نہیں کہاں سے اتنے شعر یاد رہ جاتے تھے، اس نے دانت کچکچائے۔

کس قدر ظلم ڈھایا کرتے ہو
یہ جو تم بھول جایا کرتے ہو

ادھر صورت حال ہنوز تھی، قدر نے تلخی سے مسکرانے فون واپس رکھا۔

(اب یونہی آہیں بھرنا ساری زندگی)

کوئی منتظر ہے اس کا بہت شدت سے
وہ جانتا ہے مگر انجان بنا رہتا ہے

قدر نے موبائل پٹخ دیا اور انٹر کام پہ آیا ماں کو ناشتے کا کہہ کر پھر بستر میں گھس گئی، آیا ماں ٹرے سجا کر لائیں تو اسے ایسے گھریلو سادہ حلیے میں اس اطمینان کے ساتھ استراحت فرماتے دیکھ کر چونکے اور ٹوکے بنا نہ رہ سکیں۔

''اے ہے لڑکی! کوئی دیکھ کر تجھے کہے گا کہ چوتھی کی دلہن ہے، ایسے سر جھاڑ منہ پہاڑ پڑی ہے، ایک وہ تیرے میاں ہیں کہ بس پہنچتے ہوں گے یہاں لینے کو تمہیں......'' ان کی دہائی پہ قدر کی آنکھوں میں واضح ناگواری اتری ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی تھی۔

''نام مت لیں اس جانور کا میرے سامنے اور میں کہیں نہیں جا رہی سن لیں آپ بھی، ٹرے ادھر رکھیں اور مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔''

آیا ماں کی ہائیں ہائیں کے باوجود اس نے بات مکمل کی اور ٹرے اپنی طرف گھسیٹ کر ناشتا کرنے میں مگن ہوئی، آیا ماں کی تو مانو آنکھیں باہر آ گئیں۔

''بدتمیز، شوہر کو ایسے کہتے ہیں۔'' انہوں نے گھر کا، قدر نے غصے سے انہیں دیکھا تھا۔

''جو جیسا ہو گا اسے ویسا ہی کہنا چاہیے، یا اس پہ بھی کوئی قدغن لگا دی گئی۔'' اس کا لہجہ طنز سمیٹ لایا، آیا ماں ہونٹوں پہ انگلی رکھے کھڑی تھیں، ایسی دلہن انہوں نے کب دیکھی تھی، نہ شرم نہ

حیا، کتر کتر چلتی زبان سونے پہ سہاگہ۔

"سنا تھا شادی ہوتے ہی لڑکی ایک رات میں بڑی ہو جاتی ہے مگر ہماری بنّو رانی ہیں کہ دماغی لحاظ سے مزید پیچھے سرک گئیں، حماقت مت دکھاؤ قدر...... اول فول نہ بکو چپ کر کے تیار ہو جاؤ کہے دیتی ہوں۔" اب کے وہ غصے میں آ گئی تھیں، قدر نے بھی ان سے بڑھ کر غصے کا مظاہرہ کرتے ٹرے دور سرکا دی۔

"میں نے اگر کہہ دیا کہ نہیں جاؤں گی تو نہیں جاؤں گی [illegible] کہ میں اپنے فیصلے سے آگاہ کر چکی ہوں۔" وہ بہت چڑ کر وضاحت دے رہی تھی، انداز ایسا تھا [illegible] شریف لے جائیں آیا ماں نے مگر کان کہا دھرا، اہمیت کب دی۔

"بی بی تمہارے پپا نے ہی مجھے کہا ہے کہ تمہیں تیار کراؤں، سسرالی تمہارے پہنچتے ہوں گے۔" آیا ماں جتلا کر تیز ہو کر بولیں تو قدر کے اعصاب کو شدید دھچکا لگا، اس نے چونک کر غیر یقینی کے عالم میں یوں انہیں دیکھا گویا وہ مذاق کر رہی ہوں، جھوٹ بول رہی ہوں۔

"آئی...... آئی کانٹ بلیو اٹ، میں پپا سے خود بات کرتی ہوں۔" وہ ہنوز شاک میں جتلا جیسی نمی گھلی آواز میں جیسے بامشکل بولی اور سرعت سے بھاگتی باہر آئی تو سلیمان خان اسے راہداری کے سرے پہ ہی اخبار بینی کرتے نظر آ گئے۔

"پپا......!" وہ حواس باختہ تھی، سلیمان نے سپاٹ نظر اس پہ ڈالی۔

"آیا ماں درست کہہ رہی ہیں۔" اس کی سنے بغیر اپنی سنانے کا فن اور ادا بھی سلیمان خان کی ہی شان تھی۔

"مم...... مگر...... آپ نے تو رات......"

بہت سارا پانی آنکھوں سے دھکیل کر وہ بامشکل بول پائی تھی کہ انہوں نے پھر بات کاٹ دی۔

"مگر میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم شادی کے بعد بھی یہیں رہو گی۔" ان کا انداز ان کا لہجہ اجنبی سا اجنبی تھا، قدر کے دل میں جیسے بھالا اتار دیا گیا، ایسا کٹیلا انداز، اس کی آنکھیں بھر آئیں، امید سی امید تھی اور اب جیسے سب کچھ الٹ پلٹ ہو گیا تھا۔

"آپ مجھے مار دیں جان سے مگر...... مجھے اس وحشی کے ساتھ نہیں جانا۔" اس نے بے حد وحشت زدہ ہو کر چلاتے ہوئے کہا، اتنی وحشت سے کہ بس لہجے کی گھن گرج محسوس ہوئی الفاظ اس تلخی میں کہیں کھو گئے، آیا ماں نے گھبرا کر اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا، وہ تڑپ کر مچلی، رگوں میں خون کی جگہ آگ دوڑتی تھی۔

"آیا ماں، اسے تیار کر دیں، اس کے شوہر کے آنے سے پہلے پہلے۔" انہوں نے سرد نظروں سے اسے دیکھتے آرڈر آیا ماں کو کہا، اس کی آنکھوں میں انہوں نے واضح طور پر شکوہ کے ساتھ بغاوت بھی دیکھی تھی، جبھی حکم دیا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

☆☆☆

نزہت جبیں

افطار ہونے میں ابھی کافی ٹائم باقی تھا، حمدہ اور نائمہ کچن میں مصروف تھیں، نعمانہ بیگم نے دس چکر لگائے تھے اور مختلف ہدایات دیئے جارہی تھیں ساتھ ہی وقت کی قلت اور کام کی زیادتی کی ٹینشن بھی سوار تھی۔

''ارے مما! آپ فکر مت کریں، ابھی بہت ٹائم باقی ہے افطار میں کافی سارا کام بھی نپٹ گیا ہے آپ خواہ مخواہ روزے میں ہلکان ہوئی جارہی ہیں۔'' جب انہوں نے کچن کو چوتھا چکر لگایا تو حمدہ نے جھنجھلا کر کہا۔

''تم لوگوں نے تیار بھی تو ہونا ہے ابھی۔'' نعمانہ بیگم نے حمدہ کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہو جاؤنگی آپ جا کر سکون سے بیٹھ جائیں۔'' حمدہ کا لہجہ بدستور ویسا ہی تھا، نائمہ نے بغور اس کی طرف دیکھا آج حمدہ کچھ الجھی الجھی سی تھی، حالانکہ یہ سب اس کی پسند اور مرضی سے ہو رہا تھا۔

''کیا ہوا حمدہ؟'' نائمہ نے پکوڑے کڑاھی سے نکال کر ٹشو پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں۔'' حمدہ نے جلدی سے کہا اور دہی بڑوں کا مصالحہ تیار کرنے لگی، نعمانہ بیگم جا چکی تھیں، دونوں نند بھاوج اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔

آج حمدہ کا رشتہ پکا ہو رہا تھا۔

''زافر البسام۔'' جس نے حمدہ کو خود پسند کیا تھا اور آج کل کے چھچھورے نوجوانوں کی طرح حمدہ سے باتیں، ملاقاتیں اور لمبی لمبی چیٹنگ کرنے کی بجائے چند ملاقاتوں اور رسمی بات چیت کرنے کے بعد اپنی والدہ اور بہن کو حمدہ کے بارے میں بتایا اور مختصر عرصے میں ابتدائی مراحل تے گزر کر آج یہ فائنل ہونے جارہا تھا، زافر کی

مکمل ناول

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

چھوٹی بہن امریکہ میں رہائش پذیر تھی اس دفعہ عید الفطر منانے کراچی آئی تو زافر کی والدہ نے اس کی موجودگی کو غنیمت جان کر فائنل بات کرنے کا فیصلہ کرلیا شادی دو سال بعد دوبارہ بیٹی کے آنے پر کرنے کا پروگرام تھا، حمرہ کے والد نادر صاحب اور والدہ نغمانہ بیگم کے ساتھ ساتھ بھائی بھاوج عقیل اور نائمہ بھی یہی چاہ رہے تھے کہ بات چیت پکی ہو جائے، رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا اور آج افطار پر زافر اس کی والدہ اور بہن آرہے تھے افطار کے بعد منگنی کی چھوٹی سی رسم بھی ادا کرنے کا پروگرام تھا، نغمانہ بیگم کا سسرال تھا اور نہ میکہ نادر صاحب اور ایک بڑے بھائی دلاور تھے جو دوبئی میں سیٹل تھے، اس لئے ان کی طرف سے بھی گھر والے ہی تھے، افطار سے کچھ دیر پہلے عقیل اور نادر صاحب بھی آگئے، عصر کی نماز پڑھ کر حمرہ بھی تیار ہوگئی، ٹی پنک سادے سے سوٹ میں اچھی لگ رہی تھی، نغمانہ بیگم اسے دیکھ کر دعائیں مانگ رہی تھیں، اپنی بیٹی ان کو بہت عزیز تھی جس نے کم عمری میں بہت دکھ اٹھائے تھے، وہ اس کے لئے بڑی فکر مند تھیں، جبکہ نغمانہ بھی دل سے یہی چاہتی تھی کہ حمرہ خیر سے اپنے گھر کی ہو جائے۔

افطار کے کچھ دیر قبل زافر بمعہ والدہ اور بہن کے آگیا بلیک کرتے اور وائٹ شلوار میں زافر بہت اچھا لگ رہا تھا، اذان مغرب کے ساتھ روزہ افطار کرکے زافر، عقیل اور نادر صاحب نماز ادا کرنے مسجد چلے گئے اور خواتین نے گھر میں نماز مغرب ادا کی، حمرہ کچھ بے کل بے کل سی لگتا تھا جیسے نغمانہ سے کچھ کہنا چاہ رہی ہو، تینوں بچے ذوفی، شائقہ اور وکی بھی اپنی مستیوں میں لگے ہوئے تھے، مرد مسجد سے واپس آئے تو زافر کی والدہ نے نغمانہ بیگم کو مخاطب کیا۔

''بہن اگر آپ اجازت دیں تو ہم حمرہ بیٹی کو زافر کے نام کی انگوٹھی پہنا دیں؟'' ربیعہ بیگم کی بات پر بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی جی کیوں نہیں بہن۔'' نائمہ نے حمرہ کو صوفے پر لاکر بٹھا دیا، حمرہ سر جھکا کر بیٹھی تھی برابر میں زافر آکر بیٹھ گیا سب کی نظریں ان دونوں پر ہی تھیں، ربیعہ بیگم نے خوب صورت انگوٹھی ڈبیہ سے نکال کر بیٹے کی طرف بڑھائی، حمرہ کے دوسری جانب زافر کی بہن سبیکا بیٹھی تھی، زافر بہت خوش تھا اس نے حمرہ کو پسند کیا تھا اور آج حمرہ اس کے نام سے منسوب ہونے جارہی تھی۔

''ایک منٹ۔'' جیسے ہی زافر نے حمرہ کا ہاتھ تھاما اور انگوٹھی پہنانی چاہی، اچانک ہی حمرہ نے سرعت سے اپنا ہاتھ کھینچ کر زافر کی طرف دیکھا اس کی اس حرکت سے زافر حواس باختہ ہو گیا ساتھ ہی سب لوگ حیرانی سے حمرہ کی جانب دیکھنے لگے، نغمانہ بیگم کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، حمرہ کا یہ انداز اور اس کے چہرے کو دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھیں۔

''حمرہ...... کیا کررہی ہو بیٹا! بری بات۔'' انہوں نے آنکھیں نکال کر حمرہ کو مزید کچھ کرنے سے باز رکھنے کی ناکام کوشش کی، نائمہ بھی گھبراگئی جبکہ زافر، ربیعہ بیگم اور سبیکا حیرت زدہ تھے۔

''میں آپ لوگوں سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔'' حمرہ نے پہلے ربیعہ بیگم اور پھر زافر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''حمرہ!'' نادر صاحب اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے اور حمرہ کے پاس چلے آئے۔

''سوری مما، سوری پاپا، میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے اس لئے، آپ لوگوں سے معذرت کے ساتھ، لیکن میں اس نئے رشتے کو کسی قسم کے جھوٹ پر قائم نہیں کرنا چاہتی، میں

نہیں چاہتی کہ کسی رشتے کی بنیاد ہی جھوٹ پر قائم ہو، جھوٹ کے ساتھ میں، کسی بندھن میں نہیں بندھ سکتی، میں...... اپنے ساتھ ساتھ ان معصوم اور سچے لوگوں کو دھوکے میں نہیں رکھ سکتی، جو کہ سچ سے بے خبر ہیں۔" حمدہ نے ماں باپ کی طرف دیکھتے ہوئے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا حمدہ؟ آخر مسئلہ کیا ہے؟ کیوں سسپنس پھیلا رہی ہو، اس طرح سے عین وقت پر باتیں کر کے کیا ثابت کرنا چاہ رہی ہو؟ جو بات ہے صاف صاف کہو، کون سی بات؟ کون سا جھوٹ؟ یہ سب کیا ہے؟" ربیعہ بیگم جواب تک صرف سن رہی تھیں تھوڑے سے ترش لہجے میں مخاطب ہوئیں، زافر بھی اس صورت حال سے شاکڈ ہو رہا تھا۔

"آئی ایم سو سوری، زافر، رابیعہ آنٹی، میں بھی اس جھوٹ کا حصہ تھی جو آپ لوگوں سے کہا گیا اور وہ سچ جو آپ لوگوں سے پوشیدہ رکھا گیا، شائقہ میری بھتیجی نہیں بلکہ، میری بیٹی ہے، میری شادی چار سال پہلے ہو چکی تھی، میری ڈیورس ہوئی تھی اور...... یہ بات سچ نہیں کہ شائقہ میرے بھائی کی بیٹی ہے، حقیقت یہ ہے کہ شائقہ میری بیٹی ہے اور میں اس کی ماں ہوں، بس آپ لوگوں کو اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتی، اب فیصلہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے، مجھے شائقہ سمیت قبول کریں گے یا؟"

"اف۔" زافر نے سر پکڑ لیا۔

"یہ کیا سچ تھا؟ اتنا بڑا جھوٹ، دھوکا دہی، یہ لوگوں نے مل کر کتنا بڑا دھوکا دیا تھا، حمدہ شادی شدہ ہے، ایک تین سالہ بیٹی کی ماں، طلاق یافتہ لڑکی؟"

"یہ...... یہ...... یہ کیا کہہ رہی حمدہ، نغمانہ بیگم کیا یہ سچ ہے؟" ربیعہ بیگم کا چہرہ غصے کی شدت سے لال ہو رہا ہے وہ براہ راست نغمانہ بیگم سے مخاطب تھیں نغمانہ بیگم سر پکڑے نگاہیں نیچی کیے بیٹھی تھیں۔

"نادر صاحب احساس شرمندگی سے سر جھکا کر کمرے سے نکل گئے۔" نائمہ کھا جانے والی نظروں سے حمدہ کو گھور رہی تھی۔

"بہت دکھ اور شرم کی بات ہے نغمانہ بیگم، اتنا بڑا جھوٹ، اتنا بڑا دھوکہ آپ لوگ تو اتنے سلجھے ہوئے، پڑھے لکھے اور خاندانی لگتے ہیں مگر، آپ نے یہ نہایت گھٹیا حرکت کی ہے، اس طرح سے جھوٹ بول کر، ہمارے جذبات سے کھیلے ہیں آپ لوگ، ہمیں شدید دکھ ہوا ہے، یہ آپ لوگوں نے اچھا نہیں کیا، حمدہ کا ماضی چھپا کر ہمیں اندھیرے میں رکھا۔" حمدہ سر جھکائے بیٹھی تھی اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو اس کی گود میں گر رہے تھے، احساس ندامت اور کچھ کھو دینے کے احساس کے ساتھ ساتھ اس کے ضمیر پر کوئی بوجھ بھی نہ تھا، اس نے اپنے طور پر سب سے ناراضگی مول کر صحیح فیصلہ کیا تھا، ربیعہ بیگم کا سبکیا کا بھر جانا اور زافر کو شدید ذہنی جھٹکا لگنا فطری عمل تھا، اب کہنے کو کچھ نہیں تھا، نہ نغمانہ بیگم کے پاس صفائی دینے کو الفاظ تھے نہ ہی تاویلیں اور بہانے پیش کرنے کو تھے، وہ ندامت سے سر جھکائے زمین میں گڑی جا رہی تھیں، آج ان کی بیٹی نے ان کی ساری فیملی کو شرمندہ کر کے رکھ دیا تھا۔

"زافر اٹھو فوراً۔" ربیعہ بیگم نے پلٹ کر غصے سے زافر کو مخاطب کیا۔

"ممّا!" زافر نے کچھ کہنا چاہا۔

"زافر! اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی تم بت کی طرح بیٹھے ہو ہم ایک لمحہ بھی یہاں رک نہیں سکتے، ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ ہم ان لوگوں کے ہاتھوں بے وقوف بن رہے ہیں۔" ربیعہ بیگم

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اول فول بکتی زافرا اور سبیکا کے ساتھ دندناتی ہوئی باہر کی سمت نکل گئیں۔

نعمانہ بیگم پلٹ کر حمدہ پر برس پڑیں۔

''پڑ گئی ٹھنڈ، ہمیں ذلیل و رسوا کر کے کتنی نمازوں کا ثواب ملا ہے تم کو، جب ایک بات سے یہاں پر رہنے والا کوئی شخص بھی باخبر نہیں تو، کیا ضرورت تھی سچائی کا ڈھنڈورا پیٹنے کی، بہت پارسا ہو تم...... اور ہم...... جھوٹے مکار فریبی اور دھوکے باز، تم نے یہ اچھا نہیں کیا حمدہ بہت برا کیا تم نے۔'' نعمانہ بیگم باقاعدہ روتے ہوئے حمدہ کو کوسنے دے رہی تھیں۔

''حمدہ! اتنی مشکلوں سے تو تمہاری بات چلی تھی اور تم نے اپنے ہاتھوں سے کباڑا کر ڈالا، تم کو کیا ضرورت تھی یوں بک بک کرنے کی، کیا ہم سب تمہارے دشمن ہیں، اپنے بارے میں بھی سوچا تم نے، ہمارے بارے میں بھی سوچ لیتیں تم، ایک بار...... اچھا بھلا رشتہ تھا اور تم نے، عین وقت پر خراب کر دیا، اگر ایسی بات تھی تو ابتداء میں ہی سچ اگل دیتیں، ہمیں یوں شرمندہ تو نہ کرواتیں سب کے سامنے۔'' نائمہ نے بھی دل کی بھڑاس نکالی، حمدہ خاموشی سے سنتی رہی، اسے یہی ری ایکشن کی امید تھی، ابھی تو پاپا اور بھیا کی بھی سننی تھی، اپنے سچ کا خمیازہ اسے لعنت ملامت اور لعن طعن سن کر بھگتنا تھا، وہ خاموشی سے اٹھی اور اپنے روم کی طرف چل دی۔

☆☆☆

نادر احمد خاندانی امیر تھے، ان کے والد کا کپڑے کا کاروبار تھا، انہوں نے بھی ہوش سنبھال کر اسی کاروبار کو سنبھالا دو بچے عقیل احمد اور حمدہ تھے، بیوی نعمانہ بیگم ان کے رشتے میں کزن ہی لگتی تھیں، بچوں نے آنکھ کھولتے ہی پیسہ دیکھا تھا مگر اس کے باوجود عقیل اور حمدہ فطرتاً اچھے تھے، غرور و تکبر نام کو نہیں تھا، گھر کا ماحول بھی اچھا تھا، بچے اچھے اسکول اور پھر کالج سے یونیورسٹی تک آ گئے، عقیل نے پڑھائی مکمل کر کے نادر احمد کے ساتھ کاروبار سنبھال لیا حمدہ ابھی پڑھ رہی تھی حمدہ کے ساتھ پڑھنے والے لڑکے ارمغان کو حمدہ اچھی لگتی تھی، دونوں کی اکثر آپس میں بات چیت ہو جاتی، ارمغان مڈل فیملی سے تعلق رکھنے والا یتیم لڑکا تھا، جس کے کاندھوں پر دو بہنوں اور ماں کی ذمہ داری تھی، وہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ جاب بھی کرتا تھا، صورت شکل کا خوب صورت اور اسمارٹ تھا، پہننے کا سلیقہ بھی تھا اس لئے یونیورسٹی میں لڑکوں میں منفرد نظر آتا تھا، بہت ساری لڑکیاں اس کی دوستی کی خواہاں تھیں، لیکن وہ صرف حمدہ کی طرف راغب تھا۔

حمدہ کو بھی ارمغان اچھا لگتا تھا، اس روز خالی پیریڈ تھا، حمدہ بینچ پر اکیلی بیٹھی تھی آج اس کی واحد دوست بھی نہیں آئی تھی۔

''السلام علیکم!'' آواز پر سر اٹھایا سامنے ارمغان کھڑا تھا۔

''وعلیکم السلام۔'' وہ مسکرائی۔

''کیا بات ہے آج تم اکیلی ہو؟''

''جی میری فرینڈ نے آج چھٹی کی ہے۔'' حمدہ نے ہاتھ میں پکڑی کتاب سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔

''تو کیا میں کمپنی دے سکتا ہوں ایز اے فرینڈ؟'' ارمغان نے خوشگوار لہجے میں سر کو ہلکا سا خم کرتے ہوئے پوچھا۔

''وائے ناٹ۔'' وہ مسکرائی۔

''تھینک یو سو مچ۔'' ارمغان بینچ پر بیٹھتا ہوا بولا۔

''ہم اتنے عرصے سے ایک ساتھ پڑھ

رہے ہیں لیکن کبھی بھی آپس میں بات چیت نہیں ہوئی ہماری۔'' حمدہ نے بات اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

''دراصل سچ پوچھو تو مجھے لڑکیوں کے ساتھ گپ شپ کرنا، خواہ مخواہ کے آگے پیچھے پھرنا ساتھ چائے پینا یا فضول کی باتوں میں وقت ضائع کرنا بالکل اچھا نہیں لگتا، میرا خیال ہے میں یہاں پر پڑھنے کے لئے آیا ہوں پہلی ترجیح پڑھائی ہے، حالانکہ کافی ساری لڑکیاں ہیں جو مجھ سے بات کرنا چاہتی ہیں مجھے اپنے نمبر تک دے رکھے ہیں مگر...... مجھے ان چیزوں سے ان چیپ حرکتوں سے نفرت ہے، ویسے بھی میں غریب فیملی سے تعلق رکھتا ہوں، پڑھائی کے اخراجات بھی ٹیوشنز سے پورے کرتا ہوں، میری بیوہ ماں کی نظریں مجھ پر لگی ہیں، میری دو بہنیں ہیں جن کی ذمے داری میرے کاندھے پر ہے، میرے ابا جان نہیں ہیں، سوائے ایک گھر کے انہوں نے ہمارے لئے وراثت میں کچھ نہیں چھوڑا، اس لئے جو بھی کرنا ہے مجھے ہی کرنا ہے، اوہ سوری تم بھی کہو گی کہ پہلی بار بات کر رہا ہے اور اپنے دکھڑے لے کر بیٹھ گیا۔'' آخری جملہ ارمغان نے قدرے شرمندہ ہو کر کہا۔

''ارے نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔'' حمدہ جو چپ چاپ اس کی باتیں سن رہی تھی ساتھ ساتھ اس سے امپریس بھی ہو رہی تھی اس کی خجالت پر جلدی سے بولی۔

''دراصل میں نے کبھی بھی یہ باتیں کسی سے شیئر نہیں کیں، مگر سچ پوچھو تو تم، تمام لڑکیوں سے الگ اور منفرد لگی ہو، اس لئے، شاید میں نے سچائی بیان کر دی۔'' وہ بدستور خجل ہو رہا تھا۔

''اچھا لگا ارمغان مجھے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔''

''میں اپنے بارے میں بتا دوں کہ......؟''

''اپنے بارے میں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں کچھ لوگوں سے ہمارا ایسا رشتہ ہوتا ہے کہ ہمیں ان کے بارے میں مکمل آگاہی ہوتی ہے، ہم ان کو دل سے پاٹنے لگتے ہیں، گو کہ ہم نے کبھی بات چیت نہیں کی لیکن، میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں کہ تم امیر فیملی سے تعلق رکھتی ہو، تمہارے پاپا اور بھائی بزنس کرتے ہیں، تم شاہانہ زندگی گزارتی ہو اس کے باوجود بھی، انتہائی سادہ مزاج اور سوفٹ لڑکی ہو، تم میں ایٹی ٹیوڈ نام کی کوئی چیز بھی نہیں اور یہی بات تمہیں سب سے منفرد کرتی ہے اس بات کو لے کر میں تمہارے طرف مائل ہوا ہوں۔''

''کیا؟'' حمدہ چونکی۔

''آئی ایم سوری حمدہ! شاید میں زیادہ بولنے لگا ہوں، آئی ایم سو سوری مجھے اپنی اور تمہاری حیثیت دیکھ کر بات کرنی چاہیے۔'' ارمغان کے چہرے پر بے بسی نمایاں تھی، اس نے بیچارگی سے حمدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اٹھنے لگا۔

''ارمغان!'' حمدہ کی آواز پر پلٹا اور ذرر دیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''مجھے تمہاری باتیں بری نہیں لگیں، تم بھی سب سے الگ ہو۔'' بلو جینز اور وائٹ لائننگ کی ٹی شرٹ میں مناسب قد و خال اور جاذب نظر ارمغان کو یہ غور دیکھتے ہوئے سادگی سے اس کی بات کا جواب دیا۔

''اوہ تھینک یو سو مچ ڈیئر فرینڈ۔'' ارمغان کھل کر مسکرایا، یہ پہلی ملاقات تھی جس میں دونوں ایک دوسرے کے بارے میں سب کچھ جان چکے تھے، ارمغان کو تو اس کے بارے میں سب کچھ پتہ تھا، یہ بھی کہ وہ کہاں رہتی ہے،

باتیں ملاقاتیں ہوتی رہیں، ارمغان گوکہ غریب تھا مگر فطرتاً خوددار تھا، آہستہ آہستہ یہ دوستی محبت میں تبدیل ہوگئی، حمرہ کو ارمغان ایک بار گھر بھی لے گیا، ایک سوبیس گز پر بنا ہوا، چھوٹا سا دومنزلہ مکان تھا گھر میں آسائشات تو نہیں البتہ ضروریات کی ہر چیز موجود تھی، دو چھوٹی بہنیں تھیں جن کے رشتے طے ہو چکے تھے دونوں پڑھ رہی تھیں، اماں تھوڑی سی تیز مگر محبت کرنے والی خاتون تھیں اسے ارمغان کے گھر کا ماحول اچھا لگا، حمرہ نے ارمغان کو نادر احمد سے بھی ملوایا تھا، عقیل اور نادر احمد کو یہ خوددار نوجوان اچھا لگا جس میں آگے بڑھنے کی کچھ کرنے کی جستجو تھی، فطرتاً نادر احمد بھی ایسے نہیں تھے کہ ان کو امیر کبیر یا اسٹیٹس والا داماد چاہیے تھا، ان کو حمرہ کی پسند اور خوشی عزیز تھی، ان کا ماننا تھا مرد کو اپنے زور بازور پر بھروسہ ہونا چاہیے اور یہ لگن انہوں نے ارمغان کے اندر دیکھی تھی تب ہی ان کو ارمغان اچھا لگا تھا، ان کو اندازہ تھا کہ وہ ترقی کرسکتا ہے اس میں کچھ کرنے کی لگن ہے، جستجو ہے ذہین ہے اور گہری سوچ رکھنے والا نوجوان ہے، عقلمندی سے خود کے لئے کچھ کرنے کی ہمت رکھتا ہے، باقی ان دونوں باپ بیٹے کا ارادہ تھا کہ حمرہ کے حوالے سے وہ ارمغان کی پس پردہ مدد کردیں گے، مگر جب ارمغان کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے سختی سے منع کردیا۔

باقاعدہ رشتہ طے ہوگیا تھا، نغمانہ بیگم کو ارمغان کی والدہ تیز طرار خاتون لگیں، جبکہ بہن روما اور قارا ٹھیک لگیں۔

☆☆☆

''نغمانہ بیگم قدسیہ خاتون نے شوہر کی وفات کے بعد گھر کے ساتھ ساتھ بچوں کو بھی سنبھالا، ان کی صحیح تربیت کی اور اس زمانے کو کسی عورت کو اس طرح سے سروائیو کرنے کے لئے تھوڑا سا تیز تو ہونا پڑتا ہے، انہوں نے نہ جانے کیسے کیسے حالات دیکھے ہونگے، حالات اور وقت انسان میں بہت سی تبدیلیاں لے آتا ہے، زمانے کے ساتھ ساتھ چلتے اور اپنا آپ منوا کر جینے کے لئے خود کو مضبوط کرنا پڑتا ہے، رکاوٹوں کو عبور کرنے کے لئے کبھی تو ہلکا دھکا کافی ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی بھاری ٹھوکر کی ضرب بھی آگے کا راستہ بنانے کے لئے ضروری ہے قدسیہ خاتون بھی ہو سکتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ تھوڑی تلخ اور اکھڑ مزاج ہوگئی ہوں۔'' نغمانہ بیگم کی اس بات پر کہ ''مجھے ارمغان کی والدہ تیز وطرار خاتون لگتی ہیں'' نادر احمد نے لمبی چوڑی بات کرکے ان کو مطمئن کرنا چاہا۔

''ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں، وقت اور حالات انسان کو نہ جانے کیسے کیسے راستوں پر لے آتے ہیں اللہ پاک ہم سب کو برے وقت سے محفوظ رکھے اور ہماری بچی کے نصیب اچھے کرے آمین۔'' نادر احمد نے سچے دل سے کہا۔

ابھی ارمغان اور حمرہ کی شادی میں کافی وقت تھا کیونکہ ارمغان کا آخری سال تھا، پھر اس کی جاب ہوتی تو شادی متوقع تھی، اس عرصے میں نغمانہ بیگم نے عقیل کے لئے لڑکی تلاش کرنی شروع کردی اور بے شمار لڑکیوں کو دیکھنے کے بعد نائمہ کا انتخاب کیا گیا، نائمہ نادر احمد کے دوست کی بیٹی تھی مالی لحاظ سے دونوں گھرانے تقریباً ہم پلہ تھے، نائمہ کی دو بڑی بہنیں شادی شدہ تھیں اور پھر نائمہ تھی جس نے ماسٹرز کیا ہوا تھا، اچھی صورت شکل والی نائمہ فطرتاً بھی اچھی تھی بہت جلد ہی نغمانہ بیگم نائمہ کو بہو بنا کر لے آئیں، نائمہ نے عقیل کے ساتھ ساتھ ساس سسر اور نند کا بھی دل جیت لیا ادھر حمرہ نے بھی ایگزام دے رہا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تھا، اب اس کا وقت بھی گھر پر ہی گزرتا، دونوں نند بھاوج مل کر مختلف پروگرامز بناتے رہتے، ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ حمدہ کی شادی کی تیاریاں بھی شروع ہو چکی تھیں، ادھر ارمغان کی دونوں بہنوں روما اور فارا کی شادی بھی طے ہو گئی تھی، اس شادی میں نادر احمد نے تحائف کے نام پر اچھی خاصی مدد کر ڈالی۔

''بھائی صاحب اتنا سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ نے تو حد سے زیادہ ہی کر ڈالا۔'' قدسیہ بیگم نے دبے دبے لفظوں میں کہا۔

''ارما، فارا ہماری بھی بچیاں ہیں بہن، ہم نے اپنی بچیاں سمجھ کر تحفتاً کیا ہے، یہ کوئی زیادہ نہیں ہے بس اللہ تعالیٰ ہر بچی کو سسرال میں آباد رکھے۔'' نغمانہ بیگم کی آواز نم ہو گئی تھی۔

''آمین ثم آمین۔'' جواباً قدسیہ بیگم نے بھی کہا، روما اور فارا کی شادی ایک ساتھ ہی کر کے قدسیہ بیگم بارات کے دن کے حوالے سے بچت کرنا چاہ رہی تھیں یہی سوچ کر دونوں کی شادی ایک دن رکھی، حمدہ کو خاص طور پر ہر تقریب میں انوائیٹ کیا گیا تھا، حمدہ نے خاص الخاص تیاریاں کی تھیں اور ہر تقریب میں ارمغان کی نگاہوں سے لے کر اس کے موبائل کیمرے کا مرکز حمدہ بھی رہی قدسیہ بیگم نے رشتے داروں اور جاننے والوں میں فخر سے حمدہ کا تعارف کروایا، حمدہ کو یہاں آ کر اچھا لگا تھا روما فارا رخصت ہو کر دوسرے شہر جانے والی تھیں دعوت ولیمہ کے بعد دونوں اپنے اپنے سسرال چلی گئیں، قدسیہ بیگم تیز تھیں، چالاک تھیں مگر سمجھدار بھی تھیں تب ہی دونوں بیٹیوں کی جہیز کے نام پر تیاری سال ہا سال سے کر رہی تھیں تب ہی دونوں کو متوسط طریقے سے بیاہا شوہر کا پیسہ اور کمیٹیوں سے رقم جمع کرتی رہیں تھیں، ارمغان کی جاب نئی نئی لگی تھی، دونوں بہنوں کی شادی کی مگر تھی سو وہ خیر سے انجام پا گئی تھی، اب ارمغان کو اپنی شادی کی تیاری کرنی تھی۔

نادر احمد اور نغمانہ بیگم ارمغان کے حالات اچھی طرح جانتے تھے، عقیل، نادر احمد اور نغمانہ بیگم نے آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ ارمغان کو ایک بار پھر اپنے ساتھ کاروبار میں شامل کرنے کے لئے بات کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی سات کرنے کا فیصلہ کیا کہ شادی کے حوالے سے وہ فکر مند نہ ہوں انشاء اللہ ہم مینج کر لیں گے یہی سوچ کر نادر احمد اور نغمانہ بیگم ارمغان کے گھر پہنچے۔

شام کا وقت تھا قدسیہ بیگم اور ارمغان صحن میں بیٹھے چائے پی رہے تھے، ارمغان شاید ابھی آفس سے لوٹا تھا۔

''ارے آپ لوگ؟'' اچانک ان لوگوں کو دیکھ کر ماں بیٹا بوکھلا گئے اور جلدی سے ڈرائینگ روم میں لے آئے۔

''آپ آنے سے پہلے فون کر دیتے، یوں اچانک سے خیریت تو ہے؟'' قدسیہ بیگم نے ان دونوں کو صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

''ارے ایسی کوئی بات نہیں بہن، اپنا ہی گھر ہے، آپ پریشان مت ہو، بس آج آپ سے اور ارمغان سے کچھ باتیں کرنے کا دل چاہا تو ہم لوگ چلے آئے۔'' نادر احمد نے بیٹھتے ہوئے سادگی سے کہا۔

''ارمغان کولڈ ڈرنک لے آؤ۔'' قدسیہ بیگم نے پلٹ کر ارمغان کو مخاطب کیا۔

''ارے قدسیہ آپا! تردد کی ضرورت نہیں کوئی تکلف نہ کریں، بس یہاں بیٹھ جائیں اور ہم سے باتیں کریں۔'' ان کی بوکھلاہٹ دیکھ کر نغمانہ بیگم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ صوفے پر

بٹھاتے ہوئے کہا، تو ارمغان بھی سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''یہ بتائیں بچیاں تو اپنے گھروں میں خوش ہیں ناں؟'' نغمانہ بیگم نے قدسیہ بیگم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں جی الحمدللہ! دونوں بہت خوش ہیں۔'' قدسیہ بیگم نے جلدی سے کہا۔

''الحمدللہ۔'' نغمانہ بیگم جواباً بولیں۔

''بھئی دراصل ہمارا آنے کا یہ مقصد تھا کہ آپ لوگ شادی کو لے کر بالکل فکرمند نہ ہوں، ارمغان ہمارا اپنا بچہ ہے، آپ ہمیں بہنوں کی طرح عزیز ہیں اس لئے ہم آپ کو زیر بار ہونے نہیں دیں گے، تیاری ساری ہماری ذمے داری ہے۔'' کچھ دیر بعد نغمانہ بیگم نے قدسیہ بیگم کا ہاتھ تھام کر محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''ارے نہیں بہن، آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں، بے شک ہم آپ لوگوں کے شایان شان تو نہیں کر سکتے مگر، اپنے طور سے ہم بھی بہت ارمان رکھتے ہیں ایک ہی بیٹا ہے میرا۔'' قدسیہ بیگم کے لہجے میں کم مائیگی کا احساس تھا۔

''بے شک آپ کے بھی ارمان ہوں گے مگر بہن ہمیں اندازہ ہے ارمغان بیٹا خوددار بچہ ہے اور یہی بات مجھے بہت اچھی لگتی ہے، اسی لئے کہنا صرف یہ ہے کہ خود پر برڈن ہرگز مت ڈالیں آپ کریں یا ہم ایک ہی بات ہے ہم رشتے دار بننے جارہے ہیں، اس لئے خدارا انکار مت کیجئے گا، حمدہ کی شادی اور ولیمے کے جوڑے ہم خود ہی لے لیں گے جیولری وغیرہ کی بھی آپ فکر مت کریں اور برا مت مانیے گا بہن۔'' نغمانہ بیگم نے عاجزی سے قدسیہ بیگم کے دونوں ہاتھ تھام کر گزارش کی، قدسیہ بیگم نے ایک نظر ارمغان کو دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلایا۔

''آپ کی محبت کے آگے میں کیا کہہ سکتی ہوں بہن، آپ کی مرضی ہے آپ جو جو چاہیں لے سکتی ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' قدسیہ بیگم نے جواباً نغمانہ بیگم کا ہاتھ گرمجوشی سے دبا کر کہا، ارمغان کولڈ ڈرنک لے آیا، قدسیہ بیگم نے کھانے پر روکنا چاہا مگر نغمانہ بیگم اور نادر صاحب نے معذرت کر لی۔

☆☆☆

نغمانہ بیگم اور نادر صاحب نے اپنے طور سے شادی کی تیاریوں میں کوئی کسر نہ چھوڑی، ان کو یہ بھی احساس تھا کہ ارمغان خوددار لڑکا ہے بس کسی بات کا برا نہ منالے، شادی کی تاریخ طے ہوئی اور دھوم دھام سے حمدہ رخصت ہو کر ارمغان کے گھر آ گئی، تحفے کے نام پر نغمانہ بیگم نے قدسیہ بیگم کو بھاری جوڑے کے ساتھ کانوں کے بڑے بڑے کندن اور گولڈ کے ٹاپس دیئے جبکہ روما اور فارا کو بہترین جوڑوں کے ساتھ سونے کے خوب صورت جھمکے اور ان کے شوہروں کو سوٹ پیس کے ساتھ پرفیومز بھی دیئے، سلامی میں ارمغان کو چھوٹی سی گاڑی بھی دی کیونکہ اسے ابھی اچھی ڈرائیونگ نہیں آتی تھی یہی سوچ کر فی الحال چھوٹی گاڑی دی تھی، حمدہ اور ارمغان بہت خوش تھے، دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا چاہا اور آج دونوں ایک ہو چکے تھے، حمدہ بہت پیاری لگ رہی تھی ارمغان بھی دلہا بن کر خوب سج رہا تھا، شادی کا ارینج منٹ بھی بہترین تھا، ہر کوئی تعریف کر رہا تھا۔

دوسرے دن دعوت ولیمہ کا اہتمام تھا، ولیمے کے دوسرے دن روما اور فارا اپنے اپنے گھر جانے والی تھیں، قدسیہ بیگم کے کمرے میں دونوں اپنے دیئے بیگ پیک کر رہی تھیں اور گھر میں بکھرا سامان سمیٹ رہی تھیں جو شادی کے ہنگاموں

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

میں اِدھر اُدھر بے ترتیبی سے بکھرا ہوا تھا، حمدہ بھی وہیں چلی آئی۔
''آؤ آؤ حمدہ ابھی تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔''
روما نے اسے دیکھ کر کہا تو وہ مسکراتی ہوئی قدسیہ بیگم کے بیڈ پر ٹک گئی۔
''ارے واہ گڈ کیا ذکر ہو رہا تھا میرا؟''
''یہ جھمکے، دیکھ رہے تھے ہم اور ہنسی آ رہی تھی ہمیں دیکھ کر۔'' روما نے حمدہ کے میکے سے آئے ہوئے جھمکے ڈبیہ سے نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائے۔
''ہنسی کیوں؟'' حمدہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے حیرانی سے پہلے خوب صورت بڑے بڑے جڑاؤ جھمکوں کو دیکھا پھر روما اور فارا کی طرف دیکھا جن کے چہروں پر ابھی بھی مضحکہ خیز ہنسی نمایاں تھی، حمدہ کچھ سمجھ نہ پائی کہ اس کا کیا مطلب ہے۔
''ارے بھئی، ہم دونوں نے اپنے سسرال میں تمہاری اتنی تعریفیں کی تھیں کہ ہمارے ہونے والی بھابھی بہت امیر ہے، کلوتی ہیں، اتنا سارا جہیز لے کر آ رہی ہیں، ان کے پاپا کا اور بھائی کا بہت بڑا بزنس ہے لیکن، کھودا پہاڑ نکلا چوہا، ہم نے تو سوچا تھا کہ آپ کی طرف سے ہمیں سونے کے بھاری بھرکم سیٹ ملیں گے، نہیں تو کم از کم کنگن، لیکن...... یہ جھمکے...... یہ چھلکے نما، پرانے فیشن کے جھمکے، جو میری نند نے میری شادی پر لئے تھے وہ ہمیں آج ملے ہیں۔'' روما نے حقارت سے جھمکوں کو ہلاتے ہوئے کہا ساتھ ہی فارا بھی بول پڑی۔
''اور نہیں تو کیا؟ اتنی شرمندگی ہو رہی ہے ہمیں تو، سسرال میں کیا منہ دکھائیں گے کہ بھائی کے سسرال سے...... وہ بھی امیر و کبیر سسرال سے جھمکے ملے ہیں۔'' روما نے ناک چڑھا کر فارا کی بات کو آگے بڑھایا تو حمدہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، اتنے خوب صورت اتنے بھاری اور قیمتی جھمکوں کو اتنی حقارت سے چھلکے اور ٹین ڈبے سے تشبیہ دی جا رہی تھی حمدہ کو ان کی باتوں سے شدید دھچکا لگا، اس نے پلٹ کر قدسیہ بیگم کی جانب دیکھا کہ حقیقتاً ان کی بیٹیوں کی یہ بات اور اس طرح سے مذاق اڑانا برا لگا ہوگا، مگر ان کے سپاٹ چہرے کو دیکھ کر حمدہ حیران رہ گئی، اس کی زبان جیسے گنگ ہو گئی تھی۔
''کیا دیکھ رہی ہو، اتنی حیرت سے حمدہ۔'' قدسیہ بیگم کی آواز پر وہ چونکی۔
''امی...... یہ...... روما اور فارا کیا کہہ رہی ہیں؟ میں...... میں...... سمجھ نہیں پا رہی۔'' حمدہ نے آنکھیں پٹپٹا کر قدسیہ بیگم سے کہا۔
''تو اور کیا؟ سچ ہی تو کہہ رہی ہیں بچیاں، بھلا شرم نہیں آئے گی کیا ان کو اپنے اپنے سسرال والوں میں، آخر کو میکے کا کچھ مان ہوتا ہے، کچھ عزت ہوتی ہے، ایسی جھمکیاں تو میں نے ان کی نندوں کو اور ساس کو دی تھیں، بلکہ اس سے بھاری تھیں، یہ بھلا کس منہ سے دکھائیں گے ہمارے یہاں تو سسرال والوں میں لڑکیوں کی عزت بنا کر رکھنے کے لئے والدین قرضہ تک لے لیتے ہیں تاکہ بیٹیوں کی ناک اونچی رہے، تمہارے اماں باوا سے توقع نہ تھی، سچ پوچھو تو میرا دل بھی بہت خراب ہوا، یہ دیکھ کر، کون سا روز روز تحائف دیتے ہیں، ایک بار دے رہے تھے تو ذرا اپنے بھرم اور حیثیت کو دیکھ کر تو دیتے ناں۔'' حمدہ آنکھیں پھاڑ منہ کھولے حیرت زدہ قدسیہ بیگم کے منہ سے متواتر نکلتے ہوئے ترش اور تیز الفاظ کی زد میں ہکا بکا بیٹھی تھی۔
''یہ...... یہ...... ماں بیٹیاں کیا کیا اول فول بولے جا رہی تھیں، ابھی دو دن پہلے تک تو یکسر

مختلف میٹھی اور خود داری اور انا میں قید۔'' کس طرح سے ایکدم بدل گئیں تھیں، اتنی جلدی، اتنی جلدی تو شاید گرگٹ بھی رنگ نہیں بدلتا ہوگا جتنی جلدی ان لوگوں کی سوچ اور لہجہ بدل گیا تھا، حمدہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس موقع پر کیا کہے، کیا بولے، روما اور فارا مستقل جھمکوں کا مذاق اڑا رہی تھیں۔

''اف اللہ۔'' حمدہ نے بے بسی سے ان لوگوں کی طرف دیکھا، کتنی گھٹیا سوچ تھی، دو دن کے اندر اندر اصلیت ظاہر ہو چکی تھی، حمدہ آہستگی سے اٹھی اور بنا کچھ کہے اپنے کمرے کی طرف چل دی، پانچ منٹ بعد لوٹی تو اس کے ہاتھ میں کنگن کا ڈبہ تھا۔

''روما اور فارا، اگر برا نہ مانو تو، جھمکے واپس کر دو اور یہ کنگن ہیں دونوں رکھ لو ایک ایک۔'' اس نے ڈبہ کھول کر آگے بڑھایا انتہائی خوب صورت بھاری بھرکم دو کنگن تھے، روما فارا کی آنکھیں کھل گئیں اتنے حسین اور خوب صورت کنگن تو خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے، لالچی نظروں سے دیکھتے ہوئے روما نے جھپٹ کر ڈبہ ہاتھ سے لے لی، قدسیہ بیگم نے بھی بہ غور دیکھا۔

''یہ لو بھائی۔'' فارا نے جھمکے کا ڈبہ اٹھا کر حمدہ کی طرف بڑھایا۔

''ارے پاگل ہوئی ہے کیا؟'' قدسیہ بیگم نے جھپٹ کر ڈبہ فارا کے ہاتھ سے چھینا۔

''بھلا یہ جھمکے واپس کرنے کی کیا ضرورت ہے، بھاوج ہے تمہاری، کنگن تو اس کی طرف سے ہیں جھمکے تو اس کے والدین نے دیئے ہیں ناں رکھ لو اپنے پاس۔'' قدسیہ بیگم کی بات پر فارا نے ندیدے پن سے ان کی طرف دیکھا اور سر ہلا کر جھمکے پرس میں رکھ لئے، حمدہ کے بڑھے ہوئے ہاتھ نیچے گر گئے، بھلا وہ کیا کہتی، یہاں پر تو فیصلے بھی ہو رہے تھے اور طنز اور طعنے بھی دیئے جا رہے تھے، لیکن حمدہ کے لئے یہ سب ناقابل یقین تھا، ارمغان جتنا سوبر، خود دار اور انا والا ہے، یہ تو اس کے بالکل برعکس ہیں، لالچی، ندیدی اور مطلب پرست، یقیناً ارمغان کو یہ سن کر برا لگے گا، اس کی انا کو ٹھیس پہنچے گی۔

''میں بھی ضرور بتاؤں گی، بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔'' اپنے کمرے میں آکر حمدہ مسلسل سوچ رہی تھی، ارمغان صبح صبح کسی کام سے گھر سے نکلا تھا، اس کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر یقیناً روما اور فارا نے یہ حرکت کی ہے، وہ اپنے تئیں سوچ رہی تھی ساتھ ساتھ افسوس بھی ہو رہا تھا، اتنے خوب صورت کنگن بطور خاص اس نے اپنی پسند سے لئے تھے، ساتھ ہی قدسیہ بیگم کا یہ جملہ بھی سماعتوں میں گونج رہا تھا۔

''ارے بھئی لے لو، دو تو بہنیں ہو تم، حمدہ اور لے لے گی، اکلوتی ہے اکلوتی۔''

شام کو ارمغان آیا تو وہ چپ چپ سی تھی۔

''کیا ہوا بھائی ہماری بیگم صاحبہ کچھ اداس لگ رہی ہیں، مما کی یاد تو نہیں آرہی چلو تم کو ملوا لاتا ہوں۔'' ارمغان کی بات پر اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''نہیں تو ایسی بات نہیں، یہ گھر میرا ہے مجھے یہاں رہنے کی عادت ڈالنی چاہیے، اس طرح سے تھوڑی کام چلے گا۔'' حمدہ کی بات پر ارمغان کھل کر مسکرایا۔

''ارے واہ زبردست بات کی یار تم نے قسم سے دل خوش کر دیا میرا، کتنی سمجھدار ہو تم، آئی لو یو سو مچ ڈیئرسٹ بیگم۔'' والہانہ انداز میں آگے بڑھ کر اس کو بانہوں میں بھر لیا، وہ شرما کر رہ گئی۔

''روما اور فارا چلی گئیں؟'' خاموشی کا احساس ہوا تو ارمغان نے سوال کیا۔

''جی دوپہر میں چلی گئیں دونوں۔'' جواب دیتے ہوئے دوپہر والا واقعہ بھی یاد آ گیا۔

''اچھا رونق لگی رہتی ہے جب وہ لوگ آتی ہیں تو۔'' ارمغان کے لہجے میں بہنوں کے لئے پیار تھا۔

''جی۔'' وہ زیرلب بولی، اس کا دل چاہا کہ آج دوپہر کی بات بتا دے مگر، وہ کہہ نہ پائی، دو دن کے لئے میکے آ گئی تھی۔

اگلے دن وہ نعمانہ بیگم اور نائمہ کرید کرید کر سوالات کر رہے تھے، نندوں اور ساس کے حوالے سے اور وہ جان بوجھ کر اصل بات چھپا گئی اور سب کی تعریفیں کرتی رہی، مگر اس کا دل روما، فارا اور قدسیہ کی طرف سے برا ضرور ہو چکا تھا۔

ارمغان کو نادر صاحب نے جاب کی پیشکش کی لیکن اس نے معذرت کر لی کہ کہیں اور رکھوا دیں مگر، آپ کے پاس نہیں، اس بات کو بھی نادر صاحب اور تحقیل نے پوزیٹو میں لیا تھا، بہرحال ارمغان کی جاب بھی اچھی اور مناسب جگہ پر ہو گئی، ارمغان نے گھر میں ایک ملازمہ بھی رکھ لی تاکہ حمدہ پر کام کا برڈن زیادہ نہ پڑ جائے، قدسیہ بیگم کا رویہ یکلخت بدل چکا تھا، ان کو حمدہ کی لائی گئی ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خامی نظر آتی اور وہ لعن طعن کرتیں اور تان آ کر اس جملے پر ٹوٹتی کہ ''کھودا پہاڑ نکلا چوہا'' لیکن ارمغان کی موجودگی میں وہ کوئی ایسی بات نہ کرتیں بلکہ حمدہ کی آؤ بھگت ہی کرتیں، حمدہ نے بھی کبھی بھی ارمغان کو قدسیہ بیگم کے بارے میں کوئی بات نہیں بتائی کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں کس طرح بات بات پر اسے بھلا برا کہتی ہیں، اس کے کاموں میں عیب نکالتی ہیں، وہ نہیں چاہتی تھی کہ ارمغان خوامخواہ ماں کی طرف سے بدگمان ہو۔

شادی کو ایک ماہ گزر چکا تھا، حمدہ نے گھر کی ذمے داری سنبھال لی تھی، باقی کے کام کے لئے ماسی آتی تھی قدسیہ بیگم زیادہ تر فارغ ہی رہتیں، ایسے میں بیٹیوں سے لمبی لمبی فون کالز ان کا بہترین مشغلہ تھا، اس روز حمدہ کچن میں مصروف تھی لنچ کی تیاری کر رہی تھی تب ہی روما کی کال آ گئی تھی، قدسیہ بیگم اس سے بات کرتے ہوئے خاصی پریشان لگ رہی تھیں۔

''ہاں...... ہاں تم فکر مت کرو، کرتی ہوں کچھ، رو کر خود کو ہلکان مت کر پاگل، تیری ماں ہے ناں ابھی کیوں دل پہ لیتی ہے، میں کچھ نہ کچھ کرتی ہوں تیرے لئے۔'' قدسیہ بیگم نے فون بند کیا، وہ خاصی پریشان لگ رہی تھیں، حمدہ کی عادت ٹوہ لینے والی نہیں تھی، لیکن اس دفعہ ساس کو فکرمند دیکھ کر وہ ان کے پاس آ گئی۔

''کیا ہوا امی جی؟ سب خیریت تو ہے ناں؟ روما ٹھیک تو ہے ناں؟'' اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں خیریت تو ہے بس، بچی پریشان ہے میری، بھری پری سسرال میں تو دے کر پچھتا رہی ہوں میں، ایک تم ہو، دیکھو آگے پیچھے کوئی بھی نہیں ایک بڑھیا میں ہوں بس، نہ کسی سے جھگڑا نہ فساد اور نہ فکر، کس کس طرح سے نبھانا پڑتا ہے میری بچیوں کو سسرال والوں کو، ان کے نخرے ناز برداشت کرتے کرتے چار چار سال ہو گئے ہیں دونوں کو، ابھی بھی روما بیچاری کے سر پر اقصیٰ کی پڑھائی اور داخلے کو لے کر بوجھ ہے۔'' قدسیہ بیگم نے لمبی چوڑی بات کر کے آخری جملہ ادا کر کے ٹھنڈی سانس بھری۔

''بوجھ کیسا، میں سمجھی نہیں امی جی، اقصیٰ تو ابھی اسکول بھی نہیں جاتی، تین سال کی تو ہوئی ہے ابھی۔'' حمدہ نے حیرانی سے قدسیہ بیگم کی

طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
''ہاں ہاں یہی تو پریشانی ہے، اب اس کے جیٹھ اور نند کے بچے اچھے والے اسکول میں جاتے ہیں، دونوں کے ننھیال نے خرچے اٹھائے ہیں، چلو ماہانہ فیس تو روما کا میاں برداشت کرے گا مگر داخلے کے وقت تو پچاس سے ساٹھ ہزار کا خرچہ ہے اور ابھی شادی پر اس کا اچھا خاصا خرچہ ہو گیا پھر تمہیں بھی چین لاکٹ کا سیٹ دیا ہے بھاری، اب پیسے ختم ہو گئے۔'' قدسیہ بیگم چین لاکٹ پر زور دیتے ہوئے اصل موضوع کی طرف آرہی تھیں۔
''بھاری سیٹ۔'' حمرہ نے دل میں سوچا۔
''دھاگے جیسی باریک سی چین، وہ بھاری کہاں سے تھا۔''
''اب اسے ساٹھ ہزار کی فوری ضرورت ہے، آخر کو سسرال میں ناک بھی تو رکھنی ہے ناں، گھر کے سارے بچے مہنگے اسکول میں جائیں اور اس کی ایک بیٹی پیلے اسکول میں تو نہیں جاسکتی۔'' حمرہ کو ان کی بات پر ہنسی آ گئی۔
''میرے پاس بھی اتنے پیسے نہیں ہیں۔'' قدسیہ بیگم نے کنپٹی پر انگلی رکھ کر سوچتے ہوئے کہا۔
''تمہارے پاس ہوں تو ادھار دے دو، کمیٹی ملے گی تو وہ لوٹا دے گی پیسے۔'' اصل بات پر آ گئیں۔
''ارے امی جی میرے پاس کہاں ہوں گے۔'' حمرہ بوکھلا کر بولی، بھلا اتنے سارے پیسے کہاں تھے اس کے پاس۔
''اچھا ایک کام کرتی ہوں، ارمغان سے پوچھتی ہوں۔'' حمرہ نے کہا۔
''ارے ارے باؤلی ہو گئی ہو کیا؟ خوامخواہ بچے کو بھی پریشان کرو گی، ویسے بھی وہ کام کر کے تھک جاتا ہے، تم اپنی ماں سے لا کر دے دو۔''
قدسیہ بیگم کا اصل مدعا یہ تھا۔
''اور ہاں ارمغان سے بالکل بھی ذکر نہ کرنا، میں روما سے کہہ کر جلدی واپس کروا دوں گی، بس بچی کا کام نکل جائے۔'' قدسیہ بیگم کی بات پر حمرہ سوچ میں پڑ گئی، نادر صاحب اور نعمانہ بیگم تو دینے سے انکار نہیں کرتے مگر...... ریزن؟ عجیب سا تھا۔
''بھلا کیا ضرورت ہے اتنے مہنگے اسکول میں ایڈمیشن کروانے کی۔'' وہ الجھ گئی۔
ایک دن، دو دن اور تیسرے دن قدسیہ بیگم نے حمرہ کی اچھی خاصی کلاس لے لی۔
''ایک ذرا سا کام نہ ہوا تم سے وہاں میری بچی پریشانی میں ہلکان ہوئی جارہی ہے، داخلے کی تاریخ قریب آرہی ہے اور تم منہ میں گھنگھنی ڈال کر بیٹھی ہو، بہوئیں تو پتہ نہیں کیا کیا کرتی ہیں اور تم، ہم نے کون سا بھیک مانگی ہے، قرضہ تو مانگا ہے ناں، صاف کہہ دو کہ تم یہ کام نہیں کرنا چاہتیں۔''
''نہیں نہیں امی جی ایسی بات نہیں، ابھی مما اسلام آباد گئی ہوئی ہیں کل واپس آرہی ہیں تو جا کر لے آؤں گی۔'' حمرہ نے جلدی سے صفائی پیش کی تو قدسیہ بیگم کے چہرے کا تناؤ کچھ کم ہوا۔
دوسرے دن حمرہ نے خاموشی سے پیسے لا کر قدسیہ بیگم کے ہاتھ پر رکھ دیئے، ارمغان کو اس بات کی خبر نہ تھی، قدسیہ بیگم نے کس طرح سے وہ پیسے بھیجے اور کیسے روما تک پہنچے اس بات کی حمرہ کو بھی خبر نہ تھی، کچھ دن سکون سے گزرے قدسیہ بیگم کے جاننے والوں کے یہاں شادی تھی، حمرہ نے گرین اور میرون ہلکے کام والی ساڑھی پہنی تو ہلکے میک اپ اور نازک سی جیولری میں اچھی لگ رہی تھی، ارمغان نے دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔

''واؤ یو لوکنگ سو پریٹی اینڈ بیوٹی فل۔'' بے ساختہ تعریف کرڈالی مگر وہ ایک لمحے کے لئے رکا اور اس کے ہاتھوں کی جانب دیکھا۔

''یہ...... یہ والی چوڑیاں اتارو اور، وہ کنگن پہنو ناں جو مجھے دکھائے تھے تم نے، ساڑی کی سیم میچنگ ہوگی۔'' ارمغان کی بات پر وہ چونکی۔

''نہیں یہ چوڑیاں اچھی تو لگ رہی ہیں۔'' حمدہ نے چوڑیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''بٹ وہ زیادہ اچھے لگیں گے یار۔'' ارمغان نے کہا۔

''وہ......نہیں ہیں میرے پاس۔'' حمدہ نے کہا۔

''کیا مطلب؟ کہاں گئے وہ؟ کھو گئے یا......؟'' ارمغان نے حیرت اور کچھ غصے کے سے انداز میں پوچھا، تب حمدہ نے شادی کے چوتھے دن والی ساری بات بتائی۔

''ارمغان، مجھے اچھا نہیں لگا، ان دونوں کا اس طرح سے مذاق اڑانا اور امی بھی ان لوگوں کا ساتھ دے رہی تھیں۔'' حمدہ کے لبوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی گلہ آ گیا تھا۔

''اچھے خاصے جھمکے ہیں وہ، مما نے بطور خاص آرڈر دے کر خاصے مہنگے بنوائے تھے۔''

''ویسے ایک بات کہوں حمدہ!'' ساری باتیں سن کر ارمغان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''جی۔'' اسے لگا جیسے ارمغان اسے ڈانٹے گا کہ کیا ضرورت تھی کنگن دینے کی، یا اس کی طرف سے کچھ کہے گا، ماں اور بہنوں کی بات پر شرمندہ ہو کر اس سے سوری کرے گا، اس کے چہرے پر ندامت ہوگی، وہ قدسیہ بیگم کے باز پرس کرے گا، لیکن......لیکن......اس کی سوچوں کے قطعاً برعکس ارمغان کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا، کوئی ندامت، شرمساری کا شائبہ تک نہ تھا، اس کی آنکھوں میں بھی کسی قسم کی شرمندگی نہ تھی، حمدہ اس کی طرف ہمہ تن گوش تھی۔

''سچ پوچھو تو صرف روما، فارا اور امی کا ہی نہیں، میرا بھی دل بہت برا ہوا تھا، مجھے بھی امید نہ تھی کہ سلامی کے نام پر میرے لکھ پتی سسرال سے ایسی پھٹیچر اور تھرڈ کلاس گاڑی ملے گی۔''

ارمغان کی اس بات سے حمدہ کو بری طرح جھٹکا لگا۔

یہ...... یہ بات سن کر اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، وہ سمجھی ارمغان نے مذاق کیا ہے، اس نے بہ غور ارمغان کے حد درجہ سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھا۔

''یہ...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو ارمغان؟'' با مشکل کہہ پائی۔

''اور نہیں تو کیا یار، سچ ہی تو کہہ رہا ہوں تمہارے پاپا نے اکلوتے داماد کو Swift پکڑا دی، اپنی اور بیٹے کی گاڑی دیکھو اور داماد کی، اس سے بہتر نہ دیتے، نام بھی ہو گیا اور ہمارے حصے میں آئی Swift۔'' اس کا لہجہ مضحکہ خیز تھا۔

''یاالٰہی!'' حمدہ نے سر تھام لیا۔

یہ ارمغان کو کیا ہو گیا تھا وہ بھی ایسی باتیں کر رہا تھا، چھوٹی اور گری ہوئی باتیں جس کا تصور بھی حمدہ نہیں کر سکتی تھی۔

''ارمغان میں نے تم کو بتایا تھا کہ پاپا نے کہا تھا کہ ابھی تم کو اچھی ڈرائیونگ نہیں آتی اس لئے چھوٹی گاڑی دی ہے انشاء اللہ عنقریب اچھی گاڑی دیں گے۔''

''او کے او کے چھوڑو اس بات کو، ایک بات تھی تو کہہ دیا میں نے، مجھے نہیں چاہیے گاڑی واڑی۔'' ارمغان کا لہجہ یکدم ہی روڈ ہو چکا تھا، حمدہ کا دل برا ہو گیا، بجائے یہ کہ ارمغان کنگن کو لے کر اس سے ہمدردی کرتا الٹا اس نے اپنے دل

کی بات کہہ دی تھی، حمدہ کا دل چاہ رہا تھا کہ کپڑے بدل لے اور جانے کا ارادہ موخر کردے مگر، ایسا کرنا اسے خود بھی مناسب نہیں لگا، ہاں یہ بات حمدہ کے دل میں پھانس کی طرح ضرور اٹک گئی تھی اور اگلے ہفتے ہی ارمغان کی سالگرہ کے گفٹ کے نام سے چچماتی برانڈ نیو گاڑی کی چابی ارمغان کے ہاتھوں میں حمدہ کے میکے کی طرف سے آگئی تھی، حمدہ کو رفتہ رفتہ احساس ہورہا تھا کہ ارمغان اور اس کی فیملی ہرگز ہرگز وہ نہیں جیسے وہ دکھائی دیتے ہیں، شادی سے پہلے ہر بات پر انکار کرنے والے، اب منہ کھول کھول کر فرمائشیں بھی کرنے لگے اور اعتراضات بھی اٹھانے لگے، حمدہ میکے میں جاکر تفصیلی کوئی بات نہ کرتی کہ خواہ مخواہ ان لوگوں کے دل میں ارمغان اور اس کی والدہ کے لئے غلط بات آئے گی، وہ اپنے سسرال کا بھی بھرم رکھنا چاہتی تھی اور معاملات کو نپٹانے کے لئے جھوٹ سچ اور بہانہ بازی کرنے کا بھی فن آ گیا تھا، ان دنوں حمدہ کو احساس ہوا کہ اس کی طبیعت میں غیر معمولی تبدیلی آ رہی ہے اچانک گھبراہٹ، چکر اور کمزوری سی محسوس ہونے لگی تب ڈاکٹر نے ماں بننے کی نوید سنائی، یہ خبر سن کر ننھیال میں بھی سب بہت خوش تھے ارمغان اور قدسیہ بیگم بھی خوش تھے، حمدہ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو نغمانہ بیگم قدسیہ بیگم سے اجازت لے کر کچھ دنوں کے لئے اسے اپنے گھر لے آئیں، نغمانہ بیگم اور نائمہ نے حمدہ کا بہت بہت خیال رکھا حمدہ کے لئے بھی یہ تجربہ انوکھا تھا، تقریباً پندرہ دن کے بعد حمدہ سسرال واپس آئی تو دواؤں کے ساتھ ساتھ موسم کے پھلوں کے ٹوکرے بھی ساتھ لائی تھی، کمزوری کی وجہ سے ڈاکٹر نے جوس وغیرہ کو مستقل استعمال میں رکھنے کا کہا تھا۔

''ارمغان! میرے خیال میں ہمیں ہاسپٹل میں بے بی کے حوالے سے رجسٹریشن کروا کر کارڈ بنوالینا چاہیے بھابھی کہہ رہی تھیں جہاں تم اور امی چاہیں وہاں کروالیں۔'' شام کو ارمغان کو چائے کا کپ دیتے ہوئے حمدہ نے کہا پاس بیٹھی قدسیہ بیگم جو نماز عصر ادا کررہی تھیں مگر غالباً کان حمدہ اور ارمغان کے درمیان ہونے والی گفتگو پر لگے تھے جلدی جلدی سلام پھیر کر مخاطب ہوئیں۔

''ہم...... ہم...... کروائیں اندراج؟ تمہارے ہاں یہ رسم نہیں ہے کہ پہلی زچگی میکے والے کرتے ہیں، اخراجات اور تمام تر ضروریات میکے سے پوری ہوتی ہیں؟'' حمدہ کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔

''جی نہیں بھابھی کی ڈلیوری بھی ہمارے گھر ہی ہوئی تھی، عماد نے ایسی کوئی بات تو نہیں کی۔'' حمدہ نے جلدی سے وضاحت دی۔

''اچھا بھئی حیرت ہے کہ یہ بات انہوں نے نہیں کی، بہرحال ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ ڈلیوری سے دو ماہ پہلے لڑکی میکے چلی جاتی ہے، اس کے سارے اخراجات ڈلیوری کا خرچہ وغیرہ اور پھر سوا مہینے مکمل ہونے کے بعد بڑے تقریب کا انعقاد ہوتا ہے پھر باقاعدہ ہونے والے بچے کو جہیز کی طرح ننھیال سے سامان اور دیگر چیزیں دی جاتی ہیں، دادی کو بچے کے ماں باپ اور دیگر رشتے دار جو قریبی ہوں ان کو جوڑے بنائے جاتے ہیں، حسب توفیق تحائف سے نوازا جاتا ہے اور پھر لڑکی سسرال واپس آتی ہے، اپنی مما کو بتا دینا یہ سب۔'' قدسیہ بیگم کی لمبی چوڑی بات پر حمدہ منہ کھولے انہیں دیکھتی رہ گئی ارمغان تمام باتوں سے قطعی بے نیاز اطمینان سے چائے پیتے ہوئے موبائل پر مصروف تھا۔

''یا اللہ! سب کچھ میکے والوں نے ہی کرنا

ہے تو ددھیال کیا کرے گا؟'' حمدہ سوچتی رہ گئی عجیب وغریب اور نرالے اصول اور رسومات تھیں ساری اپنے فائدے کی صرف لینا، لینا اور لینا ہی تھا جواباً ستائشی دو جملے بھی ادا نہ کرنا شاید ان کے یہاں یہ بھی رسومات میں شامل تھا، حمدہ کو ان کی باتوں اور سوچ پر دکھ ہوتا، ارمغان بھی ان لوگوں میں شامل ہو چکا تھا، آہستہ آہستہ وہ بھی پرت در پرت کھلتا جا رہا تھا، حمدہ کو احساس ہو رہا تھا کہ ان لوگوں نے ظاہر اور باطن میں زمین آسمان کا فرق ہے، شادی سے پہلے خود دار اور سفید پوش نظر آنے والے اندر سے کتنے لالچی، مفاد پرست اور چھوٹی سوچ کے حامل تھے، نادر صاحب کو کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ حمدہ ذہنی طور پر مطمئن نہیں ہے لیکن وہ حمدہ کو خود سے کریدنا نہیں چاہتے تھے، نغمانہ بیگم کے لئے بیٹی سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا، انہوں نے حمدہ کے کہنے پر شہر کی بہترین ڈاکٹر کے یہاں حمدہ کا نام لکھوا دیا تھا اور خوشدلی سے سارے ذمے داری پوری کرنے کو تیار تھیں، ان کو تو نانی بننے کی ہی خوشی تھی ہر وقت خیر کی دعا کرتی رہتیں، نغمانہ نے کھانا پکانے کے لئے بھی ایک عورت کا انتظام کر دیا تھا قدسیہ بیگم کی اجازت سے اپنی نوکرانی کی بہن سے بات کر کے حمدہ کے گھر اسے رکھوا دیا تھا اور اس کا خرچہ بھی خود ہی دیتیں، گرمی بھی شدید تھی، عقیل نے اے سی بھی لگوا دیا تھا کہ بہن کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

☆☆☆

کچھ دن خیر سے گزرے کہ اچانک ایک دن فارا روتی پیٹتی آ گئیں۔

''ہائے ربا خیر تو ہے، کیا ہو گیا میری بچی کو؟'' قدسیہ بیگم اس کی جانب دوڑیں وہ اماں کے سینے سے لگ کر زار و قطار رونے لگی۔

''ہائے ہائے کچھ بتاؤ بھی تو شفیق میاں تو ٹھیک ہیں، کہیں لڑائی کر کے تو نہیں آ گئی کچھ بولے گی کہ نہیں۔'' قدسیہ بیگم سینے پر ہتھوڑ مار کر اسے جھنجھوڑ کر بولیں۔

''امی جی، مجھ سے بہت بڑی بھول ہو گئی، غلطی ہو گئی مجھ سے، اب......''

''ارے بھئی بتا بھی تو، کیوں میرا کلیجہ نکالے دے رہی ہے؟'' چیخ و پکار پر حمدہ ابھی ابھی کمرے میں جا کر لیٹی تھی جلدی سے صحن کی جانب بھاگی۔

''میری نند کی شادی کے لئے اماں (ساس) نے چار سونے کی چوڑیاں بنوائی تھیں، وہ میں پالش کروا کر لا رہی تھی ساتھ میں تین انگوٹھیاں بھی تھیں، وہ راستے میں مجھ سے کہیں گر گئے، آپ تو جانتی ہیں میری ساس کتنی سخت ہیں انہوں نے تو گھر سر پر اٹھا لیا شفیق نے بھی مجھے بہت باتیں سنائیں بہت برا بھلا کہا حتیٰ کہ مجھے کہہ دیا کہ کہیں سے بھی لا کر دو ورنہ گھر مت آنا امی میں تو لٹ گئی برباد ہو گئی میرا بیٹا بھی ظالموں نے رکھ لیا ہے۔'' فارا بری طرح روتے ہوئے بین کر رہی تھی۔

''ہائے میں مر گئی۔'' قدسیہ بیگم نے سینہ پیٹا۔

''امی غلطی میری ہے، اب میں کیا کروں، یہ بتاؤ؟'' فارا نے روتے ہوئے دوپٹے سے آنکھیں صاف کیں، حمدہ جلدی سے ٹھنڈے پانی کا گلاس لے آئی اور فارا کی طرف بڑھایا۔

''امی مجھے اپنی چوڑیاں دے دو، میں بعد میں بنوا دوں گی۔'' فارا نے تجویز پیش کی۔

''اے ہے پاگل ہو گئی ہے کیا؟ وہ چوڑیاں توڑ کر تو تیرا اور روما کا سیٹ بنوایا تھا اب کہاں ہے میرے پاس۔'' قدسیہ بیگم جل کر بولیں۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

"تو...... تو...... طلاق لے کر بیٹھ جاؤں، کیا؟" وہ چلائی۔

"ارے ارے اللہ نہ کرے فارا، ایسی باتیں نہیں کرتے، کچھ کرتے ہیں ہم، آرام سے پانی پی کر بیٹھو۔" حمدہ اس کی بات پر کانپ گئی تب ہی آگے بڑھ کر اس کے کاندھے سے تھام کر اس کو پلنگ پر بٹھایا۔

"بھابھی...... بھابھی تمہارے پاس تو ماشاء اللہ بارہ چوڑیاں ہیں چار مجھے دے دو، میں جلد ہی لوٹا دوں گی ابھی شادی سر پر کھڑی ہے۔" فارا نے پلٹ کر حمدہ کے ہاتھ تھام کر عاجزی سے کہا۔

"ہائیں۔" حمدہ لڑکھڑا گئی۔

"چار چوڑیاں؟ ابھی تک روما نے ساٹھ ہزار نہیں لوٹائے تھے اور نہ ہی کبھی ذکر کیا اور اب چار چوڑیاں، آسان بات نہ تھی۔"

"کیوں کیا ہوا؟ اتنا نہیں کر سکتی آپ میرے لئے، یہاں میری جان پر بنی ہے اور آپ، روما کو بھی تو دیئے تھے ناں پیسے، یہ...... یہ تو آپ کی اپنی ملکیت ہے واپس کر دوں گی میں۔" فارا نے اسے چپ دیکھ کر قدرے تیکھے لہجے میں بلیک میل کیا۔

حمدہ بیچاری عجیب وغریب سچوئیشن کا شکار تھی، بھلا یہ کون سا طریقہ ہے، یہ کون سا حل تھا؟

"فارا یہ بات نہیں۔"

"حمدہ پھر کیا بات ہے میری بہن کا گھر اجڑ رہا ہے اور تم ابھی تذبذب کا شکار ہو۔" اس کی بات درمیان سے کاٹ کر ارمغان نے کہا، وہ ابھی ابھی گھر میں داخل ہوا تھا۔

"تم...... تم آفس نہیں گئے؟" حمدہ نے حیرت سے دیکھا۔

"کیسے جاتا آفس صبح صبح فارا کا روتا بلکتا فون سن کر ایک پل چین نہ ملا، میں اسے لینے اسٹیشن گیا تھا، میری بہن کی مجبوری سمجھو ذرا۔" ارمغان نے کی بات پر حمدہ چپکی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

یعنی ارمغان کی بھی یہی مرضی تھی، وہ بھی یہی چاہتا تھا، حمدہ خاموشی سے چار چوڑیاں نکال لائی اور فارا کی طرف بڑھا دیئے۔

"اوہو شکریہ، بہت بہت شکریہ بھابھی میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی، آپ نے بہت برے وقت میں میرا ساتھ دیا ہے۔" فارا نے چوڑیاں جھپٹ کر لیتے ہوئے کہا حمدہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر ارمغان کی طرف دیکھا۔

"پریشان مت ہو، میں بنوا دوں گا بہت جلد ہی ایسی چوڑیاں، اتنا سا منہ مت نکالو اپنا۔" ارمغان نے طنزیہ انداز میں حمدہ کو طعنہ مارا، حمدہ سر جھکا کر رہ گئی، فارا شام کی گاڑی سے واپس لوٹ بھی گئی، حمدہ کو دکھ ہو رہا تھا، ایسا کب تک چلنا تھا، رفتہ رفتہ ان لوگوں کی اصلیت کھل کر سامنے آ رہی تھی، حمدہ کی ہر چیز پر دونوں بہنیں اور قدسیہ بیگم اپنا مکمل حق سمجھتی تھیں، مزے کی بات ارمغان بھی بدل چکا تھا گو کہ حمدہ سے پیار اسی طرح کرتا، خیال رکھتا مگر اس کی باتوں میں لالچ اور حرص ہوتا، پھر یوں ہوا کہ ارمغان نے چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لئے حمدہ پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ "امی کو ہاسپٹل لے جانا ہے مہینے کا آخر چل رہا ہے، میرے پاس پیسے نہیں، تم اپنی مما سے کچھ پیسے لے آؤ، یا کبھی کوئی اور خرچے کو لے کر اس کے سامنے ہائے ہائے کرتا، پریشانی کا اظہار کرتا، جھنجھلاتا، اور بالآخر پیسوں کا مطالبہ کر دیتا، اب یہ معمول بن چکا تھا چھوٹی موٹی رقوم تو نعمانہ بیگم خود ہی فراہم کر دیتیں، مگر حمدہ کو ڈر رہتا کہ اگر کبھی بھاری رقم کا مطالبہ کر دیا تو کیا کرے گی، کیونکہ آہستہ آہستہ قدسیہ بیگم ارمغان کو اکساتی

رہتیں کہ تم اکلوتے داماد ہو تمہارا حق ہے اور ارمغان سر ہلا ہلا کر ماں کی بات سنتا رہتا۔

☆☆☆

حمرہ کی ڈلیوری سے دو ماہ قبل نغمانہ بیگم اسے اپنے گھر لے آئیں، ہر دوسرے دن قدسیہ بیگم پہنچ جاتیں اور کھانا وغیرہ کھا کر واپس آ جاتیں، نغمانہ بیگم ان کی آؤ بھگت کرتیں، حمرہ کی وجہ سے ان کو سمدھن کا خیال رکھنا تھا، ساتھ ساتھ نائمہ حمرہ کا ہر طرح سے خیال رکھتی اس کو بھی دو بچے شاہان اور زویا تھے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ حمرہ کا بھی کھانے پینے اور دوا کا خیال رکھتی، ارمغان تقریباً روزانہ چکر لگا لیتا۔

دو دن بعد ہی حمرہ کی طبیعت خراب ہو گئی، اسے ہاسپٹل لے کر گئے، ارمغان اور قدسیہ بیگم بھی ہاسپٹل پہنچے اور حمرہ کو پیاری سی گڑیا جیسی بیٹی اللہ نے عطا کی نادر صاحب عقیل، نغمانہ بیگم، نائمہ قدسیہ بیگم اور ارمغان بے حد خوش تھے، نادر صاحب نے مٹھائی منگوا کر پورے ہاسپٹل میں بانٹی، اللہ نے پوتا پوتی کے بعد نواسی سے بھی نوازا تھا نغمانہ بیگم نے شکرانے کے نفل ادا کیے، کہ حمرہ اور بچی دونوں الحمدللہ صحت مند تھے۔

تین دن بعد حمرہ ہاسپٹل سے گھر آ گئی، ننھی منی شائقہ کیا آئی حمرہ کو لگا کہ زندگی میں بہار آ گئی ہو ممتا کا خوب صورت احساس کیا ہوتا ہے اس احساس سے آشنا ہونا کتنا خوش کن ہوتا ہے یہ ایک ماں اور اس کی ممتا ہی محسوس کر سکتی ہے اللہ پاک نے ماں لفظ بنایا ہی اتنا خوب صورت ہے نرم، میٹھا اور ٹھنڈا نازک احساسات سے گوندھا ہوا خوب صورت اچھوتا احساس، ماں ہے حمرہ بھی اس کیفیت سے دوچار تھی۔

نغمانہ بیگم اور نادر صاحب قدسیہ بیگم کے کہنے پر سوا مہینے کا فنکشن خوب دھوم دھام سے کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے، شائقہ کے لئے بے شمار کپڑوں کے جوڑے بستر، کاٹ، ایزی چیئر، واکر، باتھ ٹب سے لے کر اس کے لئے سونے کا سیٹ، بالیاں اور سونے کا پازیب بھی بنائے تھے، قدسیہ بیگم کے لئے سونے کی چین اور جوڑا، نندوں کے کپڑے، ارمغان کو کپڑوں کے کئی جوڑے، حمرہ کے لئے سونے کے سیٹ اور کپڑے غرض یہ کہ بے تحاشا تیاریاں کی جا رہی تھیں، ارمغان آج کل چپ چپ دکھائی دے رہا تھا، حمرہ نے کریدا بھی مگر اس نے خاطر خواہ جواب نہیں دیا بس تھکن کا کہہ دیا، شائقہ کو گود میں لے کر کھلاتا رہا حمرہ اس کے رویے سے الجھ گئی۔

سوا مہینہ مکمل ہوا اور حمرہ ڈھیر سارا سامان ایک بار پھر جہیز کی طرح سے لے کر سسرال واپس آ گئی، یہاں آ کر حمرہ کو تھوڑی سی پریشانی ہو رہی تھی کیونکہ وہاں پر شائقہ کو مما اور بھابھی سنبھال لیتے تھے، یہاں مکمل ذمے داری حمرہ پر تھی، بقول قدسیہ بیگم کے بچوں کو سنبھالنا طاقت کا کام ہوتا ہے اور اب ان کی صحت اس قابل نہیں کہ بچوں کو سنبھالیں، حمرہ خود ہی سنبھالتی، راتوں کو شائقہ روتی تو ارمغان جھنجلا کر اٹھ جاتا۔

''ارے یار، چپ کرواؤ اس کو صبح آفس بھی جانا ہوتا ہے۔'' حمرہ سنبھالتے سنبھالتے روہانسی ہو جاتی، اس طرح شائقہ دو ماہ کی ہو گئی، ننھیال والے جب آتے ڈھیر ساری چیزیں لے کر آتے۔

اس روز ارمغان آفس سے لوٹا تو بے حد پریشان تھا، کمرے میں آیا تو تھکا تھکا سا لگ رہا تھا، شائقہ سو رہی تھی، حمرہ چائے بنانے آ گئی چائے لے کر آئی تو ارمغان اس طرح کرسی پر بیٹھا تھا۔

''ارے جوتے تک نہیں اتارے، جوتے

اتار کر منہ ہاتھ دھو کر فریش تو ہو جاتے۔'' حمدہ نے اسے یونہی بیٹھا دیکھ کر کہا۔

''یہاں میرا دماغ خراب ہو رہا ہے ادھر تمہیں میری فریشنس کی پڑی ہے۔'' ارمغان نے لٹھ ماری۔

''کیوں کیا ہوا خیریت تو ہے؟'' حمدہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''گزشتہ ایک ماہ سے سولی پر لٹک رہا ہوں، تمہیں اندازہ بھی ہے؟'' ارمغان نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم نے بتایا ہوتا تو پتہ چلتا، میں تو کب سے پوچھ رہی ہوں، تم آفس کہہ کر ٹال رہے ہو، مجھے اندازہ ہے، تب ہی تو بار بار پوچھا تم سے۔'' حمدہ نے کہا۔

''مکان دار گھر خالی کرنے کو کہہ رہے ہیں دو ماہ سے ٹال رہا ہوں اب، انہوں نے الٹی میٹم دے دیا پندرہ دن کا، ہمیں گھر خالی کرنا ہوگا اور کوئی مناسب گھر نہیں مل رہا۔''

''کیا...... کیا کہہ رہے ہو یہ گھر امی جی اور تم نے تو کہا تھا کہ گھر ذاتی ہے، پھر یہ خالی کیسے کروا سکتا ہے کوئی۔'' حمدہ کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

''ہاں کہا تھا، جھوٹ کہا تھا ہم نے، یہ گھر ہمارا نہیں ہے۔'' ذرا سی ندامت، ذرا سی شرمندگی کا شائبہ تک نہ تھا، اتنا بڑا جھوٹ کھل جانے پر بھی ارمغان کا اطمینان قابل دید تھا۔

''کیوں جھوٹ کہا تھا، ہماری شادی میں اپنے گھر کی کوئی شرط تو نہیں رکھی تھی پاپا نے کہ تم نے جھوٹ کہہ دیا۔'' حمدہ کو حقیقت میں غصہ آ گیا۔

''میں سمجھا تھا کہ نادر صاحب اپنی لاڈلی اور اکلوتی بیٹی کو چھوٹا موٹا فلیٹ تو دیں گے کم از کم، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں یونہی ٹرخا دیں گے، اتنا سارا پیسہ ہے، کیا کریں گے اس کا؟''

ارمغان کی چھوٹی سوچ پر اس کا دماغ گھوم گیا تھا۔

''ارمغان میرے پاپا کے پیسے پر کیوں نظریں لگائے رکھتے ہو، پاپا کو کیا پتہ تھا کہ یہ گھر تمہارا نہیں اور ان کا پیسہ ہے جتنا دینا تھا دے چکے، تم تو بہت خوددار ہوا کرتے تھے ارمغان، پاپا کو تم پر فخر تھا، تمہاری تعریفیں کرتے رہتے تھے، تم نے شادی سے پہلے ان کے ساتھ کیسا رویہ روا رکھا، انہیں کیا پتہ تھا کہ تم؟''

''کیا مطلب؟ تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ کہ میں لالچی ہوں، نادیدہ اور حریص ہوں، یہی، مطلب ہے ناں تمہارا؟ ارے میں اپنا حق مانگتا ہوں، تم اولاد ہو ان کی، ان پر پورا پورا حق ہے تمہارا احسان نہیں کرتے اگر کچھ دیتے ہیں تو، کہاں لے کر جائیں گے اتنا پیسہ، اپنے پاپا سے کہو فوری طور پر ہمیں چھوٹا سا فلیٹ دلوا دیں۔'' وہ اپنے مطلب کی بات پر آ گیا تھا۔

''کیا...... کیا ہو گیا ہے ارمغان، تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے کہ کوئی کھلونا دلا دیں، ایسا کیسے ممکن ہے۔'' حمدہ اس بار ڈیمانڈ سن کر چکرا گئی۔

''کیوں؟ میں نے ایسا کیا کہہ دیا کہ تمہارے ہوش و حواس ہی ختم ہو گئے، ایک فلیٹ بھلا کتنی قیمتی ہو گی اور تمہارے باپ کے پاس جو پیسا دبا ہوا ہے وہ بھلا کس کے لئے ہے؟ بیٹے کا کاروبار بھی بہترین ہے، کل کلاں کو ان کو کچھ ہو بھی سکتا ہے، کیا گارنٹی ہے کہ تمہارے بھائی ان کے مرنے کے بعد تمہیں تمہارا جائز حق دیں بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں......؟''

''بس کریں ارمغان، آپ حد سے بڑھ رہے ہیں، اتنی گہرائی میں جا کر سوچنے کی کیا ضرورت ہے آپ کو اور...... انہوں نے ساری

زندگی کا ٹھیکا نہیں لے رکھا ہے، ان کا پیسہ ہے ان کی مرضی ہے آپ کون ہوتے ہیں الٹی سیدھی باتیں کرنے والے۔'' ارمغان کی زبان سے اول فول سن کر حمدہ غصے سے سرخ ہوگئی۔

''میں نے ایسا کون سا گالی دے دی ہے کسی کو، کہ تم کو اتنی مرچی لگ گئی۔'' خالص جاہل خواتین کی طرح ارمغان ہاتھ نچا کر بولا۔

''توبہ ہے ارمغان، یہ تم کو ہو کیا گیا ہے؟''

یہ رویہ اور یہ انداز حمدہ کے لئے نا قابل یقین تھا۔

''ارے کیوں زبان درازی کرتی ہو، شرم نہیں آتی، اپنے شوہر کے آگے بولتے ہوئے، یہ تمیز اور تہذیب سکھائی ہے تمہارے والدین نے، دو بدو شوہر کے ساتھ بحث کرو اس کے ساتھ بدتمیزی کرو، اگر اس نے ایک بات کہہ دی اور صحیح بات کہی ہے، تو اس میں تمہیں کیا تکلیف ہے، بتاؤ ذرا، ارمغان نے ایسی کون سی غلط بات کہہ دی؟ اکلوتی بیٹی ہو تم، ہمیں تو فلیٹ کی امید تھی کہ جہیز میں تمہارے ماں باپ فلیٹ دیں گے، اب اگر ضرورتاً کچھ مانگ لیا تو، بجائے تم اس وقت اپنے شوہر کا ساتھ دو، تم اس کے ساتھ بدتمیزی کر رہی ہو، تمہیں اس کی پریشانی کا احساس ہے کہ نہیں؟'' قدسیہ بیگم بھی درمیان میں آن ٹپکیں۔

''امی جی میں نے کب آسائشات مانگی ہیں، میں تو اس گھر میں خوش رہنا چاہتی ہوں، ارمغان چاہے جھونپڑی میں رکھیں میں رہ لوں گی، لیکن میں اور میری بچی صرف اور صرف ارمغان کی ذمے داری ہیں اور جہاں تک شادی سے پہلے کی بات ہے تو، معاف کیجئے آپ اور ارمغان میں بھی اس وقت اور اس وقت زمین آسمان کا فرق ہو چکا ہے۔'' حمدہ نے قدسیہ بیگم کی مداخلت اور تند جملوں کو سن کر خود پر قابو پاتے ہوئے ان کی جانب دیکھ کر کہا۔

''ارے بھئی لڑکیوں کا میکے پر حق ہوتا ہے، ماں باپ ساری زندگی دیتے رہتے ہیں ہم نے یہی سوچ کر تو تم سے ارمغان کی شادی کی تھی کہ ہمیں مالی سپورٹ بھی ملے گی مگر۔''

''اف۔'' حمدہ نے سر تھام لیا۔

''اور نہیں تو کیا حمدہ بیگم، تم کیا سمجھتی ہو کہ میں تمہارے عشق میں پاگل ہو گیا تھا؟ نہیں ایسا کچھ بھی نہیں تھا، میں تمہارے بارے میں سب جانتا تھا، تمہاری فیملی اور گھر، سب کچھ پتہ تھا مجھ کو، یہی سوچ کر شادی کی تھی کہ آگے کے لئے بھلا ہوگا، مگر، تمہارے باپ تو دانتوں میں دبا کر پیسہ رکھتے ہیں، کنجوس کہیں گے۔''

''یا اللہ! یہ کیا بکواس کر رہا تھا ارمغان، اتنی جلدی، اتنی جلدی صرف اور صرف دو سال کے اندر اندر پرت در پرت کھل کر اصلیت سامنے آ گئی تھی، باقاعدہ پلاننگ کے تحت شادی کی تھی، اور میں کتنی پاگل تھی۔'' چکراتے سر کو تھام کر وہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔

''ہاں کان کھول کر سن لو، یہ بات کہ آج ہی اپنے باپ کے پاس جا کر فلیٹ کے لئے بات کرو، ورنہ۔'' ارمغان دندناتا ہوا اس کے پر آ گیا، جملہ ادھورا چھوڑ کر خباثت سے اسے گھورا۔

''ورنہ...... ورنہ کیا کرو گے تم؟ ہاں کیا کرو گے؟ دھمکی دے رہے ہو مجھے؟'' اس کے انداز پر حمدہ بھی بپھر کر کھڑی ہوگئی۔

''ورنہ...... واپس لوٹ کر نہ آنا۔'' ایک ایک لفظ چبا کر بے دردی کی انتہا کو پہنچ کر فیصلہ سنا رہا تھا۔

''اتنا کٹھور، اتنا سنگدل اور اتنا ظالم۔'' حمدہ نے نفرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

''لالچی انسان، تم اتنے گرے ہوئے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

انسان ہو مجھے اندازہ نہیں تھا، میں نے تم سے سچی محبت کی تھی، بلاتفریق تمہیں چاہا تھا، مگر تم، اتنی گھٹیاں سوچ رکھتے تھے، اتنی چھوٹی ذہنیت ہے تمہاری، تم...... مجھے...... فلیٹ کے بدلے اپنے ساتھ رکھو گے؟ میری محبت کی قیمت تمہاری نظروں میں صرف ایک عدد فلیٹ ہے، تف ہے تمہاری سوچ پر میں خود بھی ایک لمحہ بھی یہاں نہیں رہ سکتی، تمہاری گندی سوچ اور لالچی ذہنیت کے ساتھ، گزارا نہیں کر سکتی میں، لعنت بھیجتی ہوں تم پر، اور اس گھر پر۔'' وہ برداشت کی حدوں کو پار کر گئی تھی۔

''بدتمیز، بدزبان، بے غیرت عورت، تو تو مجھ پر لعنت بھیجے گی، تیری یہ مجال۔'' ارمغان نے آگے بڑھ کر اس کے بال مٹھی میں جکڑ لئے۔

''اف۔'' وہ تکلیف سے بلبلا اٹھی۔

''چھوڑو مجھے، جاہل، بدتہذیب انسان۔''

وہ پوری قوت سے اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کو دھکا دے کر چلائی، قدسیہ بیگم دوبارہ اندر آ گئیں۔

''ارے چھوڑو بھی لعنت بھیج اس پر۔''

انہوں نے آگے بڑھ کر ارمغان کی گرفت سے حمدہ کو آزاد کیا حمدہ نے نفرت سے ارمغان کی طرف دیکھا ایک ہاتھ سے بال درست کیے اور بیڈ پر لیٹی ننھی شائقہ کو گود میں اٹھا کر تقریباً بھاگتی ہوئی کمرے سے اور پھر گھر سے نکلتی چلی گئی۔

''میں نے تجھے طلاق دی۔'' نکلتے نکلتے ارمغان کے منہ سے یہ مکروہ الفاظ پگھلے ہوئے سیسے کی مانند اس کے کانوں میں اترے تھے، وہ دیوانہ وار روتی ہوئی باہر کی جانب بھاگی تھی۔

☆☆☆

''کیا ہوا؟ خیریت تو ہے، ارمغان کہاں ہے؟ سب ٹھیک تو ہے ناں۔'' وہ گھر میں داخل ہوئی تو نائمہ اور نغمانہ بیگم اس کی حالت دیکھ کر مختلف سوالات کر رہی تھیں، نائمہ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے شائقہ کو لے لیا۔

''مما...... مما۔'' وہ نغمانہ کی بانہوں میں بکھر گئی۔

''اف خدایا، سب کیا ہو گیا؟''

''یہ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے اس نے کیا سمجھا ہے، ہم مر گئے کیا، تم لاوارث ہو کیا؟ دماغ درست کر کے رکھتا ہوں اس خبیث انسان کا، کیا سمجھ کر اس نے اتنی گھٹیا حرکت کی، ارے مرد کا بچہ بن کر بات کرتا ناں، ہم اپنی بہن پر سے صدقہ کر کے اس کے منہ پر لاکھوں روپے مار دیتے مگر، اس نے اتنی اوچھی حرکت کر کے، ہمیں نہ صرف بے عزت کیا ہے بلکہ، میری بہن کی عزت نفس بھی مجروع کی ہے، میں اسے شوٹ کر دوں گا، بے غیرت، کمینے انسان کو جان سے مار دوں گا۔'' عقیل غصے سے آپے سے باہر ہو رہا تھا۔

''عقیل بیٹا جوش سے نہیں ہوش سے کام لو وہ ذلیل انسان نے بات کرنے کے لئے موقع چھوڑا ہی کب ہے، وہ لالچی اور مفاد پرست انسان تھا، اس بات کا اندازہ مجھے شادی کے کچھ عرصے بعد ہی ہو چکا تھا، لیکن میں خاموش رہا اور ہر ممکن جو کر سکتا تھا، بیٹی کی صورت ہے کیا اب، اس پر مٹی ڈال دو اور اپنی بہن اور بھانجی کو دیکھو، جواب تمہاری ذمہ داری ہیں۔'' نادر صاحب جو کہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے تھے، لیکن موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے عقیل کو سنبھالا وہ جوان خون تھا کچھ بھی کر سکتا تھا، حمدہ کی حالت کافی خراب تھی چار دن تک وہ موت اور زندگی کی کشمکش میں رہی ایسے ہی نائمہ نے شائقہ کا مکمل خیال رکھا چار دن بعد حمدہ کو ہوش آیا، آس پاس والدین بھائی بھاوج اور شائقہ کو دیکھا، غم ایک

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بار پھر تازہ ہو چکا تھا، عقیل خاموش تو بیٹھا نہیں تھا، لیکن ارمغان اسے مل نہیں رہا تھا، حمدہ ہاسپٹل سے گھر آ گئی تھی، اس کا طلاق نامہ بھی آ گیا تھا، حمدہ کی حالت بالکل ابنارمل جیسی ہو گئی تھی، نہ کھانے پینے کا ہوش ہوتا نہ ہی شائقہ کی خبر ہوتی، نائمہ اور نغمانہ بیگم اسے دیکھ دیکھ کر روتی رہتیں، پھولوں جیسی نازوں پلی حمدہ کی حالت قابل رحم ہو چکی تھی، نادر صاحب اسے اچھے سے اچھے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے مگر سب کہتے وقت کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہو جائے گی، وقت گزرتا رہا شائقہ مسلسل نائمہ کے بچوں اور نائمہ کے ساتھ ہی رہتی ان بچوں کی دیکھا دیکھی اب توتلی زبان میں نائمہ کو ماما بھی کہنے لگی، نغمانہ بیگم نے اسے ٹوکا کہ ماما نہیں مامی کہو مگر نائمہ نے چپ کروا دیا۔

ڈاکٹرز کی رائے کے مطابق حمدہ کا ماحول چینج کرنا ہوگا، وقت کے ساتھ ساتھ اچھے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، نادر صاحب اور عقیل نے یہ گھر فروخت کر کے اس شہر میں دوسرے جگہ گھر خریدنے کا ارادہ کر لیا ان لوگوں کا مشترکہ ارادہ تھا کہ کوشش کر کے حمدہ کی شادی کر دی جائے تاکہ وہ کچھ تبدیل ہو سکے۔

وہ لوگ نئی سوسائٹی میں شفٹ ہو چکے تھے حمدہ کی طلاق کو دو سال سے زیادہ ہو چکے تھے رفتہ رفتہ وہ پھر سے زندگی کی طرف آنے لگی تھی، شائقہ اور عقیل کے بچوں کے ساتھ مل کر کھیلنا، گھر کے چھوٹے موٹے کام کرنا اور پھر سے گھر والوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا، باتیں کرنا اور گھریلو امور میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی، پوزیٹیو تبدیلی سے گھر والے بھی کچھ مطمئن تھے، حمدہ بہ ظاہر پچھلی زندگی اور ارمغان کو بھول چکی تھی۔

☆☆☆

دھیرے دھیرے شام اپنے پر پھیلا رہی تھی، حسب معمول لان میں حمدہ شاہان، زویا اور ننھی شائقہ کے ساتھ کھیل رہی تھی، نادر صاحب آفس سے آئے تو ان کے ہاتھ میں شادی کارڈ تھا، ان کے دوست کے بیٹے کی شادی تھی اور انہوں نے بطور خاص نادر صاحب کی فیملی کو انوائٹ کیا تھا، نادر صاحب نے بھی کہہ دیا تھا کہ ضرور چلنا ہے۔

''مما، پاپا آپ لوگ چلے جائیں، میرا دل نہیں کر رہا۔'' حمدہ چائے پینے آئی تو ماں باپ کی گفتگو سن کر منع کر دیا۔

''ارے بھئی کون سا ابھی جانا ہے ایک ہفتہ پڑا ہے شادی میں، اس نے بیٹی کی شادی پر بھی ہمیں بلوایا تھا مگر میں نہیں جا سکا تھا، اس لئے اس بار ہم سب ضرور جائیں گے۔'' نادر صاحب نے نرمی سے کہا تو نائمہ کے ساتھ ساتھ حمدہ بھی سر ہلا کر رہ گئی۔

باقر صاحب کے بیٹے کے ولیمے کا فنکشن بہترین رہا شہر کے خوب صورت بینکویٹ میں اعلیٰ ترین انتظام تھا، کافی عرصے بعد حمدہ نے کوئی شادی کی تقریب اٹینڈ کی تھی، نائمہ کی زبردستی پر اس نے ہلکے کام والا فیروزی ٹراوزر سوٹ پہنا تھا ہلکے میک اپ اور میچنگ نازک جیولری میں وہ بہت اچھی لگ رہی تھی، نغمانہ بیگم کے پہلو میں بیٹھی وہ سوفٹ ڈرنک کے ہلکے ہلکے سپ لیتی ہوئی آس پاس کا جائزہ لے رہی تھی، دلہا دلہن بہت خوبصورت تھے، کیمروں کی چھکا چھک روشنی، رنگ و خوشبو کا سیلاب امڈ آیا تھا، باقر صاحب کی وائف بطور خاص ملنے آئیں اور بہ صد اصرار مووی بھی بنائی، یہ سب کرتے ہوئے حمدہ مسلسل دو گہری نظروں کی زد میں تھی۔

''زافر السام۔'' اپنی فیملی کے ساتھ سیکنڈ رو میں بیٹھا تھا، گزشتہ ایک گھنٹے سے وہ مسلسل

فیروزی کپڑوں میں ملبوس نازک پری پیکر لڑکی کو واچ کر رہا تھا، اس کا مسکرانا، ڈرنک کے سیپ لینا، آہستہ آہستہ باتیں کرنا، ایک ایک حرکت کا بہ غور جائزہ لیتا وہ اردگرد سے بے نیاز تھا، اس کی نظروں کے تعاقب میں پاس بیٹھی والدہ نے نظر اٹھا کر دیکھنا ضروری سمجھا تھا، ان کو بھی فیروزی کپڑوں والی معصوم سی لڑکی بہت اچھی لگی تھی، وہ زیرلب مسکرا دیں۔

''بنہ سوچا جا سکتا ہے؟'' انہوں نے کنکھار کر پہلے زافر کو دیکھا اور پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی جی۔'' زافر بوکھلا کر سیدھا ہو کر بیٹھا تو وہ کھل کر ہنس دیں، زافر بری طرح جھینپ گیا، وہ کوئی عام سا چھچھورا اور دل پھینک قسم کا لڑکا نہیں تھا بلکہ نہایت سنجیدہ سوبر اور پڑھا لکھا ڈیسنٹ سا لڑکا تھا، جو مالی لحاظ سے بھی مستحکم تھا غیر ملکی کمپنی میں بہترین جاب تھی جو اپنے والدین ایک عدد چھوٹے بھائی اسد ایک عدد بہن کے ساتھ پوش ایریا میں رہائش پذیر تھا اور آج کل اس کی والدہ ربیعہ بیگم زور و شور سے اس کے لئے لڑکی تلاش کر رہی تھیں، ہر شادی اور دیگر تقریبات میں وہ خاص طور پر زافر کو لے جاتیں تاکہ ان کی تلاش مکمل ہو سکے اور آج، حمدہ کو دیکھ کر بیک وقت ماں بیٹا دونوں کو لگا جیسے ان کی تلاش یہاں پر آ کر ختم ہو گئی، نائمہ، نغمانہ بیگم، عقیل اور نادر صاحب کو دیکھ کر بھی وہ لوگ مطمئن سے تھے کیونکہ نہ صرف حمدہ بلکہ ساری فیملی ہی سوبر اور اچھی لگ رہی تھی، ربیعہ بیگم کے یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور باقر صاحب کی مسز سے حمدہ کی فیملی کے بارے میں چیدہ چیدہ باتیں معلوم کر لیں اور ساتھ ہی نغمانہ بیگم کا سیل نمبر بھی مانگ لیا، باقر صاحب کی بیگم نے نادر صاحب کا نمبر انہیں دے دیا۔

دو دن بعد ربیعہ بیگم کی کال آ گئی انہوں نے اپنا تعارف کروا کر نغمانہ بیگم سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تب نادر صاحب نے سیل بیوی کی جانب بڑھا دیا۔

''وعلیکم السلام جی جی اچھا...... ٹھیک ہے، میں اپنے شوہر سے بات کر کے آپ کو بتاتی ہوں، انشاء اللہ جی ضرور۔'' ان کی بے ربط سی باتوں کو نادر صاحب سمجھ نہ پائے، کال بند کر کے انہوں نے نادر صاحب کو بتایا کہ باقر صاحب کے پڑوسی تھے وہ ان کو اپنی حمدہ اچھی لگی ہے اور وہ اپنے بیٹے کے لئے حمدہ کا رشتہ مانگنے ہمارے گھر آنا چاہ رہی ہیں۔

''اوہ اچھا۔'' نادر صاحب سر ہلا کر رہ گئے۔

''مگر مجھے یقین ہے حمدہ نہیں مانے گی۔'' نغمانہ بیگم نے یقین سے کہا۔

''ہاں امید تو مجھے بھی نہیں، مگر کوشش کر لینے میں حرج نہیں، ان لوگوں کو بلوا لو مگر، حمدہ کو بھی پتہ نہ چلے کہ وہ کس مقصد کے لئے آئے ہیں۔'' نادر صاحب نے مشورہ دیا۔

''ٹھیک ہے میں سنڈے کو بلوا لیتی ہوں۔'' نغمانہ بیگم نے شوہر کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا، نائمہ کو پتہ چلا تو اس نے بھی نادر صاحب کی بات سے اتفاق کیا، اتوار کو ربیعہ بیگم اپنی بیٹی کے ساتھ آئیں نغمانہ بیگم نے آؤ بھگت کی، حمدہ بھی آئی اور نارمل سلام دعا اور بات چیت کی سیرکا کو بھی حمدہ اچھی لگی تھی، زویا، شاہان اور شائقہ بھی آ گئے۔

''ماما، ماما۔'' تینوں اسے ماما کہہ رہے تھے۔

''ماشاء اللہ آپ کی پوتیاں اور پوتا بہت پیارے ہیں۔'' ربیعہ بیگم نے بچوں کو دیکھ کر تعریف کی۔

''تینوں بچے۔'' حمدہ نے حیرت سے دیکھا

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی نغمانہ بیگم جلدی سے بولیں۔

''جی جی ماشاء اللہ رونق لگی رہتی ہے ان بچوں سے دادی کی جان ہیں تینوں بچے۔'' حمدہ ماں کی بات پر مسکرا کر رہ گئی، وہ شائقہ کو نائمہ کی بیٹی ہی کہتی تھیں، وہ لگتی بھی اس کی بیٹی تھی، شاہان اور زویا کی طرح حمدہ کو لالا کہتی تھی، کچھ دیر بعد ربیعہ بیگم چلی گئیں۔

''مما! شائقہ آپ کی نواسی ہے۔'' ان کے جانے کے بعد حمدہ نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''ویسے یہ خاتون تھیں کون پہلی بار آئی ہیں ہمارے یہاں۔''

''ہاں حمدہ یہاں آ کر بیٹھو تم سے ایک بات کرنی ہے۔'' نغمانہ بیگم نے حمدہ کو اپنے قریب بلایا تو وہ پاس آ بیٹھی۔

''حمدہ، بالکل خاموشی سے اور ٹھنڈے دل سے پہلے میری بات سن لو بعد میں کچھ کہنا، فوراً غصہ مت کرنے بیٹھ جانا۔'' نغمانہ بیگم کی بات پر حمدہ نے سنجیدہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

''جی مما بولیں۔''

''ربیعہ بیگم اپنے بیٹے کا رشتہ تمہارے لئے لائی ہیں، باقر صاحب بھی کہہ رہے تھے بہت اچھے لوگ ہیں، ربیعہ بیگم اور ان کا بیٹا زافر بذات خود تم کو پہلے بھی دیکھ چکا ہے اور وہ لوگ دل سے یہ رشتہ کرنا چاہتے ہیں، میرا تمہارے پاپا اور عقیل کا بھی یہی خیال ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔''

''نہیں مما، قطعی نہیں، یہ یہ ناممکن ہے، ایسا نہیں ہوسکتا، میں اب شادی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی، دو سال سے کم عرصے میں، اتنا کچھ دیکھ لیا کہ اب مزید اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی میں۔''

''حمدہ بیٹی! عورت کو پتہ نہیں کیا کیا بھگتنا پڑتا ہے، زندگی میں کیسے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ظالم اور جابر شوہروں کے ساتھ زندگی گزارنا، شکی مزاج شوہروں کے ساتھ نبھا کرنا، جواری، شرابی اور دوسری لت میں پڑے شوہروں کے ساتھ زندگی گزارتے گزارتے کانٹوں پر چلتے چلتے وہ ساری زندگی گزار دیتی ہیں، نہ میکے کی سپورٹ ہوتی ہے نہ ان کے پاس دوسرا راستہ ہوتا ہے، تمہارے ساتھ الحمدللہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے، گو کہ نائمہ بہت اچھی ہے عقیل بھی تم پر جان دیتا ہے مگر، اس طرح کب تک رہو گی بیٹا۔'' نغمانہ بیگم کی آواز رندھ گئی۔

''اوہو، اب سمجھ آئی، آپ نے ان کے سامنے شائقہ کو پوتی کیوں کہا؟'' حمدہ ایک لمحے کے لئے رکی اور کچھ سوچ کر بولی، نغمانہ بیگم جز بز ہوگئیں۔

''ہاں بیٹی! جانتی ہوں تم ماں ہو اور ماں کے لئے یہ بہت مشکل ترین عمل ہے مگر، میں میں بھی تو ایک ماں ہوں بیمار اور بوڑھی ماں۔'' نغمانہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔

''آئی ایم سوری مما! آپ کی ساری باتیں اپنی جگہ مگر، یہ میرے لئے ناممکن ہے جتنی آسانی سے آپ یہ بات کہہ رہی ہیں، آپ کے خیال میں اتنی ہی آسانی سے میں آپ کی بات مان لوں گی؟'' حمدہ کا لہجہ اس بار تھوڑا سخت اور کھردرا تھا۔

''حمدہ! اس سے پہلے بھی ایک دو بار مجھے تمہارے رشتے کے حوالے سے لوگوں نے بات کی مگر، میں ٹالتی گئی مگر اب، زافر اور اس کی فیملی بہت معقول لوگ ہیں، ایک بار فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سے سوچ لو اور اس بار فیصلہ دل سے نہیں دماغ سے کرنا دل کے فیصلے جذباتی اور جلد بازی میں کیے جاتے ہیں، جلد بازی میں کیے

گئے فیصلے بعض اوقات پچھتاوؤں کا سبب بن جاتے ہیں، دماغ سے کیے گئے فیصلے سوچ بچار کے ساتھ مستقبل کے اندیشوں کو مدنظر رکھ کر کیے جاتے ہیں اس بار فیصلہ دماغ سے کرنا میری بچی، جذبات سے ہٹ کر اور یہ سوچ لینا کہ میں اور تمہارے پاپا ساری زندگی تمہارے ساتھ نہیں وہیں گے ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے بعد تمہارے ساتھ کچھ بھی غلط ہو۔"

"مما پلیز ایسی باتیں نہ کریں، اللہ پاک آپ لوگوں کو سلامت رکھے، لیکن...... لیکن یہ میں نہیں کر سکتی پلیز۔" حمدہ نے نغمانہ بیگم کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے انکساری سے کہا۔

نغمانہ بیگم اس کے سرد ہاتھ تھام کر اسے تاسف سے دیکھتی رہ گئی، ان کو اپنی بیٹی حد درجہ پیاری تھی فی الحال نغمانہ بیگم خاموش ہو گئیں، نادر صاحب اور عقیل نے بھی اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا، نائمہ نے بھی اپنے طور سے سمجھانے کی کوشش کی مگر، حمدہ نہ مانی، زندگی اپنی رفتار پر چل پڑی ہفتہ بھر انتظار کر کے ربیعہ بیگم نے کال کی لیکن نغمانہ بیگم نے فی الحال ان کو ٹال دیا ادھر باقر صاحب کی مسز نے بھی دو بار کال کر لی تھی کہ اچھے لوگ ہیں آپ لوگ دیر نہ کریں، ادھر حمدہ کی ناں ہاں میں نہ بدلی۔

☆☆☆

رمضان المبارک کا مہینہ بھی شروع ہو چکا تھا، برکتوں، رحمتوں اور مغفرت والا مہینہ، جس کے انتظار میں پورا سال انتظار کیا جاتا ہے نادر صاحب کی فیملی بھی اس ماہ کی برکتوں سے پوری طرح فیض یاب ہو رہی تھی، ابھی رمضان المبارک کا دوسرا روزہ تھا حسب معمول سحری میں نائمہ اور حمدہ جاگے اور سب کو باری باری اٹھایا، نادر صاحب نے اٹھتے اٹھتے نغمانہ بیگم کو آواز دی

مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، ایسا کبھی نہ ہوا تھا، وہ تو ایک آواز میں اٹھ کر بیٹھ جاتی تھیں، نادر صاحب نے قدرے زور سے آواز دے کر ان کو جگانے کے لئے ہاتھ لگایا، ان کا سارا جسم پسینے سے شرابور تھا، وہ بے ہوش تھیں، نادر صاحب نے چلا کر عقیل کو آواز دی، عقیل کے ساتھ ساتھ نائمہ اور حمدہ بھی بھاگ کر ان کے روم میں آئے۔

"مما مما!" حمدہ ان کی حالت دیکھ کر رونے لگی، عقیل حواس باختہ ہو کر باہر بھاگا، گاڑی نکالی اور ان کو ہاسپٹل لے کر بھاگے، ایمرجنسی میں ان کو لے جایا گیا، باہر کوریڈور میں نادر صاحب، عقیل اور حمدہ پریشان کھڑے تھے، حمدہ مسلسل رو رہی تھی، نائمہ بچوں کے ساتھ گھر پر تھی، ڈاکٹرز نے ہارٹ اٹیک بتایا تھا، وہ بھی شدید قسم کا ساتھ ہی نغمانہ بیگم کو کسی بھی خوشی اور غم سے فوری طور پر آگاہ نہ کرنے کی ہدایت کی تھی، کہ ان پر کوئی بھی شاکنگ نیوز غلط اثر ڈال سکتی تھی، سارا دن وہ ہاسپٹل میں رہیں، شام تک ڈاکٹرز نے نغمانہ بیگم کی طبیعت کو بہتر سمجھ کر ڈھیر ساری ہدایات کے ساتھ گھر جانے کی اجازت دی، حمدہ اچھی طرح جانتی تھی نغمانہ بیگم حمدہ کو لے کر کتنی فکر مند رہتی ہیں اور زافر کے پرپوزل پر حمدہ کا صاف انکار اور خاموشی نے ان کو ہرٹ کیا تھا، حمدہ اس رات عشاء کی نماز کے بعد اپنے کمرے میں خوب روئی تھی، اسے نغمانہ بیگم کی زندگی بے حد عزیز تھی، وہ کسی صورت ان کو کھونا نہیں چاہتی تھی، دوسری جانب خدشات، واہمے اور سب سے بڑی بات شائقہ نے نئے رشتے کو لے کر وہ بہت پریشان تھی، گو کہ شائقہ حمدہ سے ملی ہوئی نہیں تھی حمدہ کی طلاق کے بعد لگاتار بیماری نے شائقہ کو قدرتی ضور پر اس سے دور کر دیا تھا، مگر تھی تو اس کی اولاد اتنی آسانی سے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

دستبردار ہونا آسان نہ تھا، لیکن غضب تو یہ تھا کہ نغمانہ بیگم نے ربیعہ بیگم سے یہ ذکر بھی نہیں کیا تھا کہ شائقہ حمدہ کی بیٹی ہے، اس کی پہلے شادی ہو چکی تھی، ان باتوں سے زافر کی فیملی لاعلم تھی یہ بات تو باقر صاحب کو بھی معلوم نہ تھی، حمدہ کا خیال تھا کہ مما کو جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھا مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا، ادھر نغمانہ بیگم کی طبیعت میں کوئی خاطر خواہ بہتری دکھائی نہیں دے رہی تھی نائمہ کے سمجھانے اور عقیل کے سمجھانے پر حمدہ جو کہ بالکل بھی راضی نہ تھی ماں کی حالت دیکھتے ہوئے اس نے یہ کڑوا گھونٹ پینے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن اسے یہ بات بری طرح کھل رہی تھی کہ شائقہ کے حوالے سے مما نے جھوٹ کیوں کہا اگر کسی نے اس کے ساتھ رشتہ جوڑنا ہے تو جیسی ہوں اس طرح جوڑے مگر نغمانہ بیگم کا پتہ نہیں کیا نظریہ تھا کہ وہ سختی سے اس بات کے خلاف تھیں، بہر حال حمدہ نے دل پر پتھر رکھ کر یہ فیصلہ کر لیا، ادھر حمدہ نے حامی بھری ادھر نغمانہ بیگم کی طبیعت میں واضح تبدیلی آ گئی، انہوں نے حمدہ کو گلے سے لگا کر ڈھیر ساری دعائیں دے ڈالیں ان کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

☆☆☆

ربیعہ بیگم کو کال کر کے نغمانہ بیگم نے ان کے گھر جانے کی خواہش کا اظہار کیا تا کہ بات بڑھائی جا سکے، ربیعہ بیگم بہت خوش ہوئیں، ان کے بیٹے نے پہلی نظر میں کسی لڑکی کو پسند کیا تھا اور اب وہ اس کی ہونے جا رہی تھی، ربیعہ بیگم کا گھر بہت اچھا تھا، ویل سیٹل اور پڑھے لکھے لوگ تھے، مختصر فیملی اور سلجھے ہوئے لوگ اور پھر باقر صاحب کی مکمل سپورٹ کے بعد ابتدائی مراحل طے پا گئے، حمدہ نے زافر کو دیکھا سنجیدہ سا نوجوان اسے اچھا لگا تھا، زندگی ایک نئے سفر پر چل پڑی تھی، گو کہ حمدہ کے لئے مشکل ترین عمل تھا مگر اس نے خود میں ہمت جمع کر لی تھی، اسے فیملی کی خوشیاں عزیز تھیں، مگر دل میں ایک خلش ضرور تھی، زافر سے ملتی یا بات کرتی تو دل چاہتا کہ اپنے ماضی کے بارے میں صاف صاف بتا دے وہ اچھا سلجھا ہوا لڑکا ہے ضرور سمجھداری سے کام لے گا مگر، پھر کچھ سوچ کر وہ اپنا ارادہ بدل لیتی، اسے زافر سے لگاؤ ہو چکا تھا دھیمے انداز میں بات کرنے والا زافر اسے دل سے اچھا لگنے لگا تھا۔

ربیعہ بیگم کی طرف سے چھوٹی سی رسم کرنے پر زور دیا جا رہا تھا اور رمضان المبارک کے آخری عشرے میں یہ رسم طے کی گئی، نغمانہ بیگم حمدہ کے رویئے پر خاصی مطمئن تھیں وہ بالکل نارمل نظر آ رہی تھیں ان لوگوں کی ہر بات مانتی نہ کوئی ضد نہ بحث، یہی مثبت رویہ سب کے لئے اطمینان کا باعث تھا مگر حمدہ اندر سے بہت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی تھی اسے رہ رہ کر شائقہ پر ترس آ رہا تھا، شائقہ اس کی اولاد تھی نو ماہ جیسے اپنی کوکھ میں رکھا، تکلیفیں سہیں، اذیت اور کرب کے مراحل سے گزر کر شائقہ کو جنم دیا، وہ بچی وہ جو باپ کا پیار بھی نہ پا سکی، جس نے بات کرنا ننھیال میں سیکھا، آس پاس [illegible] سوں، نانا نانی کو دیکھا،

☆☆

آج...... آج ربیعہ بیگم زافر کے نام کی انگوٹھی پہنانے آ رہی تھیں اور اور حمدہ کے ضبط جواب دینے لگے، اس کا حوصلہ پست ہو رہا تھا، سارا دن اس نے خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی کتنی بار دل چاہا کہ نغمانہ بیگم اور نائمہ سے صاف کہہ دے کہ زافر کی فیملی کو سب کچھ سچ بتا دیں، میں شائقہ کو اس طرح نہیں چھوڑ سکتی، مگر ہر بار اس کے بڑھتے قدم رک جائے اور زبان پر آتے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

آتے الفاظ دم توڑ دیتے، وہ ضبط کی انتہا پر تھی اور آخر کار خود سے لڑتے لڑتے ممتا کے آگے وہ ہار گئی، وہ کسی نئے رشتے کو جھوٹ پر قائم کرنے کو تیار نہ ہو پائی اور عین رسم کی ادائیگی کے وقت اس نے زہریلے الفاظ کی مانند سچ اگل دیا، تلخ اور تکلیف دے سچائی، یقیناً یہ بات ربیعہ بیگم اور زافر کے لئے شاکڈ تھی، وہ حیرتوں کی زد میں تھے، برا بھلا کہنا اور لعن طعن کرنے کا معقول جواز تھا ان لوگوں کے پاس، حمرہ کو لگا تھا اس کے سینے پر سے بھاری بوجھ اتر گیا ہو، وہ اپنے طور پر کسی قسم کے پچھتاوے کا شکار نہ تھی۔

گھر والے باقاعدہ ناراضگی کا اظہار کر رہے تھے، ایک جانب ان سب کی بے عزتی تھی تو دوسری جانب حمرہ کے لئے آنے والا خاصا معقول رشتہ بھی ہاتھ سے نکل گیا تھا، اس طرح تین دن گزر گئے زافر کی جانب سے مکمل خاموشی تھی، حمرہ ناامید ہو چکی تھی، انتیسواں روزہ تھا، آج متوقع چاند رات تھی، نائمہ نے تیاریاں تو پہلے سے کر رکھی تھیں، بچوں کو بھی ساری تیاری مکمل تھی افطار کے بعد نائمہ نغمانہ بیگم نماز پڑھنے لگیں، نادر صاحب اور عقیل نماز کے لئے جا چکے تھے، حمرہ نے ایک کھجور کھا کے جوس پیا اور جائے نماز لئے چھت پر آ گئی، نماز سے فارغ ہو کر جائے نماز اٹھائی آس پاس کے چھتوں پر چڑھے لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے حمرہ نے جائے نماز پاس پڑی کرسی پر رکھی اور آسمان کی جانب نظر اٹھائی، عین سامنے بادلوں کی اوٹ سے جھانکتا باریک سا چاند نظر آ رہا تھا، چاند دیکھ کر بے اختیار آنکھوں میں آنسو آ گئے، کچھ کھو دینے کا دکھ، کوئی خلش ضرور تھی جو اس کو بے چین کیے دے رہی تھی۔

آنکھیں موندیں ہاتھ بلند کیے ڈھیر ساری دعائیں مانگ ڈالیں اپنے لئے، اپنی فیملی کے لئے شائقہ کے لئے سکون کی قرار اور اطمینان کی، اس بات سے قطعی بے خبر تھی کہ آج بھی وہ کسی کی نگاہوں کی زد میں تھی، زرد کاٹن کے عام سے سوٹ میں سفید ململ کا دوپٹہ لیئے اس کا معصوم چہرہ سورج مکھی کے پھول جیسا لگ رہا تھا، کملایا ہوا، اداس اور پژمردہ۔

دکھی لرزتی پلکوں پر چمکتے آنسوؤں نے اس کے سوگوار حسن کو مزید حسین بنا ڈالا، زافر کا دل چاہا آگے بڑھ کر اس کی پلکوں سے چھلکتے موتیوں کو اپنی انگلیوں کے پوروں میں جذب کر لے، اس کے دوپٹے کے ہالے میں سوگوار چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر اس کے کانوں میں رس گھول دے، وہ دو قدم آگے بڑھا، ہلکی سی آہٹ پر حمرہ نے آنکھیں کھولیں، عین سامنے بالکل سامنے زافر کھڑا تھا، آنکھوں میں چاہت کے دیپ جلائے، چہرے پر میٹھی مسکان سجائے، حمرہ نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا، آنکھیں پٹپٹا کر خود کو یقین دلانے کی کوشش کی، حیرت اور غیر یقینی انداز میں وہ دو قدم آگے بڑھی۔

"ز......زافر؟" بہ مشکل لبوں سے نکلا۔

"جی جناب زافر ابسام بذات خود موجود ہیں آپ کے سامنے۔" زافر مسکراتا ہوا آگے بڑھا، حمرہ کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا، بدحواسی میں وہ لڑکھڑا گئی، قبل اس کے کہ وہ دیوار تھامتی زافر نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے بانہوں میں تھام لیا۔

"آئی ایم سوسوری ڈیئر، ہم نے آنے میں دیر کر دی مگر، سچوئیشن ہی کچھ ایسی ہو گئی تھی، خیر مجھے تو کوئی پرابلم نہیں تھی مجھے تم عزیز ہو اور شائقہ تمہاری بیٹی ہے مجھے کوئی ایشو نہیں ہے مگر مما کو

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

سمجھانا اور منانا بہت بہت مشکل تھا، ان کا کہنا تھا کہ حقیقت چھپائی کیوں ان کی بات بھی درست تھی مگر، باقر انکل سے بھی بات ہوئی باقر انکل کو بھی شاید تمہاری شادی کا علم نہیں تھا مگر انہوں نے بھی مما کو سمجھایا کہ شاید وہ لوگ ڈر گئے ہوں، وہ تم لوگوں کی بہت تعریف کر رہے تھے، بالآخر امی مان گئیں، اب سارے گلے شکوے اور شکایات ختم کر کے مما لوگ آئے ہیں نیچے سب تمہارے منتظر ہیں، جب مما مان گئیں تو میں نے بھی موقع غنیمت جانا اور کہہ دیا کہ اب رسم وسم نہیں نکاح ہوگا، نیچے سب لوگ ہمارا ویٹ کر رہے ہیں حمدہ، کل ہمارا نکاح ہوگا انشاء اللہ۔''

''ہائیں۔'' حمدہ نے جو حیرت اور خوشی سے سب کچھ سن رہی تھی آخری جملے پر حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

''ہاں تو اور کیا، بس بہت ہوگیا، جو ہونا تھا ہو چکا اب آگے انشاء اللہ سب اچھا اچھا ہوگا۔'' زافر نے اس کے نرم ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیتے ہوئے جذب سے کہا۔

''ارے بھئی دلہا دلہن نیچے آ بھی جاؤ سب لوگ مٹھائی لئے منتظر بیٹھے ہیں۔'' نائمہ کی تیز آواز پر دونوں چونکے۔

''چلیں دلہن صاحبہ۔'' زافر نے اشارے سے راستہ بناتے ہوئے شوخی سے کہا، حمدہ نے بھی ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی شرما کر قدم آگے بڑھائے۔

''ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔'' دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے تو ربیعہ بیگم نے آگے بڑھ کر حمدہ کو گلے سے لگا لیا، ڈرائنگ روم میں سب لوگ جمع تھے۔

''حمدہ ادھر آؤ بیٹی یہاں بیٹھو۔'' ربیعہ بیگم نے حمدہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر میں صوفے پر بٹھا لیا۔

''بھئی سارے شکوے ختم اب پچھلی باتوں کو بھلا کر آگے ہم سب نے مل کر خوشیوں کے ساتھ رشتے بنائے ہیں حمدہ بیٹی، تمہارے والدین سے ساری باتیں طے ہو چکیں ہیں، انشاء اللہ کل تمہارا اور زافر کا نکاح ہو جائے گا اور آج کی چاند رات کو یادگار بنانے اور تلخیوں کو ختم کر کے ہم سب چاہتے ہیں کہ بہت ساری خوشیاں منائیں۔'' ربیعہ بیگم نے خوب صورت نازک کام والی دھانی چنری حمدہ کے سر پر ڈالتے ہوئے کہا اور مٹھائی کھلا کر حمدہ کا ماتھا چوم لیا۔

''مبارک ہو جاناں، میرے نام کی چنری اوڑھ کر تم میری اپنی اپنی سی لگ رہی ہو۔'' زافر کانوں میں گنگنایا تو حمدہ شرم سے سرخ ہوگئی۔

سب لوگ ایک دوسرے سے گلے مل کر مبارکباد دے رہے تھے مٹھائی کھلا رہے تھے اور حمدہ اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ادا کر رہی تھی کہ اللہ پاک نے اس کی سچائی کی لاج رکھ لی تھی آج اس کا دل بالکل مطمئن تھا، ربیعہ بیگم شائقہ کو گود میں لے کر پیار کر رہی تھیں۔

''سنو! میں تم کو ہی نہیں اپنی بیٹی شائقہ کو بھی ساتھ لے کر جانے والا ہوں۔'' زافر کے جملے پر حمدہ نے آنکھ اٹھا کر اس کے شگفتہ چہرے کی طرف دیکھا۔

''تھینک یو، تھینک یو سو مچ زافر، آئی ایم سو لکی، آئی لو یو سو مچ۔'' حمدہ خوشی میں بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام کر کہہ گئی۔

''اوہو۔'' سبیکا اور نائمہ کی شرارتی آواز پر حمدہ جھینپ کر بری طرح سٹپٹا کر پلٹی ہی تھی کہ ربیعہ بیگم نے ہنستے ہوئے اپنے سینے میں چھپا لیا۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تحسین اختر

"یہ اتنے پیسے کہاں سے آئے۔"

"کہاں سے آئے تھے، حریم نے بھجوائے ہیں۔" وہ اندر کمرے میں اپنی طرف سے چھپ کر پیسے گن رہی تھی جب شہباز نے چپکے سے پیچھے سے آ کر پوچھا تھا، وہ پہلے تو ڈر گئی تھی پھر دل پر ہاتھ رکھ کر سانس بحال کرتے ہوئے بولی تھی۔

"پتہ نہیں بچی نے کہاں اور کس مشکل سے اکٹھے کیے ہوں گے۔" وہ چارپائی کے کونے پر ٹکتے ہوئے پیسوں کو دیکھ کر آہ بھر کر بولا تھا۔

"ارے مشکل سے کیوں اللہ خیر کرے شہر میں اچھی نوکری کرتی ہے۔" وہ پیسے اکٹھے کر کے پرس میں ڈال کر بولی تھی۔

"اب اتنی بھی بڑی نوکری نہیں اس کی کہ لاکھوں میں کھیلے۔" وہ سرد آہ بھر کر بولا تھا۔

بیٹی نے جانے کہاں سے کس مشکل سے یہ نوٹوں کا ڈھیر بھیجا تھا مگر اس کے کام کہاں آنے تھے یہ بیگم کی بہن اور بھانجی کے کام ہی آنے تھے۔

ناولٹ

"اتنی چھوٹی بھی نہیں، خیر سے کافی تنخواہ ہے اس کی، ویسے ہی گھنی میسنی ہے تمہاری بیٹی تمہاری طرح، صحیح طرح نہ بتائے تو اور بات ہے۔" پیسے سنبھال لئے تھے اب وہ پاؤں میں چپل اڑس کر اپنے کپڑے نکالنے لگی تھی، اسے اب بہن کے پاس بھی جانے کی جلدی تھی نا۔

شہباز ایک اور سرد آہ بھر کر اسی چارپائی پر لیٹ گیا تھا، لبنیٰ بیگم کو وہ اپنے اس چھوٹے سے گھر کے سکون کے لئے اور حریم کی ماں بنا کر لایا تھا، مگر نہ تو وہ حریم کی ماں بن سکی تھی اور نہ ہی اس چھوٹے سے گھر کو سکون بخش سکی تھی بلکہ اس نے جو تھوڑا بہت سکون اس گھر میں بچا تھا اسے بھی ختم کر دیا تھا۔

کہتے ہیں شادی ایک جوا ہوتی ہے ہار جاؤ یا

چھٹی قسط

جیت جاؤ، مگر دوسری شادی تو بس ہار ہی ہوتی ہے کسی کسی کی قسمت میں یہ جیت بن کر آتی ہو گی، زیادہ تر لوگ بس نام کے سکون کی خاطر دوسری شادی کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے ایسی بے سکونی خرید لاتے ہیں جس کا کوئی توڑ نہیں ہوتا۔

''پریشان ہو جی۔'' ایک عجیب سی خوشبو کمرے میں بکھری تھی اور کوئی آنکھیں موندے چہرے پر کرب کے آثار لئے لیٹے ہوئے شہباز کے سرہانے آن بیٹھا تھا۔

''پریشان کب نہیں ہوتا ہوں۔''

''یہ پریشانی تو آپ کی اپنی خریدی ہوئی ہے نا۔''

یہ اچھی عورت تھی اچھے دردمند دل والی، مگر جانے کبھی کبھی اس کو کیا ہو جاتا ہے جو ایسی حرکتیں کرنے لگتی ہے، شہباز ایک طرف اس کی حرکتوں سے تنگ تھا تو دوسری طرف اس کے لئے دل میں نرم گوشہ بھی رکھتا تھا۔

''اچھی عورت۔'' اس نے ٹھنڈی آہ بھری تھی، سوتن چاہے مٹی کی بھی ہو اس کی تعریف اپنے مرد سے سننا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔

''میری حریم کو بھی تو اس نے کتنا تنگ کر کے رکھا ہوا ہے، گھر کا حال دیکھیں جیسے کباڑ خانہ ہو، میرے ہوتے ہوئے گھر کیسے چمکتا تھا اور آپ جب بھی گھر آتے تھے ماتھے پر بل ہی پڑے ہوتے تھے حالانکہ میں سارا دن کتنا کام کرتی تھی اور اب...... اب تو آپ نے اس عورت کو کبھی کچھ نہیں کہا، میری بیٹی کا بھی خیال نہیں رکھا۔'' شکوہ لبوں سے باہر آیا تو پھر کبھی کچھ نوک زبان پر آ گیا۔

''جب تم نہیں رہی تو اس گھر کو کسی نہ کسی عورت کی ضرورت تو تھی نا، ہاں میں یہ مانتا ہوں یہ کبھی کبھی حریم کے معاملے میں زیادتی کر جاتی ہے۔''

''کبھی کبھی، ہر بار ہی، اسے بس اپنے بچے ہی اچھے لگتے ہیں۔''

''وہ بچے میرے بھی تو ہیں۔'' شہباز نے جلدی سے کہا تھا۔

''اور حریم کس کی ہے، صرف میری بیٹی ہے۔''

''نہیں میں نے کب ایسا کہا۔''

''تو پھر اس کا خیال رکھا کریں، وہ تکلیف میں ہے۔''

''میں اپنی طرف سے تو بہت کوشش کرتا ہوں کہ اس کا خیال رکھوں۔''

''رکھنا بھی چاہیے، میرے بعد اب آپ ہی ہیں جو اس کا خیال رکھ سکتے ہیں۔''

''رکو...... جا رہی ہو۔'' شہباز نے اس کی سرسراہٹ کو چھونا چاہا تھا۔

''ہاں جا رہی ہوں، اس گھر میں اب میری گنجائش کہاں۔'' وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی تھی۔

''رکو تو۔'' شہباز ہوا کو چھوتا ہی رہ گیا تھا، اس بھلی لوگ سے کتنے دنوں بعد تو ملاقات ہوئی تھی۔

جانے والے کب لوٹ کر آتے ہیں، جب چھو نہ سکا تو اس نے سرد آہ بھر کر کہا تھا اور کروٹ لے کر منہ پھیر لیا تھا۔

☆☆☆

''میں تنگ آ گئی ہوں اس قید خانے سے، آپ لوگ بتائیں، آپ نے میرے لئے کیا فیصلہ کیا ہے۔'' وہ بڑے دنوں بعد اپنے کمرے سے نکلی تھی اور ٹی وی لاؤنج میں شیریں اور سیٹھ عماد بیٹھے اسی کے بارے میں بات کر رہے تھے جب وانیہ نے ماں باپ کے سامنے آ کر بلا جھجک کہا تھا۔

''وانیہ شکر ہے تم کمرے سے تو نکلیں۔''
شیریں جلدی سے اٹھی تھی اور تن کر کھڑی وانیہ کو پکڑ کر اپنے پاس بٹھانا چاہا تھا۔
''چھوڑیں مجھے، مجھے بتائیں آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔'' وہ نہایت بدتمیزی سے بولی تھی، اس کی آنکھوں پر تو موحد کی محبت کی ایسی پٹی بندھی تھی کہ اسے ماں باپ کی محبت و عزت و احترام سب کچھ جیسے بھول گیا تھا، اس نے تلخی سے ماں سے اپنا بازو چھڑوایا تھا، سیٹھ عمادالدین نے تحمل سے اس کی اس بدتمیزی کو برداشت کیا تھا، ورنہ ان کا دل تو چاہ رہا تھا اٹھ کر اس کا منہ تھپڑوں سے لال کر دیں۔
''وانیہ جان میری بات تو سنو۔'' شیریں نے اس کی بدتمیزی نظر انداز کی تھی اور پھر سے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا۔
''شیریں!'' سیٹھ عمادالدین نے بیوی کو آواز دی تھی اور اس آواز میں غم وغصہ، گھن گرج دکھ بھی کچھ شامل تھا۔
''جی۔'' شیریں وہیں رک گئی تھی۔
''ادھر بیٹھیے آپ، اب فیصلہ ہو ہی جانا چاہیے۔''
''عماد!'' شیریں کو شوہر کے تیور ڈرانے لگے تھے۔
''بس۔'' انہوں نے لبوں پر انگلی رکھ کر شیریں کو چپ رہنے کا اشارہ دیا تھا۔
''بلاؤ اس لڑکے کو، ابھی اور اسی وقت۔''
ان کا انداز اتنا دوٹوک تھا کہ ایک بار تو وانیہ بھی ڈگمگا گئی تھی۔
''میں کہہ رہا ہوں بلاؤ ابھی اور اسی وقت اس کو۔''
موبائل وانیہ کے ہاتھ میں تھا اس نے موحد کا نمبر ملایا تھا جس نے پہلی بیل پر ہی کال اٹینڈ کر لی تھی۔
''موحد پاپا بلا رہے ہیں، ابھی اور اسی وقت جہاں بھی ہو آجاؤ۔''
''خیر تو ہے نا۔'' دوسری طرف وہ پوچھنے لگا تھا۔
''بس آجاؤ۔''
''اوکے میں آرہا ہوں۔'' محبت کی کہانی میں ابھی شروعات ہی تھی وہ بھی اتنی جلدی پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھا، وانیہ دوبارہ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی، ٹھیک آدھے گھنٹے بعد موحد نے اس کے موبائل پر میسج کیا تھا کہ میں گیٹ پر کھڑا ہوں وہ پھر نیچے لاؤنج میں آئی تھی، تو اس نے دیکھا کہ آدھا گھنٹہ پہلے وہ شیریں اور عماد کو جس جگہ بیٹھے چھوڑ کر گئی تھی وہ ابھی بھی اسی جگہ اسی پوزیشن میں بیٹھے تھے۔
موحد سیٹھ عمادالدین سے نظریں نہ ملا رہا تھا جانے کیوں اس وقت یہ احساس شدت سے جاگ رہا تھا کہ جس تھالی میں کھایا اسی میں چھید کیا، ویسے دیکھا جاتا تو اس سب کے لئے وانیہ زیادہ ذمہ دار تھی اور مجرم بھی، محبت کا کھیل اس نے شروع کیا تھا، دل اس نے موحد پر ہارا تھا، شروعات اس نے کی تھیں، موحد تو بس لالچ میں ہی مارا گیا تھا۔
''تم نے یہ صلہ دیا ہمیں، ہماری بیٹی کو اتنا ورغلایا کہ ہمارے ہی خلاف کر دیا، مجھے پتہ ہوتا تم اس قسم کے لڑکے ہو میں تمہیں کبھی اپنے پاس ملازم نہ رکھتی، بہت چھوٹی ذہنیت کے لوگ ہوتے ہو تم جس برتن میں کھاتے ہو اسی میں چھید کرتے ہو۔'' شیریں اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور موحد کے سامنے آکر نہایت حقارت میں بولی تھی، وہ سر جھکائے سننے میں مگن تھا، کہنا ان کا بنتا بھی تھا اور سننا اس کا اور وہ سن رہا تھا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

"ممی پلیز۔" وانیہ کو موحد کی انسلٹ بہت محسوس ہوئی تھی، وہ ممی کو رو کے بنا نہ رہ سکی تھی، جبکہ سیٹھ عماد الدین نے اب تک ایک لفظ بھی نہ بولا تھا، ان کے بولنے کے لئے کچھ نہیں رہ گیا تھا، وہ تو ایسے لوگوں کے منہ لگنا بھی اپنی توہین سمجھتے تھے۔

"یو شٹ اپ، مجھے کہنے دو جو میں کہہ رہی ہوں، مجھے اپنے دل کا غبار نکالنے دو ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔" آج انہیں گھر کے ملازموں تک کی بھی پرواہ نہیں تھی، وہ چلانے لگی تھیں۔

"شیریں بس کرو، اتنا ہی بہت ہے، کیوں ایسی اولاد کے لئے اپنی انرجی ویسٹ کر رہی ہو، چلو دس منٹ ہیں تمہارے پاس، تم اپنا جو بھی سامان ساتھ لے جانا چاہتی ہو لے آؤ جا کے یا پھر اس گھر سے ان دس منٹوں میں جو سمیٹ سکتی ہو سمیٹ کر لے جاؤ، ان دن منٹوں کے بعد پھر تمہارا ہر رشتہ ہر تعلق اس گھر سے اور اس گھر میں رہنے والوں سے ٹوٹ جائے گا۔" سیٹھ عماد الدین اس دوران پہلی بار بولے تھے، شیریں ان کے ساتھ لگ کر رونے لگی تھی، وانیہ جانتی تھی کہ یہ غصہ یہ نفرت بس چند دنوں کی مہمان ہے، کچھ دنوں بعد وہ ماں باپ کے قدموں میں گر کر معافی مانگے گی تو وہ اپنی اکلوتی لاڈلی سے کتنا ناراض رہ سکتے ہیں وہ اسے معاف کر دیں گے، مگر موحد کی محبت ایک بار کھو گئی تو پھر کبھی نہیں ملے گی، وہ اپنے کمرے میں بھاگ کر گئی تھی اور چند ضرورت کی چیزیں لے کر نیچے آ گئی تھی، شیریں اور عماد دونوں کے دل جلتی بلتی آگ میں دھواں دھواں ہو رہے تھے جس بیٹی کو اتنے سال ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھا، سونے کا چمچ کھلایا اور مانو چاندی کا پانی پلایا اس نے دو منٹ سوچنا بھی گوارا نہیں کیا کہ میں اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔

"چلو موحد۔" اس نے نیچے آ کر موحد کا ہاتھ تھاما اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے، سارے ملازمین جو اپنی اپنی جگہ چھپ کر سارا ڈرامہ دیکھ رہے تھے وہ بھی ہکا بکا تھے ان کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے کیا ماں باپ کی محبت بس اتنی ہی انمول ہوتی ہے کہ ایک غیر شخص کے قدموں تلے روندی جائے۔

"بات سنو اب تم ہمارے لئے مر گئی ہو اور ہم تمہارے لئے اور ہاں میں تمہیں اپنی ساری جائیداد سے عاق کرتا ہوں۔" سیٹھ عماد الدین نے پیچھے سے وانیہ کو آواز دی تھی اور اپنا حتمی فیصلہ سنا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے، شیریں نے ڈوبتی نظروں کے ساتھ موحد کا ہاتھ تھامے گھر کی دہلیز پار کرتی بیٹی کو دیکھا تھا اور وہیں ڈھے گئی تھی، سارے ملازم کونے کھدروں سے دوڑتے بیگم صاحبہ بیگم صاحبہ پکارتے ان کی طرف لپکے تھے۔

کوئی سیٹھ صاحب کو بھی بلا لایا تھا، وانیہ چلی گئی تھی، اس کی بھول گئی تھی شیریں بیگم کے حواس ساتھ چھوڑ گئے تھے سب کو ان کی پڑ گئی تھی، عماد نے فوراً ڈاکٹر کو کال کی تھی اور خود شیریں بیگم پر جھک گئے تھے۔

☆☆☆

کبھی خاموش بیٹھو گے، کبھی کچھ گنگناؤ گے
میں اتنا یاد آؤں گی مجھے جتنا بھی بھلاؤ گے
کوئی جب پوچھ بیٹھے گا خاموشی کا سبب تم سے
بہت سمجھانا چاہو گے مگر سمجھا نہ پاؤ گے
کبھی دنیا مکمل بن کے آئے گی نگاہوں میں
کبھی میری کمی دنیا کی ہر شے میں پاؤ گے
کہیں پر بھی رہیں ہم اور تم محبت پھر محبت ہے
تمہیں ہم یاد آئیں گے ہمیں تم یاد آؤ گے

نہال آفس میں بہت بزی تھا، جب اس

کے موبائل کی بیل بجی تو اس نے دیکھا تو محترمہ مشائم صاحبہ کا میسج تھا، میسج کیا تھا پوری غزل لکھ کر بھیجی تھی۔

''ہوں۔''

تمہیں ہم یاد آئیں گے ہمیں تم یاد آؤ گے

جانے کب حریم اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی اور آخری شعر پڑھ کر گنگنائی تھی۔

''مشائم ہے نا۔'' وہ سامنے آ کر بولی تھی۔

''اس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔'' وہ بیزاری سے موبائل پاکٹ میں رکھتے ہوئے بولا تھا۔

''بے چاری اتنے پاپڑ بیل رہی ہے، تم اس کی بات مان کیوں نہیں جاتے، کیوں بے چاری کو اتنا تنگ کر رکھا ہے۔'' مشائم اس کی سہیلی تھی اسے اس پر ترس آیا تھا اس سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔

''بے چارا نہال بھی اتنے پاپڑ بیل رہا ہے، تم اس کی بات مان کیوں نہیں جاتی ہو۔''

''کیوں بے چارے کو اتنا تنگ کر رکھا ہے۔'' وہ بالکل اسی کے انداز میں اس کے الفاظ اس کو لوٹاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تھا۔

''میرے ساتھ تو تو مذاق کر رہے ہو اور ہر وقت ہی کرتے رہتے ہو۔'' ایک لمحہ کو تو وہ ٹپٹائی تھی پھر اپنے آپ کو سنبھال کر بولی تھی۔

''میرے ساتھ وہ بھی مذاق کر رہی ہے اور ہر وقت کرتی رہتی ہے۔''

''کیوں میرا اور اس کا موازنہ کر رہے ہیں، وہ آپ سے محبت کرتی ہے۔'' وہ زچ آ کر بولی تھی، وہ کم ہی اس نہال کو چھیڑا کرتی تھی، ہمیشہ گلے پڑنے کی کوشش میں رہتا تھا جیسے آج گلے پڑ گیا تھا۔

''میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔''

''افوہ، تم سے تو بات کرنا بھی فضول ہے۔''

وہ اپنی سہیلی کا مقدمہ لڑنا چاہتی تھی خود تنگ آ کر پیر پٹختے ہوئے وہاں سے جانے میں ہی عافیت سمجھی تھی، وہ بھی اس کے پیچھے آ گیا تھا۔

''اب کیا ہے۔'' وہ پیچھے مڑ کر بولی تھی۔

''باس آفس میں نہیں چھٹی پر ہے، سو مزے ہی مزے ہیں، چلو لانگ ڈرائیو پر چلتے ہیں۔'' وہ پینترا بدل کر بولا تھا۔

''وہ جو وہاں بیٹھی محبت کا راگ الاپ رہی ہے اور تمہارے لئے مر رہی ہے اتنے ہی مزے لینے ہیں تو اس کو کیوں نہیں لے جاتے لانگ ڈرائیو پر۔'' وہ چڑ گئی تھی، کبھی نہال اشاروں کنایوں میں اپنے جذبات کا اظہار کرتا تھا مگر اب تو کھلم کھلا اس سے اظہار محبت کرنے لگا تھا، حریم کو یہ بات بہت بری لگتی تھی، جانے ہمارے معاشرے کے سو فی صد مرد کسی بھی لڑکی کو دیکھ کر دومنٹ نہیں لگاتے فری ہونے میں اور پھر محبت کے اظہار میں، محبت کو بھی انہوں نے ایک عام سا لفظ سمجھ رکھا ہے۔

''تم کہو تو میں دشمنوں کے ساتھ بھی دوستی کرلوں، ناپسندیدہ چیز کو بھی پسندیدہ کرلوں، تم کہو تو سہی مگر۔'' وہ جذباتی ہوا تھا۔

''ہاں تو کہہ رہی ہوں نا کہ مشائم کو لے جاؤ لانگ ڈرائیو پہ۔'' وہ بھی اس کو تنگ کرنے پہ تل گئی تھی۔

''سچ کہہ رہی ہو، لے جاؤں، تم خوش ہو جاؤ گی۔''

''ہاں بہت خوش۔''

''ہیلو! میں نہال بات کر رہا ہوں، مشائم تم تیار ہو جاؤ میں بس تمہیں لینے پہنچ رہا ہوں آج ہم لانگ ڈرائیو پہ چلیں گے۔'' نہال نے دوسری

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بات نہیں کی تھی اور جیب سے موبائل نکالا تھا، مشائم کا نمبر ڈائل کیا تھا اور اس بیے کہہ دیا تھا، حریم ہکا بکا کھڑی دیکھتی اور سنتی رہی تھی، وہ مشائم کو اتنا برا سمجھتا تھا کہ اس کا نام تک سننا بھی پسند نہیں کرتا تھا اور اس وقت اس کے کہنے پر اس نے اس کو خود سے کال کی تھی اور حریم کی بات پوری کردی تھی۔

سنو!
زندگی اپنی ہنس کر بسر کرنا
نفرتوں کے راستے پر نہ سفر کرنا
سنو!
وفا نہ ہو تو محبت ادھوری ہے
محبت کے سفر میں وفا کی فکر کرنا
سنو!
زمانہ جتنا بھی ہو ہمدرد تمہارا
زمانے کو نہ شریک سفر کرنا
سنو!
محبت ہر کسی کا مقدر نہیں ہوتی
ملے جو محبت تو اس کی قدر کرنا

حریم اگر شاک میں رہ گئی تھی اور وہ محبت کی قدر کرنا سکھا کر اپنی خوشبو چھوڑ کر چلا گیا تھا تو دوسری طرف مشائم پر بھی شادی مرگ کی سی کیفیت طاری تھی، اس نے اپنے الماری سے سارے کپڑے نکال کر زمین پر ڈھیر کر دیئے تھے، جوتے کمرے کے ہر کونے میں بکھرے پڑے تھے، کوئی سمجھ ہی نہ آ رہا تھا کہ کون سا ڈریس پہن کر جائے اور کون سا جوتا۔

نہال نے پہلی بار کال کی تھی اور خود سے پہلی بار لانگ ڈرائیو پہ چلنے کا کہا تھا وہ تو مرنے کے قریب ہوگئی تھی، وہ تو ہاتھ پر زور سے اپنے ہی دانتوں سے کاٹا تو ہوش آیا تھا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے، آخر تھک ہار کر اس نے اپنے آپ کو اور اپنے دل کو ایک ساتھ سنبھالا تھا اور تیار ہونے چل دی تھی، وہ نہال کو ایک منٹ کا انتظار بھی تو نہیں کرواسکتی تھی نا کیا پتہ اس کو انتظار کرنا برا لگتا اور وہ واپس چلا جاتا، جتنی جلدی وہ آج تیار ہوئی تھی اتنی جلدی وہ کبھی تیار نہیں ہوئی تھی، تیار ہو کر ہوسٹل وارڈن کو بتا کر وہ باہر لان میں نہال کا انتظار کرنے لگی تھی، ساتھ ساتھ ہوسٹل کے برآمدے میں دیوار کے ساتھ لگے آئینے میں جا کر اپنا آپ بھی دیکھ کر تسلی کر آتی کہ وہ کیسی لگ رہی ہے، وہ مطمئن نہیں ہو رہی تھی یا دل، یا شاید دونوں ہی۔

''کیا پتہ اس نے مذاق کیا ہو۔'' کچھ لمحوں کے لئے یہ وسوسہ دل میں آیا تھا اور ساتھ ہی دل بیٹھنے لگا تھا۔

''اللہ نہ کرے اس نے میرے ساتھ مذاق کیا ہو۔'' دل دہل گیا تھا ساتھ ہی باہر گیٹ پر گاڑی کا ہارن بجا تھا، وہ یہ ہارن پہچانتی تو نہ تھی مگر پھر بھی بھاگ کر گیٹ پر دیکھنے گئی تھی، باہر واقعی نہال ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان تھا، اس کو اس طرح سامنے اور پھر اپنے انتظار میں دیکھ کر مشائم کے ہاتھوں میں پسینہ اتر آیا تھا، وہ جھجکتے ہوئے باہر آئی تھی اور آکر اس کے برابر کھلے دروازے سے اندر بیٹھ گئی تھی۔

''آج یہ بولتی کیوں بند ہے۔'' گاڑی کے چلتے ہوئے بھی پانچ منٹ سے زیادہ ہونے کو آئے تھے اور دونوں ہی خاموش تھے، وہ خوشی سے خاموش تھی اور وہ غصے سے پھر بھی پہل نہال نے کی تھی۔

''آپ کے ماتھے پر بل ہی اتنے ہیں کہ بندہ بات کرتے ہوئے بھی ڈرتا ہے۔'' اس نے خود کو نارمل کیا تھا اور پھر ہلکے پھلکے لہجے میں بولی تھی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''یہ بل اس چہرے کا حصہ ہیں۔'' وہ محتاط ڈرائیونگ کرتے ہوئے بولا تھا اور دل میں مریم کو کوس رہا تھا جس نے محبت کا اتنا کڑوا امتحان لیا تھا۔

''یہ چہرے کا حصہ تو ہیں آپ نے بنالیا ہے انہیں۔'' وہ نہال کی قربت میں آہستہ آہستہ نارمل ہونے لگی تھی، نہال نے اس کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا، گاڑی میں پھر خاموشی تھی۔

''میں آج اس وقت بہت خوش ہوں اور خود کو دنیا کی خوش نصیب ترین لڑکی سمجھ رہی ہوں۔''

''سمجھنا بھی چاہیے۔'' وہ غرور سے بولا تھا۔

''اتنا غرور بھی کسی کسی پہ سجتا ہے۔'' مشائم دل سے اس بات کی معترف تھی۔

''کچھ کھلائیں گے نہیں۔'' گاڑی بس چلتی جارہی تھی جیسے اس کو کوئی غیبی طاقت پیچھے سے دھکیل رہی ہو، مشائم کو یہ لانگ ڈرائیو بور لگنے لگی تو اس نے نہال سے کہا تھا۔

''نہیں۔'' دوٹوک جواب آیا تھا۔

''کیوں، مجھے تو بھوک لگی ہے۔'' وہ بھی پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہ تھی۔

''واپس جا کے کچھ کھا لینا جیسے روز کھاتی ہو۔'' نہال نے کہا تھا اور گاڑی واپس موڑ لی تھی۔

''روز تو کھاتی ہوں مگر آج کچھ اسپیشل ہونا چاہیے جیسا کہ آج کا دن اسپیشل ہے ساتھ بیٹھا ہوا بندہ اسپیشل ہے۔''

''اسپیشل تو حسام بھی بہت تھا۔'' نہال نے اس پر چوٹ کی تھی اور وہ تلملا اٹھی تھی۔

''میرے لئے کوئی اسپیشل نہیں تھا۔''

''مگر تم تو اس کے لئے تھی نا۔''

''وہ اس کا اپنا فعل تھا اپنی سوچ تھی۔''

''مگر بدنام تو تمہیں کر گئی نا اس کی سوچ۔''

''میں کوئی بدنام نہیں ہوئی بس وہ سمجھیں میری لائف کا برا دور تھا جو حسام قریشی کی وجہ سے آیا اور پھر چلا گیا۔''

''ویسے سنا ہے تمہارے پیچھے وہ دیوانہ تو بہت تھا۔''

''میرے پیچھے نہیں میری دولت کے پیچھے۔''

''جو بھی تھا یہ بھی سنا ہے تم سے محبت بھی کرتا تھا۔''

''کیا تم بھی کرتی تھی۔''

''نو نیور، میرا اسٹیٹ اتنا گرا ہوا نہیں، یہ محبت وحبت کا ڈھونگ بس اس نے رچا رکھا تھا اصل نظر تو اس کی میری پراپرٹی اور اسٹیٹس پر تھی۔''

''مگر وہ بھی کوئی کنگال نہیں تھا اچھا خاصا امیر بندہ تھا، خوشحال فیملی سے تعلق رکھتا تھا۔''

''مگر یہ پیسہ ہی تو ان کی ہوس تھی، جس کو وہ ہر پل اکٹھا کرنا چاہتے تھے جیسے بھی اور جہاں سے بھی۔''

''تمہیں دو دن اس نے اپنے فارم ہاؤس پر بھی تو رکھا تھا۔''

''ہاں، قید کرلیا تھا مجھے اور میری فیملی سے ڈیمانڈ کی تھی لاکھوں کی۔''

''مگر مجھے کچھ نہیں کہا تھا جیسے مجھے لے کر گیا تھا ویسے ہی چھوڑ بھی گیا تھا۔''

''میں نے کوئی صفائی تو نہیں مانگی، ویسے بھی کون ہوتا ہوں صفائی مانگنے والا۔'' ہاسٹل کا گیٹ آ گیا تھا، نہال نے گاڑی روک دی تھی، لانگ ڈرائیو ختم ہوئی تھی مشائم گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی، اس کے نکلتے ہی وہ گاڑی بھگا لے گیا تھا اور مشائم گیٹ پر کھڑی سوچ رہی تھی کہ یہ سب کیا تھا؟

☆☆☆

شیریں کو ہوش تو آ گیا تھا مگر وہ ابھی تک آنکھیں موندے لیٹی تھی، ڈاکٹر سکون آور انجکشن لگا کر چلا گیا تھا، کئی گھنٹوں کی پرسکون نیند لینے کے بعد بھی وہ ویسے ہی بے سکون تھی اور خالی خالی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی جیسے کسی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہو۔

''شیریں یہ سوپ پی لو۔'' عماد نے ساری مصروفیات ترک کر دی تھیں بس شیریں کی پٹی کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا تھا۔

''میرا کچھ بھی لینے کو دل نہیں کر رہا۔''

''دل نہ بھی کرے تمہیں یہ پینا پڑے گا۔''

عماد نے زبردستی اسے اٹھایا تھا۔

''وانیہ نے ایسا کیوں کیا عماد۔'' وہ عماد کے کندھے سے لگی سسک پڑی تھی، دل کی بات جو اندر ہی اندر گھلا رہی تھی زبان پر آ ہی گئی تھی۔

''شاید ہماری تربیت میں تو کوئی کمی نہیں تھی۔''

''بس شیریں کہیں نہ کہیں کچھ تو کمی تھی، چھوڑو اس ٹاپک کو، یہ لو شاباش سوپ پی لو۔'' عماد کے لئے وانیہ کا ذکر بھی دِل سے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والا تھا، وہ بھی بکھرا ہوا تھا، یہ الگ بات کہ شیریں باہر سے ڈھے گئی تھی اور وہ اندر سے۔

''پی لو میری خاطر پلیز۔'' اس نے سوپ کا چمچ بھر کر شیریں کے ہونٹوں سے لگایا تھا، شیریں پینے لگی تھی مگر یوں جیسے زہر پی رہی ہو۔

''عماد اس ایک اکلوتی بیٹی کے لئے ہم نے کیا کیا خواب سجائے تھے، کیسے اس کو عیش و عشرت میں رکھا تھا، وانیہ کے بعد تو ہمیں اور بچے کی چاہ ہی نہ رہی تھی، ہماری دنیا اسی پر شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتی تھی۔'' سوپ شیریں کے حلق میں پھنسنے لگا تھا، وہ چمچ پرے کر کے بولی تھی۔

''اب بھی ہماری دنیا اسی پر ختم ہو گئی ہے۔'' وہ تلخی سے بولے تھے۔

''اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' شیریں کے آنسو بہنے لگے تھے۔

''شیریں پلیز، میں اب اس گھر میں اور تمہارے منہ سے اس کا ذکر سننا نہیں چاہتا، وہ مر گئی ہے ہمارے لئے اور ہم اس کے لئے۔'' عماد سوپ کا پیالہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئے تھے، شیریں منہ پر کمبل لے کر سسکنے لگی تھی، بیٹی تھی، دل کا ٹکڑا تھی، اتنی جلدی کیسے بھول جاتی اس کو۔

☆☆☆

یاسر پنکی کے ساتھ دبئی میں تھا اور اس کے ساتھ فل انجوائے کر رہا تھا، اس کو جی بھر کر شاپنگ کروائی تھی، پنکی کے تو وارے نیارے ہو گئے تھے۔

''اس بار تو تم نے خزانے کھول دیئے ہیں، دولت کے بھی اور پیار کے بھی۔'' پنکی اس کی بانہوں کے گھیرے میں بیٹھی تھی اور کھلکھلاتے ہوئے بولی تھی۔

''چلو اب تو تمہیں کوئی گلہ نہیں رہا نا مجھ سے۔'' وہ اس کے ماتھے پر سے بال ہٹاتے ہوئے پیار سے بولا تھا۔

''گلہ تو مجھے پہلے بھی کوئی نہیں تھا تم سے۔''

''نہیں اب ایسے تو نہ کہو، تمہارے تو گلے ہی ختم نہیں ہوتے تھے مجھ سے، حالانکہ تم نے کبھی ہی بھی نہیں سوچا کہ میں اتنی دور سے صرف تمہارے پیار کی خاطر ہی تو بھاگا ہوا یہاں آتا ہوں اور اپنی ہر خوشی پر دکھ یہاں آ کر تم سے شیئر کرتا ہوں، اب دیکھ لو، میری اتنی بڑی ڈیل فائنل ہوئی تو میں اس خوشی کو بھی سلیبریٹ کرنے

تمہارے پاس آ گیا ہوں اور پیچھے اپنی مصروفیات اپنے بزنس ہر چیز کو بھولا ہوا ہوں۔''

''ہاں تمہاری یہی بات تو اچھی ہے۔'' پنکی نے اپنی سنہری آنکھیں یاشر کے چہرے پر گاڑی تھیں کہ جن میں ڈوب کر ابھرنے کی سکت یاشر علوی کے پاس نہیں تھی۔

ہونٹ بے بات ہنسے
زلف بے وجہ کھلی
خواب دکھلا کے مجھے
نیند کس سمت چلی
خوشبو ہرائی، مرے کان میں سرگوشی کی
اپنی شرمیلی ہنسی میں نے سنی
اور پھر جان گئی
میری آنکھوں میں تیرے نام کا تارہ چمکا

☆☆☆

مریم نے کالج سے چھٹیاں لے لی تھیں، اب وہ سارا دن گھر پر رہتی اور آرام کرتی کہ یہ منصور کا حکم تھا، بچے اسکول چلے جاتے اور وہ ٹی وی دیکھتی، فون پر گپ شپ کرتی یا پھر گھر میں ہی اِدھر اُدھر پھرتی رہتی، مزے کی بات یہ تھی کہ وہ جب بھی چھٹیاں کرتی تھی اسے ہمیشہ بوریت محسوس ہوتی تھی اور اس پر چھٹیاں بور نہیں کر رہی تھیں، بلکہ ننھے مہمان کی آمد کا انتظار اتنا شدید تھا کہ اسے ان چھٹیوں کو گزارنے میں مزہ آ رہا تھا۔

''یار تم تو دن بدن نکھرتی ہی جا رہی ہو۔'' وہ پہلی بار ماں بننے جا رہی تھی، کچھ اس رشتے کے تقدس کا نور تھا اور کچھ اچھی خوراک اور آرام کی وجہ کی وہ واقعی بہت حسین ہو گئی تھی، شام کی چائے پر وہ دونوں لان میں کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے، بچوں کے ٹیوٹر آئے ہوئے تھے وہ ان سے ٹیوشن لے رہے تھے جب منصور نے مریم کے گالوں پر بکھرتی لالی دیکھ کر کہا تھا۔

''اچھا اب نظر نہ لگا دیجئے گا۔'' مریم جھینپ کر بولی تھی۔

''یار میری نظر تمہیں کہاں لگے گی، پیار کی نظر کبھی نہیں لگتی۔''

''مگر جس طرح آپ دیکھ رہے ہیں مجھے ضرور نظر لگ جائے گی۔'' وہ انہیں چھیڑتے ہوئے بولی تھی۔

''اچھا ابھی نظر اتار دیتے ہیں۔'' منصور اٹھے تھے اور لان سے ایک تازہ سرخ گلاب توڑ کر مریم کے پیچھے آ کر اس کے بالوں میں سجا دیا تھا۔

''یہ نظر اتارنے کا کون سا طریقہ ہے، نظر تو کالے ٹیکے سے اترتی ہے آپ نے الٹا سرخ گلاب لگا دیا۔''

''یہ جو پیار کی نظر ہوتی ہے نا یہ کالے ٹیکے سے نہیں سرخ گلاب سے ہی اترتی ہے۔''

''مجھے نہیں پتہ تھا پروفیسر صاحب اتنے رومانٹک ہیں، میں تو آپ کو ایسے ہی خشک سا بندہ سمجھتی تھی۔''

''یہ بھی تو دیکھئے کہ سامنے کون ہے، ایسے میں کوئی زاہد خشک رہ سکتا ہے۔'' ان کی پیار بھری چھیڑ چھاڑ ابھی جاری تھی کہ بچوں کے ٹیوٹر صاحب چلے گئے اور وہ دونوں دوڑتے ہوئے ان کے پاس باہر آ گئے تھے۔

''پاپا مجھے کلرز لینے ہیں، چلیں مارکیٹ چلتے ہیں۔'' باپ کو ذرا فرصت سے بیٹھے دیکھ کر گڑیا پاس آ کر چلائی تھی، سنی لان کے ایک کونے میں رکھے پنجرے کے پاس چلا گیا تھا جس میں رنگ رنگ کے برڈز تھے، وہ ان سے کھیلنے لگا تھا۔

''ابھی تو دو دن پہلے میں نے آپ کو اتنے سارے کلرز لے کر دیئے ہیں، وہ کہاں گئے؟''

''وہ ختم ہو گئے۔'' گڑیا لاپروائی سے بولی

تھی۔

''دونوں میں ہی ختم ہو گئے۔''

''منصور کیا آپ بچی سے بحث کرنے لگ گئے ہیں، ختم ہو گئے ہوں گے نا جایئے گڑیا کو اور کلرز دلوا دیں نا۔'' مریم بولی تھی۔

''میرے پاس تو اب پیسے بالکل نہیں ہیں، آپ کے پاس ہیں تو اپنی لاڈلی کو کلرز لے دیں۔'' وہ ان دونوں کو تنگ کرنے لگ گئے تھے۔

''ہاں میرے پاس ہیں بہت پیسے، میں گڑیا کو کلرز لے دوں گی۔''

''مما پاپا جھوٹ بول رہے ہیں پاپا کے پاس بہت سارے پیسے ہیں، ان کے پاس کبھی پیسے ختم نہیں ہوتے۔'' گڑیا جلدی سے بولی تھی۔

''آپ کے پاپا بہت جھوٹے ہیں۔'' مریم بھی انہیں چھیڑنے لگی تھی۔

''یہ ہم بچوں کو کہتے ہیں کہ جھوٹ نہیں بولنا چاہیے اور خود جھوٹ بولتے ہیں۔''

''اچھا یار تم دونوں ماں بیٹی تو میرے پیچھے پڑ گئی ہو، میں تو ایسے ہی مذاق کر رہا تھا، چلو جی مارکیٹ چلتے ہیں آپ کے کلرز لینے کے لئے، سنی کو بھی بلوا لو۔'' منصور نے اٹھتے ہوئے گڑیا سے کہا تھا۔

''بیگم صاحبہ آپ کو تو مارکیٹ سے کچھ نہیں منگوانا۔''

''نہیں۔'' مریم مسکرا کر بولی تھی۔

''جانا ہے تو آ جایئے آپ بھی، آؤٹنگ ہو جائے گی۔''

''ٹھیک ہے میں بھی چلتی ہوں۔'' گھر کے قریب ہی مارکیٹ تھی، وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''کچھ آپ کی بھی واک ہو جائے گی۔'' منصور نے کہا تھا۔

''ہاں ماما آپ موٹی ہو گئی ہیں۔'' گڑیا نے کہا تھا اور وہ دونوں گڑیا کی بات پر ایک ساتھ ہنس پڑے تھے۔

☆☆☆

وانیہ اور موحد نے کورٹ میرج کر لی تھی اور اب وہ ایک ہوٹل میں کمرہ کرائے پر لے کر رہ رہے تھے، وانیہ کی ممی پاپا نے یہ دن اگر کانٹوں پر سلگتے ہوئے گزارے تھے دن رات جیتے مرتے گزارے تھے، آنسوؤں کے ساون میں بھیگتے ہوئے گزارے تھے تو وانیہ نے یہ دن محبت کی پھوار میں شرابور گزارے تھے، موحد کا ساتھ اسے کیا ملا تھا اس تو دن رات کی تمیز ہی بھول گئی تھی، اس کو پا کر اس نے جانا تھا اس نے تمام دنیا کی دولت پا لی تھی، تمام خوشیاں پا لی تھیں، تمام راحتیں سمیٹ لی تھیں، دن عید اور راتیں گویا شب براتیں بن گئی تھیں، کہاں گیا تھا کھانا پینا اور سونا جاگنا اور کہاں کی دنیا کہاں کی دنیا داری، بس وہ دونوں ایک دوسرے میں گم تھے۔

''وانیہ ایک بات تو بتاؤ۔'' موحد اس کی تراشیدہ زلفوں سے کھیلتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

''ایک بات، آپ سو پوچھو۔'' وہ تو اس پر دل و جان سے فدا تھی۔

''مجھ میں تمہیں ایسا کیا نظر آیا کہ میری خاطر اپنے ماں باپ اور گھر بار سب کو چھوڑ دیا، مجھ میں آخر ایسا کیا خاص تھا۔''

''خاص تھا نہیں ابھی بھی تم میرے لئے بہت خاص ہو، باقی رہی بات نظر آنے کی تو وہ مجھے نہیں پتہ کہ مجھے کیسے تم سے اس طرح کی طوفانی محبت ہو گئی کہ مجھے پھر کوئی اور نظر آنا ہی بند ہو گیا۔''

''ماں باپ گھر بار چھوڑ کر دکھ نہیں ہے

کیا؟"

"دکھ ہے، مگر ان کا غصہ وقتی ہے، میں کچھ دنوں بعد جا کر معافی مانگوں گی تو وہ مجھے معاف کر دیں گے۔"

"تم نے تو ایک منٹ لگایا سب کچھ چھوڑنے میں۔"

"موحد اس کے سوا ہمارے پاس چارہ کوئی نہیں تھا، تم نہیں جانتے میرے ممی پاپ کتنے اسٹیٹس کانشس ہیں وہ مر کر بھی میری اور تمہاری شادی نہ کرتے یہ میں اچھی طرح جانتی تھی اسی لئے میں نے اتنا بڑا قدم اٹھایا۔"

"میں نے بھی ابھی اپنے گھر والوں کو نہیں بتایا۔"

"کیا انہیں بھی دکھ ہوگا۔"

"ہاں ہوگا تو، میرے گھر والوں کے بھی تو ارمان ہوں گے میری شادی کے، میں نے انہیں پوچھے بغیر بتائے بغیر اور ان کو شامل کیے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھا لیا، کیا انہیں دکھ نہیں ہوگا۔"

"ہوں۔" وانیہ نے ہنکارا بھرا تھا۔

"موحد ہم اب زیادہ دن ہوٹل میں نہیں رہ سکتے، میں تو ایک کمرے میں رہتے رہتے تنگ آ گئی ہوں۔"

"پھر؟" موحد نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"پھر یہ کہ کوئی اچھا سا فلیٹ دیکھو، میرے اکاؤنٹ میں اتنے پیسے ہیں کہ ہم اچھا سا فلیٹ خرید سکتے ہیں۔" وانیہ نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن میرا خیال ہے ہمیں فلیٹ خریدنا نہیں چاہیے رینٹ پر لے لینا چاہیے، اگر ایک بار میں ہی اتنے پیسے لگا دیں گے تو گھر کا سامان کہاں سے آئے گا، پھر کھانے پینے کا خرچہ الگ سے ہوگا، ابھی تو مجھے کوئی ڈھنگ کی جاب بھی نہیں ملی۔"

"ہوں بات تو تمہاری صحیح ہے، ٹھیک ہے تم پھر رینٹ پہ ہی کیسی اچھے سے علاقے میں اچھا سا فلیٹ دیکھ لو۔"

"اوکے، میں ایک دو دوستوں سے بات کرتا ہوں۔"

"وانیہ تمہارا فون کب سے بج رہا ہے، کس کی کال ہے، اٹینڈ کیوں نہیں کر رہی ہو۔"

"آمنہ ہے۔" وانیہ کا مختصر سا جواب آیا تھا۔

"تو اٹینڈ کرو نا اس کی کال۔"

"نہیں میں اس وقت اس کی نصیحتیں سننے کے موڈ میں نہیں ہوں، ویسے وہ مجھے لعن طعن کے سوا اور کیا کہے گی۔" وانیہ نے موبائل پکڑا تھا اور آف کر دیا تھا، وہ یہ دن موحد کے ساتھ انجوائے کرنا چاہتی تھی، آمنہ جیسے لوگوں کے ساتھ نصیحتوں میں ضائع نہیں۔

"بہت انتہا پسند ہو تم۔"

"ابھی آپ کو میری انتہا پسندی کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔"

"اندازہ! مجھے تو بہت اچھی طرح پتہ چل گیا ہے۔"

"اب جناب کچھ دیر کے لئے کمرے سے باہر جانے کی اجازت ہے۔"

"کتنی دیر کیلئے۔"

"بس کوئی دو گھنٹوں کے لئے۔"

"ٹھیک ہے، دو گھنٹوں سے زیادہ ایک منٹ نہیں اوپر ہونا چاہیے۔"

"جو حکم سرکار۔" وہ ہاتھ باندھ کر باہر نکل گیا تھا، وانیہ نے اے سی کی کولنگ فل کر کے لائٹ آف کر دی تھی، وہ یہ دو گھنٹے آرام کرنا چاہتی تھی، صرف اور صرف آرام۔

☆☆☆

''دیکھا میں نے آپ کی بات مان لی اور مشائم صاحبہ کو لانگ ڈرائیو پر لے گیا نا۔'' اگلے دن نہال پھر حریم کو آفس میں گھیرے کھڑا تھا۔

''ہاں مجھے پتہ چل گیا ساری کہانی کا کیسے تم اسے لانگ ڈرائیو پہ لے کے گئے اور کیسے اس کے ساتھ ٹائم گزارا۔''

''اچھا کیا بتایا اس نے۔''

''بتانا کیا تھا جو تم نے اس کے ساتھ کیا۔''

''اس کے لئے تو اتنا ہی بہت ہونا چاہیے کہ میں اسے خود سے اپنی گاڑی میں اپنے ساتھ لانگ ڈرائیو پہ لے کے گیا، ابھی وہ ''کیسے'' اور ''کیوں'' کو رو رہی ہے۔'' نہال مزے لے کر بولا تھا۔

''اور ہاں وہ بھی پتہ ہے کس کے صدقے۔''

''کس کے صدقے؟'' حریم نے آنکھیں سکیڑی تھیں۔

''آپ کے صدقے، حریم شہباز کے صدقے۔'' اس نے بھی فٹ سے جواب دیا تھا، ویسے بھی وہ حریم کے سامنے اظہار محبت کا کوئی موقع ہاتھ سے کب جانے دیتا تھا۔

''میرے صدقے کیوں۔''

''اوہ ابھی تک آپ کو نہیں پتہ، اتنی انجان تو نہیں ہیں آپ اور نہ ہی اتنی نا سمجھ، یاشر علوی تو تمہاری تعریف ہی بہت کرتے ہیں کہ حریم بہت ذہین ہے۔''

''ہاں یاشر علوی سر کے نام سے یاد آیا، وہ کب آ رہے ہیں واپس۔'' حریم نے بات بدلی تھی۔

''مجھے نہیں پتہ ان کا، میں تو اپنی بات کر رہا ہوں آپ سے۔''

''آپ کی میں نے سن لی، ایسی فضول باتیں میں بہت سنتی ہوں۔'' وہ اسے چھیڑنے لگی تھی۔

''کس سے سن لی آپ نے ایسی باتیں اور کون کرتا ہے ایسی باتیں۔''

''آپ جیسے بہت ہیں کرنے والے۔''

''ہوں، میرے جیسا کوئی ایک بھی ہو تو دکھایئے۔''

''اچھا میں جا رہی ہوں اپنی سیٹ پر، مجھے اور بھی کام ہیں، جو آپ کی باتوں میں پینڈنگ پڑے ہیں۔''

''ایک اس آفس میں آپ ہی ہیں کام کرنے والی، ہم تو جیسے فارغ لوگ ہیں۔'' حریم نے اس کی بات سنی تھی اور اپنے کیبن کی طرف چل پڑی تھی۔

''حریم سنو! مشائم صاحبہ پھر کب جا رہی ہیں میرے ساتھ لانگ ڈرائیو پہ، کیوں کہ اگر ان کا کوئی اور شوق بھی رہ گیا ہے تو وہ بھی پورا کر دوں۔'' وہ خباثت سے مسکرایا تھا۔

''مسٹر نہال شیخ جب جب آپ بلائیں گے وہ بھی پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں، وہ ہر بار آپ کے ساتھ جائے گی بے شک آپ کیسا ہی سلوک کیوں نہ کریں۔'' حریم رک کر واپس آئی تھی اور نہال سے بولی تھی۔

''ہاں وہ تو ہے ہی ڈھیٹ۔''

''کسی لڑکی کی اتنی انسلٹ بھی نہیں کرنی چاہیے، وہ بھی اس کی جو شخص آپ سے اتنی محبت کرتا ہو۔''

''جو جس قابل ہوتا ہے اسے اسی قدر نوازا جاتا ہے۔'' اب کے حریم وہیں کھڑی رہی تھی اور نہال کہہ کر چلا گیا تھا۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''پتر یہ تم کیا کہہ رہے ہو، ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔'' عابدہ ماں کے پاس آئی ہوئی تھی موحد نے اس کے نمبر پر کال کی تھی اس کا اور اس کے شوہر کا حال چال پوچھا تھا اور پھر ماں سے بات کروانے کو کہا تھا، عابدہ نے ماں کو فون پکڑا دیا تھا، موحد نے ڈرتے ڈرتے ماں کو بتایا تھا کہ اس نے بہت مجبور ہو کر مشکل میں پھنس کر شہر میں شادی کر لی ہے، ماں تو سنتے ہی شاک میں آ گئی تھی، بیٹا اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کہہ گیا تھا کہ جیسے ماں سے کہہ رہا ہو شہر میں ایک کھلونا پسند آ گیا اور وہ میں نے خرید لیا۔

''بس اماں مشکل ہی ایسی آن پڑی تھی۔''

ماں کو کسی نہ کسی طرح تو اس شاک سے باہر نکالنا ہی تھا، اس لئے لہجے کو بے چارگی سے بھرپور بنا کر بولا تھا۔

''مگر یہ تو بتاؤ کہ بیاہ کیا کس سے ہے۔''

''اماں کیا۔'' عابدہ نے بیاہ والی بات سنی تو اپنی جگہ سے دو فٹ اچھلی تھی۔

''کس کا بیاہ۔'' وہ چیخی تھی، موحد نے اس کی چیخ موبائل میں بھی سنی تھی۔

''تمہارے ویر کا، موحد کا، اور کس کا۔'' ماں اب کے عابدہ کی طرف منہ کر کے بولی تھی۔

''مگر کیوں اماں۔'' ماں ابھی موحد سے ساری کہانی سننا چاہتی تھی، ادھر عابدہ نے اپنا ہی راگ الاپنا شروع کر دیا تھا۔

''چپ تو کرو، وہی تو پوچھ رہی ہوں اور وہ بتا رہا ہے۔''

''اماں وہ ہمارے سیٹھ صاحب کی بیٹی ہے وانیہ، میرا مطلب جو وانیہ بی بی تھی نا جس نے عابدہ کے بیاہ کے لئے زیور پیسہ سب کچھ دیا تھا۔''

''سیٹھ صاحب کی بیٹی سے۔'' اماں کا ماں کھلا کا کھلا رہ گیا تھا، ساتھ ہی عابدہ کا بھی۔

''ہوں بھائی نے لگتا ہے اونچا ہی ہاتھ مارا ہے۔'' وانیہ بی بی کا نام سن کر عابدہ کے دکھ کا گراف ایک دم سے کچھ نیچے آیا تھا۔

''پر ایسی کیا افتاد آن پڑی تھی ان اونچے لوگوں پر۔'' اماں اپنی عادت کے مطابق اندر کی کہانی جان لینے کے درپے تھی۔

''بس اماں ہوتی ہیں کچھ مجبوریاں۔'' وہ باقی ساری کہانی گول کر گیا تھا۔

''اچھا پتر صبح دس کلو لڈو منگوا کر محلے والوں میں تقسیم کر دوں اگر تو کہے لوگوں کو پتہ تو چلے کہ موحد کا بیاہ ہو گیا ہے، جانے کتنوں نے تم پر آنکھیں رکھی ہوئی ہیں، کتنوں نے آس لگائی ہوئی ہے۔''

''ارے نہیں اماں، ابھی ایسا کچھ نہیں کرنا، بس آپ لوگوں کو بتا دیا نا میں نے، اتنا ہی بہت ہے، جب ٹائم آئے گا تو گاؤں والوں کو بھی بتا دیں گے۔''

''اچھا اماں پھر بات کروں گا، عابدہ کو میرا پیار دینا۔'' موحد ہوٹل کے لاؤنج میں جو اس وقت سنسان پڑا تھا بیٹھا بات کر رہا تھا، اس نے سامنے سے آتی وانیہ کو دیکھ لیا تھا جو شاید اس دیکھنے ہی کمرے سے نکلی تھی، اس نے اسے آتے دیکھ کر بات مختصر کر کے موبائل بند کر دیا تھا اور خود ہی اٹھ کر وانیہ کی طرف آ گیا تھا۔

''میں نے سوچا آج لنچ کہیں باہر کرتے ہیں، ہوٹل کا ایک ٹیسٹ والا کھانا کھا کھا کے طبیعت بھر گئی ہے۔''

''ٹھیک ہے بتاؤ کہاں جانا ہے؟'' میں ٹیکسی لے آتا ہوں۔

''کسی ایسی جگہ پر جہاں ہمارا کوئی جاننے والا نہ ہو۔''

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''وانیہ! ایک بات مانو گی؟''
''ہوں کہو تو۔''
''اگر ہم یہ شہر بدل لیں تو کیسا رہے گا، یہاں قدم قدم پر ہمارے جاننے والے ہیں، ہم لوگوں کی نظروں کا سامنا کیسے کریں گے۔'' موحد نے کہا تھا۔
''بات تو تمہاری ٹھیک ہے مگر اتنی جلدی نئے شہر جا کر سیٹ ہونا آسان تھوڑی ہوتا ہے۔'' وہ موحد کی بات سے کچھ کچھ متفق نظر آئی تھی، جو بھی تھا موحد اس کی نظروں میں ہیرا تھا مگر دنیا والے اسے سیٹھ عماد کے ڈرائیور کی حیثیت سے جانتے تھے اور وانیہ اسے شوہر کی حیثیت سے لے کر باہر گھومتی تو جاننے والے اس کا مذاق اڑاتے، وانیہ کو اپنی جگ ہنسائی کسی قیمت پر بھی منظور نہ تھی۔
''اسلام آباد میں میرا ایک دوست رہتا ہے وہ کہہ رہا تھا کہ اگر ہم چاہیں تو وہ اسلام آباد سیٹ ہونے میں ہماری کافی مدد کر سکتا ہے۔''
''اسلام آباد؟''
''اسلام آباد میں تو ممی کے بھی کافی ریلیٹو رہتے ہیں خیر ضروری نہیں ہم انہی علاقوں میں رہیں جہاں وہ رہتے ہیں، اسلام آباد مجھے پسند بھی ہے اور کافی سکون والا اچھا شہر ہے۔''
''تو پھر ڈن میں اپنے دوست کو کہتا ہوں، وہ وہاں ہمارے لئے کوئی اچھا سا فلیٹ دیکھے۔''
''ہوں، ٹھیک ہے تم اس سے بات کر لو، مگر ابھی تو چلو لنچ کے لئے چلتے ہیں، بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' وانیہ نے موحد کا بازو پکڑ کر باہر کی طرف کھینچا تھا۔
''بھوک کے معاملے میں تو بیگم صاحبہ سے کچھ بھی برداشت نہیں ہوتا۔'' وہ وانیہ کے ساتھ چلتے ہوئے بولا تھا۔
''ہاں بھوک کی تو میں اتنی کچی ہوں کہ کچھ بھی کھا سکتی ہوں۔''
''پھر تو تم سے ڈر کے رہنا چاہیے کہیں بھوک میں بے چارے شوہر کو ہی کچا نہ چبا جاؤ۔''
''نہیں اب ایسی بھی بات نہیں ہے، تم میرے لئے کیا ہو تم نہیں جانتے ہو۔'' وہ دونوں سڑک کنارے کھڑے تھے اور ٹیکسی کا انتظار کر رہے تھے۔
''ایسے سڑک کنارے کھڑے ہونا اور ٹیکسی کا انتظار کرنا کیسا لگ رہا ہے، جبکہ ساری عمر تم نے لگژری گاڑیوں سے پاؤں نیچے نہیں اتارا کبھی۔'' موحد اسے اپنے ساتھ تیز دھوپ میں کھڑے دیکھ کر پوچھنے لگا تھا۔
''سچ بتاؤں یا جھوٹ۔'' اس کا چہرہ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا اور ماتھے پر پسینے کی بوندیں موتیوں کی طرح چمکنے لگی تھیں۔
''سچ۔'' وہ بولا تھا۔
''سچ تو یہ ہے کہ بہت عجیب اور آکورڈ سا محسوس ہو رہا ہے، مگر جب تمہیں ساتھ کھڑا دیکھتی ہوں تو پھر محسوس ہوتا ہے کہ یہ خسارے کا سودا نہیں ہے، اتنی سی تکلیف تو اتنی بڑی خوشی کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔''
''وانیہ اس سڑک کنارے کھڑا میں ایک عام سا بندہ ہوں، مگر تمہاری قیمتی محبت نے مجھے انمول بنا دیا ہے، میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔''
''محبت کے لئے کسی شکریے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہ کسی پر احسان تھوڑا ہوتا ہے۔'' اتنے میں ایک ٹیکسی ان کے سامنے سے گزری تھی، موحد نے ہاتھ دے کر روکا تھا اور وہ وانیہ کا ہاتھ تھام کر جلدی سے اس میں بیٹھ گیا تھا،

وہ اسے مزید دھوپ میں کھڑے ہونے کی سزا نہیں دے سکتا تھا۔

☆☆☆

''مریم آپی آپ کیسی ہیں اور ہمارا بھانجا کیسا ہے۔'' مشائم کا فون آیا تھا اور وہ مریم سے پوچھنے لگی تھی۔

''ارے بھانجا، تمہیں کیسے پتہ چل گیا جبکہ ہمیں تو ابھی ایسا کچھ اندازہ نہیں کہ تمہارا بھانجا آئے گا یا بھانجی۔'' مریم اس کی بات پر ہنستے ہوئے بولی تھی۔

''بس میرا دل کہتا ہے کہ میرا کیوٹ سا بھانجا آئے گا اور تو اور میں نے تو اس کا نام بھی سوچ لیا ہے، بس میں ہی اس کا نام رکھوں گی اور اپنی پسند کا رکھوں گی۔''

''اچھا...... اچھا...... تو جناب نے کیا نام سوچا ہے۔'' مریم کو بھی اپنے بچے کے بارے میں بات کرنا اچھا لگ رہا تھا۔

''اصفہان منصور اور میں اس کو پیار سے اصفی بلایا کروں گی، کیوں کیسا لگا۔''

''ہاں نام تو بہت اچھا ہے اور اگر تمہاری بھانجی ہوئی تو اس کا کیا نام رکھو گی۔''

''وہ میں نے ابھی نہیں سوچا۔'' مشائم نے کہا تھا اور دونوں بہنیں کھلکھلا کر ہنس پڑی تھیں۔

اندر کمرے میں مریم مشائم کا فون سن رہی تھی اور باہر گڑیا اور سنی دونوں پانی میں خوب ڈھیر سارا شیمپو ڈالے اپنی کے بلبلے بنا کر کھیل رہے تھے، ملازمہ بھی جانے کہاں تھی اور ان دونوں نے شیمپو اور سرف والے پانی سے سارا فرش گیلا کر رکھا تھا، اوپر سے سنی مما، مما کا شور مچاتا مریم کو بھی باہر بلا رہا تھا۔

''آ رہی ہوں بھئی۔'' مریم نے فون بند کیا تو بچوں کی آوازوں اور شور سے اندازہ ہوا کہ وہ کوئی کھیل کھیل رہے تھے اور اسے بھی بلا رہے تھے، وہ باہر آوازوں کی سمت لپکی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔'' وہ ان کی طرف آئی تو سارا فرش گیلا ہو رہا تھا۔

''مما ہم کھیل رہے ہیں، آپ بھی آ جائیں نا، بہت مزہ آ رہا ہے۔'' گڑیا نے اس کا بازو پکڑا تھا اور اسے بھی آنے کو کہا تھا، مریم اپنے دھیان میں تیزی سے گڑیا اور سنی کی طرف بڑھنے لگی مگر فرش پر پھسلن اتنی تھی کہ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور دور تک پھسلتی چلی گئی تھی۔

''اوہ مما۔'' وہ دونوں چیختے ہوئے اس پر جھکے تھے، مریم کی چیخیں پورے گھر میں گونجنے لگی تھیں، ملازمہ کچن میں تھی، وہ بھاگتے ہوئے آئی تو مریم فرش پر پڑی تڑپ رہی تھی اور دونوں بچے اس پر جھکے ہوئے تھے۔

''یا اللہ خیر۔'' ملازمہ دل پر ہاتھ رکھ کر مریم کی طرف بھاگی تھی۔

''سنی بابا جلدی سے صاحب جی کو کال لگاؤ، جلدی کرو بیٹا انہیں بتاؤ جلدی آئیں ماما گر گئی ہیں اور گڑیا آپ جلدی سے کوارٹر سے مالی بابا کی بیوی کو بلا کر لاؤ، شاباش جلدی کرو دونوں۔'' وہ دونوں اس کی بات سن کر دوڑے تھے اور وہ خود مریم کو اٹھنے میں مدد دینے لگی تھی مگر مریم کے درد اتنا شدید تھا اس سے اٹھا ہی نہیں جا رہا تھا۔

منصور ایک دوست کی طرف بیٹھے ہوئے تھے جب انہیں سنی نے فون کیا تھا، وہ تو اڑتے ہوئے گویا گھر پہنچے تھے اور پھر تھوڑی دیر میں ہی مریم کو ہاسپٹل منتقل کر دیا گیا تھا۔

''مریم آپی ابھی تھوڑی دیر پہلے تو مجھ سے بات کر رہی تھیں، تب تو بالکل ٹھیک تھیں، پھر اچانک کیا ہوا۔'' مریم آپریشن تھیٹر میں تھی، ڈاکٹر

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ماں اور بچے کے بارے میں زیادہ پرامید نہیں تھے، منصور کا دماغ ماؤف تھا کہ وہ اس مشکل گھڑی میں کیا کرے اس نے مشائم کو فون کیا تھا، ایسے کڑے وقت میں مریم کی فیملی کو یہاں ہونا چاہیے تھا، اس نے مشائم کو بتا دیا تھا، مشائم باقی سب کو بتا چکی تھی، اس نے سنا تو وہ بھی حیران پریشان رہ گئی تھی، پہلے تو اسے بھی یقین نہیں آیا مگر منصور کو اس سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔

یاشر دوبئی میں تھا، ریشم آپی امریکہ میں، پاپا بھی شہر سے باہر تھے ہاں اس نے ممی کو بتا دیا تھا اور خود ہاسپٹل آ گئی تھی۔

''منصور بھائی یہ سب کیسے ہو گیا۔'' منصور آپریشن تھیٹر کے باہر سر دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھے تھے، وہ منصور کے پاس آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی۔

''گڑیا مجھے خود نہیں پتہ۔'' منصور آہستہ آہستہ اسے ساری بات بتا دی تھی کہ کیسے مریم فرش پر گری اور کیسے اسے یہاں لے کر آئے۔

''اوہ نو۔'' مشائم منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی اور پھر اپنے خدا سے دعائیں مانگنے لگی تھی، اتنے میں اس نے دیکھا کہ مسز علوی اس کی ممی بھی ساڑھی کا پلو سنبھالتی تیز تیز ان کی طرف آ رہی تھیں۔

''ممی......وہ......آپی۔'' مشائم دوڑ کر ان کے پاس گئی تھی اور انہیں بتایا تھا۔

''میری بیٹی کا اتنا سا خیال بھی نہیں رکھ سکے۔'' وہ منصور کے پاس آ کر بولی تھیں۔

''ممی پلیز، جو بھی ہوا اس میں منصور بھائی کا کیا قصور ہے۔'' وہ جس طرح آتے ہی منصور کو تسلی دینے کی بجائے لتاڑنے لگی تھیں، مشائم کو بے حد برا لگا تھا۔

''کیوں قصور نہیں ہے، اس کا فرسٹ بے بی تھا، اسے کچھ نہیں پتہ تھا، انہیں اس کا اور بے بی کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔'' وہ اس وقت بھی منصور کو جتانے سے باز نہیں آئی تھیں کہ مریم نا سمجھ تھی اور وہ دو بچوں کے باپ تھے پہلے سے، منصور کے بولنے کا ٹائم نہیں تھا وہ خاموشی سے سب سنتے رہے تھے۔

''سوری، ہم بے بی کو نہیں بچا سکے ہیں، مگر آپ کی وائف خطرے سے باہر ہیں۔'' لیڈی ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر آئی تھی اور اس نے منصور کے پاس آ کر کہا تھا۔

''کیا؟'' منصور کو ایک بار تو شاک لگا تھا مگر مریم کی خیریت کا سن کر دوسرے پل اس نے خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ مریم کی زندگی بچ گئی تھی۔

''تھینک گاڈ، مریم ٹھیک ہے، مگر بے بی کا نقصان تو ہو گیا نا۔'' مسز علوی کے بھی وہی جذبات تھے جو منصور کے تھے، مگر مشائم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اسے اپنی پیاری سی مریم آپی کے بے بی کا بہت شدت سے انتظار تھا۔

''ڈاکٹر ہم پیشنٹ سے مل سکتے ہیں۔'' منصور نے کہا تھا۔

''ابھی نہیں، ابھی وہ میڈیسن کے زیر اثر ہیں، کچھ دیر ہم انہیں روم میں شفٹ کر دیں گے پھر آپ ان سے مل لیں۔'' ڈاکٹر کہہ کر چلی گئی تھی، اب وہ بے چینی سے مریم کے روم میں شفٹ ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

''میرا بچہ۔'' مریم کو ہوش آیا تو سب سے پہلے اس نے اپنے بچے کے بارے میں پوچھا تھا۔

''مریم سب کچھ ٹھیک ہے، تم فکر مت کرو۔'' منصور نے پیار سے اس کے بالوں کو

سہلاتے ہوئے اس کی بات گول مول کی تھی۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں نا، سب کچھ ٹھیک ہے نا۔'' مریم کو یقین نہیں آیا تھا، اس کے جسم کا سب سے قیمتی حصہ کھو گیا تھا، اس کو اپنے خالی پن کا احساس مدہوشی میں بھی ہو رہا تھا۔

''ہاں ہاں سب ٹھیک ہے۔''

''ممی!'' مسز علوی سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے پر بیٹھی تھیں، مریم کو انہیں سامنے دیکھ کر اتنی تکلیف میں بھی ایک خوش کن احساس ہوا تھا۔

''یس میری جان، میری موموـ'' وہ اٹھ کر اس کے پاس آ گئی تھیں اور ذرا سا دو انگلیوں سے اس کے گال کو چھوا تھا، جبکہ مشائم آنکھوں کی نمی چھپائے اس کے پاؤں کی طرف بیٹھی تھی۔

''ممی، میرا بے بی۔'' مریم ان کا ہاتھ تھام کر بولی تھی۔

''اٹس آل رائٹ، مومو جان تم اپنی فکر کرو، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ اسے تسلی دے کر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔

☆☆☆

حریم نے چونکہ لبنیٰ بیگم کو ایک لاکھ بھجوایا تھا اس لئے لبنیٰ بیگم نے اپنی بھانجی کی شادی میں بطور خاص حریم کو بھی بلوایا تھا، ورنہ شاید وہ حریم کو اس قابل کہاں سمجھتی تھیں کہ اپنے رشتہ داروں میں لے کر جائیں، حریم خود بھی ماں کے چھچھورے رشتہ داروں سے حتی الامکان بچنے کی کوشش میں ہی رہتی تھی مگر اس بار لبنیٰ بیگم کا اصرار اور روزانہ بس فون پر وہی تاکید کہ اسے اس شادی میں لازمی شرکت کرنی ہے، حریم کو ہاں کرتے ہی بنی تھی، ساتھ ہی شہباز سے بھی کہلوا دیا تھا کہ حریم گاؤں لازمی آئے ویسے بھی یاشر صاحب دوبئی میں تھے آفس میں کام کا بردن بھی کم تھا، اس نے جانے کی تیاری کر لی تھی۔

''ست بسم اللہ، میری دھی آئی ہے۔'' ابا گھر کے باہر ہی چارپائی پر لیٹا حقے کے کش لے رہا تھا، حرمی کو چنگ چی رکشے سے اترتے دیکھ کر اٹھ بیٹھا تھا۔

''سلام ابا۔'' اس نے سر جھکایا تھا۔

''وعلیکم السلام، کیسی ہے دھی رانی تو۔'' اس نے سر پر ہاتھ پھیرا تھا، حریم اپنا بیگ زمین پر رکھ کر دو گھڑی وہیں باپ کے پاس چارپائی پر ٹک گئی تھی۔

''سفر تو اچھا گزرا نا۔''

''جی ابا، اب تو اتنے سے سفر کی عادت ہو گئی ہے، پتہ بھی نہیں چلتا اور ساہیوال آ جاتا ہے۔''

''پینڈا پیروں کو لگ جائے تو پھر ایسے ہی پتہ نہیں چلتا، اچھا اب اندر جا ماں سے بھی مل لے۔'' وہ بھی تیری راہ دیکھ رہی ہوگی، شہباز بار بار اندر کی طرف دیکھے جا رہا تھا کہ اگر لبنیٰ بیگم نے دونوں کو یوں باتیں کرتے دیکھ لیا تو سب کچھ بھول بھال کر بولنا شروع ہو جائے گی۔

''اچھا آج ماں کیسے میری راہ دیکھ رہی ہے۔'' وہ طنزیہ مسکرائی تھی۔

''بس پتر دل کی وہ اتنی ماڑی نہیں ہے، ذرا زبان کی تیز ہے، تیرے بارے میں بھی اس کا دل اچھا ہی سوچتا ہے۔''

''اچھا ابا تو کہتا ہے تو مان لیتی ہوں۔'' وہ بیگ اٹھا کر اندر آ گئی تھی۔

''سلام اماں۔'' وہ کھڑے پر بیٹھی برتن دھو رہی تھی جب حریم صحن میں آ کر بولی تھی۔

''وعلیکم السلام، ارے حریم یہ تو ہے، اپنی سوہنی اور اپنی فیشنی شہر دی کڑی۔'' گاؤں آنے کے لئے اس نے بڑی سی چادر اوڑھ رکھی تھی،

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اب جو گھر میں آ کر چادر اتاری تو لبنیٰ بیگم تو اس کا یہ روپ دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔

''اماں کیا میں بدل گئی ہوں، جو تو اتنا حیران ہو رہی ہے۔'' پیسے میں کتنی طاقت ہوتی ہے آج حریم آئی تو لبنیٰ بیگم کے الفاظ اور لہجہ اور ناز و انداز سبھی کچھ بولا ہوا تھا۔

''تم تو بالکل ویسی ہی لگ رہی ہو جیسے فلموں ڈراموں میں لڑکیاں نہیں آتیں۔'' اتنے میں دونوں بچے کاکا اور چھینی بھی اس کے گرد آ کھڑے ہوئے تھے، اس کے دونوں کو جھک کر پیار کیا تھا۔

''چھوڑو اماں، تم بھی کیسی مثالیں دیتی ہو۔'' وہ بیگ اور چادر ہاتھ میں پکڑ کر اندر کمرے میں آ گئی تھی۔

''یہ سوہنی تو پہلے بھی تھی مگر ایسا روپ اور اتنا فیشن، یہ تو اپنی کڑی لگ ہی نہیں رہی، نہ اس پنڈ کی، چلو خیر، جب میں شادی میں لے کے جاؤں گی تو میری ہی واہ واہ ہوگی کہ آخر میرے شہباز کی کڑی ہے۔'' لبنیٰ بیگم اس کے حسن سے دو طرح کے جذبات کے اثر تھی کبھی ہاتھ ملنے لگتی اور کبھی اس کا حسن گنگ کر دیتا وہ اپنی پھٹی ہوئی ایڑیوں اور کھردرے ہاتھوں کو دیکھنے لگی تھی اور ساتھ ہی دوبارہ کھرے کی طرف آ گئی تھی، اس بار برتن ہاتھ سے پرے کر کے اپنے ہاتھ مانجھنے لگی تھی اور اس طرح جلن اور زور سے مانجھ رہی تھی کہ شاید اس کا بس چلتا تو اوپر والی جلد ہی اتار دیتی۔

☆☆☆

''نہیں یہ نہیں ہو سکتا، میرا بچہ نہیں مر سکتا، مجھے میرا بچہ چاہیے، مجھے میرا بچہ چاہیے۔''

ایک دن تو کسی نے مریم کو نہیں بتایا تھا کہ اس کے ساتھ کیا حادثہ ہو گیا ہے، مگر اگلی صبح ریشم کا فون امریکہ سے آیا تو وہ مریم کا حال چال پوچھ کر بچے کا افسوس کرنے لگی تھی اس کو اندازہ نہیں تھا کہ ابھی تک مریم کو بچے کے بارے میں نہیں بتایا گیا ہوگا۔

مریم تو فون پھینک کر ہسٹریائی انداز میں چلانے لگی تھی، منصور جو سامنے صوفے پر بیٹھے تھے، انہوں نے بڑی مشکل سے مریم کو قابو کیا تھا اور فوراً ڈاکٹر کو بلایا، ڈاکٹر جلدی سے آئی تھی اور اسے سکون آور انجکشن جلدی سے لگا دیا تھا، مریم کے ٹانکے ابھی تازہ تھے، اس کے لئے یوں چیخنا چلانا اور اچھلنا ٹھیک نہیں تھا مگر وہ نہ تو منصور کے قابو آ رہی تھی اور نہ ہی ڈاکٹر، تھوڑی دیر بعد دوائی کا اثر ہوا تو وہ تکیے پر ڈھے گئی تھی اور آہستہ آہستہ غنودگی میں جانے لگی تھی مگر آنسو ابھی بھی اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔

اولاد کا دکھ کتنا بڑا ہوتا ہے، یہ سبھی جانتے ہیں مگر مریم کو دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ اولاد کا دکھ برداشت کرنا بھی کتنا مشکل ہوتا ہے۔

منصور نے اس کے گالوں پر بہتے آنسو صاف کیے تھے اور اس پر کمبل ڈال دیا تھا اور خود افسردہ سے اس کے پاس بیٹھ گئے تھے۔

''سوری مریم، میں تمہیں اتنا دکھی نہیں دیکھ سکتا، وہ میرا بھی بچہ تھا مجھے بھی تمہارے جتنا ہی دکھ ہے مگر اس وقت تمہیں دیکھوں تو مجھے اپنا دکھ بہت چھوٹا سا لگ رہا ہے۔'' منصور نے اپنی آنکھوں کی نمی بھی صاف کی تھی اسے بھی اپنے بچے کے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی بچھڑنے کا دکھ تھا، مگر وہ خود کو سنبھال رہا تھا، آج تنہائی میں مریم اور بچے کا دکھ بری طرح نڈھال کر گیا تھا۔

دو دن بعد مریم کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا، مریم کو کبھی بہت خوشی کے ساتھ ایک چھوٹے سے ننھے سے مہمان کے ساتھ اپنے گھر

آنا تھا مگر آج وہ خالی ہاتھ اور دکھی دل کے ساتھ گھر واپس آئی تھی، گھر کے ملازم بھی بہت اداس تھے اور بچے الگ سہمے ہوئے تھے، منصور نے اسے احتیاط سے بیڈ پر لٹایا تھا۔

''جاؤ بیٹا مما سے ملو۔'' منصور نے دور کھڑے سنی اور گڑیا سے کہا تھا، منصور کے کہنے کی دیر تھی وہ دونوں نے ماں کا حال پوچھا تھا، مریم کا جو اتنا بڑا نقصان ہو گیا تھا اس سے دونوں معصوم ہی ناواقف تھے، مریم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

''جاؤ بیٹا مما کو آرام کرنے دو۔'' منصور نے مریم کی اداسی دیکھ کر دونوں کو پیار سے کہا تھا، دونوں مریم کے آنسو دیکھ کر خود بھی دکھی ہو گئے تھے اور اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

''مما کیوں رو رہی تھیں۔'' گڑیا نے بھائی سے پوچھا تھا۔

''لگتا ہے اس دن گرنے سے انہیں بہت چوٹ آئی ہے۔'' سنی نے کہا تھا۔

''ہاں لگتا ہے ابھی تک انہیں بہت درد ہو رہا ہے۔'' گڑیا منہ بنا کر بولی تھی جیسے مریم کا درد محسوس کر رہی ہو۔

''غلطی تو ہماری تھی نا، ہم نے اس دن بہت غلط کھیل کھیلا، نہ ہم وہ پانی گراتے نہ مما آتیں اور نہ ہی پھسل کر فرش پہ گرتیں، پھر انہیں اتنا درد بھی نہ ہوتا۔'' سنی نے کہا تھا۔

''ہاں مگر ہم نے ان سے سوری کر تو لی ہے۔''

''مجھے لگتا ہے انہوں نے ہماری سوری ایکسیپٹ نہیں کی وہ منہ سے تو کچھ نہیں بولیں۔'' سنی کچھ سوچتے ہوئے بولا تھا۔

''بھائی انہیں اتنا درد ہو رہا تھا پھر وہ کیسے بولتیں۔''

''ہوں، یہ بھی ہے۔'' سنی نے گڑیا کی بات سے اتفاق کیا تھا اور اپنی گیم لے کر بیٹھ گیا تھا۔

''منصور میں اب کبھی ماں نہیں بن سکتی، ڈاکٹر آپ سے یہی کہہ رہی تھی نا، بتائیں ڈاکٹر نے آتے ہوئے یہی کہا تھا نا، میں نے سن لیا تھا، میں سو نہیں رہی تھی۔'' مریم کے آنسو خشک نہ ہونے کی بڑی وجہ یہی بات تھی جو اسے ڈسچارج کرتے وقت ڈاکٹر نے منصور کو بتائی تھی اور اس نے بھی سن لی تھی، پہلے تو بچے کے بچھڑنے کا دکھ تھا اور اب تو دکھ سوا ہو گیا تھا کہ وہ کبھی ماں نہیں بن سکتی ہے، اس کے آنگن میں کبھی کوئی پھول نہیں مہک سکتا ہے، اس کی گود ہمیشہ سونی رہے گی، وہ بس ساری عمر ایک غیر عورت کے بچوں سے اپنا دل بہلاتی رہے گی، وہ گھر آ کر پھر سے بے قابو ہو رہی تھی۔

''مریم پلیز خود کو سنبھالو، ڈاکٹر کا کہا حرف آخر نہیں ہے، اب دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں رہ گیا ہے، ہر چیز ممکن ہے، ہر طرح کا علاج ہے، ہر بیماری ٹھیک ہو سکتی ہے۔'' منصور نے اسے تسلی دی تھی اور اپنی انگلیوں سے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

''ہر بیماری کا علاج ہے یہ کوئی بیماری نہیں ہے یہ ایک کمی ہے ایک نقص ہے جو مجھ میں پیدا ہو گئی ہے، کوئی کسی کمی کو کیسے دور کر سکتا ہے، بتاؤ منصور، کیسے میری یہ کمی دور ہو سکتی ہے۔''

''تمہیں معجزوں پر یقین ہے نا، خدا چاہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے، پھر تم کیوں دل چھوڑ بیٹھی ہو۔''

''مجھے صبر نہیں آ رہا، منصور میں کیا کروں۔'' وہ پھر بکھرنے لگی تھی، منصور تو خود بھی اسے سنبھالتے سنبھالتے اپنا حوصلہ چھوڑنے لگتا تھا۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

وانیہ اور موحد اپنا مختصر سا سامان سمیٹ کر اسلام آباد آ گئے تھے، موحد کے دوست نے ایک اچھے علاقے میں فلیٹ کا انتظام کر دیا تھا، وہ سیدھے فلیٹ پر ہی آئے تھے، سامان رکھ کر وانیہ گھوم پھر کر فلیٹ کو دیکھنے لگی تھی، دو بیڈ روم کا کھلا سا فلیٹ تھا، وانیہ کو پسند آ گیا تھا، موحد نے شکر کا سانس لیا تھا۔

اسلام آباد کتنا خوبصورت اور حسین شہر ہے نا، وانیہ ٹیرس کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی، شام کا وقت تھا اور مارگلہ کی پہاڑیوں کے پیچھے سورج کب کا غروب ہو چکا تھا، وہ اسلام آباد کے حسین مناظر کو دیکھ کر بولی تھی۔

''مگر تم سے زیادہ نہیں۔'' موحد نے پاس آ کر وانیہ کی اڑتی زلفیں سنواری تھیں۔

''اچھا، کیا میں اتنی خوبصورت ہوں۔'' موحد کے منہ سے نکلی ذرا سی تعریف اسے بہت خوش کر دیا کرتی تھی۔

''ہاں بہت زیادہ، کیا کبھی اپنے آپ کو آئینے میں نہیں دیکھا کیا آئینے نے کبھی تمہاری بے تحاشا خوبصورتی کی گواہی نہیں دی۔''

''میں نے کبھی غور نہیں کیا۔''

''ہاں خوبصورت لوگوں کو خود کہاں اندازہ ہوتا ہے۔''

''اسی لئے تم جیسے لوگ ہوتے ہیں جو خوبصورت لوگوں کی تعریف کر کے انہیں اس خوبصورتی کا اندازہ کرواتے ہیں۔'' وہ موحد کو چھیڑتے ہوئے بولی تھی۔

''چلو یار ایسے ہی سہی۔''

''میں مانتا ہوں، ایسے ہی ہوتا ہوگا، اچھا اب کچھ منہ ہاتھ دھو کر تیاری دیاری کر لو، میرا فرینڈ اور اس کی مسز ہمارے لئے کھانا لے کر آ رہے ہیں تھوڑی دیر تک ابھی اس کا فون آیا ہے۔''

''جناب ابھی تو میرے حسن کے قصیدے پڑھے جا رہے تھے، اور ابھی کہہ رہے ہیں ہاتھ منہ دھو لوں، کیا حسین لوگوں کو کسی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''یار تم تو بات پکڑ لیتی ہو، میں باتوں میں تم سے نہیں جیت سکتا، چلو مت دھو، ایسے ہی ٹھیک ہے۔'' موحد نے کہا تھا اتنے میں ڈور بیل بجی تھی وہ دروازہ کھولنے چلا گیا تھا اور وانیہ منہ ہاتھ دھونے واش روم میں گھس گئی تھی۔

موحد نے دروازہ کھولا اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اور عید آئی

رمشا احمد

سوچتا ہوں کہ بہت سادہ و معصوم ہے وہ
میں ابھی اس کو شناسائے محبت نہ کروں
روح کو اس کی اسیر غم الفت نہ کروں
اس کو رسوا نہ کروں وقف مصیبت نہ کروں
سوچتا ہوں کہ غم دل نہ سناؤں اس کو
سامنے اس کے کبھی راز عریاں نہ کروں
خلش دل سے اسے دست و گریباں نہ کروں
اس کے جذبات کو میں شعلہ براماں نہ کروں
سوچتا ہوں جلا دے گی محبت اس کو

"شاباش ہے شاہیر صاحب! حد ہے۔"
وہ یہ نظم پڑھتا ہوا مسکرا دیا۔
"آپ تو عشق بھی ٹین ایجر لڑکیوں کی طرح سے فرما رہے ہیں، یا سن ساٹھ کی ہیروئین کی ساری اداؤں کی ریہرسل ہو رہی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے آنکھیں موند گیا تھا۔

☆☆☆

"میری ایک بات سن لیں آپ دونوں۔"
"حکم کریں۔"
"میں اب مزید تنہا نہیں رہ سکتی اس اتنے بڑے گھر میں غضب خدا کا آپ لوگوں کو بالکل پرواہ نہیں ہے۔"
"بیگم میری موجودگی میں میری شریک حیات تنہا ہے یہ میرے کان کیا سن رہے ہیں۔"
"آپ سنجیدہ بھی ہو جایا کریں کبھی۔"
"زندگی میں ایک بار ہوا تھا، قبول ہے تین بار کہنے کے لئے، اس کے بعد توبہ کر لی۔"
"جی ہاں ہو جائیں شروع لیکن میں بھی بالکل متاثر نہیں ہوں گی اب ان باتوں سے۔"
"کان کھول کر سن لو شاہیر میں تمہاری شادی طے کر رہی ہوں۔"
"پلیز ماما آپ ایسا نہیں کر سکتیں۔"
"کیوں نہیں کر سکتی؟" تیکھے چتون سے گھورا گیا۔
"ابھی مجھے کچھ وقت دے دیں۔"
"اور کتنا وقت لو گے، چھبیس کے ہو گئے ہو، تعلیم مکمل ہے، کاروبار اچھا جا رہا ہے اب کیوں اور مہلت۔" ماما آج اسے گھیرنے کا مکمل منصوبہ بنائے بیٹھی تھیں۔
"پلیز ماما میں ابھی تیار نہیں ہوں اس سب کے لئے۔"
"وہی تو میں پوچھ رہی ہوں وجہ کیا ہے؟ تم سے اچھے تو وہ بچے ہوتے ہیں جو ماں باپ کے سامنے شادی کر کے آتے ہیں۔"
"کیا بات کر رہی ہیں ماما میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں بھلا؟"
"ہاں تم کہاں کرو گے تم تو سترھویں صدی کے نمائندہ ہو۔" وہ پاؤں پٹخ کر ناشتہ کیے بغیر جا رہی تھیں، آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور شاہیر جلدی سے اٹھ کر ان کے پیچھے گیا، رحمٰن صاحب بھی اشارہ کر رہے تھے۔
"میری اچھی ماما پلیز ناراض نہیں ہوں، اچھا ناشتے کے بعد بات کرتے ہیں آپ ناشتہ تو کریں۔" اس نے ان کے سامنے جوس کا گلاس رکھا پھر توس پر جیم لگانے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔
"میں تمہاری بات مسز رحیم کی بیٹی ازنیٰ سے طے کر چکی ہوں، اب تو اگر مگر۔" اور یہ نام سنتے ہی شاہیر پر تو شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔
"چلیں جیسے آپ کی خوشی۔" وہ دھیمے سے مسکرا دیا۔
"اور ہاں آج انہیں انوائیٹ کیا ہے میں نے گھر پر جلدی آ جانا گھر، یہ نہ ہو کہ کوئی بزنس میٹنگ کا بہانہ سنا دو۔" وہ اسے لتاڑ رہی تھیں۔

"اوکے مام ویسے جب رشتہ طے ہو گیا تو وہ لوگ اب مجھے کیوں دیکھنا چاہتے ہیں۔"
"برخودار، قربانی کے جانور کو بار بار ٹھوک بجا کر دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔" بابا نے پھر مداخلت کی۔
"آپ تو رہنے ہی دیں۔"
"ہم کیسے رہنے دیں آخر ہم لڑکے والے ہیں اور لڑکے کے ابا بہت اہم ہوا کرتے ہیں۔" بابا مسکراہٹ دبا کر گویا ہوئے تھے۔
"ابا کا یہ فرض ہوتا ہے؟"
"کیا فرض ہوتا ہے جو ہم نے پورا نہیں کیا۔"
"اسے عملی زندگی کے حقائق سے آگاہ کیا کریں۔"
"میاں دیکھو سب سے پہلی بات یہ پلے باندھ جو صرف آنکھیں کھلی رکھے وہ شوہر ہوتا ہے جو ساتھ زبان کو زحمت دے اسے شوفر کہتے ہیں۔" بابا لبوں میں مسکراہٹ دبائے شروع ہو چکے تھے اور اماں جان وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھیں۔
"اپنی ماں کو منا کر جانا اور جو وہ کہیں کرنا۔" ان کے منظر سے ہٹتے ہی بابا پینترا بدل گئے۔
"بابا آپ بھی ناں۔" اس نے لاڈ سے باپ کی طرف دیکھا، جانتا تھا مام اور بابا کا کپل کتنا پسند کیا جاتا ہے، دونوں میں پیار محبت بھی حد سے زیادہ تھا بس بابا ذرا جولی سے تھے۔
بابا آفس کے لئے نکل رہے تھے مام انہیں سی آف کہہ کر آئیں تو وہ سامنے صوفے پر مسکینی سی صورت بنائے بیٹھا تھا۔
"کیا بات ہے، لڑکی تو تم نے دیکھی ہوئی ہے؟"
"کیا فرق پڑتا ہے آپ نے دیکھی یا میں نے ایک ہی بات ہے۔"
"زیادہ بننے کی ضرورت نہیں ہے اور ہاں، کدھر گیا، یہ رہا نمبر تم بات کر سکتے ہو لیکن تنگ نہیں کرو گے میری ہونے والی بہو کو۔"
"او مام میں کیا بات کروں گا۔"
"لڑکے اب یہ بھی میں بتاؤں، مسز رحیم سے لیا ہے میں نے تمہاری مرضی ہے بات کرنا چاہو تو انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"
"اوکے تھینکس اب کیا حکم ہے؟"
"فی الحال تو بس یہ کہ آج جلدی آجانا۔"
وہ کچن کی طرف چلی گئیں اور وہ نمبر موبائل میں سیو کر رہا تھا، شروع میں تعلیمی کریئر پھر بزنس کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینے کے بھوت نے اسے زندگی کے اس رنگ سے آشنا نہیں ہونے دیا تھا، لڑکیوں میں وہ خاصا مغرور مشہور تھا، لیکن چھوئی موئی سی ازنی میں جانے کیا بات تھی، وہ اسے اچھی لگی تھی اور سب سے بڑی بات اس نے اس کی آنکھوں میں اپنے لئے پسندیدگی بھی دیکھی تھی، جب بھی سامنا ہوتا، وہ دن بھر کے شیڈول کو چیک کرتا گاڑی میں بیٹھ گیا وہی روٹین ورک تھا لیکن فرق تھا تو صرف اتنا کہ آج اس نے ازنی سے بات کرنے کی ٹھانی تھی، اس نے نمبر پش کیا۔
"ہیلو۔" دلکش نسوانی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔
"ہیلو۔" ازنی میں شاہیر عبداللہ بات کر رہا ہوں
"جی!"
"کیسی ہو؟" اس نے تمہید باندھی۔
"ٹھیک۔" او اتنا مختصر جواب۔
"بیٹا سنبھل کے: بھی عشق نہ جھاڑ۔" اس نے خود اپنے آپ کو گھر کا تھا۔

"انکل اور آنٹی گھر پر ہیں یا نکل چکے ہیں ہمارے گھر کے لئے۔"
"جی وہ جا چکے ہیں۔"
"او کے خدا حافظ۔" اتنی الھڑا ماڈ ہیں سیما آنٹی اور یہ بیٹی تو بالکل ہی، چلو خیر مجھے تو پسند ہے اس نے فرصت سے میسج لکھنا شروع کر دیا۔

جو سود و زیاں کی فکر کرے
وہ عشق نہیں مجبوری ہے
میں تجھ کو کتنا چاہتا ہوں
یہ کہنا غیر ضروری ہے

☆☆☆

شام کی تقریب ویسی ہی تھی جیسی ان کے گھر اکثر ہوتی تھیں، وہی مام کی روایتی مہمان نوازیاں بابا کی خوش مزاجی، اس کا نپا تلا انداز لیکن وہ دل سے خوش تھا، اس نے جو چاہا بن مانگے قدرت نے اس کی جھولی میں ڈال دیا تھا، سارا لان رنگ برنگے برقی قمقموں سے جھلملا رہا تھا، اپریل کے ابتدائی دن تھے لیکن بادل چھائے ہوئے تھے اور خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔
"تو بس ٹھیک ہے اس ماہ کی پچیس تاریخ ٹھیک رہے گی۔"
"جیسے آپ مناسب سمجھیں ہم تو بالکل تیار ہیں۔" بابا خوشگواریت سے بولے تھے۔
اور مسز رحیم نے اثبات میں سر ہلا کر رحیم صاحب کو ہاں کرنے کے لئے کہا تھا۔
ہاں ہونے اور ڈیٹ فکس ہونے کے بعد دونوں طرف شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں، ازنیٰ کو شادی کی شاپنگ کرواتے شاہیر نے اس کے رویے میں عجیب سا کترایا کترایا محسوس کیا تھا۔
"چلو اچھا ہے ورنہ آنٹی رحیم تو لگتا ہے انکل کی شوہر ہیں بیوی نہیں۔" اس نے اپنی خوش قسمتی پر ناز کیا، اسے اس زمانے میں ایسی اچھی، شرمیلی سی لڑکی مل رہی ہے۔
"مام مجھے بزنس ٹور پر جانا ہے، آپ بقیہ شاپنگ اپنی بہو کے ساتھ خود کر لیں پلیز۔" اس نے جواز گھڑا، بزنس ٹور پر جائے بغیر گزارا ہو سکتا تھا لیکن ازنیٰ اس کے ساتھ کھل کر شاپنگ نہیں کر پا رہی تھی یہ اسے گوارا نہیں تھا، سو وہ کچھ وقت دینے کی نیت سے منظر سے ہٹ گیا تھا۔

☆☆☆

"شاہیر یہ ازنیٰ کی کچھ چیزیں ادھر آ گئی ہیں تم پہنچا دو۔"
"مام ڈرائیور سے کہیں پلیز۔"
"تو بالکل نہیں تم جاؤ گے خود۔"
"مام میں، آکورڈ سا نہیں لگے گا کچھ۔"
"نہیں لگے گا ابھی جاؤ نو بہانے بازی۔"
اور وہ مام کا دیا ہوا پیکٹ گاڑی کی پسنجر سیٹ پر ڈالے، خوابوں کا سفر کرتا کچھ ہی دیر میں میرون اور گولڈن گیٹ پر تھا گارڈز نے کھٹا کھٹ سلام کرتے ہوئے گیٹ اس کے لئے وا کر دیا، مغرب سے کچھ پہلے کا وقت تھا، برسات کا مہینہ چل رہا تھا، کئی دنوں سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے فضا میں گھٹن سی تھی، اسے مہندی کی گھنی باڑ کے پار کسی کے زور زور سے باتیں کرنے کی آوازیں آئیں۔
"مام پلیز فار گاڈ سیک میری بات مان لیں۔" یہ یقیناً ازنیٰ تھی، آواز انتہائی بھاری لگ رہی تھی۔
"ہوش کرو ازنیٰ اب یہ نہیں ہو سکتا، اب وقت گزر گیا۔"
"مام میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی پلیز۔"
وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور شاہیر کے پاؤں زمین نے جکڑ سے لئے تھے، ابھی تو اس نے

محبت کی دنیا میں قدم رکھا تھا، ابھی تو دل جذبوں سے آشنا ہوا تھا، ابھی تو دل کسی کے نام کی مالا جپنا شروع ہوا تھا، ابھی تو اس نے اپنی بے تابیاں اس لڑکی تک پہنچائی نہ تھیں، وہ ہر رشتے اور کام میں ایمان داری کا قائل تھا، لیکن یہاں تو معاملہ ہی چوپٹ لگ رہا تھا۔

"تمہارا دماغ کچھ زیادہ ہی خراب ہو گیا ہے، تم نے پردہ کرنا شروع کر کے جگ ہنسائی کروائی میں نے برداشت کی، تم نے ہنسنا بولنا پارٹیز میں جانا، فرینڈز بنانا چھوڑا میں نے تمہیں کچھ نہیں کہا، اب یہ نہیں ہو سکتا کسی صورت، کہ تم ہماری عزت کا جنازہ نکال کر کسی ٹٹ پونجیے کو میرے سامنے لا کھڑا کرو۔"

"ماما کوئی نہیں ہے، آپ شاہیر کے علاوہ کسی سے بھی میری شادی کر دیں میں اف نہیں کروں گی پر شاہیر نہیں پلیز ماما پلیز۔" وہ روتے ہوئے گڑگڑا رہی تھی اور شاہیر کے لئے وہاں کھڑا ہونا دوبھر ہو گیا تھا وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا گیٹ کی طرف آیا۔

"یہ بیگم صاحبہ کو دے دیجئے گا۔" اس نے پیکٹ گارڈز میں سے ایک کے حوالے کیا اور گاڑی زن سے نکال لے گیا، گارڈز اگر اچھل کر ایک طرف نہ ہو جاتا تو شاید اس کا قیمہ اس وقت سڑک پر اکٹھا کرنے کے قابل بھی نہ رہتا۔

☆☆☆

اور پھر سارے فنکشنز میں وہ بجھے دل پر ہنستے چہرے کے ساتھ شریک تھا۔

"میں اسے خوش رکھنے کی کوشش کروں گا۔" اس نے خود کو تسلی دی تھی۔

"لیکن وہ مجھے ریجیکٹ کر رہی ہے، میرے علاوہ کسی کو بھی اپنا لے گی۔" یہ وہ تازیانہ تھا جو اس کی اناء پر دن رات صبح شام برس رہا تھا اور اس کی مردانہ غیرت، اناء بلبلا کر جاگ اٹھی تھی، وہ محبتوں کے معاملے میں بے حد خوش قسمت تھا، مام، بابا اسے پیارے تھے، ان کے فیصلے کو ریجیکٹ کرنا اس کے بس میں نہیں تھا اور اسے وہ بھی تو عزیز تھی، لیکن ایک لمحے کے لئے اسے اس دشمن جاں کی خوشی کا خیال آیا۔

"مام! اگر میں یہاں شادی نہ کروں تو؟"

"کم آن شیری یہ کوئی جوک کا موقع نہیں ہے تم جلدی سے اپنے بابا کو کال کرو ان سے کہو جلدی آ جائیں ہم آدھے گھنٹے تک رسم کرنے کے لئے نکلنے والے ہیں۔" مام اس وقت اتنی گریس فل اتنی خوش لگ رہی تھیں کہ اس کا حوصلہ ہی نہ ہوا ان کی آنکھوں میں اداسی یا بے یقینی کے رنگ دیکھے، وہ بہت پریکٹیکل تھا لیکن بے حس نہیں بن سکتا تھا، شادی ہوئی مام نے اپنے سارے ارمان پورے کیے، ڈیڈ کے قہقہوں نے ان کی زندہ دلی کا ثبوت دیا لیکن شاہیر عجیب قسم کی کیفیات میں گھرا رہا شادی کے بعد بھی بظاہر سب نارمل تھا لیکن کہیں کوئی مسئلہ تھا جس کا ادراک شاہیر جیسے حساس بندے کو ہو رہا تھا، باوجود بے حد ذہین ہونے کے وہ معاملے کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

"یار تو...... تو بال کی کھال لمحوں میں اتار لیتا ہے، بغیر چھری چاقو کے۔" ہادی کہا کرتا تھا۔

"تیرے سامنے ایک لفظ منہ سے نکل جائے اور فسانہ خود تیرا دماغ سیٹ کر لیتا ہے۔" حیدر کو گلہ رہتا تھا یوں اسے بہت سے دوستوں جاننے والوں کے ستائشی کلمات اپنے بارے میں یاد تھے پر یہ معاملہ۔

"اف کیا کروں۔" وہ سوچتا ہی رہ جاتا، وہ ازلی کی طرف سے پہل کا منتظر تھا، وہ کچھ کہے تو پوچھا جائے کہ وہ کیوں راضی نہیں تھی، لیکن ایسی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نوبت ہی نہیں آئی تھی، بظاہر وہ سب کے ساتھ نارمل تھی، لیکن شاہیر کو کچھ ایب نارمل ہونے کا یقین سا تھا جس میں آخری کیل اس روز ناشتے کی میز پر ہونے والی گفتگو نے ٹھونک دیا۔

''شاہیر آفس سنبھالنے سے پہلے تم لوگ گھوم پھر آؤ۔'' بابا براؤن بریڈ پر مارجرین لگاتے ہوئے بولے، شاہیر سر جھکائے ناشتہ کرتا رہا۔

''ہاں بیٹا تم دونوں گھوم آؤ۔'' مام نے بابا کے لئے چائے بنا کر رکھتے ہوئے کہا۔

''ایسا کرو تم لوگ فیصلہ کر کے مجھے بتا دو کہاں جانا ہے میں ٹکٹیں کنفرم کروا دوں گا، یہ میری طرف سے گفٹ ہو گا۔'' بابا مصروف سے انداز میں چائے پیتے ہوئے اخبار کی سرخیوں پر سرسری نظر ڈال رہے تھے۔

''آج رات تک مجھے بتا دو۔'' بابا نے نیپکن سے اپنے ہونٹ صاف کیے اور ناشتے کی ٹیبل سے اٹھ گئے، شاہیر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، وہ ازنی کا جواب سننا چاہتا تھا۔

''وہ مام! ہم کہیں نہیں جا رہے، وہ اصل میں آپ اکیلی ہو جائیں گی۔'' ازنی اٹکتے ہوئے کہہ رہی تھی، شاہیر نے ایک نظر اسے دیکھا اور جوس کے سپ لینے لگا۔

''میری جان اکیلی تو خیر میں ہو جاؤں گی لیکن یہ ضروری ہوتا ہے، میاں بیوی کے لئے ان میں انڈر اسٹینڈنگ بڑھتی ہے اس لئے تم لوگ بے فکر ہو کر جاؤ اور خیریت سے آؤ۔''

''پھر آپ ہمارے ساتھ چلیں۔''

''ارے نہیں بیٹا میں کہاں اور ویسے بھی یہاں مجھے کچھ ضروری کام ہیں، فنکشنز اٹینڈ کرنا ہیں، بس تم لوگ ہو آؤ۔'' شاہیر کے دل میں گرہ سی پڑ گئی، جس کلاس سے ازنی تعلق رکھتی تھی اس کی لڑکیاں اے بی ہیو نہیں کرتی تھیں اور وہ بھی

آج کے دور میں جب دلہنیں ہر صورت میں ہنی مون ٹرپ پر جانا اپنا فرض سمجھتی ہیں چاہے پیٹ کاٹ کر ہی کیوں نہ جانا پڑے، اسے عجیب سا احساس ہوا، تو یہ اب تک اپنے اسی فیصلے پر قائم ہے اندر سے، صرف اوپر اوپر سے تعلق نبھانے کے لئے مجبور ہے، شاہیر نے سوچا اور مام کو خدا حافظ کہتا آفس کے لئے نکل گیا، بابا کے منع کرنے کے باوجود وہ آفس چلا آیا تھا، اسے اپنی لامحدود سوچوں سے فرار چاہیے تھا جو مصروفیت کی صورت ہی میسر آ سکتا تھا اور مام اور بابا کے بے حد اصرار پر وہ لوگ ہنی مون ٹرپ کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔

☆☆☆

وہ گھنٹوں ایک ساتھ چلتے مختلف جگہیں دیکھتے رسمی سی بات چیت ہوتی اور بس، اس دن ازنی کو فلو ہوا تھا پہاڑی مقام ہونے کی وجہ سے کمرے سے باہر بے حد ٹھنڈ تھی، شاہیر نے اسے باہر چلنے کے لئے کہنے کی بجائے اطلاع دی تھی۔

''میرے کچھ دوست ادھر ہیں، میں ان سے ملنے جا رہا ہوں دو گھنٹے تک آؤں گا، وقفے وقفے سے سوپ لے لینا۔'' شاہیر نے بے تاثر لہجے میں جیسے رٹا رٹایا سبق سنایا تھا یہ بھی وہ اپنی نیچر کے ہاتھوں مجبور ہو کر گیا تھا اور ازنی نے کمبل تانتے ہوئے سر ہلایا تھا، وہ دوا کھا کر لیٹی تو غنودگی طاری ہو گئی، گرم کمرے میں اس کے جسم کو سکون اور فرحت کا احساس ہوا اور وہ سو گئی، نجانے کتنی دیر پڑی سوتی رہی، ایک عجیب سے احساس سے اس کی آنکھ کھلی، اس نے ہڑبڑا کر وال کلاک کی طرف دیکھا شام کے پانچ بج رہے تھے۔

''او خدایا بہت سوئی ہوں میں۔'' اس کے فلو میں افاقہ تھا اور ٹمپریچر بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا،

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

دفعتاً اسے احساس ہوا۔
"شاہیر نے دو گھنٹے بعد آنا تھا تو کیا وہ مجھے سوتی ہوئی چھوڑ کر چلے گئے؟"
"شاید ایسا ہی ہوا ہے چلو خیر۔" اس نے چند بسکٹ کھائے اور دوا لے لی ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی، کچھ دیر چینل سرچنگ کرتی رہی پھر ٹی وی بند کر کے شال لے کر باہر آ گئی، لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے، یہ ایک اعلیٰ درجے کا ہوٹل تھا، کچھ دیر بے مقصد گھومنے کے بعد وہ دوبارہ روم میں آ گئی، رات کے نو بج رہے تھے باہر شدید ٹھنڈ تھی اور اندر ماحول گرم ہونے کے باوجود وہ بولائی بولائی پھر رہی تھی۔
"اللہ وہ خیریت سے ہوں۔" اس کے علاوہ اس کے لبوں پر اور کوئی بات نہیں تھی، گھڑی کی ٹک ٹک اسے اپنے سر پر برستے ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی جس کے ہر وار سے اس کے اعصاب منتشر ہو رہے تھے۔
اس سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا تھا، اس نے کئی بار شاہیر کا نمبر ٹرائی کیا پر وہ بند تھا۔
"کیا کروں۔" اس نے دونوں ہاتھ مسلتے ہوئے خود کلامی کی۔
"کیا ماما بابا کو بتا دوں؟ لیکن نہیں وہ اتنے دور بیٹھے صرف پریشان ہوں گے۔" اس نے خود کو دلاسا دیا پھر جب ایک پل صدیاں بن کر بیتا اور دس بجے اس کے موبائل پر اجنبی نمبر سے کال آئی، اس نے جھپٹ کر کال ریسیو کی۔
"ہیلو، مسز شاہیر عبداللہ بات کر رہی ہیں؟"
"جی جی بالکل۔"
"بھابھی ایسا ہے کہ شاہیر ہاسپٹل میں ہے، اصل میں وہ......" اور باقی الفاظ اس نے سنے ہی نہیں موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا، وہ ہوش و خرد سے بیگانہ بیڈ پر اوندھے منہ گری ہوئی تھی تاریکی میں جاتے اس کے ذہن نے سوچا تھا۔
"تو بالآخر وہی ہوا میری ساری احتیاط پسندی کے باوجود۔" اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

☆☆☆

ڈریسنگ کروا کر شاہیر کلینک سے باہر آیا۔
"وہ شاہیر یار مسئلہ ہو گیا ہے تمہارے بتائے میں نے بھابھی کو تمہاری حالت، واپسی کے بارے میں بتانا چاہا لیکن وہ کچھ رسپانس نہیں دے رہیں، صرف ابتدائی باتوں کے بعد انہوں نے جب سادھ لی ہے۔"
"اوہ اچھا میں دیکھتا ہوں۔" شاہیر حقیقت میں پریشان ہو گیا تھا، اس کا سیل فون راہزنی کی واردات میں کام آیا تھا اس کی خراب گاڑی دور دراز شاہراہ پر کھڑی تھی، اس نے گوروں کے اس ملک میں مقامی باشندوں سے مدد لی، لیکن لفٹ دے کر وہ عورت اور مرد ویرانے میں لے جا کر اسے لوٹ کر چلتے بنے وہ جاتے ہوئے اسے باندھ کر پھینک گئے تھے، دائیں بازو میں لگنے والی گولی اس ساری صورتحال کی نشانی کے طور پر اس کے سامنے تھی ورنہ تو یہ سارا کچھ ایک بھیانک خواب معلوم ہوتا تھا، ڈیڑھ گھنٹے کی جدوجہد کے بعد وہ حنان سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوا، وہ تو گولی اس اینگل سے لگی تھی کہ خون زیادہ وہ ضائع نہیں ہوا کچھ اس نے فسٹ ایڈ کے اصول سے مدد لی، لیکن اس وقت اسے جلدی سے جلدی ہوٹل پہنچنا تھا، اگر ازنی نے ماما اور بابا کو انفارم کر دیا، اسے ایسے بہت سے اگر مگر پریشان کر رہے تھے۔
حنان نے اسے ہوٹل کے دروازے پر اتارا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

وہ بھاگتا ہوا ہوٹل میں گھسا، شکر یہ تک ادا نہ کر سکا، کمرہ لاک تھا اس نے ڈبلی کیٹ چابی لاک میں گھمائی وہ کلک کی آواز کے ساتھ کھل گیا، اندر گھرا اندھیرا تھا، رات کے گیارہ بجے تھے، اس نے ٹٹول کر لائٹ آن کی اس کے دائیں ہاتھ ڈبل بیڈ پر وہ پڑی تھی، عجیب تڑی مڑی حالت میں سیل فون فرش پر پڑا تھا، دوپٹہ آدھا بیڈ پر تھا آدھا زمین پر، اس کی اس حالت پر اس کا دل جیسے کسی نے مسل کر رکھ دیا تھا۔

"ازنی...... ازنی اٹھو کیا ہوا ہے؟" لیکن اس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔

کچھ بھی تھا اس نے محبت کی تھی، اس نازک سی لڑکی سے اس کے دل کا بہت گہرا تعلق تھا، اس نے اس کے کندھے پکڑ کر اسے سیدھا کیا نبض آہستہ آہستہ چل رہی تھی، سرخ و سفید چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی، وہ شکل سے برسوں کی مریض دکھائی دے رہی تھی۔

شاہیر نے ادھر ادھر دیکھ کر پانی کی بوتل اٹھائی اور اسے کے چہرے پر چھینٹے مارے۔

"ازنی اٹھو آنکھیں کھولو۔" شاہیر اسے بچوں کی طرح سے چکار رہا تھا۔

کافی کوشش کے بعد اس نے ذرا سی حرکت کی اور ادھ کھلی آنکھوں سے ارد گرد کا جائزہ لیا۔

"پلیز یہ مت کہیں پلیز۔" وہ غنودگی میں بول رہی تھی۔

"کہ...... کہ...... شاہیر...... شاہیر اب نہیں ہیں۔"

"وہاٹ میں شاہیر ہوں بالکل تمہارے سامنے۔" شاہیر نے اس کا سر اپنی طرف گھمایا۔

"میں یہ ہوں اور تم سے بات کر رہا ہوں کیا ہوا تھا تمہیں؟"

"آ...... آپ ٹھیک ہیں، ٹھیک ہیں ناں آپ وہ...... وہ فون وہ کیا مذاق تھا، لیکن یہ کیا ہے۔" اس نے اس کے بازو پر بندھی دیکھ کر چیخ ماری پھر زخم پر بندھی پٹی کو پریشانی سے دیکھنے لگی، شاہیر کو وہ کوئی اور ہی ازنی لگ رہی تھی، شادی کے اتنے عرصے بعد کیا وہ پردیس میں آ کر تنہائی کے احساس سے ڈر گئی ہے، اس نے سوچا اور اپنا بازو ایک طرف کیا۔

"آپ کو کیا ہوا ہے، یہ کیا ہے، یہ چوٹ کیا ایکسیڈنٹ۔" وہ متوحش تھی۔

"یہ صرف ایک معمولی سا حادثہ ہے اور کچھ نہیں۔"

"پلیز شاہیر آپ مجھے چھوڑ دیں، ماما پاپا سے کہہ دیجئے گا ازنی مر گئی، انہیں میری ویسے بھی کوئی ضرورت نہیں ہے، بس آپ کہہ دیں گے وہ مان لیں گے، آپ مجھے چھوڑ......" چٹاخ شاہیر کا بائیں ہاتھ کا تھپڑ اس کا دایاں رخسار دہکا گیا تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو، کیوں چھوڑ دوں تمہیں۔" وہ چلایا تھا، جیسے ضبط کا یارانہ ہو، ازنی رخسار پر ہاتھ رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے اسے دیکھتی رہی پھر اس نے مچل مچل کر عجیب سی فرمائش شروع کر دی۔

"پلیز شاہیر مجھے اور ماریں، میرے ساتھ ایسا ہی سلوک رکھیں، ہمیشہ مجھے اذیت دیں، پھر میں...... میں آپ کے ساتھ رہ لوں گی، خوشی سے۔"

"ازنی کیا کہہ رہی ہو تم، تمہیں احساس ہے؟"

"ہاں میں پورے ہوش حواس میں آپ سے درخواست کر رہی ہوں پلیز مان لیں۔" اس کا انداز التجائیہ تھا جیسے کوئی بچہ آئس کریم کی فرمائش کرے۔

"لیکن کیوں؟ کیوں کروں میں ایسا؟ مجھے

ایسا کرنا پسند نہیں ہے۔"

"شاہیر میری نحوست سے بچنے کا یہی ایک راستہ ہے۔" وہ تڑپ تڑپ کر روتے ہوئے بولی، شاہیر کو جیسے کسی بچھو نے ڈنک مارا تھا، وہ اچھل کر اس کے سامنے بیٹھا۔

"تمہاری نحوست، وہاٹ ربش، میں نہیں مانتا اس ساری فضولیات کو، یہ اکیسویں صدی ہے مادام۔"

"آپ کیسے مان سکتے ہیں، اسے میں نے بھگتا ہے، تو میں ہی جان اور مان سکتی ہوں اسے۔"

"دیکھو ازنی میرا یقین کرو میں دو گھنٹے بعد آ جاتا لیکن معمولی سا حادثہ ہو گیا تھا اس لئے میں لیٹ ہو گیا۔" اس نے اسے حادثے کی مختصر سی تفصیل بتائی، پر وہ اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھی۔

"نہیں شاہیر جب تک میں ہوں، یہ سب یونہی ہوتا رہے گا۔" آنسو موتیوں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے، اس کی اپنے لئے بے پناہ جذباتیت دیکھ کر شاہیر کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔

"ازنی جسٹ ریلیکس یہ لو پانی پیو۔" اس نے چند گھونٹ لے کر گلاس ایک طرف کر دیا۔

"اب بتاؤ کیا بات ہے۔" شاہیر کا لہجہ ہمدردی سے بھرپور تھا۔

"میں...... مہ...... شروع سے اسی طرح دیکھ رہی ہوں جس سے میں محبت کرتی ہوں وہ نہیں رہتا، ماما مجھے پسند نہیں کرتی تھیں، میری دادو بہت اچھی تھیں، وہ چلی گئیں، میں بہت روئی، پھر میں نے سکول میں دوست بنائی، وہ مر گئی، اس وقت سے لے کر اب تک جس چیز جانور یا انسان سے میں نے محبت کی وہ نہیں رہا شاہیر پلیز میری بات مان لیں آپ بہت اچھے ہیں۔" وہ سسک رہی تھی۔

"اٹس اوکے دیکھو اگر ایک چیز نہیں رہتی ہے تو اس کا متبادل آ جاتا ہے جسٹ سمپل۔" وہ رسانیت سے سمجھا رہا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، آپ کا کوئی متبادل نہیں ہو سکتا، پلیز مجھ میں آپ کو کھونے کا حوصلہ نہیں ہے، پلیز۔" وہ التجا کر رہی تھی۔

"تو کیا مجھے چھوڑنے کا حوصلہ ہے؟" وہ نظریں چرا کر نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"لیکن یہ تسلی تو ہو گی، آپ صحیح سلامت ہیں۔"

"یہ کوئی تھیوری نہیں ہے۔" وہ چڑ گیا۔

"ہے ناں، میں نے ماما سے کہا تھا کہ وہ میری شادی آپ سے نہ کریں لیکن وہ نہیں مانیں۔"

"تو کیا شادی سے پہلے میں تمہیں پسند تھا؟"

"ہاں۔" وہ عام حالات میں شاید یوں اقرار نہ کرتی لیکن اب اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

"دیکھو ازنی ایز اے مسلم میرا تمہارا یقین ہے کہ جس نے اس جہان میں آنکھ کھولی ہے اس نے بند بھی کرنی ہے، موت کا ایک وقت مقرر ہے پھر تم کیوں پریشان ہو۔" وہ اسے بازو کے گھیرے میں لے کر سمجھا رہا تھا۔

"نہیں...... نہیں ہمیشہ میری پیاری ہستی جاتی ہے اس بار میں مر جاؤں تو اچھا۔"

"ہشت پاگل۔" شاہیر نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"اوکے کھانا کھاؤ، دودھ پیو، دوا لے کر لیٹ جاؤ صبح فریش ہو کر بات کریں گے۔" شاہیر اسے بچوں کی طرح چمکارتے ہوئے بولا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اور اس کی ہدایات پر عمل کر رہی تھی۔

☆☆☆

شاہیر کے والد عبداللہ علیم اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تھے، ایک چچا اور ایک تایا بھلے تایا بیرون ملک آباد تھے جبکہ چچا کا کم سنی میں انتقال ہو گیا عبداللہ صاحب نے ماں باپ کی پسند سے شادی کی تھی لیکن شادی کے بعد اپنی شریک حیات شادی کے پانچ سال بعد شاہیر نے آ کر ان کی کائنات میں رنگ بھر دیئے تھے، ڈاکٹروں کے مطابق اب مسز عبداللہ کبھی ماں نہیں بن سکتی تھیں للہذا دونوں میاں بیوی اپنی ساری محبتیں شاہیر پر نچھاور کرتے وہ شروع سے محبتوں کی شدتوں کا عادی تھا، اب وہ اپنی شریک حیات پر محبت نچھاور کرنا چاہتا تھا کہ انا آڑے آ جاتی شاہیر عبداللہ جو جس محفل میں جاتا دلوں کی دھڑکن بن کا جائزہ لے رہی تھی، اس کے چہرے سے غائب دماغی صاف ظاہر تھی، دفعتاً اس کی نظر شاہیر کے بازو کی پٹی پر پڑی۔

''یہ...... یہ کہ...... کیا ہے؟'' وہ پھٹی پھٹی نظروں سے اس کے بازو کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی، انداز بے حد سہا ہوا سا تھا۔

''یہ وہ تھوڑا سا مسئلہ ہو گیا تھا۔''

''کیا ہوا تھا بتائیں مجھے آپ کیا چھپا رہے ہیں مجھ سے، بولیں بتائیں؟'' وہ اٹھ کر وحشت زدہ انداز میں سوال کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ زور زور سے رو رہی تھی، شاہیر دل ہی دل میں پچھتایا اسے اپنا بازو کور کر کے اس کے سامنے آنا چاہیے تھا۔

''صرف ایک چھوٹا سا حادثہ، میں نے فون کروایا تھا لیکن تم نے شاید۔'' شاہیر نے بیڈ کی سائیڈ پر پڑے ہوئے موبائل کو دیکھا جو بکھرا ہوا اپنی حالت پر ماتم کناں تھا اور اب وہ بری طرح روئے جا رہی تھی۔

''تم ٹھیک ہو بخار اتر گیا۔'' شاہیر کو اور کچھ نہیں سوجھا تو انہوں نے یہ سوال کر ڈالا۔

''شاہیر پلیز میری ایک بات مانیں مجھے طلاق دے دیں۔'' اب شاہیر کے پاؤں نیچے سے زمین نکل گئی تھی، یہ کون سا موقع تھا ایسی بات کرنے کا اسے معلوم تھا کہ بزنس ٹائیکون میں اس کے پاپا اور مسٹر رحیم کا ایک نام ہے ان دونوں کی جوڑی میں بے حد اتحاد ہے اور وہ پھر ممی کی من پسند بہو تھی، وہ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیسے ری ایکٹ کرے۔

''وہاٹ ربش آخر ہوا کیا ہے جو تم ایسے کہہ رہی ہو۔'' شاہیر نے بڑی دقتوں سے خود کو کچھ سخت سست کہنے سے روکا تھا کہ اس کی حالت بے حد خراب نظر آ رہی تھی، سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیرتی وہ اسے قابل رحم لگی۔

''بس میں کہہ رہی ہوں ناں کوئی میری بات سنتا ہی نہیں ہے، کسی کو سمجھ نہیں آتی ہے۔'' وہ اپنا راگ الاپ رہی تھی۔

''دیکھو میں جانتا ہوں کہ تم اس شادی کے لئے رضا مند نہیں تھیں، لیکن اگر بڑوں کی خوشی کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے تو اسے نبھاؤ۔'' شاہیر ماتھے پر بل ڈالے صرف اتنا ہی کہہ پایا تھا، انا آڑے آ رہی تھی، آخر وہ بھی کوئی گرا پڑا تو تھا نہیں۔

''آپ کو پتہ ہے کہ میں نے۔''

''ہاں میں جانتا تھا لیکن اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی، شادی سے ایک دن پہلے پتہ چلا تھا مجھے۔'' شاہیر نے گویا جرم کا اعتراف کیا تھا۔

''پھر اب مجھے طلاق دے دیں۔'' اس کی سوئی ایک ہی جگہ پر اٹکی ہوئی تھی۔

"فار گاڈ سیک ہوش کرو یہ کیا کہہ رہی ہو بار بار، صرف اتنی سی بات کے لئے کہ میں تمہیں حادثے کے بعد کانٹریکٹ نہیں کر سکا۔" اسے ازنی ٹھکرا رہی تھی، لیکن اب یہ مسئلہ کسی حد تک حل ہوتا نظر آ رہا تھا، اس نے اپنی سوچوں سے نکل کر ازنی رحیم کی طرف دیکھا جو بخار میں پڑی پھنک رہی تھی، چہرے سے اذیت عیاں تھی، وہ بے چینی سے سر ادھر ادھر پٹخ رہی تھی، اس نے برائے نام کھانا کھایا تھا اور شاہیر کے بے حد اصرار پر دوا کھائی تھی، اس کے ضد کرنے پر شاہیر وطن واپسی کے لئے سیٹیں بک کروانے کے لئے فون پر کوشش کر رہا تھا آخر بہت کوشش سے ایک دن بعد کی سیٹیں ملی تھیں وہ مبہم سی پریشانی سے واپسی کے لئے سامان سمیٹ رہا تھا ابھی ان کے ٹور کے پندرہ دن باقی تھے لیکن انہیں کل واپس جانا تھا۔

☆☆☆

میں ازنی رحیم، رحیم انڈسٹریز کے مالک کی اکلوتی بیٹی جس کی قسمت پر ایک زمانہ رشک کرتا ہے لیکن میرے دل سے کوئی پوچھے حقیقت کیا ہے۔

بابا اور پھپھو دو بہن بھائی تھے، دادا جی نے گاؤں کے رواج کے خلاف پھپھو کو تعلیم دلوائی لیکن انہیں نصیب نہ دے سکے اور پھپھو اپنے کزن کی جاہلیت کا شکار ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں کہنے والے کہتے ہیں کہ پھپھو کے جس رشتے کے چچا زاد کے ساتھ ان کی شادی ہوئی تھی، وہ عادی نشہ کرنے والا تھا اور پھپھو نے کڑھ کڑھ کر زندگی ہاری تھی، پھر پاپا تھے، اپنے والد کے تنہا وارث، مما نے ان سے پسند کی شادی کی لیکن شادی کے بعد صرف اپنی مرضی چلائی نہ جانے میں کیسے اس دنیا میں چلی آئی دادی مجھے بے حد چاہتیں تھیں، انہوں نے اس خلا کو پر کرنے کی بہت کوشش کی جو ماں کی محبت نہ ملنے کی وجہ سے مجھ میں پیدا ہو گیا تھا ویسے بھی میں نجانے کیسی تھی کسی کو کھانے اوڑھنے کی بھوک ہوتی ہے کسی کو کسی اور چیز کی مجھے صرف محبت کی بھوک تھی، میرا جی چاہتا مجھ سے بے حد و حساب محبت کی جائے اور میں بھی ٹوٹ کر پیار کروں اپنے ماں باپ سے اپنی اردگرد کی چیزوں سے لیکن یہ ممکن نہ تھا پاپا اپنے بزنس میں مصروف اور مما اپنی گیدرنگز میں ایسے میں دادی واحد سہارا تھیں پھر جب میں پانچ برس کی ہوئی دادی چپ چاپ آنکھیں موند کر چل دیں میں بہت روئی چلائی لیکن انہوں نے میری ایک نہ سنی۔

سکول میں میری دوستی مالا سے ہوئی پیاری پیاری سی پھولے گالوں والی سانولی سلونی مالا جس کا اصل نام کشمالا تھا لیکن میں اسے کشمالا کی بجائے مالا بلاتی تھی، نرسری سے ہم ایک ساتھ ایک ٹیبل پر بیٹھتے لنچ شیئر کرتے اور جب میم گراؤنڈ میں لے کر جاتیں ہم دونوں مل کر کھیلتے کبھی جھولے لیتے ہوم ٹائم پر میرا جی چاہتا میں مالا کو اپنے ساتھ ہی لے جاؤں لیکن اس کے پاپا اسے ساتھ لے جاتے، میں اگلے دن سکول اس لئے خوشی خوشی جاتی کہ میں مالا کی سریلی آواز سنوں گی اس کے نرم نرم ہاتھوں تھام کر گراؤنڈ میں خوب بھاگوں گی ہم باتیں کریں گے لیکن مالا بھی پریپ کلاس کے آخر میں فوت ہو گئی دادو کی طرح کبھی واپس نہ آنے کے لئے اس کے ڈیڈی اور ماما آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ مجھے گلے لگا کر پیار کرتے ہوئے بتا رہے تھے۔

"بیٹا اب تمہاری دوست اللہ میاں کے پاس چلی گئی ہے۔" وہ لوگ اپنے بڑے بیٹے کو سکول چھوڑنے اور لیجانے آتے تھے، جو کلاس ٹو

میں تھا، پھر گزرتے ماہ و سال میں نے دو چار اور لوگوں سے دوستیاں کیں اور ایک ایک کر کے وہ یا تو مر گئے یا بچھڑ گئے، وشمہ ایک ایسی خوش نصیب تھی جو ملک سے باہر چلی گئی میرے دل میں یہ بات پختہ ہوگئی کہ میری محبت میری دوستوں کے لئے سود مند نہیں ہے وہ ان کی جان لے لیتی ہے، میں نے گھر کے اندر جانوروں سے دل لگایا لیکن میری پیاری مانو، ڈوگی، آسٹریلین طوطے غرضیکہ جو بھی مجھے بھایا جس پر بھی مجھے ٹوٹ کر پیار آیا وہ نہیں رہتا اس دنیا میں، میری اس دیوانگی کو ماما دادی کی گود میں پلنے کا طعنہ دیتی۔

''چیپ بیک ورڈ حرکتیں ہیں یہ سب دوبارہ نہ دیکھوں میں تمہیں کسی چیز کے لئے آنسو بہاتے ہوئے مما نے میری پندرھویں سالگرہ پر مجھے گفٹ میں ملے ڈوگی کی موت پر آنسو بہاتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔''

''میری بیٹی تو لگتی ہی نہیں ہو تم نجانے کیوں مڈل کلاس کی چیپ حرکتیں ہیں تمہاری اس عورت نے نجانے کیا خناس بھرا ہے تمہارے دماغ میں ماما چلاتے ہوئے کہتیں اور دادو کو برا بھلا کہنے لگتیں تھیں یہ سب میری برداشت سے باہر تھا، اس وقت ساڑھے پندرہ برس کی عمر میں ازنیٰ رحیم نے ایک فیصلہ کیا کہ اب نہ وہ کسی سے یوں محبت کرے گی اور نہ کسی کے بچھڑنے پر آنسو بہائے گی، اس فیصلے پر نجانے کیسے دل مارتے ہوئے میں نے پانچ برس عمل کیا لیکن پھر اس دن مما کے بے حد اصرار پر میں عبداللہ انکل کے ہاں عید ملن پارٹی گئی اور واپس آ کر ہر لمحہ پچھتاتی کہ مجھے مما کی بات نہیں ماننا چاہیے تھی، کاش میں وہاں نہ گئی ہوتی میرا دل میرے اختیار میں نہیں پانچ سال پہلے کا کیا ہوا وعدہ آپوں آپ ٹوٹ گیا تھا۔

صبح و شام ہر پل شاہیر عبداللہ اپنی خوبصورت گھنی پلکوں والی آنکھوں کے ساتھ میرے حواس پر چھائے رہتے وہ تھے ایسے اونچے لمبے، کھڑی ناک کے ساتھ چہرے پر کھیلتی پرعزم مسکراہٹ ان کو تو یاد بھی نہیں ہوگا کہ ازنیٰ نام کی ایک پاگل سی لڑکی انہیں دل میں بسائے بیٹھی ہے اور یہاں میں دن رات ان کو سوچتی دماغ بار بار تنبیہ کرتا ازنیٰ تم نے جب کسی کو چاہا اس کے ساتھ جو کچھ ہوا تمہیں اچھی طرح اندازہ ہے نہ تو پھر یہ دیوانگی کیسی ہے لیکن دل نہ مانتا وہ اپنی کہے جاتا اور میں کانپ جاتی کہ شاہیر کی محبت تو پہلی سب محبتوں سے بڑھ کر تھی وہ پاپا کے فرینڈ کے بیٹے تھے، اسی دوران میں نے قریبی مدرسے سے درس لینا شروع کیا ابھی میں نے حجاب اوڑھنا شروع ہی کیا تھا کہ مما نے طوفان مچا دیا۔''

''ہوش میں تو ہو تم، ارے ایک نام ہے میرا سوسائٹی میں دنیا کیا کہے گی کہ عفت رحیم کی بیٹی یہ مڈل کلاسیوں والی حرکتیں کرتی پھر رہی ہے اور میرا مدرسے جانا ختم ہو گیا لیکن میں گھر پر ہی نماز پڑھنے کے بعد شاہیر کی صحت و تندرستی کے لئے ڈھیروں دعائیں کیے جاتی۔''

انہی دنوں میری مما کو میری شادی کی فکر ہوئی۔

''میں شادی کرنا نہیں چاہتی مما۔'' مما اس دن لاؤنج میں فرصت سے بیٹھی اپنے نئے ترشے ہوئے بالوں کو سیٹ کر کے بیٹھی تھیں۔

''پھر کیا کرنا چاہتی ہو؟''

''آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔''

''میرے پاس ٹائم نہیں ہے تمہارے لئے؟'' ان کا جواب تکے سا تھا۔

''مما پلیز۔''

''ارے ہوش کرو، ڈونٹ بی سلی یہ زندگی کی اہم ضرورت ہے اور خدا کرے تمہارا شوہر تمہیں

زندگی جینا سکھا دے میں سکھا نہیں سکی ابھی تک کچھ بھی تمہیں۔" انہوں نے اکتائی ہوئی نظر مجھ پر ڈالی تھی۔

"مما پلیز میری بات مان لیں۔"

"نو ناٹ ایٹ آل جیسا میں کہہ رہی ہوں کرتی جاؤں اللہ کرے تم بھی زمانے کے تقاضوں کے مطابق جینا سیکھ لو، ورنہ تو لوگوں کے لعنے سن سن کر میرے کان پک گئے ہیں۔"

انہوں نے کورا سا جواب دیا اور شاداں کو آوازیں دینے لگیں جو اگلے لمحے جوس لئے بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوگئی تھی اور میں بے نیل و پرام وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی ھی، ہمیشہ کی طرح، پھر ایک دن مجھے پتہ چلا کہ یری شادی کسی اور سے نہیں شاہیر عبداللہ سے ہو ہی ہے مما بہت خوش تھیں اور مجھے سوسائٹی میں ووکرنے کے گر سکھانے پر کمر بستہ ہوگئی تھیں، ہیں میری التجائیں میرا رونا تڑپنا سب پاگل پن لگتا کہ میں شاہیر عبداللہ جیسے ہیرے کو ٹھکرا رہی وں، وہ مجھے جھاڑ پلاتیں۔

"ازنی رحیم تم قسمت کی دھنی ہو جو تمہیں ساہیر جیسا جیون ساتھی مل رہا ہے ورنہ تم میں ہے کیا؟۔" مما مجھے دن میں کئی بار ڈی گریڈ کرتیں ر میں بے آواز آنسو بہاتے ہوئے ان کی جلی کٹی تی رہتی، پھر مجھے پر شاہیر عبداللہ سے شدید محبت کا انکشاف میرے بی ایس سی کے فائنل پیپرز کے بعد ہوا تھا جب مما منگنی کرنے کی بجائے یری ڈیٹ فکس کر چکی تھیں میں نے ان کی منتیں کرکیں لیکن نہ انہیں ماننا تھا نہ مانی۔

اللہ کرے شاہیر کسی طرح سے مجھے ناپسند کر یں تا کہ میری ان سے محبت میں کمی آ جائے کیونکہ جیسے میں چاہتی ہوں اسے میری شدتیں اس نہیں آتیں، اللہ کرے ایسا ہو جائے۔

اور رات کے پچھلے پہر اپنے شاندار سے گھر کی پرشکوہ اسٹڈی میں شاہیر عبداللہ اس نیلے رنگ مخملی ڈائری کو لفظ بہ لفظ پڑھ رہے تھے ہنی مون ٹرپ سے واپس آ کر انہوں نے ڈاکٹر انصاری سے یہ کیس ڈسکس کیا تھا وہ نامور ماہر نفسیات تھیں انہوں نے ہی اسے کسی بھی طرح سے ازنی کا ماضی کنگالنے پر آمادہ کیا تھا کیونکہ ان کا طریقہ کار مختلف تھا وہ مریض کو بلوانے سے پہلے اس کے اردگرد کا اچھی طرح جائزہ لیتی تھیں اس طرح بعض کیس تو ان کے کلینک میں آنے کے بغیر ہی حل ہو جاتے تھے وہ مریض کو اپنے پاس بلا کر اس کے ذہن میں یہ خیال نہیں ابھارتی تھیں کہ وہ بیمار ہے۔

"لیکن میں کیسے ڈاکٹر وہ مجھے سب کچھ بتائے گی کیسے؟" شاہیر مبہم سے انداز میں بولے تھے۔

"ینگ مین اپنے آس پاس اچھی طرح جائزہ لو ہوسکتا ہے وہ ڈائری لکھنے کی عادی ہو۔" انہوں نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا تھا اور شاہیر کی بھرپور کوششوں کا نتیجہ اس ڈائری کی صورت میں ان کے ہاتھ میں تھا، وہ پھر ڈائری کے ورق الٹا رہے تھے۔

"وہ بہت اچھے ہیں میرے تصور سے بھی زیادہ اچھے انکل آنٹی انہیں دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں وہ معصوم لوگ نہیں جانتے کہ مجھے لا کر انہوں نے کتنا غلط کیا ہے میں شاہیر کی محبتوں کا جواب سرد مہری سے دیتے دیتے تھک چکی ہوں میں کیا کرو، اللہ جی شاہیر کو لمبی زندگی دینا انہیں میری زندگی بھی لگا جائے میں اور جینا نہیں چاہتی پلیز اللہ جی پلیز۔" پھر آنسوؤں کے قطروں سے لفظ مٹے مٹے سے تھے۔

"میری پیاری ڈائری تم سے میں ساری

باتیں کر لیتی ہوں لیکن اب تمہارا میرا ساتھ ختم ہو جائے گا میں تمہیں یہاں ماما پاپا کے گھر دفن کر کے ہمیشہ ہمیشہ چلی جاؤں گی، تاکہ کسی کو میرے میں بارے میں نہ پتہ چلے کسی کو یہ پتہ نہ چلے کہ ازنی نام کی پاگل لڑکے محبت کی کتنی تشنہ تھی، وہ پیاسی ہی اس دنیا سے چلی گئی۔" شاہیر نے گہری سانس لے کر ڈائری بند کی ٹیبل لیمپ بند کر کے بیڈروم میں چلے گئے۔

☆☆☆

"ہونہہ تو ایسا ہے کہ آپ اسے اس وہم اور خودترسی سے نکالیں، محبت سے پیار سے مذہب کا حوالہ دے کر، اگر مطالعے کا شوق ہے تو اچھی اچھی کتابیں لا کر دیں میرے خیال سے آپ لوگوں کا رویہ اس کیس کو سلجھا دے گا، اگر ضرورت ہوئی میرے پاس بھی آ سکتے ہو تم ہر وقت۔"

"اوکے ڈاکٹر۔" شاہیر ڈاکٹر کے پروفیشنل انداز میں سجے سجائے کلینک سے چلے آئے تھے آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دیتے ہوئے۔

اگلے دن سے روزے شروع ہو رہے تھے، شام میں وہ گھر آتے تو ازنی گھر پر نہیں تھی مما کے مطابق وہ رمضان اپنے ماما پاپا کے ساتھ رہنا چاہتی ہے شاہیر کچھ کہہ نہیں پایا تھا، ماما پاپا رمضان کے مڈ میں لندن چلے گئے ماما کی کزن بیمار تھیں اور پاپا کا بزنس کے سلسلے میں وہاں جانا ضروری تھا اور شاہیر روز رحیم انکل کی طرف جانے کی پلاننگ کرتا یہاں تک کہ انتیسواں روزہ آ پہنچا فضا میں عجیب گھٹن سی تھی، وہ دفتر سے سیدھا رحیم انکل کی طرف آیا تھا کہ مما نے اسے ازنی کو واپس لانے کی سخت تاکید کی تھی، مغرب سے کچھ پہلے وہ اسے لے کر لوٹا تھا، وہ ویسے ہی روئی روئی سی لگ رہی تھی اسے گھر چھوڑ کر وہ پھر گاڑی لے کر نکل گیا ابھی تک رویت ہلال کمیٹی ہلال عید کو ڈھونڈ نہیں پائی تھی بازاروں میں لوگ چاند کے منتظر تھے، وہ آٹھ بجے کے قریب واپس آیا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے پانی سے بھرے ہوئے برسنے کو بے تاب وہ اپنے کمرے میں آ کر جوتے چینج کر رہا تھا کہ ازنی دروازہ کھول کر اندر آتے آتے ٹھٹک کر رک گئی۔

"اندر آ جاؤ۔" وہ چپ چاپ کمرے میں آ گئی۔

"یہاں آؤ۔" شاہیر نے اپنے پاس بیڈ پر اشارہ کیا وہ پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"رو رہی ہو؟"

"نہیں تو۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"ازنی Do you love me."

شاہیر نے آج یہ بات کرنے کی ٹھانی تھی، ازنی آنسوؤں بھری آنکھوں سے اسے دیکھے گئی اور پھر لب کاٹنے لگی۔

"ازنی دیکھو جب کوئی شے اس دنیا میں آتی ہے اسے جانا بھی ہوتا، اللہ کے سوا ہر چیز نے فنا ہونا ہے۔"

"پہ...... پلیز۔" اس کے آنسو اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔

"دیکھو جب ہمیں پتہ ہے کہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی ہے تو ہم کیوں برے وقت آنے کے ڈر سے اچھے وقت سے خوشیاں کشید نہ کریں۔" وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"ضروری نہیں ہے کہ جو تمہارے ساتھ اب تک ہوا وہ آگے بھی ہو، اللہ کسی پر اس کی استطاعت سے زیادہ وزن نہیں ڈالتا۔" شاہیر کا لہجہ نرم اور گمبھیر تھا۔

"جانتی ہوں۔"

"ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
"پھر کیوں ٹینشن میں ہو اور مجھے اپنی محبت سے محروم رکھا ہوا ہے۔" ازنی نے جھٹکے سے سر اٹھایا شاہیر کی براؤن آنکھیں شرارت پر آمادہ تھیں ازنی کو شرم نے آگھیرا۔
"لیں بیگم صاحبہ جتنا آپ مجھے پیار دل میں کرتی ہیں اتنا حقیقت میں بھی کریں اور مجھے بھی محبت کرنے سے ہرگز نہ روکیں کلیئر۔" وہ شوخی سے بولے ازنی کے لب کپکپا کر رہ گئے انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔
"دیکھو ازنی ہمیں حال میں جینا چاہیے کچھ بھی برا نہیں ہوگا بس تم برا گمان نہیں کرو۔"
"ہم جیسا گمان کرتے ہیں ہمارے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے۔" انہوں نے اس کے گرد اپنے بازو پھیلا دیے تھے اور وہ ان کے کشادہ سینے پر سر رکھ کر آنسو بہانے لگی تھی۔
"ایک سیکنڈ مادام کل عید ہے، عید کا چاند نظر آ گیا، کل ماما پاپا بھی آ رہے ہیں اس لئے یہ آنسو بہانا اب بند کر دیں اور مجھے عید مبارک کہیں۔" انہوں نے اسے اپنے سامنے کھڑا کر کے پیار بھرے شوخ لہجے میں کہا تھا، وہ آنسو صاف کرتے ہوئے سوں سوں کرتی ناک کے ساتھ بولی تھی۔
"عید مبارک، اب وعدہ کریں کبھی نہیں روئیں گی اور خوش رہو گی۔" ازنی نے سر ہلا دیا۔
"اور ڈیئر اب لگے ہاتھوں عیدی لو ایک ماہ سے انتظار کر رہا تھا۔" انہوں نے مسکراتی آنکھوں سے بازو پھیلائے۔
"جی نہیں مجھے کام ہے۔" کہتے ہوئے وہ کمرے سے بھاگنے لگی۔

☆☆☆

اسے کوئی جائے پناہ نہ دکھائی دے رہی تھی، اس نے فارقلیط حسن کو پکارنا چاہا، مگر زبان نے ساتھ چھوڑ دیا، وہ تیزی سے اس کے قریب آیا۔

''عروبہ!'' فارقلیط حسن نے آگے بڑھ کر اس کا شانہ ہلایا، تو وہ خوف سے لرزی اور مڑ کر اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں موجزن ڈر کو محسوس کرتے ہوئے فارقلیط حسن سب سمجھ گیا۔

''فارقلیط!'' وہ اس کے بازو سے لپٹ گئی، مارے خوف کے ابھی تک اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔

''آر یو آل رائٹ؟'' اس نے عروبہ کو اپنی بانہوں کے حلقے میں لیتے ہوئے استفسار کیا تو اسے یک گونہ سکون اور تحفظ کا احساس ہونے لگا، اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

''پہلے آپ نے کمرے سے غائب ہو کر

دسویں قسط

ناولٹ

مجھے پریشان کیا، پھر یہاں مجھے ڈرایا۔'' اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا تو فارقلیط حسن کو اس پر ڈھیروں پیار آیا، وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے گویا ہوا۔

''مجھے نہیں پتا تھا میری بزدل مسز جاگ جائے گی۔'' وہ اسے چھیڑنے کی غرض سے بولا تھا، وہ خفگی سے بھرپور نظر اس پر ڈال کر رہ گئی، وہ ہنوز مسکرا رہا تھا۔

''آپ رات کے اس پہر یہاں کیا کرنے آئے تھے؟'' اس نے استفہامیہ نظروں سے فارقلیط حسن کی جانب دیکھا تو وہ اس کا ہاتھ تھام کر اندر کی جانب بڑھا۔

''اپنی محبوبہ کو لو لیٹر لکھ رہا تھا۔'' وہ شرارت آمیز سنجیدگی سے گویا ہوا تھا، عروبہ غضنفر حیرت زدہ سی اسے دیکھے گئی، وہ دونوں اپنے روم میں آچکے تھے، اس کا ہاتھ ابھی بھی فارقلیط حسن کے ہاتھ

میں تھا، وہ اسے بٹھا کر خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا اور اب اس کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔
''آپ کی محبوبہ آپ کے بیڈ روم میں، آپ کے بیڈ پر سو رہی تھی، تو پھر لو لیٹر لکھنے کے لئے آپ کو باہر جانے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ اس کی شرارت کو بھانپ چکی تھی، اس لئے سنجیدگی سے بولی، فارقلیط حسن اسے دیکھے گیا۔
''اتنا کانفیڈنس!'' وہ اب اس کے ہاتھ میں موجود چوڑیوں سے کھیل رہا تھا، عروبہ بغور اس کے دلکش وجود کو دیکھ رہی تھی، زندگی کے تپتے صحرا میں وہ شخص اس کے لئے ایک ایسا سایہ دار درخت ثابت ہوا تھا، جس کی گھنی چھاؤں اسے ہر طرح کے موسم کی سختیوں سے ہر وقت بچانے کے لئے تیار رہتی تھی، اس نے تو کبھی خواب میں بھی ایسے ہم سفر کے متعلق نہ سوچا تھا، اسے وہ بہت عزیز تھا، اس کی محبت عروبہ کے لئے زندگی کا سرمایہ تھی، جینے کی وجہ تھی، وہ مسکراتا تھا تو عروبہ کو اپنے اردگرد پھول کھلتے ہوئے محسوس ہوتے تھے، وہ بولتا تھا تو وہ اس کے لہجے میں چھپے دھیمے سروں میں کھونے لگتی تھی، وہ اس کی طرف دیکھتا تھا تو وہ اندر تک سرشار ہو جاتی تھی، وہ اس کے جینے کی وجہ تھا۔
''یہ اعتماد، یہ مزاج، ہماری ہی محبت کا اثر ہے۔'' اس کی چوڑیوں کو چھوڑ کر اب وہ اس کی انگلی میں پہنے ڈائمنڈ رنگ کو کبھی اتارتا، کبھی دوبارہ پہنا دیتا۔
''کیا تم بھی مجھ سے محبت کرنے لگی ہو؟'' اس نے اچانک سوال کیا تھا اور ہمیشہ کی طرح وہ اسے خاموش نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی، وہ اسے کیا بتاتی کہ اس کی محبت تو عروبہ کے وجود میں خون بن کر دوڑنے لگی تھی، وہ چند لمحوں کے لئے اس سے دور ہوا تھا اور وہ سوتے سے جاگ گئی تھی، اس کے دل نے شور مچا کر اسے جگا دیا تھا، اسے بتا دیا تھا کہ وہ اس کے پاس سے اٹھ گیا ہے۔
''آپ باہر کیا کر رہے تھے؟'' اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ ایک مرتبہ پھر اس سے پوچھنے لگی تھی، چند ثانیے وہ اسے دیکھتا رہا، عروبہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ رہی تھی، مگر قصداً نظر انداز کر رہی تھی۔
''آؤ تمہیں دکھاؤں۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک مرتبہ پھر باہر آ گیا تھا، وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی رہی تھی، وہ اسے اس درخت کے پاس لے آیا تھا، واپس پلٹ کر اس نے لائٹس آن کیں، ان کے اردگرد تیز روشنی پھیل گئی تھی، اس کی نظر درخت کے تنے پر ٹھہر گئی تھی، وہ بے یقینی کے عالم میں تنے کو اور کبھی فارقلیط حسن کے خوبصورت چہرے کو دیکھتی تھی، اس کا دل سرشار ہو گیا تھا، خوشی سے جھوم اٹھا تھا، اسے اپنی خوش بختی پر خود رشک آ رہا تھا، اس نے فارقلیط حسن کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پشت کو چوما تھا، اس کی یہ ادا فارقلیط حسن کو بہت بھائی تھی، وہ خاموش کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، اب اس نے فارقلیط حسن کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگا لیا تھا، اس کا ایک ایک انداز بتاتا تھا کہ وہ اسے ازحد چاہتی ہے، اس کی دیوانی ہے، مگر فارقلیط حسن اس کی محبت کو اظہار کی زبان سے سننا چاہتا تھا، عروبہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی، اس کو یقین ہو چلا تھا کہ اس شخص کی محبت کا جادو سر چڑھ کر بولنے والا تھا۔

☆☆☆

پے در پے ملنے والے دکھوں اور شاکس نے غضنفر علی کی ذہنی حالت ابتر کر دی تھی، ایسے میں نویلہ کی بربادی کی خبر ان کے اعصاب پر بجلی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بن کر گری تھی، وہ ان کی سب سے چھوٹی اور بے حد لاڈلی بیٹی تھی، وہ اتنے بڑے دکھ کو کس حوصلے سے سہہ گئی تھی، کس طرح وہ گل افزاء کی موت پر انہیں تسلیاں اور دلاسے دیتی رہی تھی، وہ ہسپتال کے بستر پر بے بسی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے، ان کا جسم مشینوں میں جکڑا ہوا تھا، انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا، صوفیہ اور نویلہ انہیں ہسپتال لے کر آئی تھیں، تمام رات ان دونوں نے سولی پر لٹکتے ہوئے گزاری تھی۔

''اچھے اللہ میاں جی! میرے بابا مجھے واپس لوٹا دے، میں زندگی بھر تجھ سے کبھی کوئی شکوہ نہیں کروں گی، عیسیٰ احمد مجھ سے دور چلا گیا میں نے برداشت کرلیا، میرے پاپا کو کچھ ہوا تو میں سہہ نہیں پاؤں گی۔'' آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے، وہ اردگرد سے بے نیاز اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے اپنے باپ کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی، اسے آج اندازہ ہوا تھا کہ وہ اس دنیا میں اپنے پاپا سے زیادہ کبھی کسی کو نہیں چاہ سکتی۔

''نویلہ!'' صوفیہ عجلت کے عالم میں اس کے پاس آئی تھیں، نویلہ کا دل بند ہونے لگا تھا، اس کا جی چاہا انہیں بولنے سے منع کر دے، وہ انگلیاں کانوں میں ٹھونس لینا چاہتی تھی۔

''تمہارے پاپا کو ہوش آ گیا ہے۔'' وہ اسے بتا کر واپس مڑ گئی تھیں، وہ فوراً سجدے میں گر پڑی تھی، اس کا دل تشکر کے احساس سے بھر گیا تھا، شکرانے کے نوافل ادا کر کے وہ ان کے پاس روم میں آئی تھی۔

''پاپا!'' ان کا ہاتھ پکڑ کر وہ روئے جا رہی تھی۔

''آئی لو یو سو مچ، آئی کانٹ لو دو آؤٹ یو۔'' ان کی آنکھیں بھی جھلملانے لگی تھیں، انہیں ایک مرتبہ پھر احساس جرم نے گھیر لیا تھا۔

''میں تمہارا مجرم ہوں بیٹا۔'' وہ نحیف آواز میں بولے تھے۔

''میں ہوں تمہاری بربادی کی وجہ۔'' وہ شکستہ لہجے میں بولے تھے۔

''کچھ بھی آپ سے بڑھ کر امپورٹنٹ نہیں ہے میرے لئے، آپ سے زیادہ میں کسی سے محبت نہیں کرتی پاپا، آپ میرے پاس ہیں تو کوئی غم نہیں ہے مجھے، کچھ بھی ایسا مت سوچیں جس سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑے۔'' وہ ان کی آنکھوں کے بھیگے گوشے پونچھتے ہوئے پیار سے بولی، انہیں کبھی بھی اندازہ نہ ہوسکا تھا کہ ان کی چھوٹی سی، لاڈلی بیٹی اتنی سمجھدار ہے، اس میں حالات کو فیس کرنے کی اتنی ہمت ہے۔

''میں نے جو گل افزاء کے ساتھ کیا، وہ پلٹ کر میرے سامنے تو آنا تھا، دنیا مکافات عمل ہے بیٹا۔'' اس کی تسلیاں اور دلاسے بھی ان کے بے چین و بے قرار دل کو سکون نہ پہنچا رہے تھے، ان کا احساس جرم اور احساس زیاں اور زیادہ بڑھنے لگا تھا۔

''پاپا کچھ مت سوچیں، Stress آپ کے لئے اچھا نہیں ہے۔'' اس نے ان کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''مجھے سزا مل رہی ہے، پہلے عروبہ اور اب تم۔'' ان کے دل میں پھر سے شدید درد ہونے لگا تھا، وہ درد کو دباتے ہوئے گویا ہوئے، ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہوئے تو نویلہ گھبرا اٹھی۔

''پاپا! آپ کو پتا ہے میں کالج میں ایڈمیشن لے رہی ہوں اور میں نے سوچا ہے۔'' اس نے بہت خوبصورتی سے بات کا رخ بدلا تھا، مگر ان کی سوچ ایک ہی نقطے پر اٹک کر رہ گئی تھی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''کیا عروبہ مجھے معاف کرے گی؟'' انہوں نے گویا اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔

''پاپا وہ بہت اچھی ہے۔'' نویلہ نے انہیں تسلی دینا چاہی۔

''ہاں!'' انہوں نے ایک گہرا تھکا ہوا سانس خارج کیا۔

''کیونکہ وہ گل افزاء کی بیٹی ہے۔'' ان کے دل نے تھک کر اعتراف کیا تھا۔

''آف کورس۔'' وہ ہولے سے مسکرائی۔

''اور اس لئے بھی کہ وہ آپ کی بیٹی ہے۔''

اس نے محبت سے کہا تو وہ چند ثانیے خاموش نظروں سے اسے دیکھتے رہے۔

''میں بہت برا ہوں نویلہ؟'' انہوں نے کہا۔

''You are the world,s best papa!'' اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا، دفعتاً دروازہ کھلا اور ڈاکٹر ہارون کمال اندر آئے، ان کے ساتھ نرس تھی، جس کے ہاتھ میں ٹرے تھی، جس میں مختلف ادویات اور انجکشنز تھے۔

''السلام علیکم!'' نویلہ نے سلام کیا تھا، ڈاکٹر ہارون کمال نے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی اور سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' انہوں نے غضنفر علی سے دریافت کیا۔

''زندہ ہوں۔'' وہ ناامید لہجے میں بولے۔

''اوں ہوں، غضنفر صاحب!'' نرس بی پی چیک کر چکی تھی اور وہ دیکھ رہے تھے۔

''اتنی مایوسی تو اچھی نہیں۔'' اسی وقت صوفیہ کمرے میں داخل ہوئی تھیں، ڈاکٹر ہارون کمال نے فائل پر کچھ لکھا اور واپس مڑے۔

''مسز غضنفر آپ میرے ساتھ آئیں۔'' وہ صوفیہ سے مخاطب ہوئے، وہ باہر نکل گئیں، نویلہ اٹھ کر باپ کے پاس آ گئی، مگر اس کا دل ازحد پریشان ہو چکا تھا۔

☆☆☆

فروا نے اپنی زندگی کا واحد اور پیارا رشتہ کھو دیا تھا، ماں ایک ایسی ہستی ہوتی ہے جس کی موجودگی تمام دکھوں اور تکلیفوں کا مداوا کر دیتی ہے، کسی محرومی کا احساس نہیں ہونے دیتی، اگر کوئی بھی رشتہ پاس نہ ہو اور صرف ماں پاس ہو تو وہ سب رشتوں کی کمی پوری کر دیتی ہے، لیکن جب ماں چلی جاتی ہے تو سب رشتوں اور محبتوں کے ہونے کے باوجود بھی انسان خود کو بھری دنیا میں اکیلا محسوس کرتا ہے اور فروا کے تو سب رشتے ہی ماں سے جڑے ہوئے تھے، اس کو تو باپ کا نام بھی نہ ملا تھا، اسکول اور پھر کالج اور ہر جگہ اس کے نام کے ساتھ احسان ماموں کا نام گارڈین کے خانے میں لکھا جاتا تھا، مگر وہ اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ اپنی ماں کو نام لکھتی تھی۔

''امی کیوں چھوڑ گئیں آپ مجھے، آپ کو پتہ تھا نہ میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔'' موسیٰ علی آفس گیا ہوا تھا، مصعب سو رہا تھا، وہ انیکسی میں آ گئی تھی، اس کا دل بھرانے لگا تھا، امی کی سب چیزیں اپنی جگہ پر پڑی ہوئی تھیں۔

''امی! بس اب پھینک دیں اس جوتے کو اتنا بوسیدہ اور خستہ حال ہو گیا ہے۔'' اس کی نظر ان کے جوتے پر پڑی تھی، جو کئی بار ٹوٹا تھا اور کئی بار انہوں نے مرمت کروایا تھا۔

''ابھی اچھا بھلا تو ہے۔'' وہ دھیمے پن سے مسکرا دی تھیں۔

''کچھ مہینے اور نکال سکتا ہے۔'' وہ جانتی تھی اس کی ماں صرف اس کی خاطر اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر ایسا کر رہی ہے، وہ چاہتی تھیں

فروا اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے، وہ زندگی میں کبھی کسی کی محتاج نہ ہو، اسے کبھی آنے والے وقتوں میں یہ محسوس نہ ہو کہ اس کا باپ نہ تھا اور اس کی ماں اس کے لئے کچھ نہ کر سکی۔

''امی!'' وہ جوتے کو سینے سے لگائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، دل شدت غم سے پھٹ رہا تھا۔

میں چھوٹی سی اک بچی تھی
تیری انگلی تھام کر چلتی تھی
تو دور نظر ہوتی تھی
میں آنسو آنسو روتی تھی
خوابوں کا اک روشن بستہ
تو روز مجھے پہناتی تھی
جب ڈرتی تھی میں راتوں کو
تو اپنے ساتھ سلاتی تھی
ماں تو نے کتنے برسوں تک
اس پھول کو سینچا ہاتھوں سے
جیون کے گہرے بعیدوں کو
میں سمجھی تیری باتوں سے
میں تیری یاد کے تکیے پر
اب بھی رات کو سوتی ہوں
ماں! میں چھوٹی سی ایک بچی
تیری یاد میں اب بھی روتی ہوں

''امی!'' وہ زمین پر بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔

''امی میں بہت اکیلی ہو گئی ہوں۔'' اس کے رونے میں تیزی آتی جا رہی تھی۔

''فروا!'' اس کے عقب میں موسیٰ علی کی آواز ابھری تھی، مگر وہ اسی طرح روتی رہی تھی۔

''اٹھو!'' اس نے فروا کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کر لیا تھا۔

''چلو میرے ساتھ۔'' اس نے جوتا اس کے ہاتھ سے پکڑ کر واپس رکھا اور اسے ساتھ لئے باہر نکل آیا، اسے لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا کر وہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

''پیکنگ کر لو اپنی اور معصب کی، اس سنڈے ہم انگلینڈ جا رہے ہیں۔'' وہ آنسو بہائے جا رہی تھی، موسیٰ علی کی بات سن کر وہ بری طرح چونک گئی تھی۔

''کیوں؟'' نا چاہتے ہوئے بھی وہ پوچھ بیٹھی تھی۔

''میرا بزنس ٹور ہے، میں تم دونوں کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔'' اس کے بتانے پر چند ثانیے وہ خاموش بیٹھی رہی۔

''معصب کو ساتھ لے جائیں، میں رہ لوں گی اکیلی، پہلے بھی تو رہی ہوں اکیلی، اتنے کڑے وقت میں۔'' اس نے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑا تھا اور وہ اور زیادہ شدت سے بہنے لگے تھے، موسیٰ علی نے دیکھا تھا کہ اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں، ناک سرخ ہو رہی تھی، اس کے لئے کپکپا رہے تھے، اس نے پہلی بار اسے غور سے دیکھا تھا، بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھی، وہ اس فروا سے بالکل مختلف دکھائی دے رہی تھی جو اس سے لڑتی جھگڑتی تھی، اس کی ہر بات کا جواب دیتی تھی۔

''آئی ایم سوری فروا!'' وہ شرمندہ ہوا تھا۔

''واقعی مجھے اس وقت تمہارے ساتھ ہونا چاہیے تھا، مگر ہمیں آنے والے وقت کا نہیں پتا ہوتا، مجھے کیا معلوم تھا۔'' اس نے قصداً بات ادھوری چھوڑی تھی، فروا کے آنسو ایک مرتبہ پھر تیزی سے بہنے لگے تھے۔

''فروا تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا، تمہارے ایسے رونے سے ان کی روح کو تکلیف ہو گی۔''

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

موسیٰ علی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''اور تم اکیلی نہیں ہو، میں اور معصب تمہارے ساتھ ہیں، میں وعدہ کرتا ہوں اب کبھی تم کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔'' موسیٰ علی اس کے لئے پانی لے آیا تھا، گلاس اس کے منہ کو لگایا تو وہ ایسے پانی پینے لگی جیسے صدیوں سے پیاسی ہو، بزنس ٹور کا بہانہ بنا کر وہ اسے کچھ وقت کے لئے اس گھر اور اس ماحول سے نکالنا چاہتا تھا، اسے احساس نہ ہوا تھا مگر اس کے دل میں فروا کے لئے جگہ بننے لگی تھی۔

☆☆☆

عیسیٰ احمد ماما سے بات کرنے کے بعد بہت فکر مند ہو گیا تھا، اسے ایک مسلسل بے چینی اور فکر لاحق ہو گئی تھی کہ کہیں ماما پاپا واقعی نویلہ کو یہاں نہ لے آئیں، وقت جیسے جیسے گزر رہا تھا، اس کا احساس زیاں اور زیادہ ہو رہا تھا، اسے یہ خیال ستانے لگا تھا کہ عروبہ غضنفر اسے بے وفا سمجھتی ہو گی، وہ اس کے متعلق کیا سوچتی ہو گی اور پھر یہ خیال کہ اسے اس کے بغیر اپنی بقیہ زندگی گزارنی ہے اس جان لیوا لگتا تھا۔

''عروبہ میں تمہاری جگہ کسی اور کو نہیں دے سکتا۔'' اسے آج وہ شدت سے یاد آ رہی تھی، جی چاہ رہا تھا کہ اس کے پاس اڑ کر پہنچ جائے، اس کو دیکھے، اس سے باتیں کرے، مگر ایسا ممکن نہ تھا، آخری ملاقات میں عروبہ نے اسے اپنے پیچھے آنے سے منع کیا تھا اور وہ دل پر جبر کیے اس سے ملے بغیر واپس آ گیا تھا۔

''کاش وہ سب نہ ہوتا عروبہ!'' وہ روز یہ بات سوچتا تھا، ہر روز اس وقت کو یاد کر کے پچھتاتا تھا، مگر وقت اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

''کیا اس نے مجھے بھلا دیا ہو گا؟'' اس کا دل اس سے سوال کرنے لگا تھا، مگر اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا، کوئی تسلی یا دلاسہ نہ تھا، اسے بارہا وہ منظر یاد آیا جس میں وہ بے بسی کی تصویر بنی تنہا کھڑی صوفیہ آنٹی سے مار کھا رہی تھی اور پھر وہ منظر اسے بے چین کرنے لگتا جب وہ اپنے شوہر کے شانے پر سر رکھے آنسو بہا رہی تھی اور اسے وہاں سے چلے جانے کے لئے کہہ رہی تھی، وہ اس کا کہا کب ٹال سکتا تھا، وہ وہاں سے آ گیا تھا، مگر آتے ہوئے اپنا دل اس کے قدموں میں چھوڑ آیا تھا۔

☆☆☆

درخت کے تنے پر عروبہ کے نام کے ساتھ فارقلیط حسن کا نام کھدا ہوا تھا، وہ اسے دیکھے گئی اور پھر اس پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

''یہ کام صبح بھی تو ہو سکتا تھا۔'' وہ اس کی طرف مڑی تھی، اسے خوش ہوتا دیکھ کر فارقلیط حسن بھی مسرور تھا، یہ احساس اس کے لئے نہایت خوش کن تھا کہ وہ اس کے لبوں پر مسکان بکھیرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

''یار میں تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا، صبح تمہیں دکھانا چاہتا تھا، مگر تم نے جاگ کر میرا پلان چوپٹ کر دیا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا، عروبہ اس کے مہربان چہرے کو دیکھے گئی، اس کی محبتوں کے سامنے اس کے الفاظ کم پڑنے لگتے تھے، اس نے کبھی خواب میں بھی ایسے شخص کا تصور نہ کیا تھا، جو اسے یوں والہانہ چاہتا، اسے سراہتا، جس نے اسے دل سے سنگھارسن پر اتنے بلند مقام پر بٹھا کر یوں معتبر کیا تھا۔

''مجھے کبھی کبھی آپ کی محبت سے ڈر لگنے لگتا ہے فارقلیط!'' چاند کی دودھیا روشنی اس کے صبیح چہرے پر پڑ رہی تھی، اس کی گہری، شفاف اور بے ریا آنکھیں فارقلیط حسن سے بہت کچھ کہہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

رہی تھیں، اس سناٹے میں وہ اس کی آنکھوں سے ملنے والے پیغام بہت غور سے سن رہا تھا اور بخوبی انہیں سمجھ رہا تھا۔

''محبت پر اعتبار کرنا سیکھو عروبہ!'' اس نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر بائیں جانب رکھا تھا، عروبہ کی دھڑکنیں، اس کی دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے بے قابو ہونے لگی تھیں۔

''درختوں پر نام لکھنے سے محبت نہیں بڑھتی، جن سے محبت کی جائے ان کا نام تو دل پر لکھنا چاہیے نا، درختوں سے نام مٹ سکتا ہے، دل پر لکھا نام کبھی کوئی نہیں مٹا سکتا۔'' عروبہ نے ہاتھ واپس کھینچنا چاہا تھا، مگر ہمیشہ کی طرح فارقلیط حسن کی گرفت اس پر بہت مضبوط تھی۔

''تم میرے دل کی دھڑکنوں کو غور سے سنو، یہاں تم کو صرف ایک نام کی بازگشت سنائی دے گی عروبہ!'' عروبہ غضنفر کی ہتھیلیاں سخت سردی کے باوجود بھیگنے لگی تھیں، اب کی بار وہ بالکل خاموش ہوگئی تھی، فارقلیط حسن کی محبتیں، محبتوں کی یہ شدتیں اس کے دل کے اجڑے گلشن میں بہار کی نوید بن کر اتری تھیں، اس کے وجود پر چھائے اداسی کے بادل چھٹنے لگے تھے، اس کی ہمراہی نے عروبہ کو ایک انوکھی خوشی اور مان دیا تھا، اسے زندگی سے پیار ہونے لگا تھا۔

''تم میری محبت پر کب اعتبار کرنا سیکھو گی؟'' اس کی طویل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ آس بھرے لہجے میں بولا تھا۔

''مجھے اعتبار کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے فارقلیط؟'' اس نے فارقلیط حسن کے محبتوں سے گندھے وجود پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''مگر مجھے پتا بھی نہیں چلا اور میرا دل آپ کی محبت پر اعتبار کرنے لگا ہے۔'' اس کے الفاظ ساون کی پھوار بن کر فارقلیط حسن کے وجود پر اور دل پر برسے تھے، اس کی محنت رائیگاں نہ گئی تھی۔

''لیکن اتنا یاد رکھیئے گا، اگر آپ نے میرا اعتبار توڑا تو میں مر جاؤں گی۔'' وہ دھیمے سروں میں بول رہی تھی، اس کے لہجے میں محبت کو کھو دینے کے اندیشے فارقلیط حسن کے دل کو بہت بھا رہے تھے، وہ اس کا یہ پیارا عکس آنکھوں میں محفوظ کر رہا تھا، اس کے شیریں الفاظ اپنی روح میں اتار رہا تھا۔

''میں تمہارے بناء کچھ نہیں ہوں عروبہ، تم میرے جینے کی وجہ ہو، تم سے مل کر، تمہیں پا کر میں نے زندگی کا مزا پایا ہے، سچی خوشی اور سکون کسے کہتے ہیں، خود میرے دل کو اب معلوم ہوا ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تو ایک گہرا سکون عروبہ کی روح تک اتر گیا۔

''جیسے اس درخت کے تنے پر ہمارا نام ساتھ ساتھ لکھا ہے اور یہ صدیوں تک لکھا رہے گا، اسی طرح میرے دل پر تمہارا نام ہمیشہ لکھا رہے گا، میں اگر اس دنیا میں چلا بھی جاؤں نہ تو میری محبت کا حصار تمہیں اپنی حفاظت اور اپنی پناہ میں لئے رکھے گا۔'' اس کے آخری الفاظ نے عروبہ کی جان نکال دی تھی، اس نے اپنا جھکا ہوا سر تیزی سے اوپر اٹھایا تھا، اس نے اپنا بایاں ہاتھ فارقلیط حسن کے لبوں پر رکھ دیا تھا۔

''ایسی بات دوبارہ مت کیجئے گا، ابھی تو میرے دل نے آپ کی محبت کی بارش میں بھیگنا شروع کیا ہے، ابھی تو میری صدیوں کی پیاسی روح نے آپ کی محبت کو بارش سے سیراب ہونا ہے، مجھے آپ کے مضبوط اور گھنے سائے کی بہت ضرورت ہے۔'' اس کی نگاہوں کی التجائیں، اس کے لہجے کی اداسی کو بھانپتے ہوئے وہ نرمی سے مسکرا دیا تھا۔

''کافی پیو گی؟'' وہ اس کا ہاتھ تھامے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ہوئے اندر کی جانب بڑھا تھا، اب کی بار عروبہ نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی، اس کے دل کو عجیب سا وہم ہوا تھا۔

''آپ اتنے اچھے کیوں ہیں؟'' اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا، اس کی بات پر فارقلیط حسن دھیمے پن سے مسکرا دیا تھا۔

''کیونکہ میری مسز بہت اچھی ہے۔'' وہ دونوں کچن میں آ گئے تھے، فارقلیط حسن کافی بنانے لگا تھا، وہ شیلف کو ٹیک لگائے اس کے سامنے کھڑی تھی، وہ کافی بنا رہا تھا۔

''آپ کافی بہت اچھی بناتے ہیں۔'' وہ فریش انداز میں بولی تھی۔

''میں الو بھی بہت اچھا بناتا ہوں۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

''کیسے؟'' اس نے دایاں ابرو چڑھایا۔

''لڑکیوں کو۔'' وہ شرارت آمیز سنجیدگی سے بولا۔

''اور مجھے؟'' اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سوال کرنے لگی تھی۔

''تم تو میری کیوٹ سی انوسینٹ سی وائف ہو۔'' اس کی ناک کھینچتے ہوئے وہ محبت سے گویا ہوا تھا، کافی کے مگ لے کر وہ بیڈ روم میں آ گئے تھے۔

''کافی بہت مزیدار ہے۔'' عروبہ نے ایک سپ لیتے ہوئے کہا۔

''اور میں یہ صرف بہت خاص لوگوں کے لئے بناتا ہوں۔'' وہ اس کے چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے بولا تھا۔

''یہ ڈائیلاگ کتنی لڑکیوں سے بول چکے ہیں اب تک۔'' اس نے مصنوعی پن سے گھورتے ہوئے کہا تو فارقلیط حسن نے ایک جاندار قہقہہ لگایا۔

''ویل، تعداد تو یاد نہیں۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''مگر سچ صرف تم سے بول رہا ہوں۔'' اس کی بات پر عروبہ نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا اور خاموشی سے کافی پیتی رہی۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں، میں نے تمہارے علاوہ کبھی کسی کو کافی بنا کر نہیں پلائی۔'' اب وہ اسے اپنی کہی بات کی خود بھی وضاحت دے رہا تھا۔

''تمہیں پتا ہے میں کالج اور یونیورسٹی لائف میں بہت اچھی سنگنگ کیا کرتا تھا۔'' اس نے اچانک کہا تھا، عروبہ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''نہیں۔''

''گانا سناؤں تمہیں؟'' وہ اجازت طلب کر رہا تھا۔

''سنائیں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنا سر اس کے شانے سے ٹکا دیا تھا، وہ کچھ دیر سوچتا رہا، جیسے چوائس کر رہا ہو کہ کیا سنائے۔

ہم تیرے بن اب رہ نہیں سکتے
تیرے بنا کیا وجود میرا
تجھ سے جدا گر ہو جائیں گے تو
خود سے بھی ہو جائیں گے جدا
کیونکہ تم ہی ہو، اب تم ہی ہو
میری زندگی اب تم ہی ہو
چین بھی میرا درد بھی
میری عاشقی اب تم ہی ہو

فارقلیط حسن نے ہاتھ پھیلا کر اسے اپنی مضبوط پناہوں میں لے لیا تھا، اس کا ہاتھ نرمی سے عروبہ غضنفر کے بالوں میں چل رہا تھا، اس کے محبت بھرے لمس کی تاثیر اس کی روح میں اترنے لگی تھی، اس کی جادو بھری آواز اس کے دل کو مٹھی میں لینے لگی تھی۔

تیرا میرا رشتہ ہے ایسا
اک پل دور گوارا نہیں
تیرے لئے ہر روز میں جیتا
تجھ کو دیا میرا وقت سبھی
کوئی لمحہ میرا نہ ہو تیرے بناء
ہر سانس پہ نام تیرا
کیونکہ تم ہی ہو
تم ہی ہو، زندگی اب تم ہی ہو
اس نے سونگ ختم کر کے اس کی جانب دیکھا۔
''عروبہ!'' اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی تھی، وہ سوچکی تھی، اس کے چہرے پر سارے جہان کی معصومیت اور پاکیزگی تھی، اس کی یہ معصومیت اور پاکیزگی فارقلیط حسن کو جان سے زیادہ پیاری تھی۔

☆☆☆

عدیل نے باہر پہنچتے ہی اسے کال کی تھی، وہ اس کے لئے بے حد اداس تھی، وہ مسلسل اسے تسلی دیتا رہا تھا۔
''بہت جلد تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا، تم فکر مت کرنا علیشہ۔'' وہ محبت سے بولا تھا، مگر علیشہ کی اداسی کم نہ ہوئی تھی۔
''عدیل میں تمہارے بنا زیادہ دن نہیں رہ سکوں گی۔'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی کہہ گئی تھی، عدیل ہنس دیا تھا۔
''میری جان میں کہہ رہا ہوں نہ کہ تم کو جلد بلواؤں گا، بس مجھے یہاں سیٹ ہو جانے دو۔'' اس نے اسے پیار سے سمجھایا اور وہ اس کی بات کے جواب میں خاموش ہوگئی تھی۔
''تم اپنا خیال رکھنا عدیل۔'' وہ محبت سے تفکر آمیز لہجے میں بولی تھی۔
''اور تم کو بھی اپنا خیال رکھنا ہے۔'' عدیل نے جیسے اسے یاد دلایا تھا، کچھ دیر بات کرنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا تھا، اسی وقت اس کا موبائل بجنے لگا تھا، اس نے بے دلی سے کال ریسیو کی تھی اور دوسری طرف سے ملنے والی خبر نے اسے دہلا دیا تھا۔
''میں آ رہی ہوں ہاسپٹل، تم نے مجھے رات ہی کیوں نہیں بتایا نویلہ۔'' اسے جیسے ہی خبر ملی کہ اس کے پاپا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے وہ فوراً ہاسپٹل جانے کے لئے اپنے روم سے باہر نکلی تھی۔

☆☆☆

زین ندیم کو جب سے یہ خبر ملی تھی کہ سر موسیٰ علی اپنی کزن کو چھوڑنے انگلینڈ جا رہے ہیں، اس کی جان پر بن آئی تھی، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے، اب اس وقت وہ اسے پرپوز بھی نہ کر سکتا تھا، ابھی دن ہی کتنے ہوئے تھے اس کی ماں کو گئے ہوئے، نہ ہی اسے سر موسیٰ سے بات کرنا اچھا لگ رہا تھا، اسے عجیب بے چینی نے گھیر لیا تھا، وہ آفس سے لنچ ٹائم پر نکل کھڑا ہوا تھا، اس کا رخ سر موسیٰ کے گھر کی طرف تھا، کئی بار دماغ نے اسے روکا تھا، مگر دل دماغ کی تمام تاویلیں اور دلیلیں رد کرتا ہوا اس کے سامنے جا پہنچا تھا۔
''السلام علیکم!'' اسے وہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی نظر آ گئی تھی، پاس ہی معصب علی اپنے کھلونوں سے کھیل رہا تھا، وہ شائستگی سے سلام کرتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔
''وعلیکم السلام!'' فروا نے سرسری نظر اس پر ڈالی اور ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا، زین ندیم نے بغور اس کا جائزہ لیا، سیاہ رنگ کی قمیض اور سیاہ چوڑی دار پاجامے میں اس کی گوری رنگت دمک رہی تھی، ناک میں پہنی چھوٹی سی لونگ اس کے مضمول اور اداس چہرے کو عجیب

سی رونق بخش رہی تھی۔
''مجھے آپ کی والدہ کا پتا چلا، بہت افسوس ہوا۔'' اس نے بات کا آغاز کیا، فروا نے تیزی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔
''اس ایک معاملے میں ہم بہت بے بس ہوتے ہیں۔'' وہ جو اسے یہ کہنے ہی والی تھی کہ موسیٰ علی گھر پر نہیں ہے وہ ابھی جائے، اس کی بات سن کر خاموش ہوگئی تھی، اس کا دل بھرانے لگا تھا۔
''یقین کریں میں نے آپ کے غم کو اپنے دل میں محسوس کیا ہے۔'' اس کے الفاظ کے معنوں سے بے خبر وہ اسے اپنے دل کا حال بتانے کی کوشش کر رہا تھا، آنسو فروا کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔
''کچھ لوگ زندگی کے ہر معاملے میں بے بس ہوتے ہیں۔'' اس کے آنسو تیزی سے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور زین ندیم کے دل نے شدت سے یہ خواہش کی تھی کہ وہ ان آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرے، مگر کچھ خواہشیں انسان کو ہمیشہ کے لئے دل کے قبرستان میں دفن کرنی پڑتی ہیں، ایسا ہی زین ندیم کو کرنا پڑا تھا۔
''اللہ پاک آپ کی والدہ کی مغفرت فرمائے آمین۔'' وہ سمجھ نہ پا رہا تھا کہ کیسے اس سے مدعا بیان کرے۔
''موسیٰ گھر پر نہیں ہیں، آپ بعد میں آیئے گا۔'' ایک دم ہی وہ وہاں سے اٹھی تھی اور اندر کی جانب بڑھی تھی، وہ اسے جاتا دیکھتا رہا، اس کے پاس ایسا کوئی اختیار اور حق نہ تھا کہ وہ اسے روکتا، بس بے بسی کے عالم میں اسے جاتا دیکھتا رہا، بہت کچھ دل میں سوچ کر آیا تھا، مگر اس سے ایک لفظ نہ کہہ سکا تھا، بوجھل قدموں کے ساتھ اٹھ کر وہ باہر کی جانب بڑھا تھا۔

☆☆☆

وارڈ بوائے سے ڈاکٹر ہارون کمال کے روم کا پوچھ کر وہ آہستگی سے دستک دے کر اندر آگئی تھی۔
''یس! کم آن۔'' اندر سے آواز آئی تھی۔
''ہاں، تو ٹھیک کہتا ہے واجد، تمہیں بھی تھوڑا بریک لینا چاہیے۔'' سامنے ڈاکٹر ہارون کمال ریوالونگ چیئر پر بیٹھے، بہت ریلیکس موڈ میں فون پر کسی سے باتیں کر رہے تھے، وہ خاموشی سے کھڑی ان کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی تھی، جب کافی دیر وہ ایسی طرح باتوں میں مصروف رہے اور نویلہ کو یقین ہوگیا کہ وہ اس کی بات نہیں سنیں گے تو وہ واپس مڑنے لگی۔
''رکو!'' اپنے عقب میں اسے آواز سنائی دی، اسے رک جانا پڑا تھا۔
''اوکے سی یو سون۔'' وہ مڑی تب تک وہ فون بند کر چکے تھے، وہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔
''ڈاکٹر صاحب آپ نے میری ماما سے کیا کہا ہے!'' وہ بغور اس کی جانب دیکھ رہے تھے، نویلہ نے اعتماد سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہا۔
''آپ غضنفر صاحب کی بیٹی ہیں؟'' انہوں نے استفہامیہ نظروں سے نویلہ کی جانب دیکھا تھا۔
''جی میرے پاپا ہیں وہ۔'' اس نے بتایا۔
''دیکھو تمہارے پاپا کی کنڈیشن بہت سیریس ہے، اگر انہیں خدانخواستہ دوسرا ہارٹ اٹیک آیا تو وہ Survive نہیں کر پائیں گے۔'' انہوں نے اسے اصل صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔
''وہ بہت زیادہ Stressed out ہیں،

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اور اس کا سارا اثر ان کے ہارٹ پر پڑ رہا ہے، ان کے لئے ریلیکس ہونا بہت ضروری ہے، دوسری طرف بی پی بھی کنٹرول میں نہیں ہے، مسلسل اوپر نیچے ہو رہا ہے۔'' انہوں نے بتایا تو وہ ازحد متفکر ہوئی۔

''شکریہ!'' وہ آنکھوں میں آنے والے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے واپس مڑی اور باہر نکل گئی، ڈاکٹر ہارون کمال پر سوچ نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتے رہے۔

''نویلہ!'' باہر نکلتے ہی اس کی نظر سامنے سے آتی علیشہ سے ٹکرائی، وہ تیزی سے اس کے قریب آئی۔

''پاپا کہاں ہیں؟'' وہ اسے لے کر ان کے روم کی جانب بڑھی تھی۔

☆☆☆

فروا نے بہت انکار کیا تھا، مگر موسیٰ علی اس کے انکار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جانے کی سب تیاریاں مکمل کر چکا تھا، وہ فروا کے لئے کچھ گرم کپڑے اور کوٹ خرید لایا تھا۔

رات کا وقت تھا، مصعب سو رہا تھا، فروا نماز پڑھ کر اپنی جگہ پر آ کر لیٹی تھی، موسیٰ علی نے غیر ارادی طور پر اس کی جانب دیکھا تھا، سیاہ اور سفید کے امتزاج کا کرتا پاجامہ پہنے دوپٹہ سر پر جمائے وہ انتہائی مضمول و اداس اور حسین دکھائی دے رہی تھی، وہ گود میں لیپ ٹاپ رکھے اس پر کچھ ضروری کام کر رہا تھا۔

''فروا!'' وہ اس کی جانب پشت کیے ہوئے لیٹی تھی، اس کی آواز سن کر بھی نہ مڑی۔

''جی!'' مختصر جواب آیا۔

''تمہیں سونا ہے تو لائٹ آف کر دوں؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں، آپ اپنا کام کر لیں۔'' وہ اسی طرح لیٹی ہوئی بولی۔

''میں لاؤنج میں چلا جاتا ہوں۔'' اس کی خاموشی اور سنجیدگی موسیٰ علی کو بہت محسوس ہو رہی تھی، وہ جو یہ سوچتا تھا کہ عزیزہ کے بعد اس کا دل کسی لڑکی کی پرواہ نہیں کر سکتا، تو اب اس کا دل فروا کی فکر کرنے لگا تھا، اس کے لئے پریشان ہونے لگا تھا۔

''وہاں سردی ہے۔'' اس کا بولنے کو بالکل دل نہ چاہ رہا تھا، مگر موسیٰ علی اسے بار بار پکار رہا تھا، بولنے کے لئے اکسا رہا تھا اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسے جواب دے رہی تھی۔

''تمہیں نیند آئی ہے؟'' اس نے ایک سوال کیا تھا۔

''جی!'' اس نے کہنے کے ساتھ ہی کمبل سر تک تان لیا، موسیٰ علی اس کی اس حرکت پر خفیف سا مسکرا دیا، اگلے روز شام ان کی فلائٹ تھی، فروا بہت بے دلی سے تیار ہو رہی تھی، مگر فی الوقت موسیٰ علی کے لئے یہ کافی تھا کہ وہ اس کے ساتھ جا رہی تھی۔

اتنے لمبے سفر کے دوران وہ مسلسل خاموش رہی تھی، موسیٰ علی کوئی بات کرتا تو ''ہوں، ہاں'' میں جواب دے دیتی، مصعب چھوٹی چھوٹی باتیں کرتا ہوا سو گیا تھا، ائیر پورٹ سے وہ لوگ ٹیکسی میں ہوٹل تک آئے تھے، روم ریزرو کروا کر وہ اپنا سامان لے کر اندر چلے گئے تھے، موسیٰ علی نے کافی آرڈر کر دی تھی، وہ فریش ہونے چلا گیا تھا۔

''امی!'' وہ طائرانہ نظروں سے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

''مجھے ان سب چیزوں کی بہت خواہش تھی، بہت ارمان تھے، مگر سب کچھ آپ کے ساتھ مٹی میں مل گیا۔'' موسیٰ علی کو آتا دیکھ کر اس

نے تیزی سے آنسو صاف کیے تھے، کافی آ چکی تھی، وہ دونوں خاموشی سے پینے لگے تھے۔

''تم ریسٹ کر لو، پھر تمہیں اور مصعب کو باہر لے جاؤں گا، کھانے کے لئے۔'' اس نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کافی پیتی رہی، موسیٰ علی پرسوچ نگاہوں سے اسے دیکھے گیا۔

☆☆☆

صبح جب عروبہ کی آنکھ کھلی تو فوری طور پر تو وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ کہاں ہے، مگر جب اس کو رات کے واقعات یاد آئے تو وہ چکرا کر رہ گئی۔

''فارقلیط!'' وہ اس کے سینے پر سر رکھے نیم دراز، پرسکون نیند سوتی رہی تھی اور اس کے آرام کی خاطر تمام رات وہ بے آرام ہوا تھا۔

''فارقلیط!'' اس نے ہولے سے اس کا شانہ ہلایا تھا اور وہ جاگ گیا تھا، مسکراتے ہوئے، محبت لٹاتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے۔

''آپ مجھے جگا دیتے، تمام رات ایسے ہی بیٹھے رہے۔'' وہ سخت شرمندہ تھی اور اس کو بے آرام کرنے پر وہ پریشان بھی تھی، مگر اس کی مسکراہٹ بہت جاندار تھی۔

''کیوں جگا دیتا۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''اتنی مشکل سے تو یہ موقع ملا، تم کس طرح پرسکون ہو کر سو رہی تھی، میں اس احساس سے ہی بہت آرام میں تھا اور میرا دل مطمئن تھا کہ میرا ساتھ تمہیں ایسے بے فکر بنا دیتا ہے۔'' اس کی لاجک عروبہ کی سمجھ سے باہر تھی۔

''میری تو یہ خواہش ہے کہ ہر صبح جب میری آنکھ کھلے تو تم اسی طرح استحقاق بھرے انداز سے میرے شانے پر اور بھی میرے سینے پر سر رکھے سو رہی ہو۔'' اتنی صبح صبح اس کی ایسی محبت بھری باتیں سن کر وہ کچھ جھینپتے ہوئے اٹھ کر وضو کرنے واش روم چلی گئی تھی، وہ فجر کی نماز پڑھ کر آئی تو فارقلیط حسن سو رہا تھا، اس نے کمبل اس کے اوپر درست کیا اور آہستگی سے دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔

ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا تھا، وہ اس درخت کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

''فارقلیط، عروبہ۔'' اس نے دونوں ناموں پر ہاتھ پھیرا تھا، دل عجیب طرح کی خوشی سے بھر گیا تھا، وہاں سے وہ واپس آئی تو ڈیڈی سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔

''السلام علیکم ڈیڈی۔'' اس نے سلام کیا، انہوں نے خوشدلی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''کیسی ہو بیٹا؟'' وہ اس سے پوچھ رہے تھے۔

''الحمدللہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''چائے پیو گی؟'' وہ پوچھتے ہوئے کچن کی جانب بڑھے، وہ بھی ان کے ساتھ کچن میں آ گئی۔

''جی!'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''مگر بناؤں گی میں۔'' اور وہ چائے بنانے لگی۔

''ڈیڈی پلیز فارقلیط کو معاف کر دیں۔'' اس نے چائے کا کپ انہیں تھماتے ہوئے کہا تو وہ خاموش رہ گئے۔

''وہ سخت شرمندہ ہیں آپ سے۔'' اس نے اس کی طرفداری کی۔

''تو اس نے تمہیں اپنی وکالت کے لئے کہا۔'' انہوں نے چائے کا سیپ لیتے ہوئے کہا۔

''بائی گاڈ، ایسا نہیں ہے ڈیڈی۔'' اس نے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

فوراً نفی میں سر ہلایا۔

''انہوں نے تو مجھے آپ سے اس ٹاپک پر بات کرنے سے منع کر رکھا ہے۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''بیٹا کچھ زیادتیاں اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ ان پر ہمارا دل معاف ہی نہیں کر پاتا اور اس نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے۔'' وہ بول رہے تھے اور عروبہ خاموش ہو گئی تھی۔

اس دن فارقلیط حسن اسے زبردستی آؤٹنگ کے لئے لے گیا تھا، بلیک جینز کے اوپر گھٹنوں تک آتا کرتا اس کے اوپر لانگ کوٹ، سر پر اسکارف اوڑھے جو کہ کوٹ کے اندر کیا ہوا تھا وہ بہت پرکشش اور باوقار دکھائی دے رہی تھی۔

''چلیں مسز!'' وہ تیار ہو کر آیا تو اسے دیکھ کر بولا۔

''جی!'' اس نے اپنا بیگ کندھے پر لٹکایا اور اس کے ساتھ چل دی۔

''آپ کو میرا اسکارف برا تو نہیں لگتا؟'' وہ کہنے لگی تھی۔

''نہیں، یہ تم پر بہت سوٹ کرتا ہے۔'' وہ دونوں گاڑی میں آ بیٹھے تھے، وہ ہمیشہ ہر بات میں اس کی حوصلہ افزائی کرتا تھا، اس نے اسے انگلینڈ کے سب سے بڑے شاپنگ سنٹر ٹریفورڈ سنٹر سے ڈھیروں شاپنگ کروائی تھی۔

''بس کریں نہ فارقلیط۔'' وہ تھکنے لگی تھی۔

''میرا جی چاہتا ہے دنیا تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں اور ساری دنیا کو بتاؤں How much i love you۔'' وہ جذب کے عالم میں بولا تھا، وہ ہولے سے مسکرا دی تھی۔

''دنیا کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے، میں جانتی ہوں آپ مجھے کتنا چاہتے ہیں۔'' وہ کسی چیز کی طرف دیکھتی تو وہ فوراً اسے خرید لیتا، کسی چیز پر ہاتھ رکھتی تو فارقلیط حسن اس کی قیمت ادا کر دیتا، شاپنگ کے بعد اس نے اسے امبا ہوٹل چیئرنگ کراس سے ڈنر کروایا تھا اور دونوں گھر آ گئے تھے۔

''السلام علیکم ڈیڈی!'' وہ دونوں واپس آئے تو ڈیڈی ٹی وی دیکھ رہے تھے، عروبہ ان کے پاس جا بیٹھی تھی اور انہیں اپنی شاپنگ دکھا رہی تھی، فارقلیط حسن سامنے بیٹھا خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''سب چیزیں بہت اچھی ہیں۔'' انہوں نے پیار سے کہا۔

''میں پرسوں پاکستان جا رہا ہوں۔'' انہوں نے اچانک بتایا تھا، ان کی بات پر فارقلیط حسن نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

''ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلیں؟'' وہ ان کی جانب دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں اپنی سیٹ کنفرم کروا چکا ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''آپ سیٹ کینسل کروا دیں۔'' اس نے فوراً حل پیش کیا۔

''بیٹا میرا جانا ضروری ہے، بزنس بہت اگنور ہو رہا ہے، ملازم جتنے بھی اچھے ہوں مالک کی غیر موجودگی میں صحیح طریقے سے کام نہیں کرتے۔'' انہوں نے سمجھایا۔

فارقلیط حسن اٹھ کر اندر چلا گیا تھا، کچھ ہی دیر میں عروبہ اس کے پیچھے آئی تھی۔

''فکر نہ کرو ہم بھی اسی دن کی کسی فلائٹ سے واپس جائیں گے۔'' عروبہ نے تمام چیزیں جو فارقلیط حسن نے اسے دلائی تھیں رکھ دیں، وہ عشاء کی نماز کے لئے وضو کر کے آئی تو اچانک اسے زور کا چکر آیا۔

''فارقلیط!'' اس کی آنکھوں کے سامنے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اندھیرا، پھیلنے لگا تھا، وہ تیر کی سی تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''آر یو اوکے؟'' وہ پریشان ہوا اٹھا تھا۔

''جی!'' وہ اسے شانوں سے پکڑ کر بیڈ تک لایا اور اسے بٹھا کر خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا، کچھ دیر میں اس کی حالت بہتر ہوگئی تھی، وہ نماز پڑھنے لگی اور فارقلیط حسن اس دیکھنے لگا۔

☆☆☆

''عیسیٰ! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے؟'' اس کا دوست عامر اس سے ملنے آیا تھا اور اسے دیکھ کر شاکڈ تھا، اس کی آنکھوں کی چمک، لہجے کی شوخی و شرارت مفقود تھی، وہ چند ماہ پہلے والا عیسیٰ احمد تو ہرگز نہ دکھتا تھا، سر جھکائے خاموش بیٹھا وہ اسے حیران کر رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے مجھے؟'' وہ جواباً اس سے پوچھ کر رہ گیا۔

''میرا خیال ہے تم نے آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

عیسیٰ احمد دو کپ کافی بنا لایا تھا، عامر نے اس کے ہاتھ سے کپ لیتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔

''ہاں، آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔'' وہ اداسی سے گویا ہوا۔

''کیونکہ آئینے کے سامنے جاتا ہوں تو وہ مجھے میری مشکل نہیں دکھاتا، بلکہ کسی اور کی شبیہ ابھرنے لگتی ہے۔'' اس نے اپنے دل کا سارا حال عامر کے گوش گزار کر دیا تھا، جسے سن کر اسے بہت افسوس ہوا تھا۔

''یہ تو بہت دکھ کی بات ہے عیسیٰ!'' اس نے متاسف نظروں سے اپنے عزیز دوست کو دیکھا۔

''زندگی کبھی کبھی ہمیں کتنا بے بس کر دیتی ہے اور خود دور کھڑی ہماری بے بسی کا تماشہ دیکھتی ہے۔'' عیسیٰ احمد کے دل کی حالت رفتہ رفتہ بگڑتی جا رہی تھی، وقت جیسے جیسے گزر رہا تھا، اس کے دکھ اور تکلیف میں اتنا ہی اضافہ ہو رہا تھا، اسے عروبہ کے بغیر رہنا اتنا ہی زیادہ مشکل لگ رہا تھا۔

''مجھے تمہاری خالہ پر حیرت ہو رہی ہے۔'' عامر بولا تھا، عیسیٰ احمد کا موبائل بجنے لگا تھا، اس نے بے دلی سے کال ریسیو کی تھی، پاکستان سے اس کی ماما بات کر رہی تھیں۔

''عیسیٰ! غضنفر بھائی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔'' ان کی بات سن کر اس کے ہوش اڑ گئے تھے، وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''کیا؟'' عامر نے اس کی جانب دیکھا۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے، انہیں نویلہ کی ڈائیورس کا پتا چلا تو وہ برداشت نہیں کر پائے۔'' ماما نا جانے کیا کچھ کہہ رہی تھیں، وہ غائب دماغی سے سن رہا تھا، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا، وہ فطرتاً رقیق القلب انسان تھا، اس نے کبھی کسی کا برا نہ چاہا تھا، کبھی کسی کے ساتھ برا نہ کیا تھا، مگر عروبہ کی محبت اور پھر جدائی نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا، اسے بہت بدل دیا تھا۔

☆☆☆

موسیٰ علی کی آنکھ کھلی تو اسے فروا کہیں دکھائی نہ دی، چند ثانیے وہ لیٹا اس کا انتظار کرتا رہا، مگر جب کافی دیر گزرنے کے بعد بھی وہ کمرے میں نہ آئی تو اس نے اٹھ کر دیکھا، واش روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور کمرے میں بھی وہ کہیں نہ تھی۔

''مائی گاڈ، کہاں گئی۔'' وہ روم میں نکل کر اِدھر اُدھر دیکھتا رہا، مگر وہ کہیں نہ تھی، اچانک ایک خیال آنے پر وہ واپس کمرے میں آیا اور ٹیرس کی جانب بڑھا۔

''تھینک گاڈ، فروا!'' وہ اسے ٹیرس پر کھڑی دکھائی دی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''تم نے تو میری جان ہی نکال دی۔'' وہ تیزی سے اس کے قریب آیا، مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا، وہ ہنوز خاموش کھڑی رہی۔

''طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟'' اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ ہولے سے بولا تو فروا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''یہاں سردی بہت زیادہ ہے، تم نے شال، جرسی یا کوٹ، کچھ بھی نہیں پہن رکھا۔'' وہ ابھی بھی خاموش تھی۔

''فروا!'' موسیٰ علی نے غور کیا، وہ بے آواز رو رہی تھی، اس کے پکارنے پر اس نے سر اٹھا کر موسیٰ علی کی جانب دیکھا اور جلدی سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

''میں کیسے تمہاری اداسی کو ختم کروں؟'' وہ بے بسی سے سوال کر رہا تھا۔

''امی کو واپس لے آئیں۔'' آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے، موسیٰ علی نے بے بسی سے اس کی جانب دیکھا۔

''یہ ممکن نہیں ہے۔'' وہ اسے لے کر واپس کمرے میں آ گیا تھا، وہ جتنے دن وہاں رہے موسیٰ علی نے اس کا بہت خیال رکھا، اسے گھمانے لے کر جاتا، شاپنگ کرواتا، مسلسل اس سے باتیں کرتا جنہیں وہ خاموشی سے سنتی۔

''فروا! بات سنو!'' وہ سونے لگی تھی جب موسیٰ علی نے اسے بلایا، وہ اس کے پاس جا بیٹھی، وہ بغور اس کی جانب دیکھ رہا تھا، یہ حزن اس کے حسن کو مزید بڑھا رہا تھا، موسیٰ علی نے اس کا ہاتھ پکڑا، اس نے فوراً اس کی جانب دیکھا اور تیزی سے ہاتھ واپس کھینچا، مگر اس کی گرفت مضبوط تھی، اس نے اپنے اور فروا کے درمیان کھڑی دیواروں کو گرانے کا فیصلہ کر لیا ہے، اس کے دل نے اسے بیوی کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا۔

☆☆☆

پاپا کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اس نے ماما کو علیشہ کے ساتھ گھر بھیج دیا تھا، دو دن سے وہ مسلسل ادھر تھیں، نہ کچھ ٹھیک سے کھایا تھا اور نہ ہی ریسٹ کیا تھا، نویلہ کو فکر تھی کہ کہیں وہ بھی بیمار نہ پڑ جائیں۔

آدھی رات کا وقت تھا، اچانک نویلہ کی آنکھ کھلی تھی، پاپا زور زور سے سانس لے رہے تھے، ان کو دیکھ کر اس کا سانس حلق میں اٹکنے لگا تھا، وہ تیزی سے کمرے سے باہر بھاگی تھی۔

''ڈاکٹر!'' پورا ہاسپٹل تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، وہ سامنے موجود ڈاکٹرز کے کمرے کی جانب بھاگی تھی اور عجلت کے عالم میں اندر داخل ہو گئی تھی، وہاں اس وقت چار ڈاکٹرز موجود تھے، تین ڈاکٹرز تقریباً نیند میں تھے، مگر ڈاکٹر ہارون کمال موبائل فون ہاتھ میں تھامے اس کو دیکھ رہے تھے، جبکہ ان کے دوسرے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا، وہ اندر داخل ہوئی تو انہوں نے اس کی گھبرائی ہوئی شکل دیکھی اور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ڈاکٹر میرے پاپا۔'' وہ بدقت تمام اتنا ہی بول پائی اور منہ پر ہاتھ رکھ کر رو دی، وہ چائے کا کپ رکھ کر تیزی سے اٹھے اور غضنفر علی کے روم کی جانب بڑھے۔

''سسٹر!'' کاؤنٹر پر موجود دونوں نرسیں سو رہی تھیں، نویلہ منہ پر ہاتھ رکھے مڑی تھی، اس کا دل خشک پتے کی مانند کانپ رہا تھا، ڈاکٹر ہارون کمال روم میں آ گئے تھے، وہ غضنفر علی کے سینے کو زور زور سے دبا رہے تھے، نویلہ کی سسکیوں کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔

''سر کیا ہوا؟'' نرس بوکھلائی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

''پیشنٹ کی کنڈیشن سیریس ہے، ڈاکٹر

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نواز کر بلا کر لائیں۔" وہ تیزی سے بولے تھے۔
"ڈاکٹر پلیز! میرے پاپا کو بچا لیں۔" وہ روتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔
"آپ باہر چلی جائیں۔" اس کی جانب دیکھے بناء وہ مصروف سے انداز میں بولے تھے، مگر وہ وہیں کھڑی رہی، اسی اثناء میں وہی نرس اور اس کے ساتھ ایک دوسرا ڈاکٹر اندر آئے تھے۔
"یہ کیا رونا دھونا لگا رکھا ہی بی بی، باہر جاؤ۔" آنے والا ڈاکٹر درشتی سے بولے، ڈاکٹر ہارون کمال نے پلٹ کر نویلہ کی جانب دیکھا، ان کے چہرے پر ایک مہربان اور نرم تاثر تھا، وہ روتی ہوئی باہر نکل گئی، پانچ منٹ بعد ڈاکٹر ہارون کمال باہر آئے تھے، وہ دیوار سے ٹیک لگائے زاروقطار رو رہی تھی۔
"He is better now۔" وہ ان کی آواز سن کر چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔
"بروقت ٹریٹمنٹ سے انہیں دوسرے ہارٹ اٹیک سے بچا لیا گیا ہے۔" اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، اس نے تشکر آمیز نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا، وہ چلے گئے تھے، اگلا ایک ہفتہ غضنفر علی ہاسپٹل میں رہے تھے، وہ ڈاکٹر ہارون کمال کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی مگر اسے وہ کہیں دکھائی نہ دیے تھے۔

☆☆☆

عروبہ اور فارقلیط حسن کی رات ایک بجے کی فلائٹ تھی، گھر سے نکلنے سے پہلے عروبہ اس درخت کے پاس آئی تھی، اس کے تنے پر لکھے عروبہ فارقلیط پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔
"دیکھنا، ایک دن ہسٹری میں سچا عشق کرنے والوں میں ہم دونوں کا بھی نام لکھا جائے گا، جیسے ہیر، رانجھا، سسی پنوں، سوہنی مہینوال، لیلیٰ مجنوں اور lots of others کا۔" فارقلیط حسن اس کے عقب میں آ کھڑا ہوا تھا، وہ مسکراتے ہوئے پلٹی تھی۔
"رہنے دیں، ہسٹری میں ان عاشقوں کے نام ہیں جن کی محبت کا انجام برا ہوتا ہے، آپ کا کیا ارادہ ہے۔" فارقلیط حسن نے درخت کے سامنے کھڑے ہو کر اس کے گلے میں بازو ڈال کر سیلفی لی۔
"میرا ارادہ یہ ہے کہ مورخ لکھے کہ ایک شوہر اپنی بیوی پر عاشق ہو گیا۔" وہ شریر لہجے میں بولا۔
"اس میں کیا Different ہے؟" وہ ناسمجھی سے بولی۔
"تم خود دیکھو، کبھی کوئی شوہر بیوی کا بھی عاشق ہوتا ہے بھلا۔" وہ اس کی شرارت کو سمجھ کر ہنس دی تھی، واپسی کا سفر کافی اچھا رہا تھا، عروبہ اب ریلیکس تھی، گھر آ کر وہ تو سو گئی تھی اور فارقلیط حسن باہر چلا گیا تھا، اگلا پورا دن اس کی تھکاوٹ نہیں اتری تھی۔

☆☆☆

"فارقلیط حسن!" شام کا وقت تھا، وہ لان میں ٹہلتے ہوئے اسے بے چینی سے کال کر رہی تھی۔
"یس مائی ڈیئر وائف!" ہمیشہ کی طرح وہ خوشگوار موڈ میں بولا تھا۔
"آپ گھر کب آئیں گے؟" اس نے جلدی سے پوچھا۔
"خیریت!" اس کے لہجے میں چھپی خوشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ بولا۔
"مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔" اس نے تیزی سے کہا۔
"او کے۔" وہ پرسوچ لہجے میں بولا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

"I am coming۔" اور اگلے دس منٹوں میں وہ اس کے سامنے تھا۔

"بتاؤ۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے لان چیئر پر لے آیا۔

"کیا بات تھی؟" وہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میرا رزلٹ آ گیا ہے اور میں نے بہت اچھے مارکس لئے ہیں۔" وہ پرجوش لہجے میں بولی تھی۔

"واٹ!" فارقلیط حسن کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"ڈونٹ ٹیل می یار۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تمہارے بات کرنے کے انداز سے مجھے ایسا لگا کہ تم مجھے بتانے جا رہی ہو کہ ہم دونوں ممی پاپا بننے والے ہیں۔" فارقلیط حسن کا سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

"فارقلیط!" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"بہت برے ہیں آپ۔" وہ خفا ہونے لگی۔

"Well وہ تو میں ہوں۔" وہ ہنس دیا۔

"تم ہی نہیں مانتی اور کہتی رہتی ہو کہ آپ اچھے ہیں۔" اسے چھیڑنے کے انداز میں بولا۔

"اب سے نہیں کہوں گی۔" وہ برا مان گئی۔

"ویسے مجھے کوئی جلدی نہیں، ابھی تم کافی چھوٹی ہو اور یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔" وہ اب سنجیدگی سے بولا۔

"میں اتنی چھوٹی نہیں ہوں۔" اس نے منہ بنایا۔

"ہاں آپ میری دادی کی عمر کی ہیں۔" اس کی بات پر وہ ہنس دی تھی۔

"ویسے کیا Percentage آئی ہے تمہاری؟" اس نے پوچھا تھا۔

"رہنے دیں، آپ نے میری ساری خوشی خراب کر دی ہے۔" اس نے منہ بسورا۔

"اتنی محنت کی تھی میں نے، تاکہ میرا رزلٹ اچھا آئے اور میں یونیورسٹی میں ایڈمیشن لوں۔" وہ اداسی سے گویا ہوئی۔

"تمہیں خوشی خراب کرنے کی ضرورت نہیں I was just joking اور رہی بات یونیورسٹی میں ایڈمیشن کی تو وہ تم ضرور لو۔" عروبہ کو اس کی بات پر یقین نہ آیا تھا، وہ حیرت سے لب نیم وا کیے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ سچ کہہ رہے تھے؟" کچھ دیر لگا تھا اسے اس کی بات کا یقین کرنے میں۔

"آف کورس!" وہ مسکرایا۔

"آپ کتنے اچھے ہیں فارقلیط۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے پیچھے جا کھڑی ہوئی اور اس کے گلے میں بانہیں حمائل کرتے ہوئے اپنی ٹھوڑی اس کے شانے پر ٹکا دی۔

"جتنی اچھی میری مسز ہے، اس سے کافی زیادہ کم۔" اس کے دونوں ہاتھوں کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے ہوئے وہ گویا ہوا تھا۔

"نہیں، آپ مجھ سے زیادہ اچھے ہیں۔" اس نے اعتراف کیا۔

"چائے پئیں گے؟"

"ہاں، اگر تم بناؤ گی تو۔" وہ کچن کی جانب بڑھ گئی تھی، اس رات کھانے کی میز پر حسن بہزاد نے اسے بہت ساری مبارکباد دی تھی اور ان دونوں کو یہ بھی بتایا تھا کہ اسی ہفتے وہ ان کے ولیمے کی تقریب کر رہے ہیں، جس میں خاندان اور اپنے سرکل کے تمام لوگوں کو انوائٹ کر کے فارقلیط حسن کی شادی ڈکلیئر کر دیں گے، فارقلیط حسن اس بات پر بہت خوش ہوا تھا، مگر عروبہ

تھوڑی کنفیوژ تھی، عروبہ کے رزلٹ کی خوشی میں حسن بہزاد نے کل اسے لنچ باہر کروانے کا وعدہ کیا تھا۔

☆☆☆

اسے گھر سے نکلے کئی گھنٹے گزر چکے تھے، مگر دل ابھی بھی بے یقین تھا، اس نے جو الزام اس پر لگایا تھا وہ ناقابل یقین تھا، وہ اس پر اندھا اعتبار کرتی تھی، اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اس کے متعلق ایسا سوچ بھی سکتا ہے۔

"آکر دیکھیں میں کتنی اکیلی ہوں۔" وہ روتے روتے اسے پکارنے لگی تھی۔

دل کی حالت غیر تھی، اس نے اتنے برس اس شخص کو پوجا تھا، اسے شدتوں سے چاہا تھا، پھر ایسا کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ یوں لمحوں میں اس کی محبت اور وفا کو ٹھوکر مار کر چلتا بنا تھا۔

"آپ میرے علاوہ کسی اور کو کیسے چاہ سکتے ہیں، آپ صرف میرے ہیں۔" اس کا جسم پتھر کی سل بن چکا تھا، اس کا دم گھٹنے لگا تھا، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس شخص کی جدائی اس کی جان لے لے گی۔

"رویا مت کرو، تم روتی ہو تو آنسو میرے دل پر گرتے ہیں۔" وہ اس کے آنسو پونچھنے لگا تھا، وہ غمزدہ سی آس پاس دیکھ رہی تھی، بارش نے ہر طرف جل تھل کر دیا تھا، ایسی ہی جل تھل اس کے اندر بھی جاری تھی۔

وہ اردگرد سے بے نیاز بیٹھی تھی، دفعتاً ایک گاڑی اس کے قریب آن رکی تھی، وہ لاتعلق سی بیٹھی تھی، گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کے پاس آنے والا شخص ورطہ حیرت میں ڈوبا ہوا تھا۔

"آپ یہاں؟ اس وقت۔" وہ تیزی سے اس کے قریب آیا، اس نے میکانکی انداز میں سر اوپر اٹھایا۔

☆☆☆

شہر کے سب سے مشہور اور مہنگے ڈیزائنر کا ڈریس پہنے، سب سے اچھے پارلر سے تیار ہو کر عروبہ کا حسن دو آتشہ ہو گیا تھا، اس پر نگاہ ٹکانا مشکل تھا، پارلر کے آئینے کے سامنے کھڑی وہ بے یقینی سے خود کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا یہ میں ہوں؟" اس نے جیسے حیرت کے عالم میں خود سے سوال کیا تھا، اسے فارقلیط حسن کے مخصوص کلون کی خوشبو آئی تھی، وہ تیزی سے مڑی تھی۔

"نہیں، اللہ نے جنت سے میرے لئے حور اتاری ہے۔" اس کے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں کے پیالے میں لے کر وہ گمبھیر لہجے میں بولا تھا۔

"آپ!" اسے سامنے دیکھ کر وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئی تھی۔

"مجھے تو ڈرائیور نے لینے آنا تھا؟"

"ہاں!" اس نے اس کی ٹھوڑی کو انگلی سے چھو کر اونچا کیا۔

"تمہارا یہ سجا سنورا روپ میرے لئے ہے نہ، تو اسے سب سے پہلے دیکھنے کا حق بھی میرا ہی ہے۔" وہ سرگوشی کے انداز میں بولا تھا، عروبہ غضنفر کبھی کبھی اس کے جنون سے ڈر جاتی تھی۔

"I love you so much!"۔

اس کا ہاتھ تھامے وہ باہر کی جانب بڑھا تھا۔

"You looks os pretty"۔

فارقلیط حسن نے پارلر میں کام کرنے والی تمام لڑکیوں کو ہزار ہزار کے نوٹ تھمائے تو وہ حیرت زدہ سی اس انوکھے جوڑے کو دیکھ رہی تھیں، جو خوشی اور طمانیت عروبہ کے چہرے پر تھا انہوں نے اس سے قبل کسی دلہن کے چہرے پر نہ دیکھا تھا اور جو محبت اور چاہت فارقلیط حسن کی آنکھوں اور ہر ہر انداز میں تھا وہ بھی انہوں نے نہ دیکھا

تھا۔

''آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں۔'' وہ ترنگ سے بولی، فارقلیط حسن اسے گاڑی تک لایا، فرنٹ ڈور کھول کر اسے بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، کچھ دیر میں وہ لوگ گھر پہنچ گئے فنکشن گھر کے لان میں ارینج کیا گیا تھا۔

دور تک جاتی روش پر ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے وہ دونوں چلتے ہوئے اسٹیج کی جانب بڑھ رہے تھے، دونوں اطراف سے ان پر پھولوں کی بارش ہو رہی تھی، فارقلیط حسن نے اسٹیج پر کھڑا ہوا اور پھر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا، اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اپنا ہاتھ فارقلیط حسن کے ہاتھ میں دے دیا تھا، وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے ہوئے بہت اچھے اور مکمل لگ رہے تھے، فوٹو گرافرز دھڑا دھڑ ان کی تصویریں بنا رہے تھے۔

''عروبہ کتنی اچھی لگ رہی ہے نہ۔'' اسٹیج کے دائیں طرف ٹیبل پر نویلہ اور غضنفر علی بیٹھے تھے، غضنفر علی کو نویلہ کے چہرے پر دکھ پریشانی یا اداسی کا شائبہ تک دکھائی نہ دیا، اسے خوش دیکھ کر انہیں بھرپور طمانیت کا احساس ہوا۔

''مجھے کبھی بھی ہیرے کی پہچان نہ ہو سکی، نہ میں گل افزاء کی قدر کر سکا، نہ اس کی بیٹیوں کی۔'' وہ افسردگی سے گویا ہوئے۔

''مگر شکر ہے کہ عروبہ کا شوہر جاننے والا اور قدر کرنے والا ہے۔'' وہ دونوں اب اسٹیج پر بیٹھ چکے تھے، دونوں کے لب مسکرا رہے تھے، ہر کوئی اس چاند سورج کی جوڑی کو سراہ رہا تا، کسی کی آنکھوں میں حسد تھا تو کسی کے رشک، فارقلیط حسن کی تمام کزنز بھی آئی ہوئی تھیں، حسن بہزاد نے سب رشتہ داروں اور دوستوں کو انوائٹ کیا ہوا تھا، وہ مسکراتے ہوئے ہر ایک کو ویلکم سہہ رہے تھے۔

عروبہ اور فارقلیط حسن اسٹیج سے اتر کر مہمانوں سے مل رہے تھے، اس کا ہاتھ فارقلیط حسن کے ہاتھ میں تھا، وہ بہت مسرور اور شاد ماں تھی، یکا یک فارقلیط حسن کی نظر غضنفر علی پر پڑی تھی، وہ سر جھکائے افسردہ سے بیٹھے تھے۔

''عروبہ!'' اس نے اس کی توجہ ادھر مبذول کروائی۔

''وہ تمہارے پاپا بیٹھے ہیں نہ۔'' عروبہ نے تیزی سے مڑ کر ادھر دیکھا تھا، وہ ان کی جانب بڑھی تھی۔

''پاپا!'' وہ ان کے قریب آئی تھی، وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے، نویلہ نے بھی ان کی تقلید میں چیئر چھوڑ دی تھی۔

''آپ......'' اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے تھے۔

''عروبہ! رونا نہیں Be bravel۔'' فارقلیط حسن نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا تھا۔

''آپ اتنے کمزور کیوں ہو گئے ہیں، کیا ہوا آپ کو؟'' وہ آنسو پیتے ہوئے فکر مندی سے بولی۔

''پاپا بیمار ہو گئے تھے۔'' نویلہ نے حقیقت قصداً چھپائی تھی۔

''میں اب ٹھیک ہوں۔'' وہ بدقت تمام مسکرائے تھے۔

''تمہیں دیکھ کر بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔'' اسے وہ بہت کمزور اور بوڑھے دکھائی دے رہے تھے، ان کے سر کے زیادہ بال سفید ہو چکے تھے، یہ کیا ہو گیا تھا، انہیں چند مہینوں میں۔

''نویلہ! تم بابا کا خیال نہیں رکھتی، دیکھو تو کتنے کمزور ہو گئے ہیں۔'' اب وہ اس سے مخاطب ہوئی تھی، نویلہ کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

''تم ٹھیک ہو عروبہ؟'' اس نے سوال کیا اور

عروبہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا، فارقلیط حسن کو عروبہ پر حیرت تھی، وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا، اسے وہ منظر یاد آیا جب عروبہ پورے خاندان کے سامنے مار کھا رہی تھی اور کوئی اسے بچانے کے لئے آگے نہ بڑھا تھا اور پھر اسے وہ منظر یاد آیا جب وہ اس کا پرپوزل لے کر گھر گیا تھا اور اس سے ملنے اس کے کمرے میں گیا تھا اور وہ بے یار و مددگار، لاوارثوں کی طرح نیم بے ہوش پڑی تھی، اسے وہ منظر بھی یاد آیا جب اسے رخصت کروا کر لاتے ہوئے غضنفر علی نے اسے اپنے کمرے میں بلایا تھا اور عروبہ کو اس کے ساتھ دیکھ کر اسے کمرے سے باہر نکلنے کا کہا تھا، پھر اسے وہ وقت یاد آیا تھا جب اگلے روز وہ عروبہ کو لے کر ان گھر گیا تھا اور غضنفر علی نے یہ کہہ کر گھر آنے سے انکار کر دیا تھا کہ جب تک عروبہ وہاں ہے وہ گھر نہیں آئیں گے، فارقلیط حسن کا دل اس ماحول سے اچاٹ ہونے لگا تھا۔

رات گئے تقریب کا اختتام ہوا تھا، عروبہ بہت تھک گئی تھی، وہ اپنے روم میں آ گئی تھی، فارقلیط حسن کے پاس اس کے کچھ دوست بیٹھے ہوئے تھے، وہ ابھی روم میں نہیں آیا تھا۔

''ابھی چینج مت کرنا۔'' وہ دوپٹے سے پنیں اتارنے لگی تھی کہ فارقلیط حسن کا میسج دیکھ کر رک گئی، وہ بہت تھک چکی تھی، مگر اس کا حکم ٹال نہ سکتی تھی، اس لئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس کا انتظار کرنے لگی تھی، اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

فارقلیط حسن کمرے میں آیا تو اسے گہری نیند میں پایا، اس کے سامنے بیٹھا وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا، اس کی نظروں کا ارتکاز تھا شائد کہ وہ جاگ گئی تھی۔

''آپ آ گئے۔'' اس نے بوجھل ہوتی پلکوں کو اوپر اٹھایا۔

''میں نے تو زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا، پھر تم کس بات کا صلہ ہو؟'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

''یہی میں آپ کے متعلق سوچتی ہوں۔'' اس نے فوراً ادھار چکایا، فارقلیط حسن مبہم سا مسکرایا۔

''میں اب چینج کر لوں۔'' اس کے اس طرح دیکھنے سے وہ نروس ہو رہی تھی۔

''نہیں۔'' وہ مبہم سا مسکرایا۔

''جی چاہ رہا ہے تم ایسے بیٹھی رہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں۔''

''میں تھک گئی ہوں اور نیند بھی آ رہی ہے۔'' اس کے گال بلش کرنے لگے۔

''تم کتنی ان رومانٹک ہو۔'' اس نے کوٹ اتار کر اسے صوفے پر اچھالا اور شرٹ کے بازو کہنیوں تک فولڈ کرتے ہوئے اس کے سامنے چت لیٹ گیا۔

''آج کوئی ایسی بات کرو، جو میرے دل میں گلاب کھلا دے، ایسی بات جو اگر کبھی خدانخواستہ ہمارے گلشن محبت میں خزاں کا اندیشہ ہو تو ان گلابوں کی خوشبو اسے پھر سے مہکا دے، کچھ کہو نہ ایسا عروبہ، میرے کان ترس رہے ہیں۔'' وہ منت کر رہا تھا، وہ لب سیے خاموش بیٹھی تھی۔

''ڈریس بہت بھاری ہے فارقلیط، میں ایزی نہیں ہوں، چینج کرنا چاہتی ہوں۔'' معاً وہ اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا بیٹھی، اس نے ایک ایک کر کے تمام زیور اتارا، وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگا، اب وہ دوپٹے میں لگی پنیں اتارنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''کبھی کبھی تم مجھے بہت ظالم لگتی ہو۔'' وہ کچھ خفا سا اس کے قریب آیا۔

''اتنے ناولز لکھ رکھے ہیں تم نے، ایسے ایسے خوبصورت الفاظ، کر دل میں اترنے والے، مگر میرے لئے تمہارے پاس کوئی لفظ نہیں ہے۔'' وہ اس کے دوپٹے میں جابجا لگی پنیں اتارنے لگا۔

''آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں؟'' اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

''تم ایسا کیوں کرتی ہو؟'' اس کا دوپٹہ اتار کر اس نے بیڈ کی پائنتی رکھ دیا تھا، وہ ساکت بیٹھی تھی، فارقلیط حسن وارڈ روب کی جانب بڑھا، واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک مخملی کیس تھا، وہ اس کی پشت پر آ کھڑا ہوا تھا۔

''To you! with love۔'' اس نے ڈبیہ میں سے چین نکال کر عروبہ کے گلے میں پہنائی، نہایت نفیس چین میں جابجا ڈائمنڈز لگے ہوئے تھے، جس چیز نے عروبہ کو چونکایا وہ چین میں موجود انگریزی لفظ ''F'' تھا، وہ اس کی محبت بھری چالاکی پر متبسم کھڑی تھی۔

''شکریہ۔'' اس نے لفظ پر ہاتھ پھیرا، اس کی آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔

''آپ اس دنیا کے سب سے اچھے ہزبینڈ ہیں۔'' اس نے بلاوجہ ہی اس کی ٹائی کو درست کیا تھا، وہ اکثر ایسی باتیں کیا کرتی تھی، مگر فارقلیط حسن کو ایسا ڈھکا چھپا اظہار نہیں چاہیے تھا، وہ اس کی آنکھوں میں چمکتے ستاروں اور اس کی مانگ میں بھری کہکشاں کو بغور دیکھے گیا، اب وہ اپنے بالوں میں سے ہیئر پنز اتار رہی تھی، اس میں بھی فارقلیط حسن اس کی مدد کر رہا تھا، وہ ہمیشہ اس کی مدد کرتا تھا، وہ اسے کبھی تنہا نہ چھوڑتا تھا۔

☆☆☆

رات کے ایک بجے کا وقت تھا، نویلہ کتابیں لے کر بیٹھی پڑھ رہی تھی، اسے شدید پیاس محسوس ہوئی تو پانی پینے کے لئے اٹھی، اس کا موبائل ہپ دینے لگا تھا۔

''اس وقت کس کی کال ہے؟'' وہ خود کلامی کے انداز میں گلاس رکھ کر مڑی تھی، اسے اچنبھا ہوا تھا، اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا، اس کی اسکرین پر انجان نمبر جگمگا رہا تھا، وہ نظر انداز کرتے ہوئے دوبارہ پڑھنے میں مصروف ہوگئی، کال دوبارہ آنے لگی۔

''کوئی ضروری کال نہ ہو۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی اور کال ریسیو کی۔

''السلام علیکم!'' اس نے آہستگی سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' شائستگی سے جواب دیا گیا۔

''Is there miss navaila۔''

بھاری مردانہ آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اس نے بری طرح چونکتے ہوئے وال کلاک کی جانب دیکھا جو رات کا سوا ایک بجا رہا تھا اس نے موبائل فون کو کان سے ہٹا کر اس کی اسکرین کو حیرت کے عالم میں گھورا۔

(جاری ہے)

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کمرے میں تین نفوس ہونے کے باوجود موت کا سناٹا تھا، سامنے بیڈ پہ لیٹے وجود کے ہونٹوں پہ مسلسل مسکراہٹ تھی جبکہ اس کے سامنے صوفے پہ بیٹھے دونوں نفوس خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے، باہر چہار سو سناٹا تھا رات کی تاریکی نجانے اپنے اندر کیسے بھید چھپائے بیٹھی تھی، دور کہیں کسی جانور کی آواز اس سناٹے میں ہتھوڑے کی طرح کانوں میں بج رہی تھی، معاً گلی میں دوڑتے قدموں کی آوازیں بیڈ پہ لیٹا نفوس ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا گھر کا گیٹ زور زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا ساتھ ہی ملی جلی آوازیں۔

''سیمل...... سیمل...... سیمل پتر تم ٹھیک تو ہو...... دروازہ کھولو پتر...... میں رشیدہ تیری خالہ...... سیمل...... دروازہ کھول پتر۔'' ملی جلی زنانہ مردانہ آوازیں، صوفے پہ موجود لڑکی ایک دم سیدھی ہوئی تھی۔

جب بیڈ پہ بیٹھے وجود نے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا، ساتھ ہی میز پر رکھی پسٹل اپنے ہاتھ میں اٹھالی۔

''سیمل پتر تو ٹھیک ہے ناں۔'' باہر سے کسی مرد کی آواز آئی تھی۔

''سنو ڈاکٹر کوئی چالاکی مت کرنا، اٹھو اور باہر جا کر دروازہ کھولو۔'' پسٹل دوسرے ہاتھ میں تھام کر وہ بیڈ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا تھا۔

''باہر کھڑے لوگوں کو واپس کیسے بھیجنا ہے یہ تمہیں پتا ہوگا اگر میرے بارے میں باہر جا کر زبان بھی کھولی تو مت بھولنا پیچھے تمہاری نانی میرے قبضے میں ہوگی سمجھی۔'' سختی سے اسے گھورتے ہوئے صوفے سے اٹھایا خوف سے تھوک نگلتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''جاؤ'' سختی سے دھیمی آواز میں وہ غرایا

مکمل ناول

سیمل کانپتی ٹانگوں سے کمرے سے باہر نکل آئی باہر نکلتے ہوئے اس کے ذہن میں صرف ایک ہی منظر تھا نانی کی کنپٹی پہ رکھا ہوا اس کا پسٹل اور خوف سے پھٹی ہو نانی کی آنکھیں۔

باہر دروازہ اور زور سے دھڑ دھڑانے لگا، خود پہ قابو پاتے ہوئے آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھولا۔

''شکر ہے سیمل تو نظر تو آئی ورنہ ہم دروازہ توڑ کے اندر آنے لگے تھے۔'' رشیدہ خالہ اسے صحیح سلامت دیکھ کر تیزی سے بولی۔

''کک...... کیا ہوا خالہ اتنے رات گئے آپ لوگ...... اور یہ پولیس۔'' تبھی اسے احساس ہوا تھا وہ اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا، ہکلاتے ہوئے پوچھا تھا۔

''سیمل ہمارے گاؤں میں بہت بڑا ڈاکو گھس آیا ہے پولیس کو رپورٹ ملی ہے وہ انہی گھروں میں سے کسی ایک گھر میں گھسا ہے سارے گھروں میں چیک کر رہے ہیں یہ لوگ۔'' ایک بزرگ نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا، سیمل کا دل چاہا دھاڑیں مار کے روئے اور انہیں بتائے کہ وہ عین اس کے گھر میں موجود ہے جسے وہ ڈھونڈ رہے ہیں، خوف سے ایک نظر پیچھے دیکھا سرخ آنکھیں لئے ہاتھ میں پسٹل تھامے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''نن...... نہیں ہمارے گھر تو کوئی بھی نہیں آیا میں اور نانی تو سو رہی تھیں۔'' مسلسل خود پہ جمی سرخ آنکھیں اسے ڈسٹرب کرنے لگی تھی۔

''دیکھیں محترمہ کچھ دیر پہلے آپ نے فائرنگ کی آوازیں تو سنی ہوگی ناں ہم نے اسے اسی سمت بھاگ کر آتے دیکھا ہے اگر کوئی مسئلہ پریشانی ہو تو پلیز بتائیں پولیس کی بڑی نفری یہاں موجود ہے۔'' اسے ہکلاتے دیکھ کر ایک پولیس والا آگے بڑھا تھا، سیمل خوف سے پیلی پڑ گئی تھی، دروازے کے پیچھے کھڑے شخص نے اچانک پسٹل اپنی ہی کنپٹی پر رکھ لی تھی اور اشارہ اندر نانی کی طرف کیا تھا۔

''نن...... نہیں پلیز۔'' وہ بوکھلا اٹھی تھی۔

''جی۔'' پولیس والا ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔

''میرا مطلب ہے کہ نہیں یہاں تو کوئی بھی نہیں آیا، اگر کوئی مسئلہ ہوا تو ضرور...... آپ کو بتاؤں گی۔'' چہرے پہ زبردستی مسکراہٹ لاتے ہوئے وہ بولی، پولیس والا مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اپنے آدمیوں کو واپسی کا اشارہ کرنے لگا۔

''اچھا پتر کوئی مسئلہ ہوا تو ضرور دسی۔'' خالہ رشیدہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی سیمل نے سر اثبات میں ہلایا، آہستہ آہستہ مجمع چھٹنے لگا تھا سیمل نے دھڑام سے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھائی تھی اور بھاگتی ہوئی نانی کے روم میں چلی آئی۔

''نانی آپ ٹھیک تو ہیں ناں۔'' صوفے پہ بے سدھ پڑی خراٹے لیتی نانی کو ہلایا تھا تبھی پیچھے وہ بھی چلا آیا۔

''ارے کیا کر رہی ہے ڈاکٹر نانی جاگ جائیں گی بیچاری سو رہی ہے، سونے دیں خوامخواہ تنگ کر رہی ہیں۔'' دلکشی سے مسکراتا ہوا وہ بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

''آپ نے مار تو نہیں دیا نانی جان کو۔'' خوف سے نانی کی سانسیں چیک کی، بیڈ پہ بیٹھے شخص کے منہ سے زور دار قہقہہ برآمد ہوا سیمل نے شپٹاتے ہوئے اسے دیکھا۔

''ریئلی مرا ہوا بندہ بھی خراٹے لیتا ہے، سوری آپ کو ڈاکٹر ہونے کی ڈگری کس پاگل

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نے دی۔" سیمل نے گھور کے اسے دیکھا۔

"میں نے آپ کا کام کر دیا ہے اب آپ جا سکتے ہیں۔" غصے سے اسے گھورا۔

"سوری بٹ میں ابھی یہیں ہوں کہیں نہیں جا سکتا آپ نے دیکھا ناں باہر پولیس موجود تھی۔" آرام سے بیڈ پہ نیم دراز ہوا۔

"کیا مطلب جب تک پولیس نہیں جائے گی آپ ہلیں گے بھی نہیں اور اگر دس دن پولیس باہر موجود رہے آپ دس دن یہیں رہیں گے۔" کمر پہ ہاتھ رکھے وہ غصے سے بولی۔

"مجبوری ہے۔" کندھے اچکاتا وہ مزے سے بولا۔

"بائے دا وے آپ ڈاکٹر ہے فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا ہی آپ کے پاس، دراصل مجھے ڈریسنگ کرنی ہے۔" اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا جہاں سے خون نکل نکل کے باقاعدہ اب جم چکا تھا، سیمل نے خاموشی سے کچن سے فرسٹ ایڈ بکس لا کر اس کے سامنے رکھ دیا، اس نے پسٹل ٹیبل پہ رکھ کر باکس سامنے کیا پھر شرٹ کے بٹن کھول کر بے دردی سے ہونٹ بھینچے، خون سے جمی ہوئی شرٹ کو زخم پر سے کھینچ کھینچ کر اتارنے لگا، (سیمل جو اس دوران صوفے پہ بیٹھ چکی تھی اسے جانوروں کی طرح ڈریسنگ کرتے دیکھ کر بے ساختہ آگے آئی۔)

"اف اللہ قصائی تو نہیں رہ چکے آپ ایسے کرتے ہیں ڈریسنگ۔" خفگی سے اسے گھورا پھر آگے بڑھ کر قینچی اٹھا کر احتیاط سے زخم کے آس پاس سے شرٹ کاٹنے لگی، اگلے دس منٹ میں اس کا زخم صاف کر کے ڈریسنگ کر دی۔

"شکر کریں گولی کندھے کو چھو کر نکل گئی اگر کہیں اندر موجود رہتی تو اب تک آپ اوپر پہنچ چکے ہوتے۔" ڈریسنگ کے ساتھ ساتھ نصیحتیں بھی جاری تھی، مسکراہٹ دبائے وہ چپ چاپ سنتا رہا، ڈریسنگ سے فارغ ہو کر الماری سے ماموں کی ایک ڈھیلی ڈھالی شرٹ نکال کر اسے تھما دی۔

"تھینک یو بہت بہت، اب آپ سو جائیں رات بہت ہو چکی ہے، مجھے جیسے ہی لگا خطرہ ٹل گیا ہے میں رات کے کسی پہر یہاں سے چلا جاؤں گا، یقین کریں آپ کے گھر سے کوئی چیز نہیں چراؤں گا آپ آرام سے سو سکتی ہیں۔" خفگی سے خود کو گھورتی نظروں سے دیکھتی سیمل سے وہ شرارت بھرے انداز میں بولا تھا پھر ٹیبل سے پسٹل اٹھا کر جھپاک سے باہر نکل گیا، خوف سے ساری رات وہ نانی سے چپکی بیٹھی رہی اور وہ باہر لاؤنج میں مزے سے دھیمی آواز میں ٹی وی لگا کر بیٹھا رہا، کتنی ہی دیر وہ انتظار کرتی رہی کہ وہ ابھی آ کے کہے گا میں جا رہا ہوں پھر وہ آرام سے سو جائے گی مگر اس کا انتظار انتظار ہی رہا نجانے وہ کس پہر سو گئی تھی۔

☆☆☆

اگلی صبح اس کی آنکھ کھلی مندی مندی آنکھوں سے گھڑی کو دیکھا جو ساڑھے آٹھ بجا رہی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ، اتنا ٹائم ہو گیا۔" کمبل پھینکتی ہوئی وہ واش روم میں جا گھسی بھاگم بھاگ منہ ہاتھ دھویا کپڑے بدلے اور کمرے سے نکل آئی، اگلے ہی لمحے اسے ٹھٹک کر رکنا پڑا سامنے ہی لاؤنج کے صوفے پہ چادر اوڑھے وہ سو رہا تھا۔

"اوہ یہ ابھی تک یہیں ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی دھیرے دھیرے بغیر چاپ پیدا کیے کچن میں چلی آئی، اپنے اور نانی کے لئے ناشتہ بنا کر ٹرے میں رکھ کر وہ کمرے میں چلی آئی وہ ابھی تک پڑا سو رہا تھا، نانی کو ناشتہ کراتے وہ مسلسل یہی سوچتی رہی کہ وہ نانی کو اس کے پاس اکیلا چھوڑ کر ہاسپٹل کیسے جائے، آخر ناشتے کے

برتن سمیٹتے ہوئے وہ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ نانی کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گی اگلے دو تین دن بھی اس کی یہی روٹین رہی تینوں ٹائم کا کھانا بیڈ روم میں لے جاتی اور آتے جاتے لاؤنج میں بیٹھا اسے دیکھتا پھر اپنے موبائل میں مگن ہو جاتا، چوتھے دن صبح ہی صبح وہ ناشتہ بنا رہی تھی جب وہ چلا آیا۔

''سنیں۔'' سیمل نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''آپ اتنے دنوں سے ہاسپٹل کیوں نہیں جا رہی۔'' اسے متوجہ دیکھ کر وہ اندر چلا آیا۔

''آپ سے مطلب؟'' ماتھے پہ شکنیں ڈالے گھور کے اسے دیکھا وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

''دیکھو ڈاکٹر اگر تم میری وجہ سے نہیں جا رہی تو کوئی فائدہ نہیں میں اگلے کئی دن یا شاید کئی ہفتے یہاں سے نہیں جاؤں گا۔'' سیمل نے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''دیکھو جب بھی مجھے لگا خطرہ ٹل گیا ہے میں یہاں سے چلا جاؤں گا اس کے لئے مجھے انتظار کرنا ہے آرڈر کا جیسے ہی مجھے پیچھے سے آرڈر ملا میں یہاں سے نکل جاؤں گا اور اگر تمہیں کوئی خطرہ ہے مجھ سے تو یقین کرو ڈاکو ضرور ہوں مگر اپنے پہ احسان کرنے والوں کو کبھی نہیں بھولتا، تمہارے بہت سے احسان ہے مجھ پہ، مجھے پناہ دی میرا علاج کیا، مجھ سے بے خوف خطر تم ہاسپٹل جا سکتی ہو میں جب تک ہوں تمہاری نانی کا خیال رکھوں گا تم مجھ پہ یقین کر سکتی ہو ڈاکٹر۔'' کچن کے دروازے سے ٹیک لگائے وہ سیمل سے مخاطب تھا سیمل نے آنکھ اٹھا کر اسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ (ایک ڈاکو پہ اعتبار کیوں کروں) وہ کافی دیر اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا مگر وہ چپ چاپ کھڑی اپنا کام کرتی رہی، وہ گہری سانس بھرتا ''جیسے تمہاری مرضی'' کہتا باہر نکل گیا۔

☆☆☆

اور اگلی صبح اس کی باتوں کا اثر تھا یا کچھ اور نانی کو جلدی جلدی ناشتہ کروا کر وہ ہاسپٹل چلی آئی آتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے اس کے قریب رک کر ''میں جا رہی ہوں دروازہ اندر سے اچھی طرح بند کر لینا چوکیدار آج کل چھٹی پہ ہے۔'' کہہ کر چلتی بنی صوفے پہ نیم دراز وجود نے حیرت سے اسے جاتے دیکھا تھا یعنی وہ اس پہ اعتبار کر رہی تھی اور پھر یہ روز وہ صبح ہی صبح نانی کو ناشتہ کروا کر اس کا بنا کر رکھ جاتی سارا دن ہاسپٹل میں گزار کر واپس آتی آ کے وہ بھی نانی کے ساتھ لڈو بھی کیرم کبھی شطرنج کھیلتا ملتا کبھی کوئی ڈش بنائی جا رہی ہوتی اور اسے دیکھ کر نانی جیسے کھل اٹھتی۔

''سیمی آؤ آؤ بڑی مزے کی گیم ہے تم بھی کھیلو، سیمی بیٹا ذرا یہ کباب تو چکھنا صیام نے اتنے مزے کے بنائے ہیں اور یہ فروٹ ٹرائفل میں تو کہتی ہوں اس سے اچھا تو کوئی بنا تا ہی نہیں۔'' وہ چپ چاپ سنے جاتی، نانی جان دنیا جہاں کی باتیں اس سے کیے جاتی جیسے وہ انہی کا سگا بیٹا ہو، اندر ہی اندر وہ غصے سے بل کھائے جاتی مگر بولتی کچھ بھی نہیں۔

''نانی آپ تو ابھی بھی غضب ڈھاتی ہے جوانی میں آپ کا کیا حال ہو گا آف کاش اس وقت میں بھی ہوتا۔'' وہ سرد آہیں بھرتا دل پہ ہاتھ رکھتا وہیں ڈھیر ہو جاتا، نانی شرماتی لجاتی اپنی نوجوانی کے قصے چھیڑ بیٹھتی، وہ توبہ استغفار کرتی اسے گھورتی وہاں سے اٹھ جاتی، وہ شرارت سے اسے جاتے دیکھ کر نانی کو چھیڑتا۔

''نانی آپ تو اچھی خاصی باذوق خاتون ہیں یہ محترمہ کن پہ چلی گئی ہے۔'' اور نانی سرد آہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بھر کر رہ جاتی۔

"حق ہاہ کیا بتاؤں بیٹا اللہ بخشے تمہارے نانا جی کو بالکل ایسے ہی تھے۔"

"ٹھس انسان۔" وہ نانی کے ٹھس کہنے پہ زوردار قہقہہ لگاتا اور اندر روم میں وہ جل جل جاتی پھر نانی نانا جی کے قصے شروع ہو جاتی اور وہ بھی مزے سے کلام کیے جاتا، وہ کڑھ کڑھ جاتی۔

(کیا نانی جانتی نہیں ہے وہ کتنا خوفناک ڈاکو ہے پسٹل ہے اس کے پاس کیسے مزے سے ساتھ لگ کے قصے سنائے جا رہی ہے) مگر پروا کسے تھی، صرف یہی نہیں اس دن وہ ہاسپٹل کے لئے نکلی جب بیچ گلی میں خالہ رشیدہ سے ملاقات ہوگئی۔

"ارے خالہ آپ تو ہمارے گھر کا رشتہ ہی بھول گئی نانی بہت یاد کرتی ہے آپ کو۔"

"بس کیا بتاؤں بیٹا آج کل پوتی کی شادی کی تیاریاں کر رہی ہوں، کہیں بھی آنا جانا کم ہو گیا ہے، ویسے میں آئی تھی دو بار، ملاقات ہوئی تھی میری تمہارے کزن سے (میرے کزن سے سیمل نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا) تمہاری نانی نے ملوایا تھا بڑا پیارا بچہ ہے بھئی بڑا مزہ آیا اس سے مل کے ہنسا ہنسا تا رہتا ہے، آؤں گی پھر کبھی، جیتی رہو میری بچی، نانی کو میرا سلام کہنا چلتی ہوں۔" خالہ اپنی کہہ کر چلتی بنی اور وہ۔

"یہ نانی بھی ناں خواہ مخواہ میں ڈاکو کو میرا کزن بنا دیا، پوچھتی ہوں آج ذرا جا کے۔"

اور پھر پوچھنے کی نوبت ہی ناں آئی اگلے دن وہ ہاسپٹل کے لئے تیار ہو کے نکلنے لگی تھی جب وہ اس کے پاس آیا۔

"آج شاید میں چلا جاؤں۔" دھیرے سے رک کر اسے دیکھا۔

"سچ۔" سیمل کے منہ سے بے اختیار نکلا، اگلے ہی پل شرمندہ ہوگئی، اگلے بندے چہرے کے تاثرات ہی اتنے عجیب تھے۔

"لگتا ہے آپ میرے جانے سے کافی خوش ہوں گی...... میں سمجھا۔" بات ادھوری چھوڑ دی۔

"خیر آج ایک بجے میری گاڑی مجھے لینے آ جائے گی، کوئی میری بات بری لگی ہو تو معاف کیجئے گا۔" گردن جھکائے وہ اپنی کہہ رہا تھا، وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔

"آپ کچھ کہیں گی نہیں کیا۔" آس بھری نظروں سے اسے دیکھا جو فضول میں ہی پرس میں منہ گھسائے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔

"مجھے کچھ کہنا تھا کیا۔" سر اٹھا کر نا سمجھی سے اسے دیکھا، وہ نفی میں سر ہلا کر مسکرا دیا۔

"خیر میں جا رہی ہوں، آج چوکیدار آ جائے گا اگر آپ کے جانے تک وہ نہ آیا تو آپ باہر سے دروازے کو کنڈی لگا کر جائیے گا۔" کہتی ہوئی بنا خدا حافظ کہتی سپاٹ چہرہ لئے وہ چلی گئی چپ چاپ سر جھکائے جینز کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے وہ اسے جاتے دیکھتا رہا۔

☆☆☆

آج کا دن بہت تھکا دینے والا تھا صبح سے ہی وہ ڈاکٹر زیدی مسلسل آپریشن میں مصروف رہی تھی تین بجے وہ تھکی ہاری اپنے روم میں آئی تو بے اختیار ذہن گھر کی طرف چلا گیا۔

"ہاں ایک بجے اس نے کہا تھا اب تک تو وہ چلا گیا ہوگا۔" دھڑام سے دروازہ کھول کر سسٹر اندر آئی تھی۔

"ڈاکٹر سیمل آپ کے گھر سے فون آیا تھا۔"

"اچھا کس وقت؟ نانی کا ہوگا میں کال

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بیک کر لیتی ہوں۔'' بولتے ہوئے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''کوئی صیام صاحب تھے۔''

''صیام صاحب؟'' ساکت نظروں سے اسے دیکھا۔

''جی وہ کہہ رہے تھے آپ کی نانی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' سسٹر مزید بتا رہی تھی۔

''مجھے بتایا کیوں نہیں۔'' وہ تیزی سے اٹھی۔

''آپ ڈاکٹر زیدی کے ساتھ آپریشن میں بزی تھیں، ابھی وہ آپ کی نانی کو لے کر سیکنڈ فلور کے ایمرجنسی روم میں ہے، ڈاکٹر احسن کے انڈر میں، آپ کو ڈاکٹر احسن نے اوپر بلوایا ہے۔''

اسے لگا وہ کھڑے کھڑے گر جائے گی اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے باہر بھاگی۔

سیکنڈ فلور پہ راہداری میں ہی ایمرجنسی وارڈ کے باہر وہ اسے کھڑا نظر آ گیا۔

''نانی کو کیا ہوا؟'' ڈبڈباتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''نانی کو کیا ہوا صیام!'' وہ اس کا گریبان پکڑ کر چیخ پڑی۔

''ریلیکس سیمل!'' وہ اس کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔

''نہیں تم مجھے بتاؤ میں تو نانی کو ٹھیک ٹھاک چھوڑ کر آئی تھی ناں۔'' آنسو پونچھتے ہوئے وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''میں ایک بجے کے قریب نانی سے مل کے جیسے ہی نکلا گاڑی کے قریب پہنچ کے مجھے یاد آیا میرا موبائل نانی کے روم میں ہی رہ گیا ہے میں جب واپس آیا تو نانی وہیل چیئر سے نیچے پڑی ہوئی تھی، میں نے انہیں اٹھا کے سیدھا کیا ہاتھ پاؤں ملے مگر وہ بے ہوش ہو چکی تھی، میں نے آپ کو فون کیا مگر سسٹر ہر بار یہی کہتی رہی آپ آپریشن تھیٹر میں ہیں میں نانی کو لے کر اسی وقت یہاں آ گیا ڈاکٹر نے بتایا ہارٹ اٹیک ہے تب کے ایمرجنسی میں رکھا ہے ابھی تک کوئی پتا نہیں۔'' وہ خود پر ضبط کیے اسے کندھوں سے تھامے تفصیل بتا رہا تھا۔

''اب کیا ہوگا صیام میرے پاس تو نانی کے علاوہ کوئی رشتہ بھی نہیں رہا اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میں کدھر جاؤں گی میرا کیا ہوگا۔'' وہ اس کے کندھے سے لگی بے ساختہ رو دی، صیام نے ہونٹ بھینچے اسے خود سے لگا لیا، اسی وقت ایمرجنسی ڈور کھلا ڈاکٹر احسن اور ڈاکٹر زیدی باہر آئے وہ بے ساختہ دوڑ کر ان کے پاس پہنچی۔

''ڈاکٹر میری نانی۔''

''سوری ڈاکٹر سیمل شی از نو مور۔'' یہ لفظ دوسرے پیشنٹ کے لئے کہتے ہوئے کبھی عجیب نہ لگا تھا مگر آج جیسے دل میں کھب سا گیا تھا وہ کھڑی کھڑی ریت کی طرح صیام کے بازوؤں میں پھسلتی چلی گئی۔

☆☆☆

وہ چھ سال کی تھی جب ماما پاپا میں علیحدگی ہوئی تھی ماما اسے لئے نانو اور ماموں کے گھر چلی آئی، ماموں کی عمر تب یہی کوئی پندرہ سولہ سال تھی، پاپا نے دوسری شادی کر کے اپنی نئی دنیا بسا لی اور ماما کیوں پیچھے رہتی پاپا کو نیچا دکھانے کے لئے انہوں نے بھی دوسری شادی کر لی شادی کے بعد مما انگلینڈ سیٹل ہو گئی اور پاپا کسی دوسرے شہر، وہ نانی کے پاس رہ گئی، مما پاپا کی کمی نانو اور ماموں نے ہونے ہی نہ دی، مما اور پاپا کی بھی وقتاً فوقتاً کالز آتی رہتی مگر ملنے کوئی نہ آتا دونوں کے پاس کوئی ٹائم نہ تھا وقت کے ساتھ ساتھ مما کے ہاں دو بیٹے اور ایک بیٹی جبکہ پاپا کے دو بیٹے اور دو

بیٹیاں بھی ہوگئی مگر مڑ کر دونوں نے نہ دیکھا کہ ایک اور وجود بھی ان کے انتظار میں رہتا ہے، وہ سترہ سال کی ہوئی جب اچانک ایک حادثے میں ماموں کی ڈیتھ ہوگئی مما تب بھی نہ آئی، جو جمع پونجی نانی کے پاس تھی وہ انہوں نے سیمل کی پڑھائی پہ لگادی اور جن دنوں سیمل کے میڈیکل کا رزلٹ آیا اسی دن نانی پر فالج کا اٹیک ہوا نانی کو سنبھالنا گھر کو دیکھنا ہاسپٹل جانا یہ سب ایک ساتھ کرنا اسے بہت مشکل لگتا مگر بھلا ہو خالہ رشیدہ اور ان کی بہو کا ان دنوں وہ اس کے بہت کام آئی خالہ رشیدہ اس کے ہاسپٹل جانے کے بعد نانی کے پاس آجاتی پھر جب تک وہ واپس نہ آتی تو نانی کے پاس ہی رہتی، آہستہ آہستہ نانی نے بولنا شروع کردیا بس ذرا چلنے پھرنے سے قاصر تھی، اس کے لئے سیمل نے وہیل چیئر منگوالی، اس رات وہ نانی کو کھانا کھلا کر میڈیسن دے کر ان کے ساتھ باتیں کر رہی تھی وہ جانتی تھی ابھی تھوڑی ہی دیر میں نانی بے سدھ ہو جائیں گی میڈیسن کھانے کے بعد نانی کو جلد ہی نیند آجاتی تھی اس دن موسم بھی تھوڑا خراب تھا، ہوائیں چل رہی تھی، وہ نانی کے ساتھ باتیں کر رہی تھی جب اسے لگا کہ کھڑکی بجی ہو دوسرے ہی لمحے اسے اپنا وہم سمجھ کر وہ دوبارہ باتوں میں لگ گئی اگلی دفعہ ذرا زور سے کھڑکی بجی، یک دم وہ دونوں چپ ہوگئی۔

''مجھے لگتا ہے ہوا بہت تیز ہوگئی ہے کھڑکی کھلی رہ گئی ہے بند کردیتی ہوں۔'' نانی کو دلاسا دیتی ہوئی وہ اٹھی تھی پردہ ہٹا کر کھڑکی کھول کر آس پاس جھانکا کوئی نہ تھا اپنا وہم سمجھ کر وہ کھڑکی بند کرنے ہی لگی تھی جب اچانک سے کھڑکی کھول کر وہ اندر کود آیا تھا ساتھ ہی باہر فائرنگ کی آوازیں، سیمل کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی

مگر صیام نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کے سامنے پسٹل لہرایا تھا اگلی چیخ اس کے منہ میں ہی دب گئی، وہ بھاگ کر نانی سے لپٹ گئی، آنے والے نے باہر جھانک کر تسلی کرنے کے بعد کھڑکی بند کرکے پردے برابر کردیئے۔

''تم ڈاکٹر سیمل ہو ناں اور یہ تمہاری نانی ہے، رائٹ؟'' سوالیہ نظروں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا سیمل نے تھوک نگلتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

''اوکے مجھ سے ڈرو نہیں میں تم لوگوں کو نقصان پہنچانے نہیں آیا، مجھے بس ڈریسنگ کروانی ہے۔'' اس نے اسے ڈرتے دیکھ کر ریلیکس کیا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے زخمی کندھے کی طرف اشارہ کیا تھا، سیمل نے اس کے کندھے کی جانب دیکھا جہاں سے ابل ابل کر خون نکل رہا تھا۔

''فی الحال لائٹ آف کردو باہر پولیس ہے۔'' کہتے ساتھ ہی اس نے اٹھ کر سوئچ بورڈ ڈھونڈ کر خود ہی لائٹ آف کردی، وہ خوف کے مارے مزید نانی کے ساتھ چمٹ گئی، اسے لگا تھا وہ ڈاکو انہیں نقصان پہنچانے آیا تھا مگر جتنے دن وہ ان کے گھر رہا شروع کے دنوں کے علاوہ اسے کبھی لگا ہی ناں تھا کہ وہ ان کے گھر کا فرد نہیں اور نانی، نانی کتنے قریب ہوگئی تھی اس کے جیسے وہ انہی کا بیٹا ہو۔

☆☆☆

نانی کی ڈیتھ پہ اسے کوئی ہوش نہ تھا، کفن دفن کا انتظام کھانے وغیرہ کا انتظام وہ نہیں جانتی تھی کس نے کیا تھا اسے تو اپنا ہوش نہ تھا اس لگا شاید اس بار نانی کی ڈیتھ پہ مما پاپا آجائے مگر اس دفعہ بھی وہ نہ آئے تھے، وہ شدید روئی تھی اور ٹوٹ کے روئی تھی، نانی کے دسویں تک خالہ رشیدہ اس کے پاس رہی تھی، انہوں نے ہی اسے

بتایا تھا کہ نانی کے کفن دفن کھانے وغیرہ کا انتظام سب صیام نے کیا تھا، اس نے ان دس دنوں میں صیام کو کہیں ناں دیکھا تھا مگر خالہ رشیدہ کے بقول وہ اس کے لئے خاصا پریشان رہا تھا اور آج اتنے دنوں بعد وہ اسے اپنے سامنے دیکھ رہی تھی صوفے پہ بیٹھا نڈھال سا وہ سر جھکائے دونوں مٹھیاں باہم بھینچے بیٹھا تھا، ساتھ والے صوفے پہ خالہ رشیدہ بیٹھی سیمل کو دھیرے دھیرے سمجھا رہی تھیں۔

''دیکھو بیٹا جس کو جانا تھا وہ بے چاری تو چلی گئی اللہ اسے کروٹ کروٹ جنت نصیب عطا فرمائے آمین، مسئلہ اب تمہارے لئے ہے بیٹا، تم جوان ہو خوبصورت ہو اپنے ماں کو یا باپ کو بلواؤ انہیں بتاؤ کہ تمہارا جو سہارا تھا وہ بھی آج چلا گیا اب یہ بچہ ہے یہ آخر کتنے دن رہے گا تمہارے ساتھ، میری مانو تو اپنے ماں باپ کو سمجھاؤ۔''

مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہو گئے تھے اب گھر میں صرف وہ تینوں موجود تھے خالہ رشیدہ کتنی ہی دیر بیٹھی اسے زمانے کی اونچ نیچ سمجھاتی رہی پھر ماما پاپا سے رابطہ کرنے کا کہہ کر بالآخر وہ بھی اپنے گھر چل دی آخر ایک دن انہیں بھی تو جانا تھا ناں۔

''خالہ ٹھیک کہتی ہے آپ کو اپنے والدین سے رابطہ کر لینا چاہیے۔'' سر اٹھائے اب وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا، کتنی ہی دیر بیٹھی وہ انگلیاں مسلتی رہی اور پھر آج نہیں تو کل صیام کو بھی چلے جانا تھا اور پھر وہ اکیلی۔

''اف......وہ اکیلی کیسے رہے گی۔'' اسے تو رات کو اکیلے کمرے میں سوتے ڈر لگتا تھا کجا کے پورے گھر میں اکیلی، وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئی اور پھر وہی ہوا جو ہمیشہ سے ہوتا آیا تھا، مما کی اپنی روٹین لائف تھی، نوکری، بچے گھر، دو آنسو بہانے کے بعد انہوں نے اسے کہا تھا۔

''بیٹا میں کیسے تمہیں اپنے پاس بلا سکتی ہوں میرے شوہر کو تو تم جانتی ہو ناں کتنا خرد ماغ ہے تم اپنے پاپا سے کیوں نہیں کہتی ان کا بھی حق ہے تم پہ۔'' اور کھٹاک سے فون بند۔

پاپا نے بھی یہی رونا دھونا مچا کے، ''تمہاری ماں انگلینڈ میں عیش کر رہی ہے میں یہاں محنت مزدوری کرتا ہوں چار بچوں کا خرچا اتنی مشکل سے نکلتا ہے۔'' اور فون بند، وہ وہی گھٹنوں پہ سر رکھے بے بسی سے رو دی تھی۔

☆☆☆

وہ صبح سے کمرے میں بند تھی نانی تو رہی نہیں تھی اور جو رشتے موجود تھے وہ اسے اپنانے کو تیار نہ تھے، ماما پاپا کے جواب دینے کے بعد سے وہ مسلسل کمرہ بند کیے روئے جا رہی تھی، باہر رات گہری ہو رہی تھی اور اندر وہ آنے والی زندگی کا خوف لئے ساکت بیٹھی تھی، تبھی دھڑام سے دروازہ کھلا تھا اور صیام تیزی سے اندر آیا تھا اور اسے دیکھ کر خوف سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''جلدی کریں سیمل ہمیں یہاں سے نکلنا ہے باہر پولیس موجود ہے، آپ جلدی جلدی جو سامان لینا چاہیں ساتھ رکھ لیں۔'' وہ تیزی سے بولتا آیا تھا اور بغیر اس کے جواب کا انتظار کیے خود ہی آگے بڑھ کر الماری کھول کر اس کے کپڑے بیڈ پہ ڈھیر کرنے لگا۔

''پولیس۔'' وہ خوف زدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''پولیس سے آپ کو ڈرنا چاہیے ناں میں کیوں جاؤں گی آپ کے ساتھ۔''

''دیکھیں سیمل کسی نے مخبری کر دی ہے کہ آپ نے مجھے اپنے گھر میں چھپنے کی جگہ دی ہے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

میرے ساتھی کی کال آئی ہے، کہ پولیس کے یہاں پہنچنے سے پہلے میں آپ کو یہاں سے لے کر نکلوں میں نہیں چاہتا آپ میرے ساتھ پھنسیں آپ نے مجھ پہ احسان کیا تھا کم از کم میں۔"

''میں نہیں جاؤں گی آپ کے ساتھ جو کرنا ہے کرے میں پولیس کو بتا دوں گی آپ زبردستی میرے گھر میں گھسے تھے میں نے آپ کو جگہ نہیں دی تھی۔'' تیز تیز بیگ میں کپڑے رکھتا وہ تفصیل سے اسے سمجھا رہا تھا جب بے ساختہ غصے میں وہ اس سے بیگ چھینتے ہوئے اس کی بات کاٹ کر بولی، صیام نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا تھا۔

''ہمارے پاس ٹائم نہیں سیمل ضد مت کرو پلیز جو ضروری سامان اور رکھنا ہے رکھو کوئی جیولری یا پیسے وغیرہ ہو تو وہ بھی رکھ لو کیا پتا دوبارہ تم ادھر نہ آ سکو تو۔'' صیام ہاتھ اٹھا کر اسے سمجھاتے ہوئے بولا مگر نجانے سیمل کی آنکھوں میں کیا تھا بے اختیار وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

''تو یوں کہو ناں مسٹر صیام میرا پیسہ اور جیولری چاہیے تمہیں لگتا ہے اتنے دن میرے گھر رہنے کا مقصد یہی تھا تمہارا افسوس ملا نہیں ہو گا تمہیں کچھ کیوں کہ میں ایسی چیزیں گھر میں نہیں بینک لاکر میں رکھواتی ہوں۔'' چہرے پہ مسکراہٹ لئے وہ طنزیہ نظروں سے اسے گھورتے ہوئے بولی صیام کا پارہ ایک دم سے ہائی ہوا تھا۔

''تھوکتا ہوں میں تمہارے پیسوں پہ، کمی نہیں ہے میرے پاس ان چیزوں کی، اتنی دیر سے صرف نانی کی وجہ سے لحاظ کر رہا تھا، دو دن رہو گی ناں جیل میں عقل ٹھکانے آ جائے گی تم تو جانتی ہی ہو گی جیل میں خاص کر لڑکیوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے، اچھا ہے تمہاری بھی عقل ٹھکانے آئے گی۔'' مضبوطی سے اسے شانوں سے تھامے وہ ضبط کے کن مراحل سے گزر رہا تھا، یہ وہی جانتا تھا، اگلے ہی لمحے اسے بیڈ پہ دھکا دیتے ہوئے وہ تن فن کرتا کمرے سے ہی باہر نکل گیا دور کہیں سے پولیس سائرن کی گونجتی آواز سیمل خوف سے اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

''صیام!'' اور تیزی سے باہر کی جانب بڑھتے صیام کے قدم ٹھٹک کر رک گئے تھے پیچھے مڑ کر دیکھا، خوف سے زرد پڑتی سیمل، اسے لگا وہ ابھی گر جائے گی، وہ تیزی سے واپس مڑا۔

''دیکھو مجھ پہ بھروسہ کرو میں مصیبت ٹلتے ہی تمہیں جہاں کہو گی جس رشتے دار کا کہو گی اس کے پاس چھوڑ آؤں گا مگر ابھی یہاں سے چلو پلیز۔'' اسے کندھوں سے تھامے اس بار وہ نرمی سے بولا سیمل نے ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھا اور سر اثبات میں ہلا دیا۔

''شاباش میں یہ بیگ لے جاتا ہوں تم اگر کوئی اور چیز لینا چاہو لے آؤ دروازے اچھی طرح لاک کر دینا میں باہر کا جائزہ لیتا ہوں تب تک، ہری اپ۔'' اس کا سر تھپتھپاتا ہوا وہ بیگ اٹھا کر تیزی سے باہر نکل آیا۔

سیمل نے جلدی جلدی اپنی چند ایک ضروری چیزیں اٹھائی اور حسرت بھری نظروں سے پوری گھر کو دیکھتی لاک لگاتی باہر نکل آئی سامنے ہی وہ چوکیدار سے نجانے کیا بات کر رہا تھا سیمل کو آتے دیکھ کر تیزی سے صحن میں بڑا اسٹول اٹھا کر صحن کی دیوار کے ساتھ لگایا، سائرن کی آوازیں اب نزدیک آ چکی تھی۔

''یہ ساتھ والا بنگلہ خالی ہے آج کل، میں نے پتا کروایا ہے یہاں سے ہم ساتھ والوں کے گھر کود یں گے وہاں سے ہم ان کے پیچھے بنے گیٹ سے باہر پچھلی گلی میں نکل جائیں گے وہاں

میرا ساتھی کار سمیت موجود تب تک چوکیدار پولیس کو سنبھال لے گا جلدی کرو، ہری اپ۔" وہ اسے جلدی جلدی تفصیل سمجھاتے ہوئے اسٹول پہ چڑھنے کا اشارہ کرنے لگا، صیام نے بیگ اٹھا کر دیوار کی دوسری طرف پھینکا اور سیمل کا ہاتھ پکڑ کر دیوار پہ چڑھنے میں مدد کرنے لگا، سیمل کے دیوار کی دوسری طرف کودتے ہی وہ خود دیوار پہ چڑھا اور چوکیدار کو وہاں سے اسٹول اٹھا لینے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی نیچے کود گیا، اگلے ہی پل وہ سیمل کا ہاتھ تھامے بیگ اٹھائے بنگلے کی پچھلی سائیڈ پہ آیا سامنے ہی گیٹ تھا اسے کھولا اور وہ باہر گلی میں نکل آئے سامنے ہی اس کا ساتھی موجود تھا اس کی معیت میں دونوں کار تک آئے تھے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے سیمل کار تک آئی تھی صیام نے اس کے لئے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اسے بٹھایا اور خود فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا کار جھٹکے سے آگے بڑھ گئی تھی اور سیمل کا گھر اس کا بچپن اس کی یادیں ماضی سب کہیں بہت پیچھے رہ گیا تھا۔

☆☆☆

رات سفر میں ہی کٹی تھی دن بھی چڑھ آیا تھا وہ لوگ مسلسل سفر میں تھے، اب شام ڈھل رہی تھی جب پہاڑی سلسلہ شروع ہوا تھا، مزید پندرہ بیس منٹ بعد کار ایک بڑے سے پہاڑ کے پیچھے بنے ایک کھلے بڑے سے گھر کے صحن میں جا رکی تھی، صیام نے نیچے اتر کر اس کی سائیڈ والا دروازہ کھولا تھا وہ بھی آہستگی سے نیچے اتر آئی صیام کا ساتھی (جس نے ڈرائیور کے فرائض سر انجام دیے تھے) سیمل کا بیگ ڈگی سے نکال کر سامنے بنے ایک کمرے میں لے آیا تبھی گاڑی کی آواز سن کر کمروں سے چار صیام کی ہی عمر کے لڑکے نکل آئے۔

"آہاہ...... باس...... ترس گئے تھے تجھے دیکھنے کو مہینے بعد شکل دکھا رہے ہو۔" صیام کو دیکھتے ہی وہ چاروں اکٹھے ہی صیام کے گلے لگ گئے تھے سیمل جھجک کر دو قدم مزید پیچھے ہٹ گئی۔

"کیسے ہو یار، کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا پیچھے۔" صیام اب مسکراتے ہوئے ان سے پوچھ رہا تھا۔

"کیا باس پیچھے جو تو اپنا چیلہ چھوڑ کے گیا تھا اس نے کبھی مسئلہ ہونے دیا۔" ایک لڑکا ہنستے ہوئے صیام کو بتا رہا تھا، تبھی اس کی نگاہ بڑی سی چادر میں خود میں سمٹی ہوئی سیمل پہ پڑی۔

"باس یہ کون ہے، کہیں شادی وادی تو نہیں رچالی۔" نظروں میں شرارت ابھری تھی، تبھی صیام کو سیمل کا خیال آیا تھا۔

"اوہ نہیں یار یہ میری گیسٹ ہے کچھ دن ہمارے ساتھ ہی رہیں گی، آؤ سیمل تمہیں تمہارے روم تک چھوڑ آؤں۔" دوستوں کو جواب دے کر وہ سیمل سے مخاطب ہوا تھا اور وہ اس کے پیچھے چل دی۔

☆☆☆

اگلے دن وہ گہری نیند میں تھی جب دروازہ زور زور سے بجا تھا، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی کتنی ہی دیر وہ غائب دماغی سے آس پاس دیکھتی رہی کہ وہ کہاں پر ہے، اگلے ہی لمحے آہستہ آہستہ اسے سب یاد آنے لگا، رات صیام اسے کمرے میں ہی کھانا وغیرہ دے گیا تھا اور ساتھ میں تاکید بھی کر گیا تھا کہ وہ اچھی طرح سوتے وقت اندر سے دروازہ بند کر لے کھانا کھاتے ہی وہ کچھ دیر ویسے ہی کمر سیدھی کرنے لیٹی تھی مگر نجانے کب وہ نیند کی وادی میں اترتی چلی گئی شاید یہ دو دن کی تھکان تھی، دروازہ ایک بار پھر بجا تھا، دوپٹہ شانوں پہ پھیلاتی ہوئی وہ بیڈ سے اتر آئی سنگل بیڈ تھا ایک بندہ آرام سکون سے سو سکتا تھا، چٹخنی

گراتے ہوئے اسے لگا تھا باہر صیام ہوگا مگر سامنے بیس بائیس سال کی لڑکی کھڑی دیکھ کر وہ حیران رہ گئی کل آتے ہی اس نے لڑکوں کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا تھا، رات صیام نے بھی یہی بتایا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ یہاں رہتا تھا۔

''السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟'' وہ لڑکی خوش دلی سے سلام کرتی اندر چلی آئی۔

''شکر ہے جی مجھے یہاں کوئی لڑکی نظر تو آئی، مجھے صیام بھائی نے جب آپ کے بارے میں بتایا یقین کریں مجھے اتنی خوشی ہوئی صبح کے میں اتنے ڈھیر سارے چکر لگا چکی ہوں مگر آپ سوئی تھیں اب بھی مجھ سے صبر نہ ہوا میں نے آپ کو جگا دیا، ویسے آپ کو برا تو نہیں لگا ناں۔'' سیمل کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ بولتی چلی گئی اینڈ میں سوالیہ نظروں سے سیمل کو دیکھا تھا، سیمل نے مسکرا کر سر نفی میں ہلایا۔

''تم صیام کی بہن ہو تمہاری مدر۔'' سیمل نے سوال ادھورا چھوڑ کے اسے دیکھا۔

''اوہ نہیں جی، صیام بھائی میرے اصلی والے بھائی نہیں ہیں، دراصل میں یہاں کام کرتی ہوں، صیام بھائی بہت اچھے ہیں ہماری بہت مدد کی انہوں نے کچھ دنوں سے انہیں کھانا پکانے کے لئے خانساماں چاہیے تھا تو اماں نے کہا کہ باہر کی کیوں میری بیٹی ہے ناں تم باہر کیوں کھاؤ اس دن سے میں آ کے تینوں ٹائم کا پکا جاتی ہوں صفائی ستھرائی بھی کر جاتی ہوں۔'' لڑکی کافی باتونی لگتی تھی۔

''ہوں کہاں رہتی ہو تم۔'' سیمل نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''یہاں قریب ہی جی یہ آپ کے صحن میں کھڑے ہوں ناں سامنے ڈھلوان اترتی ہے سیدھی میرے گھر جاتی ہے آپ آنا ناں کبھی اماں بہت خوش ہوں گی۔'' وہ خوشی خوشی بولی۔

''نام کیا ہے تمہارا؟''

''جی زہرا نام ہے آپ ناشتہ یہیں کریں گی یا کچن میں ہی لگا دوں، صیام بھائی نے جاتے جاتے کہا تھا آپ کو یاد سے ناشتہ کروا دوں۔'' سیمل کو واش روم میں گھستے دیکھ کر زہرہ جلدی سے بولی اور واش روم میں جاتی سیمل بے ساختہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

''صیام کدھر گیا ہے۔'' (نجانے کیوں دل بے اختیار دھڑکا تھا کہیں وہ اسے اس ویرانے میں اکیلا چھوڑ ہی تو نہیں گیا)۔

''کام پر گئے ہیں باہر اسی وقت کوئی بھی نہیں ہے۔'' زہرہ جاتے جاتے رک گئی۔

''اچھا یہ صیام لوگوں نے تمہیں بتایا کہ وہ کیا کام کرتے ہیں۔'' مشکوک نظروں سے زہرہ کو دیکھا۔

''لو جی میں کیوں پوچھنے لگی ان سے نہ میں نے کبھی پوچھا نہ انہوں نے بتایا صبح جاتے ہیں شام کو آ جاتے ہیں بس میں یہ جانتی ہوں، ویسے آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔'' ایک اور سوال۔

''اف کتنا بولتی ہے یہ لڑکی۔''

''نہیں ویسے ہی، تم چلو میں آ رہی ہوں۔'' مسکرا کر زہرہ کو دیکھا اور واش روم میں گھس گئی جبکہ زہرہ سر ہلاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

اسے یہاں آئے ایک ہفتہ گزر گیا تھا اس دوران صیام سے اس کی ملاقات بس سرسری سی ہوتی تھی بس سلام دعا یا پھر ''آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔'' اور وہ نفی میں سر ہلا لیتی اور وہ مطمئن سا پلٹ جاتا صیام کے ساتھی بھی بس سلام دعا تک ہی اس سے بات چیت کرتے اسے دیکھتے ہی آگے پیچھے ہو جاتے، شاید یہ صیام کی

خاص تاکید تھی، صرف ایک بات اسے پریشان کرتی صیام کا ایک ساتھی، بظاہر تو وہ اسے کچھ نہ کہتا مگر سیمل کو یوں لگتا جیسے وہ ہر وقت اسے گھورتا رہتا ہے سرخ آنکھیں یوں لگتا ابھی ان سے خون رسنا شروع ہو جائے گا ہر وقت مونچھوں کو بل دیتا رہتا، سیمل جب جب اسے دیکھتی ایک خوف کی لہر پورے جسم میں دوڑ جاتی، اس دن زہرہ آئی تو اس کی طبیعت خراب لگ رہی تھی۔

''زہرہ آج تم نہ آتی گھر میں تھوڑا آرام کر لیتی۔'' زکام و بخار سے اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر سیمل ہمدردی سے بولی تھی۔

''کوئی نی جی گھر کیا کرنا تھا سارا دن بور ہی ہونا تھا سوچا چلی جاؤں ساتھ میں آپ سے گپ شپ بھی ہو جائے گی۔'' زہرہ قہقہہ لگا کر بولی تھی، سیمل مسکرا اٹھی، صیام اور اس کے ساتھی آج ذرا جلدی چلے گئے تھے۔

''آپ بھی باہر آجائیں سیمل سارے چلے گئے ہیں، آپ بس میرے پاس بیٹھنا باتیں کرنا میں کام خود کرلوں گی۔'' وہ سیمل کا ہاتھ تھام کر کچن میں لے آئی تھی۔

''آج بھائی نے بولا تھا وہ شاید آج تھوڑا لیٹ آئیں گے۔'' کام کرتے ہوئے زہرہ اسے بتا رہی تھی، سیمل کا دھیان کہیں اور تھا وہ سوچ رہی تھی آج صیام آجائے تو وہ اسے پاپا کے ہی گھر چھوڑ آئے آخر کب تک وہ اس کے در پہ پڑی رہے گی، تبھی وہ بے اختیار چونکی تھی زہرہ سر تھامے اس کے قریب والی کرسی پر بیٹھی تھی۔

''کیا ہوا زہرہ تم ٹھیک تو ہو۔'' وہ گھبرا اٹھی تھی۔

''بس ذرا سا چکر آ گیا جی، میں ٹھیک ہوں۔'' سر تھامے زہرہ نے مسکرانے کی کوشش کی تھی، سیمل نے فریج سے پانی نکال کر گلاس میں ڈالا اور اسے تھمایا۔

''چلو اٹھو تم اندر جا کر آرام کرو میں دیکھتی ہوں باقی کام۔'' سیمل اسے اٹھاتے ہوئے بولی تھی۔

''نہیں جی بس میں ٹھیک ہوں بس کام تو تقریباً ختم ہو گیا بس کچن سمیٹنا ہے وہ کرلوں پھر سیدھا گھر جا کر ہی آرام کروں گی۔'' زہرہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی۔

''نہیں تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں باقی کام، بلکہ اب تم سیدھی گھر جاؤ اور آرام کرو، کل طبیعت ٹھیک ہوئی تو آنا ورنہ ضرورت نہیں آنے کی میں کرلوں گی سب خود ہی۔'' سیمل اسے پیار سے ڈانٹتے ہوئے بولی تھی، تھوڑی دیر بعد زہرہ چلی گئی، سیمل نے باقی کا بچا کام ختم کیا اور برتن دھو کر کچن صاف کرنے لگی، اس کا ارادہ تھا کہ کام سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر دھوپ میں بیٹھے گی آج کافی دنوں بعد سورج نے شکل دکھائی تھی اچھا موقع تھا وہ آرام سکون سے تھوڑی دیر دھوپ میں بیٹھی صیام اور اس کے ساتھیوں نے ویسے بھی لیٹ آنا تھا، نجانے وہ کیا کرتے تھے، اسے پکا یقین تھا وہ سب ڈاکو تھے مگر ڈاکو ہوتے تو رات کی بجائے وہ دن کو باہر کیوں نکلتے تھے رات کو کیوں نہیں، تجسس تھا کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا، وہ اپنی سوچوں میں گری تھی جب اسے عجیب سا احساس ہوا تھا، بے ساختہ پیچھے مڑ کے دیکھنے پہ وہ ساکت ہوئی تھی، کچن کے دروازے میں وہ کھڑا تھا، سرخ خونی آنکھوں والا مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا، سیمل کو دیکھتے پا کر وہ مسکرایا تھا۔

''آ...... آپ یہاں...... صیام آ گیا...... آپ کو تو آج لیٹ آنا تھا ناں۔'' وہ اسے دیکھ کر ایک دم بوکھلا گئی تھی۔

''میں تو جی آج گیا ہی نہیں طبیعت ذرا اپ

سیٹ تھی۔" مونچھوں تلے سے پیلے پیلے دانت صاف نظر آرہے تھے۔

"آپ کو کچھ چاہیے کیا۔" نجانے اس کی آنکھوں میں ایسا کیا تھا سیمل خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تھوڑی دیر کے لئے جی آپ کی کمپنی چاہیے جی، ڈرو نہیں جی مجھ سے بڑا شریف سا بندہ ہوں۔" وہ بے اختیار دو قدم آگے آیا تھا سیمل کی جان پہ بن آئی۔

"آپ پلیز باہر جائیں۔"

"سویٹی جی کیا پرابلم ہے، اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے آپ کے قریب کھڑے ہو جائیں جی۔" وہ اپنی خباثت پہ اتر آیا تھا، سیمل نے باہر نکلنا چاہا جب اس نے سیمل کو کندھوں سے تھام لیا۔

"دیکھ شہزادی تھوڑا ٹائم مانگ رہا ہوں آرام سے مان جاؤ ورنہ دوسرا طریقہ بھی مجھے آتا ہے۔" وہ غراتے ہوئے سیمل کو بازوؤں سے کھینچتا ہوا کچن سے باہر لے جانے لگا۔

"چھوڑو۔" اپنا آپ چھڑاتے ہوئے وہ چلائی مگر دوسری طرف گرفت مضبوط تھی، اسی کھینچا تانی میں سیمل کی آستین اس کے ہاتھ لگی تھی اور دور تک ادھیڑتی چلی گئی، دوپٹہ کہیں کچن کے دروازے میں ہی گر گیا۔

"آرام سے کہہ رہا تھا چل پر تم لڑکیوں میں اکڑ......" اس سے پہلے کہ اس کی بات پوری ہوتی سیمل نے اسے زوردار دھکا دیا اور باہر کی جانب دوڑ لگا دی اور اسی پل صحن میں قدم دھرتے ہنستے مسکراتے صیام اور اس کے پیچھے وہ چاروں بالکل ساکت ہو گئے۔

"سیمل!" صیام کے ہونٹ ہلے تھے اور سیمل اسے دیکھتے ہی بھاگتی ہوئی اس کے سینے سے جا لگی تھی۔

"صیام...... وہ...... میں...... وہ...... مجھے...... تم نے...... مجھے چھوڑ دیا...... دیا...... اکیلا...... اس نے......" بے ربط سے الفاظ تھے اس کے سینے سے لگی خوفزدہ سی سیمل تڑپ تڑپ کر رو دی، صیام کا گویا خون کھول اٹھا۔

"باس...... تم آگئے...... یہ جھوٹ بول رہی ہے...... اس نے خود مجھے بلایا...... اپنے پاس...... یہ دیکھو...... اس نے میرا سر بھی پھاڑ دیا...... باس یہ......" اگلے الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے اور وہ چاروں اس پہ بھوکے شیر کی طرح ٹوٹ پڑے تھے، صیام نے ہوش و خرد سے بیگانہ سیمل کو بازوؤں میں بھرا اور اندر چل دیا، اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

☆☆☆

"سائن کرو ان پہ۔" صیام نے فائل اس کے آگے بیڈ پہ پٹخی تھی گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی سیمل نے سر اٹھا کر پہلے فائل کو پھر اسے دیکھا تھا۔

"کیا ہے یہ؟" بھیگی پلکیں مسلسل فائل پہ جمی تھی۔

"نکاح نامہ۔" صیام کے اگلے الفاظ دھماکے کی صورت میں اس کے سر پہ بجے تھے۔

"تم میرا نکاح اس ذلیل انسان سے کروا رہے ہو۔" ڈبڈبائی نظروں سے صیام کو دیکھا تھا۔

"نہیں خود سے کروا رہا ہوں اس سے کروانے کی بجائے میں تمہارا گلا ہی نہ دبا دوں۔" صیام نے بے ساختہ نظریں چرائی تھی۔

"تو دبا دو مجھے تم سے بھی نکاح منظور نہیں ہے۔" سیمل نے سرد نظروں سے اسے دیکھا تھا اور تیزی سے بیڈ سے نیچے اتری تھی، صیام نے چونک کر اسے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس کی کلائی تھام کر جھٹکے سے اسے واپس بیڈ پہ بٹھایا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تھا۔

"کیا تم یہ چاہتی ہو آج ایک کمینے نے تم پہ ہاتھ ڈالا ہے کل کوئی اور یہ حرکت کرے، کم از کم میری بیوی بن کے کوئی ایسی نیچ حرکت کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا۔"

"تو وہ تمہارے کتے ہیں تم انہیں رسی ڈال کے رکھو اور مجھے معاف رکھو نہ میں تم ڈاکو میں انٹرسٹیڈ ہوں نہ ہی کسی اور میں تم مجھ پہ مہربانی کرو مجھے میرے باپ کے پاس چھوڑ آؤ ورنہ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔" جھٹکے سے اپنی کلائی اس سے چھڑواتی وہ غرائی تھی، صیام نے بمشکل خود پہ ضبط کیا تھا، گہری لمبی سانس بھر کے چند لمحے خود کو کنٹرول کیا تھا اور دوبارہ جب اس سے مخاطب ہوا تو لہجے میں حد درجہ نرمی تھی۔

"دیکھو سیمل میں خود بھی نہیں چاہتا تمہیں یہاں رکھوں تمہارے گھر تمہارے پاپا کے گھر ہر جگہ پولیس کے بندے ہماری نگرانی کر رہے ہیں تم میری وجہ سے پھنسی ہو تو اس جھنجھٹ سے نکالنا بھی میرا کام ہے بس تھوڑے دن اور ویٹ کر لو پلیز اور میرا وعدہ ہے تم سے تم جب چاہو گی میں تمہیں چھوڑ دوں گا مگر اس وقت یہ نکاح بہت ضروری ہے پلیز، یہ سب تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے اچھی بھلی زندگی گزار رہی تھی میں نہ تم آتے نہ میری زندگی تباہ ہوتی۔" وہ بے اختیار دونوں ہاتھوں میں چہرہ تھامے رو دی تھی، صیام نے بے بسی سے ہونٹ کاٹے تھے اور چپ چاپ اسے رونے دیا تھا۔

"کیا ثبوت ہے کہ یہ صرف پیپر میرج ہو گی اور میں جب چاہوں گی تم چپ چاپ مجھے چھوڑ دو گے۔" کافی دیر رونے کے بعد سر اٹھائے وہ سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہاں تک مجھ پہ بھروسہ کر کے آئی ہو آگے بھی کر لو اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" وہ بھی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا، کتنی ہی دیر بیٹھی وہ انگلیاں مسلتی رہی پھر کچھ سوچتے ہوئے صیام کے ہاتھ سے قلم تھام لی۔

☆☆☆

اور پھر کتنے ہی دن گزر گئے وہ اپنے کمرے سے ہی ناں نکلی کھانا پانی سب کمرے میں ہی مل جاتا دو تین دن سے زہرہ کا بھی کچھ پتا ناں تھا صیام ہی کھانا وغیرہ کمرے میں دے جاتا، اس دن وہ پانی پینے کچن میں آئی مگر اسے ٹھٹک کر رکنا پڑا۔

آگے وہ پانچوں کچن پہ دھاوا بولے بیٹھے تھے، ایک برتن مانجھ رہا تھا ایک دھڑا دھڑ سبزیاں کاٹ رہا تھا کوئی پیاز کاٹتے ہوئے مسلسل بڑبڑا رہا تھا اور ایک صیام کے ساتھ چولہے کے آگے کھڑا تھا۔

"قسم سے ایسے کام کرتے اماں بہت یاد آتی ہے۔" برتن دھونے والے کی سیمل کی طرف پیٹھ تھی لیکن سیمل آواز سے پہچان گئی تھی یہ وہی تھا جو اسے اور صیام کو گھر سے پک کرنے آیا تھا صیام نے ایک دو بار اسے "الیاس" کہہ کر بھی پکارا تھا۔

"اور مجھے ایسے وقت میں اپنی ہونے والی بیوی بہت یاد آتی ہے۔" پیاز کاٹنے والے نے اپنی آنکھوں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے کہا تھا ایک زبردست قہقہہ پڑا تھا، سیمل جھجکتی ہوئی واپسی کے لئے مڑنے لگی تھی جب صیام کے ساتھ کھڑے لڑکے نے اسے دیکھا تھا۔

"ارے بھابھی آپ۔" اور صیام کے ساتھ ساتھ سبھی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔

"وہ میں......" سب کو متوجہ پا کر وہ اک دم پریشان ہو گئی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

"کچھ چاہیے تھا کیا؟" صیام ہاتھ میں چمچہ تھامے تیزی سے اس کے قریب آیا جبکہ باقی سارے سر جھکائے اپنے کاموں میں لگ گئے تھے۔

"وہ پانی...... پینے آئی تھی۔" شرمندہ شرمندہ سی سر جھکا دی، صیام نے آگے بڑھ کر فریج سے بوتل نکالی اور اسے تھما دی وہ پانی لے کر اپنے روم میں چلی آئی۔

(وہ سب کیوں کام کر رہے تھے زہرہ کدھر تھی اتنے دنوں سے) اور اس رات صیام نے اسے بتایا کہ زہرہ کی والدہ سیڑھیوں سے گر گئی تھی انہیں ٹانگ میں فیکچر ہو گیا تھا سو زہرہ آج کل چھٹیوں پہ تھی نجانے کب آتی، پھر اگلے دن اسے وہ (پیلے دانتوں والا وحشی) پھر بھی دکھائی ناں دیا، صیام نے صرف اتنا بتایا تھا کہ اسے واپس بھیج دیا گیا ہے، کہاں بھیجا گیا ہے یہ سیمل نے جاننا ضروری ناں سمجھا تھا، کم از کم خوف تو چھٹا تھا جو ہر وقت سر پہ منڈلاتا رہتا تھا، کبھی کبھی وہ لوگ صبح صبح نکل پڑتے کبھی دن کو اور کبھی آدھی رات کو اچانک چلے جاتے ایسے میں کوئی ناں کوئی ایک آدھ پیچھے رہ جاتا زیادہ تر صیام ہی رک جاتا، دونوں میں بات چیت نہ ہونے کے برابر ہی تھی، اس دن رات گئے وہ لوگ لوٹے تو ان کے ساتھ دو اور بھی لڑکے تھے، سیمل کھانا وغیرہ بنا کر کمرے میں چلی آئی، کتنی ہی دیر باہر برتنوں کی آوازیں آتی رہی شاید اب وہ لوگ کھانا کھانے لگے تھے، کتنی ہی دیر بیٹھی وہ میگزین کی ورق گردانی کرتی رہی، نجانے کب نیند کی وادی میں اترتی چلی گئی، اچانک سے زوردار دستک سے اس کی آنکھ کھلی تھی، ابھی چند منٹ ہی تو ہوئے تھے آنکھ لگے۔

"کون؟" دروازے کے قریب جا کر پوچھا۔

"میں ہوں سیمل دروازہ کھولو۔" صیام کی دھیمی آواز کانوں سے ٹکرائی تھی سیمل نے چٹخنی گرا دی، تھکا ماندہ صیام ہاتھ میں گدا اور کمبل اٹھائے اندر داخل ہوا سیمل نے حیرت سے اسے دیکھا، جو اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر کے زمین پہ گدا بچھا کر اس پہ ڈھیر ہو گیا تھا۔

"او ہیلو یہ تم کدھر منہ اٹھا کے اندر چلے آئے۔" وہ بے یقینی سے آگے بڑھی تھی۔

"صبح بات کریں گے ابھی سو جاؤ بہت سخت نیند آ رہی ہے۔" نیند میں ڈوبے صیام کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔

"دماغ خراب ہے تمہارا، صیام اٹھو یہاں سے اور نکلو میرے کمرے سے۔" غصے سے اس کے اوپر سے کمبل کھینچتی ہوئی وہ چیخی تھی، صیام نے سیدھا ہو کر نیند میں ڈوبی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"میڈم تمہارے آنے سے پہلے یہ کمرہ میرا تھا ایویں خواہ مخواہ قبضہ جما کے بیٹھ گئی اور میں تمہیں تنگ کر رہا ہوں کیا، تم اوپر بیڈ پہ میں نیچے زمین پہ بس بات ختم۔" بات ختم کرتے ہی غڑاپ سے دوبارہ کمبل میں منہ گھسا لیا۔

"بات ختم نہیں مسٹر صیام بات تو ابھی شروع ہوئی ہے، پورے پلانز ہو تم پہلے میرے گھر میں گھسے مجھے گھر سے دربدر کروایا پھر زبردستی کا نکاح اور اب زبردستی کمرے میں گھسنا کل کو خود کو میرا شوہر کہہ کے حق بھی جتاؤ گے، سوچ ہے تمہاری، تم رہو اس کمرے میں، میں یہاں مزید نہیں ٹھہرنے والی جا رہی ہوں میں۔" اس کے منہ سے کمبل کھینچتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر سرد لہجے میں بولی تھی اور تیزی سے اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی جب بے ساختہ صیام نے اس کی کلائی تھام کے اسے جھٹکے سے واپس اپنے

پاس بٹھایا اور خود بھی اٹھ بیٹھا۔
"(نجانے کس پاگل نے ڈاکٹری کی ڈگری تھما دی تھی پاگل کو)۔" منہ ہی منہ میں بڑبڑایا، سیمل نے گھور کے اسے دیکھا۔
"تمہیں ہر بار کیوں لگتا ہے میں جھوٹ کہتا ہوں پلان کرتا ہوں، میں تمہارے گھر میں گھسا یہ واقعی میرا پلان تھا کیونکہ مجھے ٹریٹمنٹ کروانی تھی دور دور تک اور کوئی ڈاکٹر ناں تھا اس لئے میں تمہارے گھر آیا اور اپنے ساتھ زبردستی نہیں لایا تھا تمہیں تم خود آئی تھی اپنی مرضی سے اور اس کمرے میں، میں کیوں آیا ہوں تم یہ حق جمانے نہیں بلکہ میرے ساتھ دولڑکے اور آئے ہیں ناں ان کے لئے جگہ نہیں تھی روم میں تو مجھے جگہ چھوڑنی پڑی باہر ایسی کوئی جگہ ہی ناں تھی ورنہ اس روم میں آنے کی غلطی ناں کرتا، ایویں خواہ مخواہ نیند کے ساتھ ساتھ موڈ بھی خراب کر دیا، چلو اٹھو جاؤ اپنے بستر پہ پھر مجھے غصہ آ گیا ناں تو پھر مجھ سے گلہ مت کرنا۔" بولتے بولتے آخر سے وہ پٹڑی سے اتر گیا سیمل نے گھور کے اسے دیکھا تھا اور بڑبڑاتی ہوئی بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

اور پھر روز رات کو وہ اس کے سونے کا انتظار کرتی اور جب تک وہ سو نہ جاتا وہ کبھی میگزین دیکھتی رہتی کبھی موبائل میں گیم کھیلنا شروع کر دی، جیسے ہی اسے لگتا وہ گہری نیند سو چکا ہے وہ لائٹ آف کر کے خود بھی لیٹ جاتی مگر پھر بھی انجانا سا خوف دل میں کنڈلی مارے بیٹھا رہتا، صیام کی بھی کوئی جانے کی ٹائمنگ نہ تھی کبھی صبح سویرے منہ اندھیرے نکل جاتا کبھی رات گئے کہیں نکل جاتے، جاتے ہوئے وہ اسے دروازہ اندر سے سختی سے لاک کرنے کی تاکید کرتا، جہاں بھی جاتے وہ سب اکٹھے ہی جاتے اور پیچھے اکیلی وہ خوف سے آدھی رہ جاتی، کئی دفعہ صیام کے رات ٹائم جانے پہ وہ ٹوک بیٹھی۔
"تم لوگوں کو رات کو لازمی جانا ہوتا ہے دن کو نکل جایا کرو مجھے ڈر لگتا ہے اکیلے، کسی روز خوف سے ہی میں مر جاؤں گی۔" وہ چپ چاپ سنے جاتا۔
"کیا کریں بی بی ہماری مزدوری ہی رات ٹائم کی ہے کمائیں گے نہیں تو کھائیں گے کیسے، ویسے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں، تمہیں بے شک گھر میں تم اکیلی ہوتی ہو مگر اسے گھر کے آس پاس میرے نگران موجود رہتے ہیں چوبیس گھنٹے کوئی پرندہ پر نہیں مار سکتا۔" وہ آخر میں شرارت پہ اتر آیا۔
"ہونہہ، مزدوری سیدھی طرح نہیں کہے گا چوری کرنا نہیں چھوڑیں گے۔" وہ بڑبڑاتی اٹھ جاتی اور وہ ان سنی کرتا باہر نکل جاتا۔
اس رات بھی وہ اس کے سونے کا ویٹ کر رہی تھی نظریں ہاتھ میں تھامے میگزین پر تھیں جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ گہری نیند میں جا چکا ہے وہ سونے کے لئے لیٹ گئی۔
اگلے ہی لمحے صیام کا موبائل وائبریٹ ہوا تھا ساتھ ہی بجنے لگا تھا وہ دنگ رہ گئی، جب موبائل کی وائبریشن پہ ہی وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا تھا، ٹیون تو بہت بعد میں بجی تھی، وہ الرٹ ہو کے سوتا تھا وہ تو سمجھی تھی وہ گہری نیند ہوتا ہے۔
"جی سر، یس سر۔" کی گردان کرتے وہ جلدی سے بستر چھوڑ چکا تھا، آنکھوں پہ بازو رکھے وہ گہری نیند سونے کا تاثر دے رہی تھی مگر آنکھ کی جھری سے مسلسل صیام کی حرکات پہ نظر تھی، کال بند کرنے کے بعد اب وہ کوئی نمبر پش کر رہا تھا۔
"ہیلو الیاس۔" دوسری طرف شاید رابطہ ہو گیا تھا۔

"سنو جلدی سے سب ریڈی ہو جاؤ ہمیں ابھی نکلنا ہوگا، اس دفعہ ٹائم بھی زیادہ لگے گا اور مال بھی پہلے سے بڑھ کر ہے، ہری اپ۔" کال بند کر کے وہ جلدی سے الماری کی طرف بڑھا اور اپنا مخصوص بلیک لباس نکال کر واش روم میں جا گھسا، وہ ساکت لیٹی گہرے گہرے سانس لیتی رہی، اور جس وقت وہ چینج کر کے باہر آیا وہ اسے بیڈ پہ بیٹھی نظر آئی۔

"تم سو جاؤ ٹینشن فری ہو کے میں نے بتایا ناں میرے آدمی یہاں پر جگہ موجود ہے۔" اسے ایک نظر دیکھ کر صیام نے الماری سے اپنا چھوٹا سا بیگ نکالا جس میں وہ غالباً اپنا اسلحہ رکھتا تھا۔

"کیا تم یہ کام چھوڑ نہیں سکتے صیام۔" آس بھری نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی تھی بیگ کی زپ بند کرتے صیام کے ہاتھ ذرا دیر کو رکے تھے۔

"یہ کام میرے باپ کو بھی پسند نہیں تھا یمل انہوں نے کہا میں انہیں چھوڑ دوں یا اس کام کو چھوڑ دوں میں نے انہیں چھوڑ دیا، میں اس کام کے لئے جان تو دے سکتا ہوں مگر چھوڑنے کا نہیں سوچ سکتا، خیر اپنا خیال رکھنا کام ذرا زیادہ ہے ٹائم بھی لگ سکتا ہے تم اپنا نمبر آن رکھنا میں فون کروں گا۔" اگلے ہی پل وہ اس کا سر تھپتھپاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا وہ وہی اپنی جگہ ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

اس نے کہا تھا ٹائم زیادہ لگے گا اور واقعی آج انہیں گئے چار دن ہو گئے تھے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا ایک دن سے زیادہ وہ کبھی بھی باہر ناں رہے تھے اور آج چار دن بیت گئے تھے، صرف ایک دفعہ صیام کی کال آئی تھی اس میں صرف اس نے اتنا ہی کہا تھا دو تین دن لگیں گے تم زہرہ کو اپنے پاس بلا لینا اور ان چار دنوں میں زہرہ اس کے ساتھ تھی مگر شام ڈھلے ہی آج اس کا بھائی اسے لینے آ گیا تھا، اس کی ماں کی طبیعت ٹھیک نہ تھی سو زہرہ چلی گئی اور ساری رات وہ کمرے کو لاک کیے اکیلے گھر میں تھر تھر کانپتی رہی صیام کا نمبر بھی مسلسل آف تھا، جو اگلے دو دن مزید آف رہا ان دو دنوں میں بھی زہرہ چند منٹ کے لئے آئی تھی، آج ساتواں دن تھا، باہر گہری سیاہ رات باہر وقفے وقفے سے ہوتی بارش اسے آج بھی یقین ہو چلا تھا کہ وہ واپس نہیں آنے والے صیام کا فون بھی مسلسل آف تھا اور آج تو موسم کی وجہ سے سگنل بھی پرابلم کر رہے تھے، یونہی نیم دراز موبائل کو دیکھتے دیکھتے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی اور جس وقت وہ بمشکل سے ہی سہی میٹھی گہری نیند میں پہنچی تھی تبھی بارش میں بھیگا نڈھال سا تھکن سے چور وجود لئے وہ باہر سے کمرے کا لاک کھولتا اندر داخل ہوا تھا (جب سے وہ اس روم میں سونے لگا تھا اس نے ایک ایکسٹرا چابی بنوا کر اپنے پاس رکھ لی تھی) سامنے ہی وہ کمبل میں دبکی سیدھی لیٹی میٹھی گہری نیند میں تھی ایک ہاتھ میں موبائل دبا تھا براؤن گھنے لچھے دار سلکی بال دور تک تکیے پہ بکھرے پڑے تھے، اتنے دنوں کی تھکن بھلائے وہ بے اختیار سا اس کے قریب چلا آیا، آہستگی سے اس کے ہاتھ میں سے موبائل لیا، یونہی سرسری سا چیک کرنے کے لئے ان باکس کھولا بے شمار پیغامات اسی کے نمبر پہ بھیجے گئے تھے جو شاید موسم کی خرابی کی وجہ سے نہیں راستے میں ہی اٹکے رہے تھے، گھر جلدی آنے کا، اکیلے ڈر لگنے کا، کسی میں ڈانٹ، کسی میسج میں غصہ کسی میں فکر، کال لاگ میں بھی چند منٹ پہلے "اسی کے نمبر پر کال کی گئی" کا سائن تھا، موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر صیام نے اسے دیکھا،

میٹھی گہری نیند سے ذرا بھی محسوس نہ ہوتا تھا کہ چند منٹ پہلے وہ کسی خوف کا شکار رہی تھی، لمبی پلکوں بند آنکھوں کے پیچھے نجانے کون سا سہانا خواب تھا ہونٹوں پہ بدستور نرم سی مسکراہٹ پھیلی تھی، اگلے ہی پل وہ بے اختیار جھکا تھا اور اس کی پیشانی چوم لی کئی لمحے وہ اس کے چہرے پہ اپنی محبت رقم کرتا رہا وہ نیند میں کسمسائی تھی صیام بے اختیار سیدھا ہوا تھا، شعور کی منزلیں طے کرتے ہوئے وہ نیم وا آنکھوں سے کتنی ہی دیر صیام کو دیکھتی رہی اور اگلے ہی پل جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

''تم...... کب آئے۔'' وہ اس کے انتہائی قریب بیٹھا تھا، وہ کسک کے دور ہوئی سنگل بیڈ ہونے کی وجہ سے زیادہ دور نہ ہو سکی۔

''ابھی آیا ہوں چند منٹ ہی ہوئے ہیں۔'' وہ اس کی حرکت نوٹ کر چکا تھا نجانے کیوں دل میں ٹیس سی اٹھی تھی۔

''تم چینج کر لو بھیگے ہوئے ہو بیمار ہو جاؤ گے۔'' وہ تیزی سے اٹھنے لگی جب صیام نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام لیا اور سیمل کو لگا جیسے کسی جلتے تنور نے اسے چھو لیا ہو۔

''تمہیں بخار ہے...... مم...... میں تمہارے لئے کھانا لاتی ہوں کھا کے میڈیسن کھا لینا اور یہ کپڑے بھی چینج کر لو گیلے۔''

''سیمل!'' تیز تیز بولتی وہ اٹھی تھی جب صیام بے اختیار بول اٹھا تھا، سیمل نے بے اختیار مڑ کر اسے دیکھا تھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا کیا کیا نہیں تھا نظروں میں، دھڑکن حد سے سوا تھی سیمل نے بے اختیار نظریں چرائی تھی اس میں پہلے وہ کمرے سے نکلتی صیام نے بے ساختہ کلائی تھام کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

''میں بہت تھکا ہوا ہوں سیمل بہت زیادہ، پلیز میری تھکن اتار دو۔'' دھیرے دھیرے سرگوشی کرتا وہ اس پہ جھکا تھا۔

''صیام!'' پنجرے میں قید طوطے کی طرح پھڑ پھڑائی تھی۔

''سیمل پلیز۔'' اپنی مضبوط باؤوں میں لیتے ہوئے اسے اپنے سینے میں چھپا لیا تھا۔

☆☆☆

اگلی صبح اس کی آنکھ سیمل کی سسکیوں کی آواز پہ کھلی تھی بمشکل سے اپنی دکھتی آنکھوں کو کھول کر اپنے دائیں طرف دیکھا وہ کمبل اوڑھے اس کے بیڈ پہ موجود تھا جبکہ سیمل بیڈ سے نیچے پائنتی والی سائیڈ پہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا، صیام نے دونوں ہاتھوں سے پھوڑے کی مانند اپنے دکھتے سر کو دبایا تھا اور جھٹکے سے اٹھ بیٹھا، سیمل کی سسکیاں ہتھوڑے کی مانند اس کے دماغ میں بج رہی تھی، کمبل خود پر سے ہٹاتے ہوئے وہ اس کے قریب جا بیٹھا۔

''سیمل!'' دھیرے سے اس کے بازو پہ ہاتھ رکھا جھٹکے کھاتا وجود تھم گیا، سیمل نے سرخ ہوتی بھیگی پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا ستا ہوا چہرہ صیام کے دل پہ جیسے گھونسا پڑا۔

''سیمل اس میں رونے کی کیا بات ہے بیوی ہو تم میری۔'' سر میں پڑنے والی ٹیس اگنور کرتے وہ آہستگی سے اسے تھام کے بولا، سیمل نے دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر اسے خود سے دور کیا۔

''تم ایک ڈاکو ہو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں جانتی میں مجھے تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزارنی سمجھے تم۔'' وہ زور سے چیخی تھی صیام نے اپنے چکراتے سر کو تھاما تھا کتنی ہی دیر وہ اسے روتے دیکھتا رہا۔

''سیمل...... یار...... میری بات تو سنو۔'' دھیرے سے اس کا رخ اپنی جانب موڑا اور وہ

کسی کٹی ہوئی شاخ کی طرح اس کے سینے سے جا لگی۔

"تم بہت جھوٹے ہو تم نے کہا تھا تم مجھے میرے ماں باپ کے پاس چھوڑ آؤ گے مجھے طلاق دے دو گے مجھ پہ حق نہیں جتاؤ گے تم نے جھوٹ بولا، تم اعتبار کے لائق ہی نہیں ہو، اللہ کرے تم مر جاؤ صیام، اللہ کرے مر جاؤ۔" اس کے آگ اگلتے سینے میں منہ دیے وہ تڑپ تڑپ کر رو دی تھی۔

"اللہ کرے میں مر جاؤں سیمل تمہاری بد دعا مجھے لگ جائے۔" دھیرے سے سرگوشی کرتا وہ ایک بار پھر اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ چکا تھا۔

☆☆☆

"بھابھی! صیام اٹھا نہیں ابھی تک؟" الیاس تین دفعہ اس کا پوچھ چکا تھا، وہ صبح سے کچن میں تھی واپس اپنے کمرے میں نہیں گئی تھی۔

"نہیں بھائی آپ خود جا کر دیکھ آئیں شاید اٹھ چکے ہوں۔" خود کو مصروف ظاہر کرتے ہوئے وہ بولی، جس کا صاف مطلب تھا وہ کمرے میں جانا ہی نہیں چاہتی، الیاس واپس مڑ گیا تھا صیام کو رات سے بخار تھا اور اسے جیسے پروانہ تھی وہ صبح کی دوبارہ روم میں نہیں گئی تھی اور پھر کام ختم کر کے رات گئے وہ روم میں آئی تب بھی وہ یونہی بے سدھ پڑا تھا سیمل کا دل چاہا کہ وہ اسے اٹھانے کے بہانے ہی سہی پر اس کا بخار چیک کرے مگر اگلے ہی لمحے اپنی ہی سوچ پر لعنت بھیجتی وہ زمین پر بچھے گدے پر آلیٹی (اس کے بیڈ پر وہ قابض تھا ناں) نیند نے لمحوں میں ہی اسے آلیا تھا، رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب عجیب سی غراہٹوں بھری آواز پہ اس کی آنکھ کھل گئی تھی، بے اختیار دھیان صیام کی طرف گیا تھا، اگلے ہی لمحے وہ چونک اٹھی نظر بیڈ تک گئی تھی جہاں مسلسل کچھ بڑبڑاتے ہوئے وہ زور زور سے سر تکیے پر پٹخ رہا تھا، جلدی سے اٹھ کر وہ اس کے قریب آئی تھی۔

"اماں...... نازی...... پانی۔" وہ ہلکے ہلکے بڑبڑا رہا تھا۔

"صیام!" سیمل نے اپنا یخ ہوتا ہاتھ اس کی سلگتی پیشانی پر رکھا تھا مگر اگلے ہی پل کھینچ لیا اسے لگا جیسے اس نے جلتے تنور میں ہاتھ ڈالا ہو۔

"پانی دو۔" صیام دھیرے سے بڑبڑایا تھا آنکھیں ہنوز بند تھی سیمل نے اٹھ کر سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ لیا اور گلاس میں ڈال کر اس کے قریب چلی آئی۔

"صیام پانی پی لو۔" جھک کر آہستگی سے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ذرا اونچا کیا اور گلاس اس کے منہ سے لگا دیا۔

"چھوڑو مجھے تم کون ہو۔" صیام نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا اور اپنے ماتھے پہ پڑا سیمل کا ہاتھ زور سے جھٹکا تھا وہ گنگ رہ گئی وہ اسے پہچان نہیں رہا تھا۔

"صیام میں سیمل...... تمہاری بیوی۔" اسے بے اختیار رونا آیا تھا۔

"کون سیمل؟...... نازو کدھر ہے...... اماں کو بلاؤ......" سر کو زور سے بیڈ کراؤن سے پٹخا تھا، سیمل نے بے اختیار اسے تھاما وہ ہوش وخرد سے بیگانہ تھا۔

"صیام!" وہ بے ساختہ رو دی، ایک مضبوط توانا مرد کو سنبھالنا کتنا مشکل تھا، وہ بے دردی سے سر بیڈ کراؤن سے مار رہا تھا خون کی ننھی سی دھار پیشانی کے کنارے سے نکلی تھی، وہ ڈر گئی تھی بے ساختہ روتے ہوئے صیام کے سر کو اپنے کمزور بازوؤں میں چھپا لیا تھا شاید یہ بھی رو کنے کا ایک طریقہ تھا۔

"نازو سر میں بہت درد ہے۔" صیام نے

انگارہ ہوتی آنکھیں اس پہ ٹکا دی۔

''نازو!'' دھیمی سرگوشی نما آواز تھی اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ غنودگی میں چلا گیا سیمل کتنی ہی دیر بیٹھی اس کا سر دباتی رہی۔

''نازو کون تھی؟ صیام کا اس سے کیا تعلق تھا۔'' ذہن میں کئی سوال گردش کرتے رہے، کافی دیر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتی وہ اسی سوچ میں ڈوبی اسے دیکھتی رہی، صبح فجر کی اذان کے ساتھ صیام نے آنکھ کھولی تھی۔

''سیمل...... پانی۔'' اور سیمل نے جلدی سے اٹھ کر پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگایا تھا، شکر ہے بخار کافی کم ہو چکا تھا اور وہ اب اسے پہچاننے بھی لگا تھا، وہ بیٹھی آہستہ آہستہ اس کا سر دباتی رہی وہ اب اپنے شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا شاید گرمی لگ رہی تھی بخار بھی تو بہت تیز تھا ناں سیمل نے نرمی سے اس کا ہاتھ ہٹا کر بٹن کھول دیئے صیام نے سیمل کے یخ ہوتے ہاتھ اپنے سینے پر دھر لئے۔

''مجھے کبھی بھی مت چھوڑ کے جانا سیمل ورنہ میں مر جاؤں گا۔'' اس کا ایک ہاتھ مضبوطی سے تھامے دوسرا آنکھوں پہ رکھتے ہوئے وہ دھیرے سے بڑبڑایا تھا، رات کی تھکی ماندی نیند سے بند ہوتی آنکھیں لئے سیمل نے دھیرے سے اپنا سر اس کے سینے پہ ٹکا دیا تھا۔

☆☆☆

وہ کئی دفعہ اکثر باتوں کے درمیان کبھی کبھی اس سے اس کے گھر والوں کا ذکر چھیڑ دیتی مگر وہ ہر مرتبہ ٹال جاتا یا بات ہنسی میں اڑا دیتا اور وہ بھی زیادہ زور نہ دیتی تھی، شاید وہ بتانا نہیں چاہتا تھا، دو دن اسے بخار رہا تھا اور وہ کافی ویک بھی لگ رہا تھا یہ دو دن لڑکے دن بھر اس کے روم میں پائے جاتے اور وہ سارا دن کچن میں گزار دیتی کبھی ایک چیز بناتے کبھی دوسری، لڑکوں کے ہوتے ہوئے وہ کم ہی کمرے میں جاتی، سارے ہی اسے عزت سے بلاتے اسے آتے دیکھ کر وہ جگہ ہی چھوڑ دیتے چاہے وہ کمرہ ہو کچن ہو یا صحن ہو، مگر وہ کم ہی کسی سے بات کرتی اس وقت بھی وہ روم میں آئی تو الیاس صیام کے پاس کوئی فائل لئے بیٹھا تھا اسے آتے دیکھ کر ہی ''اچھا باس باقی میں دیکھ لوں گا آپ آرام کریں'' کہہ کر کمرے سے نکل گیا، وہ ایک نظر صیام کو دیکھ کر (جو اسی کی طرف متوجہ تھا) الماری سے کپڑے نکال کر واش روم میں جا گھسی اور جس وقت وہ باہر آئی صیام فون کان سے لگائے کسی سے باتوں میں مگن تھا اسے آتے دیکھ کر فون بند کر دیا، وہ بال سلجھا رہی تھی اسے مصروف دیکھ کر صیام نے فائل اٹھا لی۔

''یہ نازو کون ہے؟'' فائل کا صفحہ پلٹتے اس کے ہاتھ ٹھٹکے تھے، سیمل نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

''تم کیوں پوچھ رہی ہو۔'' فائل بند کر کے سائیڈ پہ رکھ دی۔

''اس رات بہت پکار رہے تھے اسے کوئی بہت اسپیشل ہے۔'' سیمل نے ایک نظر اس کے چہرے کا جائزہ لیا جس پہ نجانے اس نام پہ کیسی چمک آ گئی تھی ہونٹ بھی خود بخود مسکرانے لگے تھے۔

''ہاں بہت اسپیشل ہے، جان ہے میری۔'' صیام کے ہونٹوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ رینگنے لگی تھی۔

''کتنی جانیں ہے تمہاری لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دو۔'' سیمل نے ہاتھ میں تھاما برش زور سے ٹیبل پہ پٹخا تھا نجانے کیوں غصہ آ گیا تھا، صیام نے بے ساختہ گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔

''صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی

نہیں۔'' کی عملی تفسیر بنی وہ سامنے کھڑی تھی۔
''ہوں...... ایک...... دو...... تین......
پوری تین جانیں ہی میری، ویسے مجھے کچھ کچھ جلنے کی بو آ رہی ہے کچھ چولہے پہ چڑھا کے آئی تھی کیا۔'' معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے سیمل کو دیکھا نجانے کیوں اب اسے تنگ کرتے مزہ آنے لگا۔
''میں کیوں جلنے لگوں، جلتی ہے میری جوتی، میری طرف سے جاؤ بھاڑ میں، تین بناؤ یا تین سو بناؤ، میری بلا سے۔'' وہ تن فن کرتی اس کے پاس سے گزرتے ہوئے باہر جانے لگی جب بے اختیار ہنستے ہوئے صیام نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔
''قسم سے آج پکی میری بیوی لگ رہی ہو لڑتی جھگڑتی لڑاکا بلی۔'' صیام نے اسے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے کہا جب وہ بھڑک اٹھی۔
''ہٹو پرے تم مرد ہوتے ہی مطلب پرست ہو، ایک چھوڑی دوسری پکڑ لی، دوسری سے دل بھر گیا تیسری پکڑ لی۔'' بڑبڑاتے ہوئے صیام کا ہاتھ زور سے جھٹکا تھا، صیام نے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔
''تمہاری نظر میں مرد ایسے ہوتے ہیں تو میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں سیمل، میری زندگی میں تم آئی ہو جو پہلی ہو اور آخری بھی...... تم ہی ہو...... اور تم ہی رہو گی۔'' دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھامے وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔
''ہاں تو اس رات نازو نازو ایسے کر رہے تھے کہ پتا نہیں کب سے بچھڑے بیٹھے ہیں محترمہ سے۔'' زور زور سے بولتی وہ اس کے ہاتھ جھٹکتی اٹھ گئی۔
''یار اب میری سگی بہن سے بھی جلو گی تم۔'' سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے صیام نے شرارت سے اسے دیکھا تھا سیمل ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔
''سچ میں بہن ہے تمہاری۔'' جتنی تیزی سے اٹھی تھی اتنی ہی تیزی سے واپس بیٹھ گئی۔
''سچی مچی تمہاری قسم۔'' صیام کی آنکھوں میں شرارت بھری تھی۔
''تو مجھے وہاں کیوں نہیں لے جاتے یہاں کیوں رکھا ہے اپنی اماں سے ملواؤ اپنے بابا سے اپنی بہن سے میرا ابھی دل کرتا ہے میں ان سے ملوں۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے آہستگی سے بولی، صیام گہری سانس بھرتے اسے دیکھنے لگا۔
''لے جاؤں گا یار ابھی ٹائم نہیں آیا، ابھی ناراضگی چل رہی ہے ان سے۔'' بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ دھیرے سے بولا۔
''تم مجھے لے چلو وہاں میں سب کو راضی کر لوں گی، دیکھنا تم۔'' وہ جوش سے بولتی مزید اس کے قریب ہوئی۔
''شوہر کو تو راضی کرتی نہیں ہو دیکھنا تم سیدھی جہنم میں جاؤ گی۔'' شرارت سے کہتے ہوئے صیام نے اسے بازوؤں میں بھرا تھا۔
''صیام پلیز تم ہر بار مجھے یونہی ٹال دیتے ہو آج تم......'' وہ یونہی چیختی چلاتی رہ گئی صیام نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اسے چپ کروا دیا وہ بے بسی سے پھڑپھڑاتی رہ گئی۔

☆☆☆

وہ کچن میں کھڑی برتن دھو رہی تھی مگر دھیان باہر لاؤنج میں بیٹھے صیام اور اس کے ساتھیوں کی جانب تھا کچن کی کھڑکی سے صاف باہر نظر آ رہا تھا باتوں کی آواز بھی وہ آسانی سے سن سکتی تھی، چاروں طرف کرسیوں پہ پھیلے وہ سات افراد تھے درمیان میں میز پہ کوئی نقشہ کھلا پڑا تھا جس پہ صیام جھکا ہاتھ میں پنسل لئے نشان

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

لگا لگا کر سمجھا رہا تھا۔

''یہ ہے وہ وادی۔'' صیام کی آواز ابھری تھی۔

''اس وادی کے دائیں طرف یہ آٹھ گھر ہے کل آٹھ گھر اور ان آٹھ گھروں سے چند گز کے فاصلے پر یہ آرمی کیمپ ہے جہاں پہ ہمیں دھاوا بولنا ہے، کل چالیس آدمی آفیسر ہے ہمیں انہیں زندہ پکڑنا ہے اگر تم لوگوں میں سے کوئی بھی، کوئی بھی ایک ذرا سا بھی خطرہ محسوس کرے تو بجائے زندہ پکڑنے کے سب کو اڑا دینا بوم ہوں گے ہمارے پاس (سیمل نے بے اختیار سینے پہ ہاتھ رکھا تھا، ''آرمی آفیسر'' اسے آرمی سے شدید عشق تھا) یاد رکھنا ہمیں پیچھے سے یہی آرڈر ملا ہے زندہ پکڑنے کا اور اگر نہ پکڑ پائے تو کوئی بھی کمینہ واپس زندہ نہ جا سکے، سمجھے تم لوگ۔'' وہ اب باری باری سب کو دیکھ رہا تھا۔

''یس باس۔'' سب لڑکوں نے گردنیں اثبات میں ہلائی تھی سیمل کا ہاتھ بے اختیار کلیجے پر پڑا تھا۔

''نہیں صیام نہیں اس بار نہیں پاک آرمی کو ختم کرنے کا تم نے سوچا بھی کیسے، اس بار میں تمہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی چاہے اس کے لئے مجھے اپنا شوہر ہی کیوں نہ گنوانا پڑے۔'' دل ہی دل میں وہ صیام سے مخاطب ہوئی تھی، کان اب بھی باہر تھے جہاں اب صیام جس دن اٹیک کرنا تھا اس دن کی ٹائمنگ اور کب نکلنا ہے دن بتا رہا تھا وہ دھیان لگا کر سننے لگی۔

☆☆☆

وہ کمرے میں افسردہ سی سر جھکائے ہاتھ میں موبائل تھامے اس کی سکرین کو گھورتی ہوئی دیکھے جا رہی تھی ذہن کہیں اور تھا اسی لمحے بولتا ہوا صیام اندر آیا تھا۔

''سیمی یار وہ میرے بلیک کپڑے نکال دینا آج رات ہمیں جانا ہے۔'' وہ الماری کی طرف بڑھا تھا دراز کھول کر وہ جھک کر کوئی چیز تلاش کرنے لگا سیمل کی طرف سے کوئی جواب نا پا کر اس نے یونہی پیچھے مڑ کر دیکھا وہ ساکت سی بیٹھی موبائل سکرین کو گھورے جا رہی تھی، وہ دراز بند کرتا سیدھا ہوا اور چلتا ہوا اس کے برابر آن بیٹھا۔

''کیا ہوا ہے؟'' اس کے ہاتھ میں موبائل لے کر اس کا رخ اپنی جانب کیا۔

''تم جاؤ صیام پلیز۔'' ڈبڈبائی نظروں سے صیام کو دیکھا صیام کا دل بے اختیار ڈولا۔

''کیا یار اب یہ مت کہنا ڈر لگتا ہے کہا ناں تمہیں یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے آس پاس بہت سے نگران چھوڑ رکھے ہیں میں نے۔'' گال پہ بہتے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ بے اختیار مسکرایا تھا، مگر اگلے ہی پل وہ سسکتی ہوئے اس کے سینے سے جا لگی۔

''پلیز صیام مت جاؤ مجھے بہت ڈر آ رہا ہے آج، جیسے کچھ ہو جائے گا، ہم...... ہم تمہارے گھر چلتے ہیں ہم سب کو منا لیں گے میں سب کے پاؤں پکڑ لوں گی مگر پلیز پلیز آج مت جاؤ۔'' وہ رو رہی تھی التجا کر رہی تھی ساکت بیٹھے صیام کو کسی انہونی کا احساس ہوا تھا بے اختیار اس کا چہرہ اٹھا کر اپنے سامنے کیا ایسی کیا وجہ تھی جو وہ یوں تڑپ کے روئی تھی ورنہ پہلے تو صرف وہ غصہ کرتی تھی اور چپ ہو جاتی تھی۔

''وہ بات بتاؤ سیمل جو تمہیں ڈرا رہی ہے۔'' اس کی آنکھیں صاف کرتا وہ دھیرے سے بولا تھا، سیمل نے سر نفی میں ہلایا۔

''نہیں بس تم مت جاؤ پلیز آج مت جاؤ۔''

"سیمل پلیز مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟" صیام کے پوچھتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"تم لوگ آج آرمی آفیسر کو مارنے جا رہے ہو ناں، میں نے سب سن لیا صیام۔" سیمل نے ڈبڈبائی نظروں سے صیام کو دیکھا۔

"مت کرو صیام یہی آرمی ہمیں سرد گرم میں بچاتی ہے اسی آرمی کو ختم کرنے کا سوچ رہے ہو۔" آنسو پونچھتے ہوئے صیام کو دیکھا، صیام نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے دیکھا اور دھیرے سے مسکرا دیا۔

"تم پاگل ہو ڈاکٹر، واپس آ کے تمہیں بتاؤں گا سب کچھ، ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم لوگ جاؤ گے تو واپس آؤ گے ناں۔" سیمل بے ساختہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یار سیمل کہا ناں واپس آ کر سب بتاؤں گا تمہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے شانوں سے تھامتے ہوئے بولا تھا اسی وقت الیاس گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا۔

"باس...... اکبر کا فون آیا تھا کسی مخبر نے پولیس کو خبر کر دی تھوڑی ہی دیر میں یہاں ریڈ پڑنے والی ہے۔" صیام کے مسکراتے لب بند ہوئے تھے۔

"تم جاؤ گے تو واپس آؤ گے ناں۔" سیمل کی بات اب سمجھ میں آئی تھی۔

"سیمل تم نے۔" بے یقینی سے سیمل کو دیکھا۔

"تم چوریاں کرتے رہے ڈاکے ڈالتے رہے میں چپ رہی مگر صیام جب بات وطن کے جوانوں پہ آ جائے تو مجھ جیسی لڑکیاں خاموش نہیں بیٹھتی، میں نے بھی سب بتا دیا۔" ایک آنسو تڑپتا سسکتا ہوا لڑھکتا ہوا گال تک آیا صیام نے کرب سے آنکھیں موند لی۔

"باس آپ بھابھی کو لے کر پیچھے والے راستے سے نکلیں وہاں شبیر گاڑی سمیت موجود ہے باقی پولیس کو ہم لوگ سنبھال لیں گے۔" الیاس نے بے یقینی کے بھنور سے نکلتے ہی صیام کو سچویشن سمجھائی تھی۔

"نہیں الیاس یونہی تو یونہی سہی اسے ہم چور لگے ڈاکو لگے اب اریسٹ کروا رہی ہے تو ٹھیک ہے میں بھی وہی مرد ہوں جو اپنے کام کے لئے سینے پہ گولیاں کھانے کو بھی حاضر رہتا ہے۔" صیام تیزی سے آنکھیں صاف کرتا باہر جانے لگا جب الیاس نے تیزی سے اس کا رستہ روک لیا۔

"نہیں صیام بھابھی کچھ نہیں جانتی اگر جانتی ہوتی تو ایسا کبھی نا کرتی ان کی پہلی غلطی سمجھ کر ہی سہی یہاں سے نکلو نہیں لے کر۔"

"تم اس کو میرے گھر چھوڑ دینا الیاس جاؤ تم باقی میں نمٹ لوں گا یہاں۔" صیام نے اس کے بازو جھٹکے تھے مگر وہ بھی الیاس تھا، اس کا وفا دار۔

"نہیں صیام پلیز مت کر یار نکلو یہاں سے ٹائم نہیں ہے بھابھی پلیز آپ جو ضروری چیز لینا چاہے لے لیں لیکن جلدی کریں۔" الیاس صیام کو سمجھاتے ہوئے سیمل سے بولا تھا اور صیام کو تھام کر باہر لے گیا۔

ایک بار پھر رات گئے وہ لوگ نکلے اور صیام کتنا غصے میں تھا پورا رستہ سیمل کو لگا وہ اسے اٹھا کر گاڑی سے باہر پھینک دے گا سارا رستہ اس نے سیمل سے بات تک نہیں کی تھی۔

☆☆☆

رات گئے گاڑی ایک عالیشان محل کے آگے رکی تھی وہ گاڑی سے اترا تھا، سیمل بھی اتر آئی صیام بنا اسے دیکھے بنا مخاطب کیے اندر کی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

جانب بڑھ گیا وہ انگلیاں مسلتی وہیں کھڑی رہی بشیر نے ڈگی کی جانب بڑھتے ہوئے اسے کھڑے دیکھا۔

''بھابھی آپ بھی اندر جائیں میں سامان لے کے آتا ہوں۔'' کہتا ہوا آگے بڑھ گیا، سیمل بھی جہاں صیام گیا تھا وہی چل دی لاؤنج میں داخل ہوتے ہی سامنے کا منظر صیام کے گلے لگے ایک خاتون روتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی ایک لڑکی پاس کھڑی مسکراتی ہوئی آنکھیں صاف کر رہی تھی، سامنے صوفے پہ ایک اور وجود بھی ساکت بیٹھا تھا۔

''ارے بھیا یہ سیمل بھابھی ہے ناں۔'' تبھی اس لڑکی کی نظر سیمل پر پڑی تھی، اگلے ہی پل وہ تیزی سے اس کے گلے آ لگی تھی۔

''پتا ہے آپ کو بھیا آپ کی اتنی باتیں بتاتے تھے کہ میرا دل کرتا تھا اڑتے ہوئے آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔'' وہ اس کے دونوں ہاتھ تھامے پرجوش سی بولی چلی جا رہی تھی اسی پل صیام اور سیمل کی نظریں ٹکرائی تھیں۔

''ارے نازو ہٹ پرے مجھے ملنے دے اپنی بہو سے میں واری میں صدقے میرے صیام کی دلہن۔'' اب وہ خاتون صیام سے الگ ہو کر اس کے قریب چلی آئی تھی اور محبت سے اس کی پیشانی چومی تھی۔

''ماں ہوں میں اس کی بتایا ہوگا اس نے۔'' وہ اب سیمل سے پوچھ رہی تھی سیمل نے بے ساختہ اسے دیکھا جواب اسے اگنور کیے صوفے پہ ساکت بیٹھے وجود سے مل رہا تھا۔

''یہ والد ہے صیام کے آؤ تمہیں بھی ملواؤں۔'' وہ سیمل کی توجہ صیام کے پاس بیٹھے وجود پہ مرکوز دیکھ کر بولی۔

''صیام کی دلہن ہے۔'' اسے بابا کی دوسری طرف بٹھاتے ہوئے وہ صیام کے والد کو بتا رہی تھی انہوں نے بے ساختہ کانپتے ہاتھ اس کے سر پہ رکھے تھے۔

''نا ہنجار نے بتایا میرے بارے میں باپ ہوں میں اس کا۔'' وہ اب سیمل سے مخاطب تھے سیمل نے سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ اب بھی سر جھکائے بابا کی دوسری جانب بیٹھا تھا اور اثبات میں سر ہلایا تھا۔

رات گئے وہ لوگ باتیں کرتے رہے تھے نازو اسے صیام کے کمرے میں چھوڑ گئی تھی اور رات گئے صیام کا انتظار کرتے کرتے نجانے وہ کب سو گئی تھی۔

☆☆☆

صبح آنکھ کھلتے ہی پہلی نظر ساتھ والے بستر پہ پڑی تھی بغیر شکنوں والی چادر صاف ظاہر کر رہی تھی کہ وہ رات کمرے میں نہیں آیا تھا، واش روم کا دروازہ بھی ویسے ہی کھلا تھا جیسے رات کو اس نے چھوڑا تھا، آہستگی سے کمبل ہٹاتی وہ اٹھی اور واش روم میں جا گھسی، اس رات جب وہ گدا اٹھائے اس سے بغیر اجازت لئے اس کے کمرے میں آ گھسا تھا تب وہ کتنا پریشان ہوئی تھی اور آج رات وہ کمرے میں کیوں نہیں آیا تھا وہ اس وجہ سے پریشان ہوئی تھی۔

فریش ہو کے جب وہ کمرے میں آئی سامنے ہی بیڈ پہ نازو بیٹھی نظر آئی۔

''ارے بھابھی شکر ہے آپ اٹھ گئی پتا ہے میں صبح سے تین چکر آپ کے روم کے لگا چکی ہوں۔'' اسے آتے دیکھ کر نازو تیزی سے اٹھ کے اس کے قریب چلی آئی۔

''خیریت کیا ہوا؟'' سیمل چہرے پہ زبردستی مسکراہٹ سجائے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''وہ کیا ہے ناں آج آپ کا ہمارے ساتھ پہلا پہلا ناشتہ ہے زبردست قسم کا انتظام کیا ہے اماں نے بس آپ کا ہی جاگنے کا ویٹ کر رہے تھے ہم تینوں۔'' نازو اس کے ہاتھ سے برش لے کر اس کے بال سلجھانے لگی۔

''تینوں۔'' سیمل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''ہاں جی تینوں میں اماں اور بابا۔'' نازو اس کے بالوں کو پشت پہ کھلا چھوڑتے ہوئے بولی۔

''صیام کدھر ہے؟''

''ارے بھابھی بھائی تو رات کو ہی چلے گئے۔'' نازو ٹیبل پہ برش رکھتے ہوئے بولی۔

''چلے گئے۔'' سیمل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا نازو ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔

''بھائی نے آپ کو بتایا نہیں تھا کیا، رات جب آپ سونے چلی گئی تھی اس سے ایک گھنٹہ بعد بھائی چلے گئے تھے مگر وہ آپ سے ملنے روم میں بھی گئے تھے، کیونکہ واپسی پہ انہوں نے کہا تھا وہ آپ کو جانے کا بتا آئیں ہے۔'' نازو اسے تفصیل بتا رہی تھی۔

''اوہ تو صیام اتنی ناراضگی کہ مجھے بتانا بھی گوارہ نہ کیا تم نے۔'' سر جھکائے وہ سوچ میں ڈوبی تھی جب نازو نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''بھابھی!'' سیمل نے چونک کر اسے دیکھا۔

''ہاں صیام آئے تھے رات بلکہ راستے میں ہی انہوں نے بتایا تھا واپسی کا بس مجھے ہی یاد نہ رہا۔'' چہرے پہ زبردستی مسکراہٹ سجائے وہ بولی۔

''مجھے پتا ہے آپ بھی ان کی جاب سے راضی نہیں ہوگی، بابا بھی راضی نہیں تھے، راضی تو میں اور اماں بھی نہیں تھی بس ان کی خوشی کے لئے ماننا پڑا، (ہیں اتنے کھلے مائنڈ کے لئے بیٹے نے ڈاکو بننا چاہا اماں اور بہن مان گئی) دراصل ان کی جاب ہی ایسی تھی کہ مہینوں بلکہ سالوں بعد وہ اپنی شکل دکھاتے ہیں بس یہی بات مجھے اور اماں کو پسند نہیں تھی باقی تو کوئی مسئلہ نہیں تھا بس بابا اپنا دل بڑا نہ کر سکے ایک ہی تو بیٹا ہے ان کا اس جاب میں جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں نجانے کب کس وقت کیا ہو جائے بس اسی بات پہ بابا ڈرتے ہیں بھائی سے پیار جو کرتے ہیں (یعنی کے سب جانتے ہیں کہ بیٹا ڈاکو ہے حد ہے کتنے فخر سے سب کو بتاتے ہیں)۔'' نازو اسے تفصیل بتا رہی تھی اور وہ دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی۔

''آپ کو پتا ہے بھابھی شروع کے کئی ماہ بھیا نے ہمیں بتایا ہی نہیں اس جاب کا بس یہی کہتے ایک اچھی جگہ نوکری مل گئی ہے مگر ایک دن اچانک کچھ آدمی آئے اور بھائی کو زبردستی لے جانا چاہا تب ابا درمیان میں آ گئے تب بھائی کو بتانا پڑا اس دن ہمیں پتا چلا بھائی ''سیکرٹ ایجنٹ'' ہے، پاکستانی جاسوس۔''

''سیکرٹ ایجنٹ۔'' سیمل نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا، یعنی کہ اتنا عرصہ میں پاگل بنی رہی۔

''ہمیں بھائی نے پتا ہی نہیں چلنے دیا انہوں نے کب آرمی میں اپلائی کیا اور کب وہ اس پوسٹ کے لئے چن لئے گئے ہمیں بھی پتا نہیں چلتا اگر وہ لوگ ہمارے گھر ناں آتے بعد میں بابا نے بہت شور مچایا بھیا کو روکا مگر بھیا نہ مانے الٹا بابا کی دھمکی پہ گھر ہی چھوڑ گئے یہ تو اب چھ ماہ پہلے اماں کی بیماری کا سن کر دوڑے چلے آئے تھے یا کل اچانک سے آ گئے تھے۔'' نازو اسے تفصیل

بتا رہی تھی اور وہ منہ کھولے حق دق بیٹھی تھی (یا اللہ یہ میں نے کیا کیا اسے ڈاکو سمجھتی رہی اور پولیس کو بھی کال کر کے اسے غدار کہلوایا اف خدایا اب کیا ہوگا اس دن وہ پولیس سے چھپ کیوں رہا تھا) سوالات نے ذہن میں کھلبلی مچائی تھی سیمل نے نازو کی طرف دیکھا جواب اسے ناشتے کا کہتے ہوئے باہر نکل رہی تھی سیمل نے اسے آنے کا اشارہ کیا اور تیزی سے موبائل کی طرف آئی اگلے ہی پل وہ صیام کا نمبر پش کر رہی تھی۔

کتنی ہی دیر وہ اس کا نمبر ملاتی رہی اور وہ آگے سے کال کاٹ دیتا آخر تنگ آ کر صیام نے موبائل ہی آف کر دیا تھا۔

☆☆☆

اور پھر تین ماہ کا عرصہ بیت گیا کوئی دن بلکہ کوئی ایسا لمحہ نہ تھا جب اس نے صیام کا نمبر ڈائل نہ کیا ہو مگر ہر بار نمبر بند ملتا بہانے بہانے سے وہ نازو سے باتوں باتوں میں صیام کا پتہ کرتی اور آگے سے اس کا ایک ہی جواب ہوتا۔

''بھابھی بھیا ایسے ہی کرتے ہیں مہینوں گھر نہیں آتے اور فون تو مہینے میں ایک آدھ بار ہی کریں گے اس جاب کا یہی تو پرابلم ہے، کوئی نہیں آپ بھی ہماری طرح عادی ہو جائیں گی۔''

اور وہ منہ بسور کے رہ جاتی اسے آج بھی وہ دن یاد تھا جب اس گھر میں آئے اسے ایک ہی ہفتہ ہوا تھا اور اسے خبر ملی تھی کہ وہ پریگنٹ ہے تب سارا دن اور ساری رات وہ صیام کا نمبر ملاتی رہی تھی، پہلی بار اس کا دل کیا تھا کہ کہیں سے نکل کر وہ اچانک سے اس کے سامنے آ جائے۔

مگر وہ نہیں آیا تھا نازو سے پوچھنے پر بھی وہ ہر بار آگے سے کہتی۔

''بھابھی بھیا سنے گئے تو کتنے خوش ہوں گے نا بس جب بھی ان کی کال آئی سب سے پہلے میں انہیں یہی خوشخبری دوں گی دیکھنا بھاگے چلے آئیں گے۔'' اور وہ سمجھ جاتی نازو کی بھی ابھی صیام سے کوئی بات نہ ہوئی تھی، وہ شدت سے اس کی منتظر تھی اور جس دن اس کی ڈلیوری تھی نازو کا ہاتھ تھام کر اپنے مچلتے آنسوؤں کو اس نے بے دردی سے روکا تھا۔

''نازو پلیز صیام کو بلا لو۔''

''بھابھی میں رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں، میں نے میسج چھوڑ دیا ہے ان کے نمبر پہ انشاء اللہ آپ کے آپریشن تھیٹر سے باہر آتے ہی دیکھنا وہ ہمارے ساتھ ہوں گے۔'' نازو اس کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے بولی تھی اور پھر اسے آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا، اس رات اس نے تڑپتے سسکتے صیام کے جڑواں بچوں کو جنم دیا تھا، صبح جب وہ ہوش میں آئی تو قریب ہی نازو بچوں کی کاٹ پہ جھکی نظر آئی اماں اس کے سرہانے بیٹھی تسبیح کر رہی تھی، جبکہ کھڑکی کے قریب بابا جان کرسی پہ بیٹھے تھے، وہ کہیں نہیں تھا۔

''مبارک ہو بھابھی دو دو بچوں کی اماں بن گئی ہیں آپ۔'' نازو اسے جاگتے دیکھ کر قریب آئی تھی، اماں نے بے ساختہ جھک کر اس کی پیشانی چومی تھی، بابا جان بھی اسے جاگتے پا کر اس کے قریب چلے آئے تھے، سیمل نے مسکرا کر گردن موڑ کر کاٹ کی جانب دیکھا تھا، جہاں گلابی اور آسمانی کمبلوں میں لپٹے وہ دونوں میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔

''نازو ذرا صیام کو فون تو لگا اب تک تو اسے آ جانا چاہیے تھا ناں۔'' اماں نازو سے مخاطب تھی، سیمل نے بھی چونک کے اسے دیکھا۔

''اماں کیا تھا فون مگر بھائی سے رابطہ نہیں ہو رہا۔'' نازو سیمل کو اپنی طرف دیکھتا پا کر نظریں چرا کر بچوں کی کاٹ پہ جھک گئی، سیمل نے کرب

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

سے آنکھیں موند لیں اور پھر تھوڑی دیر بعد نازو نے سرسری سا اسے دیکھا جو سینے پہ ہاتھ رکھے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی (اماں نماز کی نیت کر چکی تھی جبکہ بابا کمرے سے باہر نکل گئے تھے)۔

''بھابھی۔'' نازو تیزی سے اس کے قریب آئی تھی۔

''آر یو اوکے بھابھی۔'' نازو نے اسے سہارا دے کر اٹھانا چاہا مگر سیمل کی بگڑتی حالت پہ کمرے میں موجود نرس تیزی سے باہر بھاگی تھی اگلے چند منٹ میں ہی ڈاکٹرز کا جمگھٹا لگ گیا تھا، جلد ہی اسے دوبارہ ایمرجنسی میں لے جایا گیا اماں بابا ساکت بیٹھے ایمرجنسی کے دروازے پہ نظریں گاڑھے بیٹھے تھے اور ہسپتال کی ٹھنڈی راہداری میں موبائل کانوں سے لگائے وہ سسک رہی تھی۔

''بھیا اب بس کریں وہ ٹھیک نہیں ہے مر رہی ہے، وہ مر جائے گی، آپ آ جائیں پلیز۔''

☆☆☆

رات کا تیسرا پہر تھا بچے کے رونے کی آواز سے اس کی نیند ٹوٹی تھی، مندی مندی آنکھیں کھول کے اس نے دیکھا تھا سامنے ہی ہتھیلیوں میں چہرہ سجائے کہنیوں کے بل لیٹا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا کتنی ہی دیر وہ بغیر پلکیں جھپکے اسے دیکھتی رہی تبھی دوسرے بچے کے رونے کی آواز سن کر گہری سانس بھرتی وہ بچوں کی جانب کروٹ بدل گئی، بچوں کو فیڈ کروانے کے بعد کتنی ہی دیر وہ انہیں تھپکتی رہی تھی جب وہ دونوں گہری نیند میں چلے گئے تو سیمل نے انہیں کمبل اوڑھتے ہوئے باری باری دونوں کی پیشانیاں چوم لی، کتنی ہی دیر وہ انہیں سوتے ہوئے دیکھتی رہی پھر گہری سانس خارج کرتے واپس مخالف سمت کروٹ بدلی، وہ تب بھی ویسے ہی لیٹا تھا نظریں ایک سیکنڈ بھی نہ چوکتی تھی سیمل نے کرب سے آنکھیں موند لیں چند سیکنڈ بعد آنکھیں کھول کر دیکھا وہ تب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''سنو میرے خیالوں میں آ کر مجھے تنگ کرنا چھوڑ دو صیام۔'' وہ آنسو ٹوٹ کر تکیے میں جذب ہوئے تھے۔

''ہاتھ لگا کر دیکھو خیال حقیقت بن جائے گا آزمائش شرط ہے۔'' سرگوشی نما آواز پہ سیمل نے جھٹکے سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو چہرے پہ مسکراہٹ لئے مسلسل اسی پوزیشن میں تھا۔

''تم...... صیام...... تم...... آ گئے......'' وہ جھٹکے سے اٹھی مگر اگلے ہی لمحے کراہ کر رہ گئی صیام نے جلدی سے اٹھ کر اسے تھاما اور وہ سسکتے ہوئے اس کے سینے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''تم بہت برے ہو صیام بہت برے میری چھوٹی سی غلطی پر مجھے چھوڑ گئے اگر میں مر جاتی تو تم تب بھی نہ آتے تم بہت برے ہو۔'' وہ تڑپ رہی تھی صیام نے شدت سے اسے بازوؤں میں بھینچا۔

''سوری سیمل سو سوری۔'' وہ اس کے بالوں پہ بوسہ دیتے ہوئے دھیرے سے بولا، وہ اور شدت سے رو دی تھی، وہ اسے رونے دینا چاہتا تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کی بھڑاس نکل جائے تو آگے کا رستہ خود بخود صاف ہو جائے گا، کافی دیر وہ روتی رہی تھی وہ ہولے ہولے اس کی کمر سہلاتا رہا تھا۔

''جاؤ مجھے تم سے بات بھی نہیں کرنی۔'' اگلے ہی پل وہ آنسو صاف کرتے اس سے الگ ہوئی تھی، صیام نے مسکرا کر اس کی ادا ملاحظہ کی۔

''ارے کیوں، سوری تو کیا ناں۔'' سیمل

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نے اسے گھور کے دیکھا۔

''اوکے اوکے دوبارہ سوری کر لیتا ہوں کان پکڑ کے۔'' سیمل کے دیکھنے پہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اس نے باقاعدہ کان پکڑ لئے تھے۔

''مجھے بتایا کیوں نہیں تھا تم اتنی بڑی پوسٹ پہ ہو میں ایویں خواہ مخواہ تمہیں ڈاکو سمجھتی رہی۔'' غصے سے اسے گھورا۔

''تم نے موقع دیا تھا جو بتاتا ہر بار اپنی ہی سناتی رہی جب بھی بتانے کی کوشش کی منہ چلا لیتی تھی۔'' صیام نے اس کے لمبے بالوں کو کھینچا تھا اور دھیرے سے اسے اپنی آغوش میں چھپا لیا تھا، سیمل نے بھی تھک ہار کے خود کو اس کے سپرد کر دیا تھا۔

''پتا ہے جس وقت نازو نے کال کر کے بتایا تھا تم آئی سی یو میں ہو میں اس وقت اتنا ڈر گیا تھا سیمل میرا دل کر رہا تھا میں اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں (صیام نے دھیرے سے اس کی پیشانی چومی) اور جس وقت نازو نے مجھے میسج کیا تم پر یکنٹ ہو اس وقت میں اتنا خوش ہوا تھا دل چاہتا تھا کہ اچانک تمہارے سامنے چلا آؤں اور زور سے تمہیں خود میں بھینچ لوں مگر مجھے خود پہ کنٹرول کرنا پڑا اگر میں ایسا نہ کرتا تو میرا اور نازو کا پلان فلاپ ہو جاتا۔'' سیمل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''پلان فلاپ میں؟''

''مطلب یہ کہ میری جان کہ میں نے ایک پلان بنایا تھا تمہیں سدھارنے کا اس پلان میں میں نے نازو کو بھی ملا لیا (صیام نے اس کی ننھی سی ناک دبائی) ہوا کچھ یوں کہ اس رات جب ہم لوگ ان آرمی آفیسر کا ذکر کر رہے تھے وہ پاک آرمی نہیں تھی بلکہ دشمن ملک کے کارندے تھے ہمیں خبر ملی تھی کہ وہ لوگ کچھ ضروری دستاویزات چرانے یہاں آئے تھے ہمیں آرڈر ملا تھا کہ انہیں زندہ پکڑنا ہے تاکہ ان کے آگے کے پلان کے بارے میں جانا جا سکے اور اگر بحالت مجبوری ہم انہیں گرفتار نہ کر سکے تو انہیں بھاگنے بھی ناں دیا جائے اور وہ پلان تم نے سن لیا اور اپنے ننھے سے ذہن کے مطابق تم نے پولیس کو انفارم کر دیا اور پولیس جو پہلے ہی ہماری طرف سے مشکوک تھی موقع پر پہنچ گئی میں تو تمہیں لے کر نکل آیا اور پیچھے الیاس کو پولیس کو اپنے آرمی آفیسر ہونے کا بتانا پڑا ''خفیہ ایجنٹ'' اس پوسٹ پہ اپنے بارے میں اپنی جاب کے بارے میں چھپانا پڑتا ہے اس لئے پولیس ہماری طرف سے مشکوک ہوگئی تھی خیر الیاس اور باقی ساتھیوں نے موقع پر پہنچ کر ان جاسوں کو گرفتار کر لیا مگر میں نے ٹھان لیا کہ بہت زیادہ تو نہیں مگر بے اعتباری کی تمہاری طرف چھوٹی سی سزا تو بنتی ہے میں نے اپنے پلان میں نازو کو بھی ملا لیا وہ مجھے تمہاری بے قراری کی پل پل کی خبر دیتی رہی اور تمہیں یوں پوز کرتی جیسے مجھ سے بات ہی ناں ہوئی ہو مگر اس رات جب تمہاری طبیعت خراب ہوئی میں آنا چاہتا تھا مگر مجھے اہم کیس کے لئے طلب کر لیا گیا، اگلی صبح مجھے نازو کا میسج ملا جڑواں بچوں کی مبارک باد، اور شام کو تمہاری طبیعت پھر خراب ہوئی میں اسی رات آ گیا تھا (سیمل نے بے اختیار چونک کے اسے دیکھا)۔''

''اسی رات آ گئے تھے تو آج چھ دن گزرنے کے بعد وہ اس کے سامنے کیوں آیا تھا۔''

''میں بہت ڈر گیا تھا سیمی میں بہت شرمندہ بھی تھا مگر تم مذاق کو اتنا سیریس سمجھ کر مجھے چھوڑ جانے کا سوچوں گی ایسا تو میں نے سوچا تک نہ

تھا۔" محبت سے اسے ساتھ لگاتے ہوئے اس کے گھنے بالوں پہ اپنے ہونٹ جما دیے تھے۔

"آئندہ ایسا مذاق بھول کر بھی مت کرنا صیام ورنہ میں سچ میں مر جاؤں گی۔" سیمل نے سسکتے ہوئے اسے دیکھا تھا صیام نے بے ساختہ اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"دونوں جہاں بھی گئے اب اکٹھے جائیں گے اور اب پلیز پھر مت رونا شروع کر دینا مجھے اپنے بچوں سے بھی نہیں ملنے دیا ٹھیک ہے۔" دھیرے سے سرگوشی کرتا، چہرے پر پڑے بالوں کو کان کے پیچھے کرتا وہ اس کی بھیگی آنکھوں کو چومتے ہوئے محبت سے بولا تھا سیمل دھیرے سے مسکرا دی تھی۔

"کون سا والا زیادہ پیارا ہے یہ والا یا یہ والا۔" اشتیاق سے کبھی بچوں کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ تھامتا پاؤں چھوتا ناک دباتا وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"تم زیادہ پیارے ہو۔" سیمل اسے یک ٹک دیکھتے ہوئے سے ہنسی تھی۔

"وہ تو میں ہوں جانی بٹ اس ٹائم میں اپنے بچوں کی بات کر رہا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ماں باپ کے لئے سبھی ایک جیسے ہوتے ہیں۔" سیمل کے چہرے پر ممتا کا نور پھیلا تھا۔

"مگر اس وقت تو مجھے بچوں کی ماں ہی پیاری لگ رہی ہے چلو پہلے اسے جی بھر کر دیکھ لوں باقی اپنے شہزادوں کو صبح دیکھ لیں گے۔" اس کے کندھے پہ ٹھوڑی رکھتے ہوشریر لہجے میں بولا تھا، سیمل نے اس کے سر سے ہولے سے سر ٹکرایا تھا، اس کی سریلی ہنسی نے صیام کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔

بدگمانی کی دھند چھٹ چکی تھی، محبتوں اور چاہتوں کے جگنوؤں سے سجے روشن راستے ان کے منتظر تھے۔

☆☆☆

گرلز کالج کا آڈیٹوریم طالبات سے بھرا ہوا تھا، شعبہ اردو کی طرف سے مشاعرے کی محفل کا اہتمام کیا گیا تھا، سرخ گلابوں سے پورا آڈیٹوریم سجا ہوا تھا، گلاس کینڈل نے پورا ماحول رومانوی سا کیا ہوا تھا، ود آوٹ یونیفارم ڈے ہونے کی وجہ سے طالبات کا بناؤ سنگھار عروج پہ تھا، طالبات یکے بعد دیگرے کلام پیش کرتے داد وصول کر رہی تھیں۔

''اس مشاعرہ محفل کی جان بلکہ شمع نشرہ احمد صاحبہ سٹیج پر تشریف لا رہی ہیں۔'' اس اناؤنسمنٹ پہ پورے ہال میں گہرا سکوت طاری ہو گیا، سٹوڈنٹس کے دلوں کی دھڑکنیں دگنی ہو گئیں۔

بادامی رنگ کی سلک کی ساڑھی میں ملبوس پروفیسر نشرہ احمد مدھم سی مسکراہٹ چہرے پر

ناولٹ

وہ کالج میں اپنے پہناوے کی وجہ سے جو اکثر ساڑھی ہی ہوتی تھی خاصی مقبول تھی، سیاہ لمبی چوٹی جو اکثر سلیقے سے گندھی ہوتی تھی، لیکن آج کمر پر سیاہ ریشم بکھرا ہوا تھا، گلابی گالوں میں پڑتے ڈمپل دیکھ کر اکثر طالبات کو ماضی کی معروف پری چہرہ اداکارہ نشو یاد آ جاتی تھی۔

تعلق یوں رہا ایک بے وفا سے
وفا کی
پھر وفا کی
بڑا افسوس ہے صاحب کہ ہم نے
خطا کی
پھر خطا کی
پھر خطا کی

خوبصورت سحر انگیز لہجہ دلوں کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھا، اختتام کلام پہ طالبات کی تالیوں کی گونج کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھی، ہمیشہ کی طرح نشرہ احمد نے دلوں کو چھوتا کلام پیش

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کر کے میلہ لوٹ لیا تھا، فجر کی تو خوشی دیدنی تھی، وہ زور و شور سے اپنی گریٹ آنی کے لئے تالیاں بجا رہی تھی۔

☆☆☆

''واؤ آنی، زبردست آپ نے تو کمال کر دیا۔'' یہ فجر تھی نشرہ احمد کی بھانجی جو اسی کالج میں زیر تعلیم تھی گاڑی میں بیٹھی بے حد ایکسائیٹڈ تھی۔

''واقعی۔'' نشرہ نے قدرے مصروف انداز میں گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بیک ویو مرر سے پیچھے آنے والی گاڑی کی پوزیشن نوٹ کرتے ہوئے دھیما سا مسکرائی۔

''یو آر گریٹ آنی، یو آر سو پریٹی اینڈ جینیس، آپ تو چھا گئیں۔'' فجر نے شدت محبت سے اس کا گال چوما کہ یکا یک پیچھے آنے والی گاڑی کے ٹکرانے سے دونوں کا موڈ خراب ہو گیا۔

''سٹوپڈ، ایڈیٹ، تبھی میں ان مردوں کے اتنی خلاف ہوں، نہ انہیں گاڑی چلانی آتی ہے اور نہ ہی سڑک پر پیدل چلنے کا ڈھنگ، جہالت تو ان کے خمیر میں شامل ہے، میرے بس میں ہو تو اسمبلی میں ایسی قرارداد پاس کرواؤں کہ ان جاہلوں کی ڈرائیونگ پہ پابندی لگ جائے۔''

پینتیس سالہ نشرہ احمد جو ابھی تک کسی مرد کے تسلط سے آزاد تھی، دھواں دار تقریر جھاڑ رہی تھی، اس کی رائے میں مرد انتہائی بے حس، سفاک اور ہرجائی ہوتے ہیں، سب مرد تقریباً ایک جیسے ہوتے ہیں، جو عورت ان پر بھروسہ کرتی ہے ہمیشہ رنج والم اٹھاتی ہے۔

''سوری محترمہ، اچانک سے میری گاڑی آپ کی گاڑی سے ٹکرا گئی I am really sorry جو نقصان ہوا میں پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔'' وہ اجنبی شخص بے حد تہذیب سے بات کر رہا تھا۔

''دیکھیں مسٹر آپ جو کوئی بھی ہیں، ڈرائیونگ کے دوران یاد رکھیں کہ آپ پاکستان کی سڑکوں پہ گاڑی چلا رہے ہیں، جہاں پر ٹوٹی پھوٹی سڑکیں آپ کی جہالت برداشت نہیں کر سکتی، اگر اتنا ہی ریش ڈرائیونگ کا جنون ہے تو باہر کے کسی ملک شفٹ ہو جائیں اور جی بھر کر سڑکوں پر ایسے کرتب دکھائیں۔'' نشرہ نے غصے سے بولتے ہوئے اس کی سوری کو اٹھا کر گاڑی سے باہر پھینکا اور ہرجانے کی آفر ٹھکراتے ہوئے خوب کھری کھری سنا ڈالیں۔

''دیکھئے محترمہ Sorry once again۔'' وہ پھر سے بولا۔

اسی اثناء میں گاڑی کے ہارن بجے تو بحث و مباحثے کا یہ سلسلہ تھما، وہ شخص تیزی سے اپنی گاڑی کی جانب لپکا، بات ادھوری رہ جانے کا اسے خاصا قلق تھا۔

''Stupid گاڑی تو ایسے چلا رہا تھا جیسے ریڑھا چلا رہا ہو، نہ جس میں بریک ہوتی ہے اور نہ ہی اس کی سپیڈ کو کنٹرول کیا جا سکتا ہو۔'' نشرہ کے الفاظ پر فجر کا قہقہہ بے ساختہ تھا اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''فجر پتہ بھی ہے کہ بے موقع ہنسی سے مجھے چڑ ہے، پھر بھی۔'' نشرہ نے توپ کا رخ فجر کی جانب کیا تو وہ اپنے دونوں کان جلدی سے پکڑ کر سوری سوری کی گردان کرنے لگی، مگر ہنسی پھر بھی آؤٹ آف کنٹرول تھی۔

☆☆☆

''فائق آج تو تمہارے وحید بھائی آنی سے بال بال بچ گئے، ورنہ آج جو بیچ سڑک پہ ان کا حشر نشر ہونا تھا وہ ہر ٹی وی چینل نے بریکنگ نیوز کے طور پر دکھانا تھا اور اپنی پنسل ہیل سے ان کی

کھوپڑی میں سوراخ کر دیئے تھے۔'' فجر خوب مزہ لے رہی تھی۔

''ہائی داوے، تمہاری آنی خود کو سمجھتی کیا ہیں، ہٹلر کی فرسٹ کزن لگتی ہیں مجھے۔'' فائق جو کافی دیر سے فجر کے مذاق پر کھول رہا تھا اور غصے سے اس کا چہرہ پھول گوبھی کی طرح پھولا ہوا تھا۔

''خبردار جو میری سویٹ آنی کو ہٹلر کہا، ایک منٹ میں دوستی ختم کرلوں گی، مجھے اپنی آنی اس دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔'' فجر کی ہنسی کو ایکدم بریک لگا، انگشت کے اشارے سے اسے وارننگ دیتے ہوئے بولی۔

فائق بھلا کہاں فجر کی ناراضگی افورڈ کرسکتا تھا، وہ غصے سے نیچے جانے لگی تھی کہ فائق نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''پلیز یوں روٹھ کر تو نہ جاؤ، آگے ہی اتنے دنوں بعد ملنے کا موقع ملا ہے جوان لڑائی جھگڑوں کی نذر ہو جائے گا۔'' فائق نے نرم پڑتے ہوئے ہتھیار ڈالے تو فجر ناراضگی ختم کرکے اس کے روبرو آ کھڑی ہوئی۔

''پلیز فائق آئندہ میری آنی کے بارے میں کچھ نہ کہنا، ماما پاپا کے انتقال کے بعد ایک وہی تو ہیں میرا واحد سہارا، میری خاطر انہوں نے شادی بھی نہیں کی اور میرے لئے اپنی دنیا ہی تیاگ دی۔'' فجر کا بھیگا لہجہ فائق کو تڑپا گیا۔

''فجر میں بھی تو دنیا میں سب سے زیادہ محبت تم سے ہی کرتا ہوں، پہلے تو کالج میں روز ملاقات ہوتی تھی اب جب سے تمہاری آنی نے تمہارا کالج چینج کروایا ہے میری تو دنیا ہی اندھیر ہوگئی ہے، اب رات کو چوروں کی طرح تمہارے بنگلے کی چھت پر آنا پڑتا ہے صرف تمہیں ایک نظر دیکھنے کے لئے۔'' فائق نے محبت سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تو چاند کی روشنی میں حیاء سے
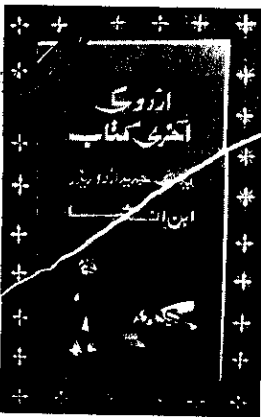
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

گلاب چہرہ اور حسین لگنے لگا۔

''تمہیں معلوم تو ہے کہ آنی کو مردوں سے سخت چڑ ہے، انہوں نے میرے لئے کوایجوکیشن کو مناسب نہیں سمجھا تو مجھے اپنے کالج میں داخل کروا دیا، انہوں نے جو کیا ٹھیک کیا۔'' ہمیشہ کی طرح فجر نے فائق کے ہر جذبے پر نشرہ احمد کی محبت کو فوقیت دی تھی۔

''آخر انہیں پرابلم کیا ہے مردوں سے، مردوں سے نفرت کا یہی عالم رہا تو لگتا ہے میں ساری عمر کنوارا رہ جاؤں گا اور تمہاری شادی تو وہ کریں گی نہیں اور اگر کر بھی دی تو شاید کسی لڑکی سے۔'' فائق نے کہتے ہوئے زوردار قہقہہ لگایا۔

فجر نے اسے کڑے تیوروں سے گھورتے اس کا بازو پر گھونسے لگانے لگی مگر وہ ہنستا رہا، فجر غصے سے منہ بسورتی نیچے آ گئی۔

فجر و فائق ایک ہی کالج میں پڑھتے تھے، پہلی ہی نظر میں بھولی بھالی سی فجر اس کے دل میں اتر گئی، کالج کی بہت سی لڑکیاں فائق سے دوستی کی خواش مند تھیں، مگر فائق کو اپنے آئیڈیل کی ہر خوبی فجر میں ہی دکھائی دیتی تھی، نشرہ احمد کو دونوں کی دوستی کی ذرا سی بھنک پڑی تو اس نے آناً فاناً فجر کا کالج ہی تبدیل کروا دیا، تاکہ فجر ہر پل اس کی نگاہوں کے سامنے رہے، فائق سے دوری پر دل تو دکھا مگر اسے اپنی آنی پر مکمل اعتبار تھا کہ وہ کبھی اس کے بارے میں غلط فیصلہ نہیں کر سکتی۔

☆☆☆

سنڈے کا دن تھا، موسم صبح سے ہی ابر آلود تھا، آسمان پر گہرے بادل چھائے تھے، مگر ابر رحمت ابھی برسی نہیں تھی، نشرہ احمد ہمیشہ سے مارننگ واک کی دلدادہ تھی، کبھی وہ تنہا ہوتی تو کبھی فجر اس کے سنگ سنگ ہوتی۔

''آج کی نوجوان نسل مارننگ واک سے دور بھاگتی ہے، نادان ہیں بالکل، صبح کی سیر کی اہمیت کا صحیح اندازہ انسان کو اس وقت ہوتا ہے جب عمر بڑھنے لگتی ہے، جوڑوں میں درد اور شوگر جیسی بیماریاں انسان کے بدن میں آسیب کی طرح بسیرا کر لیتی ہیں اور پھر لاکھ دوائیں کھاؤ مگر صحت نہیں ملتی۔'' نشرہ احمد واک کے دوران فجر کو واک کی اہمیت پر لیکچر بھی دے رہی تھی۔

''بھی آنی، آپ ابھی بھی اتنی ینگ اور فٹ ہیں، مجھے تو آپ کالج گرل لگتی ہیں۔'' فجر توصفی انداز میں بولی۔

''اچھا اچھا نو بٹرنگ، میں کہیں پھسل ہی نہ جاؤں، تیز تیز قدم اٹھاؤ کہیں بارش ہی نہ شروع ہو جائے۔'' فجر کی بات پر وہ مسکراتے ہوئے بولی تو گالوں کے ڈمپل اور حسین لگنے لگے تھے۔

''ہائے میرے اللہ۔'' وہ شخص نشرہ احمد سے بری طرح سے ٹکرایا تو نشرہ کراہ اٹھی۔

''سوری سوری محترمہ، میں ذرا جلدی میں تھا۔'' یہ وہی شخص تھا جو اس دن نشرہ احمد کی گاڑی کا نقصان کر بیٹھا تھا، آج پھر سے وہ ٹکرا گیا تھا۔

''آپ کسی بکرے کی نسل سے تو نہیں ہیں، ہر وقت ٹکر مارنا یا ٹکرانا ہی آپ کے سر پر سوار رہتا ہے۔'' نشرہ احمد اسے پہچانتے ہوئے غصے سے بولی۔

''ہاہاہا۔'' زندگی سے بھرپور قہقہہ لگاتے ہوئے وہ شخص خود بھی بے حد خوبرو لگا تھا، نشرہ احمد چند لمحوں کے لئے اسے دیکھ کر رہ گئی اور فجر نے ہونٹوں کو دباتے ہوئے دیوانی ہنسی کو روکا۔

''Very funny بہت حسین مذاق کر لیتی ہیں آپ، اچھے بھلے انسان کو بکرا بنا ڈالا۔'' وہ شخص اب بھی ہنس رہا تھا۔

''ویسے ایک مزے کی بات بتاؤں، میرا سٹار (Aries) ہے جس کی علامت بکرا ہی ہے

ویسے کسی حد تک آپ نے ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔" وہ یوں بولا جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔

"مسٹر! آپ حد سے زیادہ فری ہو رہے ہیں، نہ جان نہ پہچان اور چلیں ہیں اپنے اسٹار کی تفصیل بتانے۔" نشرہ نے اس کی بے تکلفی پر اسے ناگواری سے ٹوکا۔

"نو نو مسٹر نہیں، میرا نام وحید مراد ہے۔" وہ دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"وحید مراد۔" نشرہ زیر لب بڑبڑائی۔

اس کا فیورٹ ہیرو وحید مراد تھا، وہ قدرے حیرت زدہ سی دیکھنے لگی کہ جیسے تصدیق کر رہی ہو کہ واقعی اس شخص کا نام یہی ہے یا پھر وحید مراد سے متاثر ہو کر رکھ لیا ہے، فجر ان دونوں کی گفتگو سے خاصی محظوظ ہو رہی تھی، وہ جانتی تھی کہ وحید بھائی فائق کے بڑے بھائی ہیں، مگر وہ لب سیئے ہوئے تھی، اگر وہ یہ راز غلطی سے بھی ظاہر کر دیتی تو نشرہ کے ہاتھوں شامت یقینی تھی۔

"دیکھیں، مسٹر وحید صاحب۔" نشرہ نے بے یقینی کے عالم میں اسے پکارا۔

"اوں ہوں، وحید نہیں، وحید مراد، ارے محترمہ ہمارا نہیں تو ماضی کے معروف ہیرو وحید مراد کا ہی خیال کر لیں آپ یوں توڑ موڑ کر ان کا نام لیں گی تو ان کی روح کو کتنی تکلیف ہو گی۔"

وحید مراد اس انداز سے بولا کہ فجر جو کافی دیر سے کنٹرول کر رہی تھی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"وحید بھائی، واہ واہ کیا حسین مزاح پائی ہے۔" فجر یوں اپنائیت سے بولی تو نشرہ اسے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگی۔

"محترمہ اب اتنا بھی حیران ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہمیں آپ کی چٹکی کاٹنا پڑے۔" وحید شوخی سے بولا۔

"ہم اور آپ ہمسائے ہیں، فائق اور فجر دونوں کلاس فیلو رہ چکے ہیں، آپ ہی بس نا واقف ہیں اس تعارف سے ورنہ "باغ تو سارا جانے ہے۔" وحید نے وضاحت کی، نشرہ ایک زبردست گھوری سے اسے نوازتے ہوئے فجر کا بازو پکڑا اور چلنے لگی۔

"ارے محترمہ اتنی جلدی بھی کیا ہے، اس دن آپ کی گاڑی کا نقصان ہوا تھا، جو میں جرمانے کی صورت میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔" وحید مراد نے پکارا، مگر نشرہ احمد نے ان سنی کرتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیئے۔

☆☆☆

بادل خوب جھوم کر برس رہا تھا، نشرہ راستے میں اسے وحید اور فائق کے حوالے سے ڈانٹتی رہی تھی اور تو اور وحید مراد کی بے تکی گفتگو کو انجوائے کرنے اور کھلکھلانے پر بھی برہمی کا اظہار کیا، فجر اس کے غصے سے خائف ہو کر گاڑی کے شیشے سے باہر برستی بوندوں کو دیکھنے لگی۔

کافی دیر سے وہ ٹیرس میں بیٹھی صاف و شفاف آسمان کو دیکھ رہی تھی، بارش ابھی بھی برس رہی تھی، کتنی دیوانی ہوتی تھی وہ بارش کے لئے، بادل، خوشبو، ہوا، جگنو، رومانوی ناول اس کی کمزوری تھے، اس کی زندگی شوخ رنگوں سے سجی رہتی تھی، اس کے دل میں ٹیس سی اٹھی، آنکھیں نیر بہانے لگیں، بے رحم یاد کا زہریلا ناگ پھن اٹھانے لگا۔

وہ ارحم سے بے پناہ محبت کرتی تھی، زندگی اس کے بغیر نامکمل تھی، وہی تو ایک شخص تھا جسے وہ بچپن سے ہی من مندر کا دیوتا بنا بیٹھی تھی، کزن ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کالج فیلو بھی تھے، دونوں کا تعلق شمع و پروانے جیسا تھا، وہ لمحہ بھر کے لئے بھی روٹھتی تو ارحم کی جان پہ بن جاتی، نشرہ ایک ایک پل کی ناراضگی اسے گوارا نہ تھی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

پھر ان دونوں کے درمیان نیلم احمر آ گئی، شولڈر کٹ ہیئر، ٹائیٹ جینز اور سلیولیس شرٹ میں وہ خاصی دلکش دکھائی دیتی، اس کی طبیعت میں بے پناہ شوخی تھی، جو آہستہ آہستہ ارحم کو اپنی جانب مائل کرنے لگی، ارحم اب اکثر کالج سے غائب رہنے لگا، کالج میں ہوتا تو نشرہ احمد کو اگنور کرتا، سیل فون اکثر آف ہی ملتا، اس کی بے نیازی پر نشرہ احمد روٹھتی تو وہ پہلے کی طرح مناتا بھی نہ، وہ خود ہی روٹھتی اور خود ہی مان جاتی، یوں جیسے محبت صرف اس کی مجبوری رہ گئی تھی، ارحم کو اس بات سے کوئی سروکار نہ تھا، پھر رفتہ رفتہ پورے کالج میں نیلم اور ارحم کا افیئر مشہور ہو گیا اور پھر نتیجہ شادی کی صورت میں نکلا، نشرہ دیکھتی رہ گئی اور وہ کتنی آسانی سے نیلم کا ہو گیا، نشرہ کو اس سے بے وفائی کی امید نہ تھی، بچپن کی محبت کو پل بھر میں ختم کر گیا تھا اور اسے ذرا بھی ملال نہ تھا، کیا محبت کا جذبہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ وہ دم توڑ دیتا ہے، بدل جاتا ہے راہ بدل لیتا ہے، محبت کا یہ رنگ نظر آیا کہ نشرہ احمد کا محبت سے یقین ہی اٹھ گیا، مرد کی بے وفائی اور ہرجائی پن سنا تھا اب دیکھ بھی لیا تھا، عورت کی بے پناہ محبت کے بدلے میں اسے آنسو اور سسکیوں کا تحفہ دے کر وہ اپنا جہاں آباد کر لیتا ہے، اس کا ادراک اسے اب ہوا تھا۔

نشرہ نے نم آنکھوں سے آسمان پر نگاہ کی، جس میں بے بسی تھی، بارش کے قطرے خشک زمین کو تر کر چکے تھے مگر اب اس کے دل کی زمین سدا بنجر اور خشک رہے گی نہ کوئی مینہ برسے گا اور نہ ہی دل کی ویرانی دور ہوگی۔

''میڈم، کافی دیر سے یوں تنہا بیٹھی ہیں، طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟'' میڈ رافعہ فکرمندی سے بولی۔

''نہیں بس بارش انجوائے کر رہی تھی۔'' نشرہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے بات بنائی۔

''میڈم ایک بات کہوں، اگر بری نہ لگے۔'' رافعہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''ہاں...... کہو۔'' وہ بولی۔

''میڈم، اب آپ کو شادی کر لینی چاہیے یوں کب تک زندگی تنہا گزاریں گی۔'' رافعہ ہمدردانہ لہجے میں بولی۔

وہ کافی حد تک نشرہ کے حالات سے واقف تھی اور اس سے دلی ہمدردی رکھتی تھی۔

''شادی...... شادی کا مطلب ہے خوشی اور آج کل یہ خوشی کس کو حاصل ہے، سب کی زندگیوں کو کوئی نہ کوئی روگ لگا ہے۔'' وہ تلخی سے مسکرائی۔

''میڈم سب کی قسمت ایک جیسی تو نہیں ہوتی۔'' میڈ رافعہ نے سمجھایا۔

''سب مردوں کی قسمتیں ایک جیسی نہیں ہوتی مگر، عورتوں کی قسمتیں ایک جیسی ہوتی ہیں، خواہ وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتی ہوں۔'' نشرہ کے چہرے پر کرب چھایا تھا۔

''میڈم آپ کوشش تو کریں، ڈھونڈنے سے خدا بھی مل جاتا ہے، کوئی تو ہوگا جو آپ کا چاہے گا، آپ کی قدر کرے گا۔'' میڈ رافعہ پر امید نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

''رافعہ مسئلہ یہ ہے کہ مردوں کے ماتھے پر تو نہیں لکھا ہوتا کہ فلاں مرد فرشتہ ہے اور میں اس فرشتے کی تلاش میں اپنی باقی زندگی بھی برباد کر لوں، ویسے بھی ان باتوں کا وقت گزر گیا ہے، اب مجھے اپنی کوئی فکر نہیں بلکہ فجر کے لئے سوچنا ہے اسے منزل تک پہنچانا ہے۔'' نشرہ کے لہجے میں فجر کے لئے پیار اور آنکھوں میں امید کی کرن تھی۔

"میڈم، آپ نے فجر بی بی کے ذریعے زندگی گزارنے کا بہانہ تلاش کر لیا تھا مگر اب فجر بی بی کس کے سہارے زندگی گزاریں گی، عورت جتنی بھی مضبوط ہو جائے، اسے مرد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، مردوں سے نفرت کی وجہ سے آپ نے اپنی زندگی کو تو کانٹوں پہ گھسیٹ ہی لیا کیا اب فجر بی بی کی زندگی بھی یونہی کانٹوں پہ گزرے گی۔" میڈم رافعہ نشرہ کے لئے بہت سے سوالات چھوڑ گئی تھی۔

نشرہ اسے ساکت نگاہوں سے جاتا دیکھ رہی تھی، کیا وہ واقعی فجر کی زندگی کو بھی مشکل ترین بناتی جا رہی ہے، دل ہولنے لگا اور دماغ ماؤف ہونے لگا تو دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

☆☆☆

ختم اپنی چاہتوں کا سلسلہ کیسے ہوا
تو تو مجھ میں جذب تھا مجھ سے جدا کیسے ہوا
وہ جو تیرے اور میرے درمیاں اک بات تھی
آؤ سوچیں سینے میں ٹوٹی خواہشوں کی کرچیاں
کیا لکھوں دل ٹوٹنے کا ماجرا کیسے ہوا
جو رگِ جاں تھا کبھی ملتا ہے اب رخ پھیر کر
سوچتا ہوں اس قدر وہ بے وفا کیسے ہوا

"ویسے فجر بہت ظالم ہو تم، گھنٹوں اپنے دیدار کے لئے ترستاتی ہو۔" چھت پہ رات کے وقت دونوں کی ملاقات ہوتی تو فائق قدرے خفگی سے بولا۔

"کیا کروں فائق، آنی ابھی تک جاگ رہی تھیں بس ان کے سونے کا انتظار کرتے ہوئے دیر ہو گئی۔" فجر نے مجبوری بیان کی۔

"ایک تو فجر میں تمہاری آنی صاحبہ سے بہت تنگ ہوں خود بھی ساری زندگی "راہبہ" بن کے گزاری اور اب تمہیں بھی "رہبانیت" کا دن رات درس دیتی ہیں نہ خود شادی کی اور نہ ہی تمہیں شادی کے بارے میں سوچنے کی اجازت ہے۔" فائق نے غصے سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"وہ بے چاری کیا کریں ایک مرد کی بے وفائی نے آج ان کی ایسی سوچ بنا دی ہے، ورنہ وہ بھی میری تمہاری طرح نارمل سوچ کی مالک تھیں۔" فجر کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"لیکن فجر اس عشق نامراد کی ساری سزا ہم دونوں کو کیوں ملے، انہوں نے شادی نہیں کرنی نہ کریں مردوں پہ اعتبار نہیں ہے تو نا کریں مگر۔" فائق نے شپٹاتے ہوئے اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا اور بے قراری سے ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

"مجھے اکثر لگتا ہے فجر تمہاری ان ظالم فرعون ٹائپ آنی کی وجہ سے میں دلبرداشتہ ہو کر یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں اور جب طویل عرصے بعد واپس آؤں گا تو تم سفید لباس پہنے نن (Sister) بنی زندگی گزار رہی ہو گی۔" فائق نے مستقبل کا بھیانک نقشہ کھینچا۔

"اوہ پاگل میں مسلمان ہوں اور یہ مسلمانوں میں "نن" کہاں سے آ گئی۔" فجر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ویسے By the way یہ تمہاری گریٹ آنی نے وحید بھائی کو [illegible] رگڑا دینا کیوں شروع کیا ہوا ہے، ایک [illegible] موٹی غلطیاں ہو گئی ہیں بے چارے وحید بھائی سے وہ محترمہ معاف کرنے کو تیار ہی نہیں۔" فائق نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتی فجر کا بازو تھام کر کہا۔

"بھئی آنی کو پہلے ہی مردوں سے اتنی چڑ ہے اور وحید بھائی غلطیوں پہ غلطیاں کرتے جا رہے ہیں اس صورت میں عتاب نشرہ کا نزول برحق ہوا نا؟" فجر نے فائق کی سنجیدگی کو چٹکی میں اڑاتے ہوئے کہا۔

''فجر تمہاری اور اپنی شادی کے حوالے سے مجھے ہی کچھ ترکیب لڑانی پڑے گی، چاہے قانون ہاتھ میں لینا پڑے۔'' فائق کا چہرہ گہری سازش کا غماز تھا۔

''کیسی ترکیب؟'' فجر نے حیرت سے پوچھا۔

''ادھر آؤ۔'' فائق نے رازدرانہ انداز میں اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''او گاڈ فائق، اتنا خوفناک منصوبہ، کہیں پانی پت کی لڑائی نہ شروع ہو جائے۔'' فجر نے سنتے ہی خوفزدہ ہوتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''محبت اور جنگ میں سب جائز ہے مائی ڈیئر فجر، اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔'' فائق انجام سے بے نیاز ہو کر میدان عمل میں کود پڑا۔

☆☆☆

''نشرہ میڈم یہ کوئی اجنبی شخص آپ کے لئے لیٹر اور پھول دے کر گیا تھا صبح۔'' ملازمہ نے دونوں چیزیں اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میرے لئے، اچھا ٹھیک ہے، تم جاؤ'' نشرہ نے کہتے ہوئے لیٹر کھولا۔

''مس نشو، ہماری دو دفعہ ملاقات ہو چکی ہے اور افسوس صد افسوس کہ دونوں بار ہی میری ذات آپ کے لئے تکلیف کا باعث بنی ہے اگرچہ میری نیت نہ تھی مگر میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شرمسار ہوں آپ میرے لئے جو سزا تجویز کریں گی مجھے منظور ہوگی، مگر خدارا میرے لئے اپنے دل میں کوئی ناراضگی نہ رکھیے گا میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔''

''وحید مراد''

خط کا مضمون جان کر اور خاص طور پر بے تکلفی سے ''نشو'' کہنا نشرہ کا تو دماغ گھوم گیا۔

''یہ چھچھورا انسان خود کو سمجھتا کیا ہے۔''

اس کی پیشانی پر گہری سلوٹیں نمایاں تھیں، اس نے گھڑی کی جانب نگاہ کی تو رات کے دس بج رہے تھے۔

''جب اس بے ہودہ انسان کو شرم نہیں آ رہی یوں پھول بھجواتے ہوئے خط لکھتے ہوئے تو میں کیوں نہ اسے آئینہ دکھانے اس کے گھر جاؤں؟'' نشرہ نے دونوں چیزیں پکڑیں اور وحید مراد کے بنگلے میں جا پہنچی۔

''مجھے وحید صاحب سے ملنا ہے۔'' مدعا جان کر ملازم بہت احترام سے اسے اندر لے گیا۔

''زہے نصیب، وہ آئے ہمارے گھر خدا کی قدرت۔'' بلیک نائٹ گاؤن میں وائٹ کلر کے آرادہ سلیپر پہنے وہ مسکراتا ہوا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

''مراد صاحب، یہ کیا حرکت ہے؟'' وہ بلا تمہید بولی۔

''دیکھیں، مس نشرہ میرا نام وحید ہے، والد کا نام مراد ہے اب میں کنفیوژ ہوں کہ آپ مجھے ملنے آئی ہیں یا والد گرامی سے، اگر آپ والد صاحب سے ملنا چاہتی ہیں تو اب بہت دیر ہو چکی ہے وہ یہ جہاں چھوڑ کر کب کے جا چکے ہیں۔'' وحید مراد ازلی بے تکلفی اور غیر سنجیدگی سے بولا تو نشرہ کی جان جل کر کوئلہ ہو گئی۔

''دیکھئے مراد صاحب، میں آپ کی یہ فضول باتیں سننے نہیں آئی، ٹو دی پوائنٹ بات کرتی ہوں تاکہ سننے اور کہنے والے کا ٹائم برباد نہ ہو۔'' نشرہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔

''پہلے وحید اب مراد، آخر میرا پورا نام لینے میں کیا قباحت ہے، یقین جانیے اس نام کا مکمل

حسن اسے پورا بولتے میں ہے۔'' وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھا۔

''وحید مراد صاحب، میں آپ سے پوچھ رہی ہوں کہ یہ کیا حرکت ہے؟'' وہ دانت کچکچا کر بولی۔

''گڈ یہ ہوئی نا بات۔'' وہ بے حد مسرور ہو کر بولا۔

خط پڑھتے ہوئے ایک گہری نگاہ نشرہ کے چہرے پر ڈالی، جو غصے سے اسے گھور رہی تھی۔

''مس نشرہ، رائٹنگ تو میری ہے مگر یقین کیجئے یہ خط میں نے ہرگز نہیں لکھا۔'' وحید مراد نے گہری سنجیدگی سے کہتے ہوئے خط دیکھا اور پھولوں پر نظر ڈالی۔

''ویری فنی وحید صاحب، رائٹنگ بھی آپ کی ہے مگر آپ نے لکھا نہیں، یعنی دوسروں کو پاگل بنانے کا فن بھی بخوبی آتا ہے۔'' نشرہ طنزیہ مسکرائی۔

''مس نشرہ کوئی سی بھی قسم لے لیں مگر یہ گھٹیا حرکت میں نے ہرگز نہیں کی اور جب میں نے یہ حرکت نہیں کی تو پھر قسم بھی کیوں کھاؤں ایک انسان کو یقین دلانے کے لئے اور قسمیں جھوٹا شخص کھاتا ہے اور میں نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔'' وحید کے لہجے کی مضبوطی دیکھ کر نشرہ چند لمحوں کے لئے گڑبڑا گئی۔

کیونکہ اس کے نزدیک مرد انتہائی جھوٹے اور مکار ہوتے ہیں بات بات پر جھوٹ بولنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے اور اپنے جھوٹ پر دوسروں کو قائل کرنے کے لئے مضبوط دلیل دیتے ہیں کہ ''میں تو مذاق کر رہا ہوں جھوٹ تھوڑی بول رہا ہوں۔''

''کس سوچ میں پڑ گئی مس صاحبہ۔'' وحید اس کی خاموشی پر بولا نشرہ کچھ کہے بنا گھر لوٹ آئی تھی۔

☆☆☆

واپس آ کر بھی وہ اس مسئلے کو لے کر خاصی پریشان رہی فجر سے بھی ڈسکس کی مگر کوئی سرا ہاتھ نہ آیا۔

''لگتا ہے آپی کسی نے آپ کے ساتھ شرارت کی ہے وحید بھائی کا نام لگا کر۔'' فجر نے بڑے پتے کی بات کی تھی۔

''نہیں فجر تم بہت بھولی ہو، یہ مرد بہت شاطر ہوتے ہیں، یہ حرکت اسی گھٹیا شخص کی ہے، اسے میرے ردعمل کی امید نہیں تھی، تو فوراً سچا حاجی بن کر دلیلیں دینے لگا مگر مجھے ذرا بھی یقین نہیں آیا، یہ مرد لومڑی سے زیادہ چالاک، چیتے سے زیادہ ہوشیار اور سانپ سے زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔''

نشرہ نے ایک ہی سانس میں مرد کو تین جانوروں سے مشابہہ قرار دیا تو فجر اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکی، نشرہ اس وقت گہری سوچ میں تھی سو فجر کو بے وقت کی ہنسی پر ڈانٹ نہ سکی۔

☆☆☆

''آپی عید کی چھٹیاں ہونے والی ہیں، میں عید کے لئے ڈھیروں چیزیں خریدوں گی۔'' کالج سے واپسی پہ فجر نے بچوں کی طرح مچلتے ہوئے اپنا پلان بتایا۔

''ہاں ہاں بالکل، جو میری جان کہے گی وہ لے کر دوں گی۔'' نشرہ کا انداز لاڈ سے بھرا ہوا تھا۔

''آپی ویسے آج کل کے حالات کی وجہ سے خاصی ڈر جاتی ہوں، یوں بھی ہم اکیلے شاپنگ کرتے ہیں۔'' فجر خاصی ڈری ہوئی لگ رہی تھی۔

''فجر، کیا ہو گیا ہے یوں کیوں خوفزدہ ہو رہی ہو، میں نے تمہیں اتنا کمزور تو نہیں بنایا، کہ

ہم مرد کے سہارے کے بغیر کہیں آ جا نہیں سکتے۔‘‘ نشرہ حیرت سے بولی۔

’’پتہ نہیں آنی، میں آپ کو کچھ سمجھا نہیں پا رہی۔‘‘ فجر الجھی ہوئی بولی۔

’’فجر مائی ڈیئر آج کے ترقی یافتہ دور میں کون سا ایسا کام ہے جو عورت نہیں کر سکتی، کرکٹ کھیلنا، فوج میں کمالات دکھانا، جہاز اڑانا کیا ہے جس میں عورت ناکام ہے اور تم گھبرا رہی ہو، کیا یہ بہتر نہیں کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے خود کرنے کے قابل ہیں، کسی کے محتاج نہیں ہیں، ان گھروں کا حال دیکھو جہاں عورتیں گھر کا کام کرتی ہیں بچے پالتی ہیں اور نوکری بھی کرتی ہیں اور اپنے نکھٹو مردوں کو بھی پالتی ہیں۔‘‘ نشرہ نے اچھا خاصا لیکچر دے ڈالا۔

’’جی آنی آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں میں تو صرف یہ کہہ رہی تھی کہ وحید بھائی بہت اچھے ہیں، اگر ان سے دوستی کر لی جائے تو۔‘‘ فجر نے اصل مدعا بیان کیا۔

نشرہ کے گھورنے پر فجر نے گھبرا کر بات ادھوری چھوڑ دی، دراصل یہ بھی فائق کے پلان کا نتیجہ تھا کہ رفتہ رفتہ نشرہ اور وحید بھائی کی دوستی کروائی جائے۔

’’میڈم آپ سے وحید صاحب ملنے آئے ہیں۔‘‘ میڈ رافعہ نے اطلاع دی، نشرہ نے حیرت سے وال کلاک کو دیکھا جہاں گیارہ بج رہے تھے۔

’’اس وقت۔‘‘ وہ حیران ہوتے ہوئے بڑبڑائی۔

وحید کی لیٹ نائٹ آمد نے فجر کو بھی حیران کیا، سفید کرتا شلوار میں اس کی شخصیت خاصی سحر انگیز لگی تھی، نشرہ ہمیشہ اس کی شخصیت خوش مزاجی میں الجھ کر رہ جاتی تھی، دل کے پنہاں خانوں میں اک احساس دھیرے دھیرے سر اٹھا رہا تھا جس سے وہ لاعلم تھی۔

نشرہ کی آمد پر اس نے نگاہیں اٹھائیں تو نشرہ کو اس کی آنکھوں کی چمک بہت خاص لگی تھی، پل بھر کے لئے وہ گھبرائی مگر چند لمحوں بعد وہ نشرہ احمد کے روپ میں کھڑی تھی۔

’’جی فرمایئے، رات کے اس وقت کوئی خاص کام تھا۔‘‘ وحید کی آنکھوں کی شوخی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

وحید نے جواب دینے کی بجائے انتہائی خوبصورت کارڈ اس کی جانب بڑھا دیا، جس پہ سنہری حروف For someone special جگمگا رہے تھے، نشرہ نے کارڈ تھامتے ہوئے اک نگاہ فجر کے چہرے پر ڈالی جو خود بھی پنڈورا بکس کھلنے کا بے تابی سے انتظار کر رہی تھی، کارڈ کھلتے ہی بے حد خوبصورت دھن بکھر گئی بلاشبہ کارڈ میوزیکل تھا، نشرہ نے گھبرائی نگاہ فجر کے چہرے پر ڈالی جو ہونق نظروں سے تک رہی تھی، وحید کی جانب دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی کیونکہ دیکھے بنا ہی جانتی تھی کہ دو شوخ مسکراتی نگاہیں اس پر جمی تھیں۔

مت پوچھا کرو مجھ سے تم میرے کیا لگتے ہو
دل کے لئے دھڑکن ضروری ہے اور میرے لئے تم

شعر پڑھتے ہی اس نے بے اختیار ہو کر گلابی لبوں کا گوشہ نرمی سے دانتوں تلے دبایا تو گالوں کے ڈمپل بھی شرارت سے مسکرانے لگے تھے، پیشانی عرق آلود ہوگئی۔

سنو!
بہت سی ڈگریاں لے کر
ہنر پہ دسترس پا کر
نصاب چاہت دل کے
چمکتے لفظ آنکھوں سے

اگر پڑھنے سے قاصر ہو
تو جاہل ہو

وہ وحید کی نگاہوں کے حصار میں تھی، وہ محویت کے ساتھ اس کے چاند چہرے کو تک رہا تھا، پنک کلر کے نفیس سے سوٹ میں وہ خود بھی بہار لگ رہی تھی، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں میں کاجل کا دھار، بس اس کے سوا اس کو کسی مصنوعی رنگ کی ضرورت نہیں تھی، وہ اتنی شاندار ڈریسنگ کرتی تھی کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا تھا، اتنے بے مثال حسن کے باوجود چہرے پر غرور و تکبر کا شائبہ تک نہ تھا، نا جانے کیوں وہ آج وحید کی جانب دیکھنے سے گھبرا رہی تھی اور اس کی گھبراہٹ کا وہ بھرپور مزہ لے رہا تھا۔

''رائٹنگ تو میری ہے، شاعری بھی میری ہے مگر......''

''مگر لکھا آپ نے نہیں ہے۔'' وحید نے اس کی بات اچک لی، وحید کا قہقہہ بے ساختہ تھا نشرہ اور فجر کی نگاہیں اس پر تھیں۔

''اور دیکھئے ذرا۔'' وحید نے جیب سے دو مہنگی قسم کی چاکلیٹ نکالتے ہوئے کہا۔

''کارڈ کے ساتھ چاکلیٹ بھی تھیں۔'' وحید نے ایک چاکلیٹ فجر کی طرف بڑھائی۔

''ویسے چاکلیٹ میری فیورٹ چیز ہے۔'' اس نے (Bite) لیتے ہوئے اس کا ذائقہ محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''wow tasty۔'' وحید یوں بولا جیسے نشرہ نے خاص اس کی پسند کا تحفہ بھیجا ہو۔

''I swear فجر یہ گھٹیا حرکت میں نے نہیں کی۔'' نشرہ نے وحید کی شوخی کو نظر انداز کرتے ہوئے فجر کو مخاطب کیا۔

اس کی آنکھوں کی نمی بتا رہی تھی، کہ وہ سچ بول رہی ہے، فجر گھبرا کر اس کے گلے لگ گئی۔

''مجھے پورا یقین ہے کہ میری آنی، ایسی Cheap حرکت نہیں کر سکتی۔'' اس کے لہجے میں مکمل اعتماد تھا۔

''relax مس نشرہ آئی نو کہ یہ حرکت آپ نے نہیں کی، میں آپ کے کردار کی مضبوطی سے واقف ہوں۔'' ایک انجان شخص کے منہ سے یہ الفاظ سن کر نشرہ چند لمحوں کے لئے ساکت رہ گئی تھی۔

اس رات وحید نے بھی اپنی بے گناہی کا یقین دلایا تھا قسم کھائی تھی مگر نشرہ کو پھر بھی یقین نہیں آیا تھا، مگر آج وہی شخص اسے تسلی دے رہا تھا، اس کی نظر میں مرد انتہائی شکی فطرت کے مالک ہوتے ہیں جو ہمیشہ تصویر کا ایک رخ دیکھتے ہیں اور رائے قائم کر لیتے ہیں، چاہے کوئی کتنی بڑی قسم کھا لے مگر وہ بے یقین ہی رہتے ہیں، نشرہ کے دل کو ڈھیروں شرمندگی نے آگھیرا۔

''مگر یہ کس کی حرکت ہے، اس دن بھی آپ کی طرف سے وہ سب اور آج یہ۔'' در پردہ نشرہ نے بتا دیا کہ اسے یقین آ گیا ہے کہ اس دن وحید بھی بے گناہ تھا۔

''مس نشرہ، اب میں کوئی جادوگر تو ہوں نہیں جو جنتر منتر پڑھ کر جادوئی گولے میں دیکھ کر اصل چور کو پکڑ سکوں جو یہ چھپ کر حرکتیں کر رہا ہے، مگر جو بھی ہے وہ میرے اور آپ کے لئے خاص مقصد دل میں رکھے ہوئے ہے اب مقصد اچھا ہے یا برا واللہ اعلم۔'' وحید نے لفظ خاص پر خاصا زور دیا کہ فجر کے لبوں پہ بے اختیار تبسم بکھر گیا۔

''کیوں اچھی گڑیا، متفق ہو میرے آئیڈے سے؟'' وحید نے مسکراتے ہوئے فجر سے حمایت چاہی جو فوراً اثبات میں سر ہلانے لگی۔

''وحید صاحب، آپ بھی تو سیریس ہو جایا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کریں۔" نشرہ اس کی شوخی پر جھنجلا سی گئی۔

"باخدا، مس نشرہ احمد آج زندگی میں پہلی بار سیریس ہونے کے بارے میں کافی گہرائی سے غور و خوض کر رہا ہوں۔" وحید نے کہتے ہوئے معنی خیز نظروں سے نشرہ کی آنکھوں میں جھانکا، اس کی محویت پر نشرہ نظریں چرانے لگی۔

وحید کے جملے پر البتہ فجر کا قہقہہ آؤٹ آف کنٹرول تھا کیونکہ وحید نے یوں مادری زبان کا استعمال کیا تھا جسے مغلیہ خاندان کا آخری چشم و چراغ ہو، اس کے ہنسنے پر وحید کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

☆☆☆

رات گہری ہو رہی تھی، اہل زمین میٹھی نیند سو رہے تھے اور اہل فلک حکم ربی کے مطابق زینت فلک بنے چمک دمک رہے تھے، مگر وحید کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی، وہ میوزیکل کارڈ کو کبھی بند کرتا اور کبھی کھولتا، وہ اس کی دھن میں کھویا ہوا تھا، یہ حقیقت اظہر من الشمس کی طرح عیاں تھی کہ یہ کارڈ نہ تو نشرہ نے بھیجا ہے اور نہ ہی لکھائی اس کی تھی، مگر شاعری نشرہ احمد کی ہی تھی، نشرہ احمد اس کی فیورٹ شاعرہ تھی وہ کالج کے میگزین میں اس کی شاعری پڑھتا مگر کبھی ملاقات نہ کر پایا تھا، باوجود کوشش کہ وہ کبھی اسے دیکھ نہ پایا تھا۔

"وحید بھائی اندر آ سکتا ہوں؟" دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونکا فائق کھڑا تھا، اسے دیکھ کر اس نے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگالی۔

"خیر ہے وحید بھائی یہ رات کے اس پہر پہ شغل فرمایا جا رہا ہے، کافی دیر سے میوزک کی آواز سن رہا تھا، تجسس مجھے آپ کے کمرے تک لے آیا۔" فائق نے کہتے ہوئے کارڈ پکڑ لیا۔

"وحید بھائی، یہ مجھ سے چھپ کر مس نشرہ کے ساتھ کون سا سین آن کیا ہوا ہے؟" فائق شرارت سے بولا، وحید نے من و عن سارا قصہ بیان کر ڈالا۔

"تمہارا کیا خیال ہے فائق یہ حرکت کس کی ہے؟" وحید تجسس کے مارے قدرے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"وحید بھائی، سو فی صد تو اندازہ نہیں لگا سکتا، مگر یہ کسی گھر کے بھیدی کا کام ہے جو لنکا ڈھانے پر تلا ہوا ہے۔" فائق نے عقل کے گھوڑے دوڑائے۔

"بھیدی مطلب!" وحید نا سمجھی سے بولا۔

"مطلب وحید بھائی، یہ کام وہ شخص کر رہا ہے جو ایک وقت میں دونوں گھروں کے بارے میں کسی حد تک معلومات بھی رکھتا ہو اور افراد خانہ کو بھی بخوبی جانتا ہے۔" فائق نے دانشمندی سے کہا۔

"تو پھر فجر اور تم میں سے کوئی ایک تو نہیں۔" وحید بلا تامل ایک اہم نقطے پر پہنچ گیا۔

"For God sake وحید بھائی، اتنا برا اندازہ تو نہ لگائیں، میں ایسی stupid حرکت کیوں کروں گا۔" فائق چلا اٹھا۔

"او کے ریلیکس، میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں، لیکن پھر اور کون ہو سکتا ہے شاید فجر۔" مختصر توقف کے بعد وحید نے ایک اور اندازہ لگایا۔

"نہیں نہیں، فجر تو بالکل بھی نہیں ہو سکتی، وہ دو سال میرے ساتھ پڑھی ہے میں اس کی ہر عادت سے واقف ہوں۔" فائق نے کہتے ہوئے چپس کا پیکٹ کھولا اور تیزی سے انصاف کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کا باری باری استعمال کیا۔

"تو پھر کون ہے گھر کا بھیدی۔" وحید اب قدرے الجھ سا گیا، اس نے ایک سرسری نگاہ فائق پر ڈالی جو تیزی سے بائیں ہاتھ کا استعمال کر کے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

پیٹ کا دوزخ بھرنے میں مگن تھا، وہ ابھی الجھن کا شکار تھا اس لئے خاموش رہا ورنہ بائیں ہاتھ سے کھانے پر ضرور سرزنش کرتا، ویسے ہی انسان اتنے مصائب کا شکار رہتا ہے کم از کم اس چھوٹی سی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اپنا لیا جائے، بغیر کسی مجبوری اور معذوری کے فیشن بنالیا ہے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانا، وحید کبھی سختی اور کبھی نرمی سے اس کی اصلاح کرتا رہتا تھا۔

چچا جان اور چچی جان کی وفات کے بعد وحید کے والد نے ہی فائق کی پرورش کی اور پھر تایا کی وفات کے بعد تو فائق وحید کے زیر تربیت رہا، کزن ہونے کے باوجود دونوں میں سگے بھائیوں جیسا پیار تھا۔

''ایک نام ہو سکتا ہے۔'' فائق نے پورا چپس کا پیکٹ خالی کر کے اسے الٹا کر تصدیق کی کہ آیا کوئی ٹکڑا بچ تو نہیں گیا، کارپٹ پر خالی ریپر پھینکنے لگا تھا کہ وحید کے گھورنے پر ڈسٹ بن میں پھینکا اور دونوں ہاتھ اپنی جینز کی پینٹ سے رگڑ تا دوبارہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

وحید نے بغور اس کی حرکات کا جائزہ لیا تھا، یہ سارا عمل بات سے دھیان ہٹانے کے لئے تھا یا کسی بات کی پردہ داری تھی۔

''ختم ہو گیا تمہارا ناٹک تو نام اناؤنس کر دیں۔'' وحید اکتا کر بولا۔

''وحید بھائی، نشرہ احمد کے گھر ایک میڈ رہتی ہے رافعہ، میرا تو پکا پکا شک اسی کی طرف جاتا ہے، اس کے من میں ہی کوئی چکر چل رہا ہے وہی اکثر نشرہ احمد کو شادی کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔'' فائق اصل بات کی طرف آتے ہوئے بولا۔

''کیا...... یہ کیا کہانی ہے؟ میں کچھ سمجھا نہیں۔'' وحید ہنوز حیرت وتجسس میں گھرا تھا۔

''وحید بھائی، یہ ایک بے حد دکھی کہانی ہے جو آپ کو سنانی ہے، میرا مطلب ہے نشرہ احمد ماڈرن پھولن دیوی کا کردار ادا کر رہی ہیں، اسے مردوں سے نفرت ہے، غالباً اس بیماری کو مردفوبیا کہتے ہیں، مرد بے حس، ہرجائی، خودغرض ہوتے ہیں جو عورت ان پر بھروسہ کرتی ہے ہمیشہ نقصان اٹھاتی ہے، اس لئے محترمہ پھولن دیوی کا قول ہے کہ مرد کے بغیر عورت زیادہ خوش رہتی ہے، مرد کے ساتھ زندگی روتے پیٹتے ہی گزرتی ہے یعنی ''نرا سائیکو کیس۔'' فائق نے غصے سے سر جھٹکا تو جوش میں زیادہ ہی جھٹک ڈالا کہ گردن میں بل پڑ گیا جسے دور کرنے کے لئے وہ گردن کو دائیں بائیں حرکت دے کر نارمل کرنے لگا۔

☆☆☆

نشرہ احمد کی کولیگ کا نکاح تھا، اتفاق سے وحید اور فائق بھی موعو کیے گئے تھے، البتہ فجر ٹیسٹ کی تیاری کی وجہ سے گھر پر تھی۔

''کہیں نہ کہیں ہماری ملاقات ہو ہی جاتی ہے اسے اتفاق کہوں یا حسن اتفاق۔'' وحید نشرہ احمد کو دیکھ کر کھل اٹھا۔

فائق نے دونوں کو جان بوجھ کر موقع فراہم کرنے کی غرض سے ادھر ادھر ہو گیا، سی گرین کلر کی سلک کی ساڑھی میں نشرہ غضب ڈھا رہی تھی، کالی گھٹا جیسی زلفیں سڈول کمر پر بکھری تھیں، کلائیوں میں موتیے کے گجرے، آنکھوں میں کاجل، مسکرانے پر گالوں کے ڈمپل نمایاں ہوتے تو حسن مزید دو آتشہ ہو جاتا، وحید اسے دیکھ کر مبہوت رہ گیا تھا، دل چاہ رہا تھا، کہ وہ مجسمہ حسن سامنے ایستادہ رہے اور وہ اسے دیکھتا رہے، اس کی گہری نظروں کی تپش پر نشرہ احمد گھبراہٹ محسوس کر رہی تھی، وہ جتنا اس سے کتراتی وہ کہیں نہ کہیں سے اس کے سامنے آ جاتا۔

''آپ کو میرے گرد طواف کے علاوہ کوئی کام نہیں۔'' نشرہ سٹپٹا گئی۔

''کیا کروں، زمین تو مجبور ہوتی ہے چاند کے گرد طواف کرنے پہ۔'' وحید شوخی سے بولا، وحید کی نگاہوں کا مفہوم اسے نظریں چرانے پر مجبور کررہا تھا۔

واپسی پر وحید نے اسے گھر ڈراپ کرنے کی آفر کی، اصل میں وہ نشرہ احمد کے ساتھ کچھ وقت گزار کر دل کی باتیں کرنا چاہتا تھا مگر نشرہ نے صاف انکار کردیا۔

''نو تھینکس، میری گاڑی موجود ہے۔'' مرد کا احسان لینا اسے گوارا نہ تھا۔

مگر اس رات کے بعد نشرہ احمد کی زندگی اور سوچوں میں بے حد بدلاؤ آ گیا، واپسی پر اس کی گاڑی خراب ہوگئی، رات کے اس پہر کوئی پبلک ٹرانسپورٹ بھی نہیں تھی، سڑک پہ تنہا بنی ٹھنی حسینہ دیکھ کر کوئی کہاں رک پاتا ہے، اسے مجبور دیکھ کر ایک موٹر سائیکل پر دو نوجوان اسے تنگ کرنے لگے۔

''مس صاحبہ، کہاں جانا ہے ہم چھوڑ دیتے ہیں۔'' ایک خباثت سے بولا، نشرہ احمد کا گھبراہٹ کے مارے برا حال تھا، اس وقت وہ تنہا تھی۔

ایک نے تو زیادہ جرأت کا مظاہرہ کرکے ہاتھ تک پکڑ لیا کہ یکایک پیچھے آنے والی گاڑی کی لائیٹس دیکھ کر ہارن کی آواز پر وہ دونوں بھاگ اٹھے، وہ وحید اور فائق تھے دونوں ہی ان لفنگوں کو دیکھ چکے تھے، اس نے پہلے کہ وہ ان کی دھلائی کرتے دونوں فرار ہوگئے، نشرہ احمد وحید کو دیکھ کر ایکدم مطمئن سی ہوگئی۔

''آر یو اوکے نشرہ!'' وحید اتنی اپنائیت سے بولا کہ چند لمحوں کے لئے نشرہ گنگ رہ گئی۔

یہ مرد کا کون سا روپ تھا جس سے وہ ناواقف تھی، وحید کی آنکھوں میں اس کے لئے فکر اور پریشانی کے رنگ نمایاں تھے، وحید نے اسے گھر اتارا تو وہ شکریہ کہہ کر اندر چلی گئی وہ بے حد گم صم تھی، کچھ بہت برا ہونے کا خوف اسے سہما گیا تھا۔

''وحید بھائی، واپس آ جائیں وہ چلی گئی ہیں۔'' فائق نے شرارت سے اس کی محویت پر چوٹ کی۔

واقعی وہ جا چکی تھی اور وحید ابھی بھی اس کے خیال میں کھویا ہوا تھا فائق کے کہنے خجالت سے گھر کا رخ کیا۔

☆☆☆

''میڈم شکر ہے اللہ نے آپ کو بچا لیا۔'' رافعہ نم آنکھوں کے ساتھ کتنی بار یہ جملہ کہہ چکی تھی۔

''شکر ہے آنی وحید بھائی وہاں موجود تھے ورنہ نہ جانے کیا ہو جاتا۔'' فجر اس کے ساتھ لپٹی روئے جارہی تھی۔

نشرہ بالکل خاموش تھی، اس رات کا واقعہ اپنی بے بسی اور وحید کی مدد وہ گم صم سی تھی، آنکھوں سے کرب جھلک رہا تھا، دل و دماغ الجھ رہے تھے۔

''وحید بھائی تو فرشتہ ہیں۔'' آنکھیں بند کرنے سے پہلے فجر کے الفاظ سماعت سے گزر کر دل میں اتر گئے تو آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا۔

عید کی آمد آمد تھی مگر گھر میں اداسی کا راج تھا، نشرہ اس واقعے کے بعد بے حد خاموش سی ہو گئی تھی، فجر اس کی وجہ سے دکھی تو تھی مگر عید کے موقع کو بھی انجوائے کرنا چاہتی تھی، وہ اپنی آنی کو دکھی نہیں دیکھ سکتی تھی، فجر کو دیکھ کر تو نشرہ کو زندگی

''آپ ہی جواب دیں وحید ایسے مردوں سے نفرت نہ کروں تو کیا انہیں پھولوں کا تاج پہناؤں۔'' نشرہ کا لہجہ زہرخند ہونے لگا۔

''واقعی نشرہ آپ کے ساتھ برا ہوا مردوں سے آپ کی نفرت بجا ہے مگر دنیا کا ہر مرد تو ایسا نہیں کہ اس سے نفرت کی جائے، میں بذات خود ایسے مردوں سے نفرت کرتا ہوں عورت کو حقیر جانتے ہیں اور اسے پیر کی جوتی سمجھتے ہیں جن کے نزدیک عورت صرف باندی ہوتی ہے جو مشین کی طرح ان کی خدمت کرے اور زبان پر حرف شکایت نہ لائے، مردوں کی وہ قسم تو انتہائی سفاک ہے جو عورت کو صرف لذت کا سامان سمجھتے ہیں مطلب پورا ہونے پر پھینک دیتے ہیں اور اپنی لذت کی طلب کے لئے نئے سامان کے حصول کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں، مگر نشرہ پھر بھی یقین کریں کہ ضروری نہیں کہ ہر بار آپ کو ارحم جیسا مرد ہی ملے۔'' وحید کی آنکھوں میں محبت کے رنگ جھلملانے لگے۔

''مگر میں صرف شکل دیکھ کر تو نہیں فیصلہ کر سکتی کہ اس کی پیشانی پر اچھا اور فلاں کی برا لکھا ہے، اس رات میرے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔'' نشرہ ہنوز پریشانی سے بولی۔

''اگر اس رات آپ کو مردوں نے پریشان کیا تو بچانے والا بھی تو مرد ہی تھا نا۔'' وحید نے قائل کرنے والے انداز میں اس کی بھیگی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

نشرہ لاجواب سی ہوگئیں، وحید کی باتیں اس کے دل کو تسلی دے رہی تھیں۔

''نشرہ! میں سوتیلی ماں کے رحم وکرم پر پلا بڑھا، میری زندگی میں غم اور تلخیاں تھیں، پھر زندگی میں ثناء آ گئی تو مجھے لگا کہ اب زندگی کے سب غم دور ہو جائیں گے مگر ثناء ایک آزاد خیال بدمزاج لڑکی ثابت ہوئی اس کے پاس نہ میرے لئے محبت تھی اور نہ ہی وقت، اس کے ساتھ گزرا ایک سال میرے لئے کسی عذاب سے کم نہ تھا، آخر کار یہ رشتہ بھی خلع پر ختم ہو گیا، زندگی کے دو اہم رشتے کس قدر بدترین صورت میں ملے مگر کیا کر سکتا تھا، کیا ان دونوں عورتوں کے بدصورت رویے کی سزا دنیا کی باقی عورتوں کو دیتا، ان کی زیادتی کا بدلہ لینے کے لئے ہاتھ میں تلوار پکڑ لیتا کہ جو عورت بھی میری زندگی میں آئے گی اس کی گردن تلوار سے اڑا دوں گا، کیا ایک شخص کفر کرے تو پوری انسانیت کو کافر قرار دے دیا جائے۔'' وحید خاموش ہوا تو نشرہ اسے دیکھنے لگی، بظاہر خوش باش نظر آنے والا شخص اندر سے کتنا تنہا تھا۔

''وحید عورت بہت نازک ہوتی ہے، اعتماد بھروسہ اس شیشے کی مانند ہوتا ہے جس میں ایک بار بال آ جائے تو وہ کبھی اپنی اصلی حالت میں نہیں آ سکتا۔'' نشرہ دلگرفتہ سی بولی۔

''نشرہ کوئی چلا جائے تو ضروری نہیں کہ خود پر خوشیوں کے دروازے بند کر لینے چاہیے، کچھ اگر بے وفا بیچ راستے میں چھوڑ جاتے ہیں تو کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو زندگی کی آخری سانس تک ساتھ نبھاتے ہیں۔'' وحید کی گہری نگاہیں نشرہ کے چہرے پر جمی تھیں نشرہ نے نظریں چرا لیں۔

''نشرہ کیوں خود پر خوشیوں کے دروازے بند کر لئے ہیں، کیوں زندگی کو منفی سوچوں کے صندوق میں بند کر دیا ہے، پلیز نشرہ پل بھر کے لئے ارد گرد تو دیکھو شاید کوئی آپ کا منتظر ہو۔'' وحید کا لہجہ محبت سے لبریز تھا۔

''میں تنہا زندگی گزارنے کی عادی ہو چکی ہوں اب کسی سہارے کی تمنا ہے نہ ضرورت۔''

ملتی تھی ایک ہی تو خون کا رشتہ تھا جو اس کا قیمتی اثاثہ تھا ہر خوشی اسی سے وابستہ تھی، نشرہ اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش کرتی مگر ہنوز ناکام تھی۔

☆☆☆

آسمان پہ کالی گھٹائیں چھائیں اور ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی، نشرہ بے حد اداس تھی، اس رات کی بے بسی نے اسے حزن و ملال کا شکار کر دیا تھا، خود پہ اعتماد کمزور پڑا تو نازک سی عورت سسکنے لگی۔

''عورت کتنی کمزور ہوتی ہے مرد سے بچنے کے لئے کسی مرد کی ضرورت پڑتی ہے، مردوں کے معاشرے میں عورت کی حیثیت ہی کیا ہے وہ کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی، میں ہار گئی، ہار گئی ہوں۔'' سوچیں اس کے حواس مختل کرنے لگیں تو چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کہ یکایک کندھے پہ کسی کے لمس نے چونکایا گھبرا کر نگاہ کی تو وحید سرخ پھولوں کا بکے لئے کھڑا تھا اس کے چہرے پر مخصوص مسکراہٹ محو رقص تھی۔

''کیسی ہیں مس نشرہ!'' وہ دوستانہ انداز میں پھول اسے پکڑاتے ہوئے روبرو بیٹھ گیا۔

''ٹھیک ہوں۔'' اشکوں کو صاف کرتے ہوئے بھیگے لہجے میں گویا ہوئی۔

''مگر مجھے تو کہیں سے بھی ٹھیک نہیں لگ رہیں۔'' اس نے کہتے ہوئے مہکتا ہوا گلابی ٹشو تھمایا تو نشرہ لاجواب سی ہوگئی۔

انسان کہہ تو دیتا ہے کہ میں ٹھیک ہوں مگر آنسو یہ، چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ دل ماتم کر رہا ہے غموں کی دیمک نے وجود کو چاٹ لیا ہے اور روح گھائل ہو چکی ہے۔

''مجھے لگتا ہے آپ اس واقعہ کی وجہ سے ابھی تک شاکڈ ہیں۔'' وحید اس کے حال دل سے واقف تھا۔

''میں اتنی کمزور تو کبھی نہ تھی وحید۔'' نشرہ نے پہلی بار بے تکلفی سے اسے پکارا تو وحید کی دل کی دنیا میں عید کا چاند جگمگانے لگا، ستارے گنگنانے لگے اور چاندنی پیروں میں گھنگھرو باندھ کر رقص کرنے لگی۔

''نشرہ آپ ابھی بھی کمزور نہیں ہیں، میرے نزدیک آپ بہت باہمت خاتون ہیں I really apprciate such like a lady۔'' وہ توصیفی انداز میں بولا۔

''یہ کمزوری نہیں تو کیا ہے کہ میں اپنی حفاظت نہیں کر سکتی۔'' آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔

''نشرہ اپنی سوچ کو مثبت کریں، زندگی کے بارے میں آپ کا طرز فکر کسی حد تک منفی ہے، آپ قطعی کمزور نہیں ہیں عورت کی اصل طاقت اس کے کردار اس کی مضبوطی ہوتی ہے، نشرہ اس نظام کائنات میں انسان کو انسان کا سہارا بنایا گیا ہے جو کام مردوں کے ہیں وہ مرد ہی کریں گے اور جو عورتوں کے ہیں وہ صنف نازک ہی انجام دے سکتی ہے، یہ قدرت کا نظام ہے دونوں کو ایک دوسرے کی اہمیت تسلیم کرنی چاہیے۔'' وحید ناصحانہ انداز میں بولا۔

''ارحم نے مجھے دھوکا دیا میری محبت کو ٹھکرایا، بیچ راستے میں اکیلا چھوڑ کر اپنا جہاں کہیں اور آباد کر لیا، میری بڑی بہن ایک ظالم شخص کے ہاتھوں ظلم سہتے سہتے اندھیری قبر میں اتر گئی، ایک ننھے وجود کو جنم دے کر دیکھے بنا، اب آپ ہی بتائیں کہ مردوں کو کیسے اپنی گڈ بک میں رکھوں، کیسے انہیں ہرجائی ظالم اور بے حس نہ سمجھوں۔'' نشرہ نے قصہ غم بیان کیا۔

چند لمحوں کے لئے وحید بھی رنجیدگی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نشرہ نے خود کو چھپانے کی سعی کی۔

"میں مانتا ہوں تم ایک بہادر اور باہمت لڑکی ہو مگر...... میں بہت کمزور انسان ہوں جو محبت اور سہارے کا خواہشمند ہوں، بہت تھک گیا ہوں ساری زندگی تنہا گزار کر بھی تنہائی کا عادی نہیں ہو سکا، کیا تم میری تنہائی دور کرنے میں میرا ساتھ دو گی۔" وحید نے اپنا ہاتھ تھما دیا، وحید کا دل کھل اٹھا۔

نشرہ ابھی بھی خاموش تھی دل کی آواز کو نظر انداز کرتے کرتے اب تھکنے لگی تھی مگر اظہار کرنا آسان نہ تھا وحید نے چند لمحوں کے لئے اس کے الجھے چہرے کو دیکھا تھا۔

"خوب اچھی طرح سوچ لو میں تمہاری کال کا منتظر رہوں گا۔" وحید کہہ کر جا چکا تھا، نشرہ اسے جاتا دیکھ رہی تھی، محبت ایک بار پھر سے دل پر دستک دے رہی تھی۔

☆☆☆

نشرہ بے چینی و اضطراب سے ٹہل رہی تھی، بارش تھم چکی تھی گیلی گیلی گھاس پیروں کو طمانیت بخش رہی تھی، وحید کا ایک ایک لفظ ذہن میں گردش کر رہا تھا، دل اس کے ساتھ کا تمنائی تھا اور دماغ روک رہا تھا، مگر دل اور دماغ کی جنگ میں فتح صرف دل کی ہوتی ہے، لرزتے ہاتھوں سے اس کا نمبر ملایا جو پہلی ہی بیل پر ریسیو کر لیا گیا تھا۔

"میں جانتا تھا نشرہ کہ میری محبت تمہارے دل پہ دستک ضرور دے گی۔" وحید سرشار لہجے میں بولا۔

تیری خوشبو تیری باتیں
تیرا چہرہ تیری یادیں
چھپانے کو میرے دل میں
ہزاروں قید خانے ہیں

اس کے گمبھیر لہجے پر نشرہ کی دل کی دھڑکنیں بے ترتیب سی ہونے لگیں۔

"یہ شاعری۔" وہ حیران ہوئی۔

"آپ کی ہے محترمہ۔" وہ شوخی سے بولا۔

"مگر یہ شاعری تو میں نے کالج کے زمانے میں کی تھی۔" وہ ہنوز حیرت میں تھی۔

"ارے جناب بندہ کالج کے زمانے سے ہی آپ کا اسیر ہے، بنا دیکھے ہی آپ کو اپنے دل کا مکین بنا چکا تھا۔" وحید بولا۔

"میں سمجھی نہیں۔" نشرہ ناسمجھی سے بولی۔

"بھئی یہ خاکسار کالج کے زمانے سے آپ کی شاعری کا فین تھا، ملاقات کی ہزار خواہش کے باوجود کوئی صورت نہ بنی، مگر دل کو یقین تھا کہ کبھی نہ کبھی تو ہم ملیں گے، بے شک طویل مسافت طے کر کے ہم نے آپ کو پا ہی لیا۔" وحید شاعرانہ انداز میں بولا تو نشرہ کی ہنسی کا جلترنگ وحید کے دل کی دنیا میں اجالا کر گیا۔

☆☆☆

نکھری ہوئی صبح نئی زندگی کی نوید دے رہی تھی، نشرہ کو سب کچھ بہت بدلا بدلا لگ رہا تھا شاید دل کی دنیا جو بدل گئی تھی، اس نے ہاتھ بڑھا کر بند کھڑکی کھولی تو باد نسیم سلام لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"نشرہ، میڈم آج بہت فریش لگ رہی ہیں۔" رافعہ چائے لے کر آئی تو خوشگوار حیرت ہوئی، نشرہ مسکرا کر چائے پینے لگی۔

"میڈم ایک بات کہوں؟" وہ پوچھنے لگی۔

"ہاں بولو۔" نشرہ خوشدلی سے بولی۔

"وحید صاحب بہت اچھے انسان ہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کو بہت خوش رکھیں گے، خوشیاں آپ کی طرف ہاتھ بڑھا رہی ہیں تو انہیں تھام لیں، ورنہ ساری زندگی خوشیوں کی تلاش

میں گزرے گی۔'' رافعہ جا چکی تھی مگر نشرہ کی سوچوں کو ایک نیا رنگ دے کر، نشرہ مسکرانے لگی، زندگی کی مسکراہٹ بھی گہری ہونے لگی تھی۔

''آنی یہ میں کیا سن رہی ہوں کہ وحید بھائی نے آپ کو پرپوز کیا ہے؟'' فجر خوشی سے دیوانی ہوئی جا رہی تھی، نشرہ کا شرمایا شرمایا روپ بے حد بھلا لگ رہا تھا۔

''یعنی اس عید پر ڈبل خوشیاں منائیں گے۔'' فجر نے خوشی کے مارے نشرہ کا گال چوم لیا۔

''ہاں۔'' نشرہ مسکرائی۔

''مگر آنی یہ انقلاب آیا کیسے، ضرور وحید بھائی کی وجاہت نے آپ کو دیوانہ بنا لیا ہے۔'' وہ کمر پر ہاتھ رکھے شوخ ادا سے مخاطب ہوئی۔

''نہیں پگلی، مرد کی ظاہری شخصیت نہیں بلکہ باطن دیکھنا پڑتا ہے اور وحید کا باطن باقی مردوں سے مختلف دکھائی دیا، ظاہری خوبصورتی تو چند روزہ ہوتی ہے مگر دل کا ستھرا پن خلوص و وفا ہی عورت کی خواہش ہوتی ہے۔'' نشرہ کا لہجہ بھیگنے لگا۔

''آنی آج کوئی رونا دھونا نہیں چلے گا، وحید بھائی میری آنی کی زندگی میں بہار بن کر آئے ہیں، اف آنی یہ عید کتنی سعید ہے۔'' فجر کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

☆☆☆

''اب بتاؤ پارٹنر کیسی چلائی گیم، مان گئے نا کہ فائق صرف فائق ہی نہیں بلکہ ''لائق فائق'' بھی ہے۔'' عید کے دن فائق فجر کے سامنے اپنے منہ میاں مٹھو بن رہا تھا۔

''ہائے فائق میں تو بہت دفعہ ڈر جاتی تھی کہ کہیں پکڑی نہ جاؤں، آنی کی ہینڈ رائٹنگ کاپی کرتے ہوئے بہت خوفزدہ تھی۔'' فجر نے بتایا۔

''بس پارٹنر، یونہی میری ٹریننگ میں رہو گے تو زندگی کی ہر راہ آسان ہوتی جائے گی۔'' فائق نے فرضی کالر فخریہ انداز میں کھڑے کیے تو فجر نے مسکراتے ہوئے اسے چپت لگائی، سفید کڑھائی والا کرتا اور شلوار کے ساتھ سیاہ شیروانی اور تلے والا سیاہ کھسہ پہنے وحید اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا تھا کہ دروازے پر دونوں کھڑے گارڈ ایکٹیو ہو گئے۔

''وحید بھائی، آج تو آپ واقعی ہیرو وحید مراد کی کاربن کاپی لگ رہے ہیں۔'' فائق کے شرارت سے کہا تو وحید مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

''اچھا اب راستہ تو چھوڑو۔'' وحید آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

''جی نہیں وحید بھائی، اس کمرے میں اس وقت تک داخلہ ممنوع ہے جب تک ہم کو بھاری عیدی نہیں ملے گی، آفٹر آل آج عید کا دن ہے۔'' فجر نے اپنا حنائی ہاتھ پھیلایا اور کمرے کا لاک سختی سے تھام لیا۔

''اچھا بابا یہ لو اپنی عیدی۔'' وحید نے ہزار ہزار کے کئی نوٹ اسے پکڑائے تو اس کی باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔

''اور وحید بھائی میری عیدی، اس چڑیل کو اتنی زیادہ عیدی دے دی۔'' فائق نے فجر کو نوٹ گنتے دیکھا تو جلن پر قابو نہ پا سکا۔

''تمہاری عیدی۔'' وحید نے پرسوچ انداز میں کہتے ہوئے فائق کو دیکھا اور اس کا کان پکڑ لیا۔

''کیا ہوا وحید بھائی؟'' فائق درد سے چلانے لگا۔

''سچ سچ بتاؤ یہ تمہارا پلان تھا نا سارا، تم ہی میری طرف سے نشرہ کو کارڈ اور پھول بھجوائے تھے۔'' وحید نے فائق کو گھیرا۔

''وحید بھائی، یہ سارا پلان رافعہ کا تھا۔''
فائق ابھی بھی جھوٹ بولنے سے باز نہ آیا۔
''نہیں وحید بھائی، ہماری میڈ تو بہت بھولی ہے وہ ایسے کام نہیں کرسکتی، یہ سارا پلان اس کا تھا ماسٹر مائینڈ یہی تھا۔'' فجر بے چاری رافعہ پر الزام تراشی نہ برداشت کرسکی تو بغاوت کرتے ہوئے سچ اگلا۔
''فجر کی بچی۔'' فائق نے کان چھڑاتے ہوئے فجر کو گھورا۔
''نہیں فائق، آپی کہتی ہیں کہ انسان سولی پر بھی لٹکا ہو تو سچ بولے۔'' فجر نے بغاوت کی معصومانہ وجہ بیان کی۔
''یعنی تم دونوں ملے ہوئے تھے۔'' وحید نے فجر کا کان بھی پکڑ لیا، وحید نے فجر کا کان پکڑا تو فائق کے چہرے پر اطمینان کے رنگ بکھر گئے۔
''اب مجھے کوئی دکھ نہیں، چاہے آج میرا کان ٹوٹ ہی جائے۔'' فائق نے کہتے ہوئے فجر کو چڑایا۔
''معاف کردیں وحید بھائی، آج عید کا دن آپ کو یہ خوشی ہمارے طفیل ہی ملی ہے۔'' فجر منہ بسورتے ہوئے بولی۔
''سمجھ تو مجھے آگیا ہے کہ یہ سارا چکر تم دونوں نے اپنی وجہ سے چلایا ہے ذرا فارغ ہو جاؤں عید اور شادی کے جھمیلوں سے کرتا ہوں تم دونوں کا علاج۔'' وحید دونوں کے کان آزاد کرتا ہنستا ہوا کمرے میں داخل ہوگیا۔

☆☆☆

سرخ جوڑے میں بنی نشرہ اس کی آمد کی منتظر دکھائی دی، سیاہ زلفوں میں لگی موتیے کی لڑیاں درست کرنے کے بہانے آئینہ دیکھا اور نظر ملنے پر شرما سی گئی۔

''نشرہ بہت شکریہ آپ کا۔'' وحید نے اس کا نرم ملائم ہاتھ محبت سے تھامتے ہوئے کہا۔
''شکریہ مگر کس بات کا؟'' سنگ مرمر کی نازک سی مورتی میں سے مترنم آواز ابھری کاجل سے سجی آنکھیں جو سیاہ سے جھکی ہوئی تھیں وہ بے اختیار اٹھ گئیں۔
''مجھ پر یقین کرنے، میری محبت کو قبول کرنے کا اور مجھے سہارا دینے کا۔'' وحید اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔
''نہیں وحید، شکریہ تو مجھے کرنا چاہیے کہ آپ نے مجھے غلط سوچوں کی قید سے آزاد کروایا اور کتنے سالوں بعد میں کھلی ہوا میں سانس لینے کے قابل ہوئی ہوں صرف آپ کی وجہ سے۔'' نشرہ نے ممنونیت سے کہتے ہوئے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔
''نشرہ، شاعر لوگ تو بے حد حساس ہوتے ہیں عام لوگوں سے ہٹ کر زندگی کی باریکیوں کو پرکھتے ہیں، ان کے دل کانچ کی طرح نازک ہوتے ہیں، ذرا سی ٹھیس برداشت نہیں کر پاتے، میں کوشش کروں گا کہ اس حساس دل والی شاعرہ کو کبھی اپنی بے حسی کے پتھر سے زخمی نہ کروں، اس نازک آبگینے کو اپنے دل کے شیش محل میں سنبھال کر رکھوں گا۔'' وحید دل کے جذبوں کا اظہار کرتے ہوئے اس کی دودھیا کلائیوں میں سرخ چوڑیوں پر آہستگی سے انگلیاں پھیرنے لگا، عید کے دن نشرہ کے اردگرد خوشیوں کے گلاب مہک اٹھے۔

چھوٹی لب نازک سے وہ اک شوخ سی لالی
تھوڑی سی شفق عارض تاباں نے چرالی
پھر بام کی جانب اٹھے ابروئے ہلالی
اور چاند نے شرما کے کہا عید مبارک

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

پربت کے اس پار کہیں

نایاب جیلانی

اکتیسویں قسط کا خلاصہ

نیل بر جہاندار سے گلالئی سے ملاقات کا ذکر کرتی ہے تو وہ چونک کر سوچتا ہے کہ یہ بھولی سری کہانی کا کردار نیل بر سے کہاں آ ٹکرایا۔

ساہنواز خان مورے سے ملنے آتا ہے تو عروفہ کو بے حد برا لگتا ہے وہ عشیہ سے الجھ پڑتی ہے، اِدھر ولید نشرہ سے انتقام لینے کے لئے عروفہ کو اپنی جھوٹی محبت کے جال میں پھنسا لیتا ہے۔

صندیر خان کا خاص بندہ اسے بتاتا ہے کہ جہاندار اصل میں کون ہے، صندیر خان سب جان کر سناٹے میں رہ جاتے ہیں۔

اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ شاہوں کی حویلی کا کوئی گم شدہ کردار یوں سامنے آ جائے گا، کردار بھی وہ جو اپنے دامن میں انتقام اور تباہی لے کر آئے گا۔

امام کے آپریشن کی کامیابی پر پلوشہ پورے خاندان کو دعوت پر بلاتی ہے، امام جب ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق صبح سویرے واک کے لئے آیا تو شانزے سے ٹکراؤ ہو گیا جو اسے یوں واک کرتے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

اب آپ آگے پڑھیے

بتیسویں قسط

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اس کا موڈ رات تک بھی خراب رہا تھا، کھانا بھی اس نے بوجھل دل سے بنایا تھا، حالانکہ تائی بے چاری پوچھ پوچھ کر تھک گئی تھیں، بعدازاں انہیں خود ہی سمجھ آ گئی تھی۔

''اب میں کیا کر سکتی تھی بیٹا! اس کا ننھیال ہے۔'' وہ پشیمان سی بولی تھیں۔

''ان نامرادوں کو تو خود شرم نہیں سب کچھ کر کرا کے بھول گئے ہیں۔'' وہ اپنی خفت مٹانے کی غرض سے کہے جا رہی تھیں، نشرہ ان سے بھلا کیا کہتی، ویسے ہی دل بوجھل تھا، تبھی خاموش رہی تھی۔

''تم دل پہ مت لو، اللہ ان سے خود ہی حساب لے گا۔'' انہوں نے شاید نشرہ سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

''اور یہ جائے گا کب؟'' اس نے خون کے گھونٹ بھر کے پوچھا تھا۔

''اللہ جانے، کس نیت سے آیا ہے ادھر اس کی ماں مکان کے حصے بخرے کرنے پر تلی ہے، ادھر بیٹا پہلے ہی قبضہ کرنے آ چکا ہے۔'' تائی تو پہلے ہی بھری بیٹھی تھیں۔

''نیت تو اچھی نہیں لگتی۔'' نشرہ نے کسل کر سوچا تھا، تبھی اسامہ آ گیا، شاید کہیں جانے کے لئے تیار تھا۔

''میں اسلام آباد جا رہا ہوں، عینی کو واپسی پہ لے آؤں یا نہیں؟'' اس نے کف لنکس بند کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

''اس آفت کو تو مت ہی لانا۔'' تائی نے بدک کر کہا۔

''مگر کیوں؟ اب تو اسے آ جانا چاہیے، وہاں پر بھی اب حالات معمول پر ہیں۔'' اسامہ نے تعجب سے تائی کا بدکنا نوٹ کیا تھا۔

''پلوشہ اکیلی ہے بیٹا! اور اب تو ہمان کے بچے کا بھی ساتھ ہے، یہاں بھی پلنگ ہی توڑے گی، وہیں رہے تو اچھا ہے۔'' انہوں نے اسامہ کو تسلی دینا چاہی تھی۔

''چلیں ٹھیک ہے، جیسا آپ کو مناسب لگے۔'' اسامہ نے بات ہی ختم کر دی تھی، پھر نشرہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

''پیچھے کیا حالات ہیں؟ ہیام سے بات ہوتی ہے یا نہیں؟'' اس کے لہجے میں بڑے بھائیوں والا تفکر بول رہا تھا، نشرہ اس محبت بھری فکر پہ سرشار ہو گئی تھی۔

''بات تو ہوتی ہے۔''

''پھر کب تک ارادہ ہے؟'' یقینی طور پہ وہ واپسی کا پوچھ رہا تھا، بڑے بھائیوں والا احساس اور احساس ذمہ داری اس کے لہجے میں چھلک رہا تھا، ابھی وہ نشرہ کے جواب کا منتظر ہی تھا کہ تائی اچانک بیچ میں بول اٹھی تھیں۔

''کس چیز کا ارادہ؟''

''واپسی کا۔'' اسامہ نے مختصر بتایا۔

''ہیں؟ اسے یہاں آئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں، تم واپسی کی بات کر رہے ہو؟ نشرہ کیا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بھاری ہے ہم پر، دو وقت کی روٹی نہیں دے سکتا کیا؟'' تائی کو اس کی واپسی کا سن کر ہول پڑنے لگے تھے۔

''بات یہ نہیں امی۔'' اسامہ نے رسان سے سمجھایا تھا۔

''بیاہی بیٹیاں اپنے گھروں میں ہی اچھی لگتی ہیں، دو ہفتے ہو چکے ہیں، اب یہ تیاری رکھے ہیام نہیں آ سکتا، میں خود اسے چھوڑ آؤں گا۔'' وہ اپنی بات مکمل کر کے چلا گیا تھا اور تائی کو ہول اٹھنے لگے تھے، نشرہ نے دو ہفتوں میں پھر سے عادتیں بگاڑ دی تھیں، انہیں ایک مرتبہ پھر فارغ رہنے کی عادت ہو گئی تھی، اس کے جانے کے بعد سے وہی روٹین، ہائے نشرہ کے دم سے کیسی رحمتیں تھیں اس گھر پہ، وہ ہر آئے گئے کے سامنے یہی بات دوہراتی تھیں۔

جس شب نشرہ پیکنگ کر رہی تھی، یہ اسی شب کی بات تھی۔

نہ جانے کہاں سے ولید نکل آیا تھا، نشرہ اسے اپنے سامنے اچانک دیکھ کر تھم گئی تھی، حد تھی ڈھٹائی کی، وہ لمحہ بھر کے لئے چپ سی رہ گئی تھی، مگر اس کے تاثرات سخت ناگوار ہو چکے تھے۔

بندے میں ذرا سی شرم حیا یا غیرت ہوتی ہے، جو کہ ولید میں ازل سے نہیں تھی، بس نشرہ میں ہی انسانوں کی پہچان کرنے والا پیمانہ نہیں تھا، تبھی اس نے ولید کی چکنی چپڑی باتوں سے دھوکا کھایا تھا۔

''بڑی بے قراری ہے واپس جانے کی، ہمارا قرار چھین کر۔'' وہ ادھ کھلے دروازے سے پورا اندر آ چکا تھا، نشرہ اس کی چیپ قسم کی بات پر خون کے گھونٹ بھر کر رہ گئی تھی۔

''تو تم کس خوش فہمی میں ہو؟'' بہت دیر بعد نشرہ نے چبھتے لہجے میں کہا تھا۔

''جس گمان میں تم ہو۔'' ولید کا انداز چڑانے والا تھا، وہ تعجب سے اس کی بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

''کیا سمجھتی ہو، سب کی نگاہوں میں دھول جھونک کر بڑی کامیاب شادی کی ایکٹنگ کر سکو گی اور دوسروں کو مطمئن کرنے کے بعد مجھ سے بھی حقیقت چھپا سکو گی؟'' ولید نے بھنویں اچکا کر جیسے نشرہ کے پیروں تلے سے زمین نکال دی تھی، وہ آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی، جو راز اس کے سینے میں دفن تھا، وہ ولید تک کیسے منتقل ہوا؟ خوف و ہراس سے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں، ولید تیر نشانے پہ مار کر اب قدرے مسرور تھا، اسے اندازہ نہیں تھا، نشرہ اس قدر خوف زدہ ہو جائے گی۔

''تم کیا سمجھتی تھی، میں تم سے اتنا بے نیاز ہو چکا ہوں یا تمہیں اس حد تک بھول چکا ہوں کہ تمہاری کوئی خیر خبر ہی نہ رکھتا، میں تو وہاں بیٹھ کر بھی تم پہ نظریں ٹکائے ہوئے تھا کہ تم میری وجہ سے کتنے برے حالات سے گزر رہی ہو، اپنے ہی گھر میں مہمان بن کر رہ رہی ہو۔'' ولید کے اگلے الفاظ نے نشرہ کے پیروں تلے سے زمین کھسکا دی تھی، خوف کے مارے اس کی آنکھیں سکڑ گئی تھیں، وہ ہکا بکا ولید کو دیکھنے لگی، آخر ولید کو یہ بات کیسے پتا چلی۔

''اور اس جی دار پٹھان کو تو دیکھو، یہاں کیسے دلیر بن کر نکاح کیا اور وہاں اپنے گھر والوں کے سامنے ساری گیس غبارے سے نکل گئی۔'' ولید اس کے تاثرات سے حظ اٹھاتا مسلسل شر انگیزی کر رہا تھا۔

''ہیام جیسا بھی ہے تمہیں اس کے بارے میں ایک لفظ نہیں بولنے دوں گی۔'' بالآخر نشرہ بھی پھٹ پڑی تھی۔

''تمہاری حیثیت تو منوا نہیں سکا، کس گمان میں وہاں رہ رہی ہو؟'' ولید نے بھی مسکراہٹ کا چولا اتار کر پھینک دیا تھا، اب وہ دوبدو مقابلے پہ اتر آیا تھا۔

''جس بھی گمان میں رہ رہی ہوں، تم میری فکر میں گھلنے والے کون ہوتے ہو؟'' نشرہ نے بھی غضبناک لہجے میں کہا تھا۔

''میں تمہارا حقیقی خیر خواہ ہوں، تمہارا اصلی قدر دان کیا تم میری محبت کو بھول گئی ہو؟'' ولید نے اچانک پینترا بدلا تھا۔

''بھولی تو میں کچھ بھی نہیں ہوں، جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا، میں کچھ بھی نہیں بھولی۔'' نشرہ کا لہجہ بھی زہریلا تھا۔

''میں نے کچھ بھی نہیں کیا، یہی تو تمہاری بدگمانی ہے، جسے میں دور کرنے آیا ہوں، پلیز نشرہ سمجھنے کی کوشش کرو، اپنا دل صاف کرلو، میں اپنے باپ کی ضد پہ مجبور ہو گیا تھا۔'' اور اس نے لمحوں میں ایک مرتبہ پھر گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیا تھا، نشرہ اس کی مکاری پہ کھول کر رہ گئی۔

''تم اور مجبور، یہ فلمیں کسی اور کے سامنے چلانا، میں سب کچھ سمجھ چکی ہوں، جب تم بھرے خاندان کے سامنے مجھے رسوا کر کے چلے گئے تھے، تب میں ہی تھی، وہی نشرہ جس سے تم محبت کے دعوئ دار تھے، تم نے میرے بارے میں لمحہ بھر کے لئے نہیں سوچا تھا اور وہ ہیام تھا، جس نے میرے سر پہ چادر ڈالی تھی اور مجھے رسوائی سے بچایا تھا، مجھے تحفظ اور مان دیا۔''

''مگر پہچان نہ دے سکا، اپنے گھر والوں کے سامنے ابھی تک کنوارا پھر رہا ہے، جبکہ اس کی ماں بیٹے کا سہرا سجانے کے خواب دیکھ رہی ہے اور خواب بھی وہ جس میں تم کہیں بھی نہیں ہو، اس گھر میں ہیام کی بیوی صرف گالاٹی بن کر آ سکتی ہے، اس حقیقت کو تم سمجھ لو ابھی سے ہی، یہی میرا مخلصانہ مشورہ ہے۔'' وہ اس کے سر پہ بم پھوڑ کر اطمینان سے کھڑا تھا۔

اور نشرہ کی کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والی حالت تھی، اس کا دل حلق میں آ گیا تھا، اگر ولید اتنا کچھ جان چکا تھا تو اس سے مزید بھی کچھ نہیں چھپا تھا، وہ کون مخبر تھا جسے اس نے نشرہ کے پیچھے لگا رکھا تھا، اس کا چہرہ ایک دم ہی سفید پڑ گیا۔

''گھبراؤ نہیں نشرہ!'' اب وہ پوری سچوئیشن کو اپنے کنٹرول میں کر رہا تھا، وہ نشرہ کی قلبی حالت اور اندرونی اکھاڑ پچھاڑ کو انجوائے کر رہا تھا، سارے تیر اس نے نشانے پہ لگائے تھے۔

''میں تمہاری بہتری کا ہی سوچتا ہوں، وہاں رہ کر اپنا وقت اور عمر ضائع مت کرو، پہلے تمہارا کیا رہ جائے گا، ہیام تمہیں کبھی بھی اپنی بیوی کی حیثیت سے متعارف نہیں کروا سکتا، اس کی مجبوری ہے، وہ اپنی ماں کا دل اور خواب توڑنے کی جرأت نہیں کرے گا، وہ ماں جس نے اپنی جوانی اپنے اسی اکلوتے بیٹے کے سہارے پہ برباد کی، وہ اپنی ماں کے خواب کیسے اجاڑے گا اور اس کی ماں تمہیں قبول کر ہی لیتی اگر گالاٹی بیچ میں نہ ہوتی، تو پھر تم کس گمان میں بیٹھی ہو؟'' اچانک اس کا لہجہ نرم اور حلیم ہو گیا تھا، جیسے اس سے بڑا نشرہ کا کوئی خیر خواہ زمانے میں نہیں تھا اور نشرہ لٹھے کی مانند

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

سفید ہو چکی تھی۔

''اسی لئے تمہیں وقت سے پہلے آنے والے وقت کا بتا رہا ہوں، تم خود کو حالات کے دھارے پہ مت چھوڑو، ابھی سے فیصلہ کرو، واپسی کا خیال دل سے نکال دو۔'' وہ پتے پہ پتے پھینک رہا تھا، کوئی تو پتہ اپنی جگہ پہ ٹھیک لگتا۔

''اگر تم سوچ رہی ہو کہ واپس آ کر کیا کرو گی؟ تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔'' ولید نے آنکھوں میں ڈھیر ساری محبت بھر کر کہا تھا۔

قریب تھا کہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے نشرہ کو اپنے شکنجے میں دوبارہ جکڑ لیتا، اچانک وہ اپنے حواسوں میں لوٹ آئی تھی۔

''یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''بکواس؟'' ولید کو جھٹکا لگا، پورے دو گھنٹے کی ریہرسل کے بعد اتنی لمبی چوڑی مکالے بازی کو اس دو ٹکے کی نشرہ نے بکواس کہہ دیا تھا، اس کے تیور ہی بدل گئے تھے، انداز ہی بدل گئے تھے، وہ غصے میں پھنکارنے لگا تھا۔

''کس بھول میں پڑی ہو کہ تمہیں بھول جاؤں گا؟ کسی بھی گمان میں مت رہنا، میں وہ سایہ ہوں جو تمہارا ہمیشہ پیچھا کرتا رہے گا، میں کچھ بھی نہیں بھولا اور نہ بھولنے دوں گا، ایک بات یاد رکھنا، میں بیال میں بھی تمہارے پیچھے ہوں، میری نظروں سے تم بچ کر کہیں نہیں جاؤ گی۔'' وہ غصے میں بے ربط ہی بول رہا تھا۔

''اور اگر تم میرے کہے پہ نہیں چلو گی، تو یاد رکھنا، میں ہیام کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔'' اس کا انداز وارننگ دینے والا تھا۔

''تو تم کیا کر لو گے؟'' نشرہ نے سنبھل کر تیوری چڑھا کر پوچھا، وہ اس کی گیدڑ بھبکیوں میں آنے والی نہیں تھی۔

''یہ تو وقت ثابت کرے گا۔'' اس کا انداز پراسرار قسم کا تھا۔

''تو وقت سے کہنا، ثابت کر کے دکھائے، میں کسی وقت سے نہیں ڈرتی، اور نہ ہی کوئی میرے قدم اکھاڑ سکتا ہے۔'' نشرہ نے اس کی دھمکیوں کو چٹکیوں میں اڑا دیا تھا، ولید تو اس کا اعتماد دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔

کیا یہ وہی نشرہ تھی، بات بہ بات رونے والی، کمزور، دبو اور بے بس، نشرہ کے تو انداز ہی بدل گئے تھے، وہ پیار، محبت، غصے، دھمکی کسی بات میں نہیں آئی تھی، یعنی نشرہ بدل گئی تھی۔

ولید کی بھنویں سکڑ گئی تھی اور وہ پرسوچ نظروں سے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے لگا تھا، نشرہ کے اس اعتماد کی زمین کو کیسے ہلایا جا سکتا تھا؟ اس کا غرور کیسے توڑا جا سکتا تھا؟ اس کے حواس کیسے اڑائے جا سکتے تھے؟

بہت دیر کی بچار کے بعد ولید کے لبوں پر مسکان اتر آئی تھی، ایسی مسکان جو زہر میں ڈوبی تھی۔

''بہت خوب۔'' وہ سراہے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''تو تم واپسی کا کبھی نہیں سوچو گی۔'' ولید نے گہری طنزیہ مسکراہٹ سے نشرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''کبھی نہیں۔'' وہ پتھر کی طرح مضبوط تھی۔

''سوچ لو۔''

''مجھے سوچنے کی بھی ضرورت نہیں۔'' اس نے زہر خند لہجے میں کہا تھا۔

''تو پھر دیکھتی رہنا کیا ہوتا ہے، تم نہ سہی، تمہارے جیسی ہی سہی، ہیام نے تمہیں مجھ سے چھینا ہے، میں ہیام کی بہن کو چھین لوں گا۔'' ولید نے اگلے ہی لمحے نشرہ کے اعتماد کی پوری عمارت ہلا کر رکھ دی تھی۔

وہ آنکھیں پھاڑے ششدر سی دیکھتی رہ گئی، ولید کا بول کر گیا تھا؟ نشرہ کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، اس کے حواس اپنی جگہ پہ نہیں تھے اور وہ بدحواس ہو کر پلنگ پہ ڈھیر ہو گئی تھی، اس کے ذہن میں آخری خیال بس عروفہ کا تھا، جو ولید جیسے شاطر اور مکار آدمی کے چنگل میں پھنس چکی تھی۔

☆☆☆

بنو محل میں سورج نجانے کہاں سے طلوع ہوا تھا؟

پری گل جب نیچے اتری تو نیند سے مندی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئی تھیں، اس نے آنکھیں مل مل کے سامنے والے منظر کو دیکھنا چاہا تھا، مگر بار بار آنکھوں کے سامنے پردہ آ جاتا تھا، اس نے اڑتے حواس بمشکل یکجا کر کے نیچے ہال میں ہونے والی افراتفری کو سمجھنا چاہا۔

اس کی چھوٹی عقل میں بس اتنی سی بات سمائی تھی کہ شاہوار لالا کی دولہن نے ہال کی پوری سچوئیشن تبدیل کر دی تھی، نیچے سالوں پرانا بی جاناں کا جہیز کا سامان نجانے کہاں غائب کر دیا گیا تھا، حالانکہ کئی ادوار گزر گئے تھے، کسی کی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ بی جاناں کا سامان اٹھا کر کسی کونے میں لگا دیتا، محل میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوتی رہی تھیں، مگر ایسی تبدیلی کسی آنکھ نے نہیں دیکھی تھی۔

پری گل متوحش ہو کر تیزی سے نکھری ستھری شاہوار لالا کی دولہن تک آئی، جو ہاتھ میں چائے کا مگ پکڑے اپنے ہلکے گیلے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئی گلاس وال سے دور دور تک پھیلے انار کے باغات کو دیکھ رہی تھی، اس کے چہرے پہ بڑی شگفتہ قسم کی مسکراہٹ تھی، پری گل ہراساں سے انداز میں عشیہ تک آئی۔

''اوئی ماں! یہ کیا کر دیا؟ بی جاناں کا سامان کدھر کر دیا؟'' عشیہ نے پلٹ کر ہراساں سی پری گل کو دیکھے بنا مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''اس کی جگہ پہ پہنچا دیا۔''

''مگر کہاں؟'' پری گل نے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

''جو اس کا ٹھکانہ تھا وہاں۔'' عشیہ محظوظ سی مسکراہٹ لبوں کی تراش میں سجا کر بولی تھی۔

''ہائے کدھر؟'' پری گل کا دل تھم گیا تھا۔

''کباڑ خانے میں، جہاں اس کی جگہ تھی۔'' عشیہ محظوظ ہوئی تھی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''او مائی، کیا کر دیا۔'' پری گل خوف سے پیلی پڑ گئی تھی۔
''وہی جو میں کرنا چاہتی تھی، اتنا مس فٹ لگ رہا تھا پرانا کباڑ، اٹھا کر پھنکوا دیا۔'' اب کہ وہ کندھے اچکا کر ہنس رہی تھی۔
''بی بی جاناں قیامت اٹھالیں گی۔'' پری گل اسے متوقع صورت حال سے بچانا چاہتی تھی، چاہے کچھ بھی ہو جاتا بی جاناں کے تخت کو اٹھا کر کباڑ میں پھنکوانا معمولی واقعہ نہیں تھا، ابھی نجانے یہاں کیا ہونے والا تھا؟ پری گل تھر تھر کانپ رہی تھی۔
''بی جاناں اپنے وجود کا بوجھ نہیں اٹھا سکتیں، قیامت کیا اٹھائیں گی؟'' عشیہ نے تمسخرانہ انداز میں کہا تھا۔
''آپ کو نہیں پتا۔''
''مجھے سب پتا ہے۔'' عشیہ نے اسے تسلی دی تھی۔
''ام تمہارے بھلے کو کہہ رہا ہے بی بی، بہت مشکل میں پھنس جائے گا۔'' پری گل اس کی ہمدردی اور فکر میں مری پڑ رہی تھی مگر دوسری طرف اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔
''بی جاناں، اول تو تمہیں چھوڑے گا نہیں اور اگر صندیر لالا کو خبر ہو گئی تو بڑا تماشا ہو گا۔''
''دیکھا جائے گا میری جان، تم اپنی ننھی سی جان پہ بوجھ نہ ڈالو، نہ دماغ کو تکلیف دو۔'' وہ مسکراتے ہوئے اس کا گال تھپتھپا کر اندر کہیں گم ہو گئی تھی، جبکہ پری گل بت بنی اسے جاتا دیکھتی رہی، پھر یوں ہوا کہ۔
رات سے پہلے ہی بھونچال آ گیا۔
بی جاناں کی خادمہ خاص انہیں بڑے ہال میں تخت پہ بٹھانے کے لئے لائی تو تخت ہی ندارد تھا، بلکہ بہت سارا قیمتی سامان غائب تھا، قیمتی یعنی بی جاناں کی نظر میں قیمتی، ان کے جہیز کا سامان، جونجانے کتنی دہائیوں سے ہال کی زینت بنا رہا تھا اور اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا، بی جاناں کے دل کو ایک بہت بڑا دھچکا لگا تھا، انہوں نے اکھڑی سانسوں پہ قابو پا کر خادمہ سے پوچھا۔
''میرا تخت کہاں ہے؟'' خادمہ لاعلم تھی، بے چاری خوفزدہ سی نفی میں سر ہلانے لگی۔
''مجھے کچھ خبر نہیں۔''
''پری گل کو بلاؤ، میں کہہ رہی ہوں پری گل کو بلاؤ۔'' انہوں نے بمشکل اپنے گرج دار لہجے میں چلا کر کہا تھا، یہ اور بات تھی کہ لہجہ اور الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے، پری گل کے حاضر ہوتے ہی عدالت سج گئی تھی۔
''میرا تخت کہاں ہے؟'' بی جاناں نے گرج کر کہا تھا اور پری گل کا مارے خوف سے سانس ہی بند ہو گیا۔
''میں پوچھ رہی ہو، میرا تخت کہاں ہے؟'' بی جاناں ایک مرتبہ پھر چلائی تھیں۔
پری گل کی زبان گنگ ہو گئی تھی، خادمہ بے چاری ہراساں تھی، جبکہ بی جاناں چلا رہی تھیں۔
''اس سے کیا پوچھ رہی ہیں، مجھ سے پوچھیں آپ کا تخت کہاں ہے؟'' معاً وہ کسی مغرور شہزادی کی طرح زینہ بہ زینہ سیڑھیاں اترتی بول رہی تھی۔

خادمہ اور بی جاناں نے ایک ساتھ گردن موڑ کر دیکھا تھا، بی جاناں کا چہرہ اسے دیکھتے ہی نفرت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔

''چلائے بغیر بھی آپ کو اس سوال کا جواب مل سکتا تھا۔'' وہ آخری سیڑھی پر لمحہ بھر رکی تھی۔

''آپ کا تخت الٹ چکا ہے، ان گنت دہائیوں سے اس تخت پہ راج کیا ہے آپ نے، اب تخت پرانا ہو چکا تھا، زیادہ سے زیادہ چند سال ہی چل سکتا تھا، اسے دیمک اور گھن لگ گیا تھا، میں نے اٹھوا کر پھینکوا دیا۔'' عشیہ نے آرام سے ان کے سر پہ دھماکہ کیا تھا، ایسا دھماکہ کہ جس نے بے جاناں کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔

''آپ ہمیشہ سے دوسروں کے تخت الٹتی آئیں ہیں، آج میں نے آپ کا حصے کا کام کر دیا ہے۔'' عشیہ نے سکون سے اپنے ہاتھ جھاڑے تھے۔

''بدبخت لڑکی، ذلیل عورت کی اولاد، جیسی وہ حرام خور تھی، ویسی تو حرام خور نکلی، بدذات لڑکی۔'' بی جاناں کے منہ سے کف نکلنے لگا تھا، خادمہ اور پری گل انہیں سنبھالنے کے لئے آگے بڑھی تھیں تو انہوں نے ان دونوں کے ہاتھ جھٹک دیئے تھے۔

''حرام زادیاں سب کی سب ایک جیسی ہیں۔'' وہ نفرت و حقارت سے کہہ رہی تھیں، ان کا کمزور وجود غصے کی انتہا سے کانپ رہا تھا۔

''میری ماں کو گالی دینے کی ضرورت نہیں، وہ جیسی تھی آپ سب سے بہت بہتر تھی، آپ جیسی متکبر اور ظالم عورت سے بہت بہتر۔'' عشیہ نے بی جاناں کے کانپتے وجود پہ نگاہ جما کر وارننگ دینے والے انداز میں کہا تھا، اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''تیری اوقات کیا ہے؟ دو ٹکے کی رذیل لڑکی۔''

''میری اوقات جو بھی ہے، بہت جلد آپ پہ واضح ہو جائے گی۔'' عشیہ نے بڑے سکون سے جواب دیا تھا۔

''ابھی یہ ٹریلر ہے، پوری فلم پھر کبھی سہی۔''

''بکواس مت کر، کیا سمجھتی ہے؟ اپنی ماں کی طرح ادائیں دکھا کر میرے پوتے کو پھانس لینے کے بعد میرے گھر پہ بھی قبضہ کر لے گی۔'' انہوں نے زہرخند لہجے میں کہا تھا۔

''ایسا میری زندگی میں نہیں ہوگا۔''

''آپ کی زندگی کے بعد تو ہوگا؟ اور بعد میں کیوں؟ آپ سارے رنگ بدلتے دیکھیں گی اور تعجب سے دیکھیں گی، میری ماں کو دربدر کرنے والے ایک دن وقت اور نظام بدلتے دیکھیں گے۔'' عشیہ کا لہجہ مضبوط اور دوٹوک قسم کا تھا۔

''جس خواب کو سجا کر آئی ہو، وہ میں کبھی پورا نہیں ہونے دوں گی، تم کیا سمجھتی ہو، شاہوار کے کندھوں پہ سوار ہو کر تم بنو محل کی راج دھانی کو اپنے قبضے میں کر لو گی۔'' بی جاناں آگ بگولہ ہو گئی تھیں۔

''وہ تو میں کر ہی لوں گی۔'' اس کا انداز استہزائیہ تھا۔

''میں تمہیں یہاں سے دھکے دے کر نکالوں گی، تمہیں اپنی ماں کا انجام بھول گیا ہے۔'' بی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

جاناں اب دھمکیوں میں اپنی سپورٹ تلاش کر رہی تھیں، شاید دھمکیوں کی ڈھال لے رہی تھیں۔
''اپنی ماں کا انجام ہی تو یاد ہے۔'' اس نے بھی ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا تھا۔
''تو تم انتقام لینا چاہتی ہو۔'' بی جاناں نے استہزائیہ لب و لہجے میں جیسے مذاق اڑایا تھا۔
''مجھے لینے کی ضرورت ہی نہیں، قدرت خود انتقام لے گی۔'' عشیہ نے ان کا گمان دور کیا تھا۔

''میں دیکھتی ہوں، شاہوار تمہیں یہاں کیسے رکھتا ہے۔'' بی جاناں نے اپنا پینترا بدل لیا تھا۔
''میں بھی دیکھتی ہوں، شاہوار مجھے یہاں سے کیسے نکالتا ہے۔'' وہ بھی برجستہ بولی تھی، دو ٹوک بی جاناں اس کے اعتماد پر لمحہ بھر کے لئے ڈانوں ڈول ہوئی تھیں۔
''تو دیکھ لینا، جیت کس کی ہوتی ہے۔'' انہوں نے نفرت سے کہا تھا۔
''میں دیکھوں گی مات کسے ہوتی ہے۔'' عشیہ اب کہ پرسکون تھی۔
''ابھی تو تخت الٹا ہے، ابھی بہت کچھ الٹنا باقی ہے۔''
''میں تمہاری زبان کاٹ ڈالوں گی۔'' بی جاناں آگ بگولہ ہو گئی تھیں۔
''آپ نے جو کچھ کرنا ہے کر لیں، مجھے جو کرنا ہوا کر لوں گی۔'' عشیہ نے انہیں فری ہینڈ دے دیا تھا، وہ اس کے اعتماد پر انگشت بدناں تھیں
وہ ان کے جلال سے نہ ڈری تھی نہ سہمی تھی، بلکہ دوبدو ان کا مقابلہ کر رہی تھی، بی جاناں کو پہلی مرتبہ اس چھٹانک بھر کی لڑکی سے خوف آیا تھا۔
اور رات کو معاملہ اعلیٰ عدالت میں چلا گیا، عشیہ نے توقع سے بڑھ کر ہی معاملے کو گرم اور بگڑتا پایا تھا، بی جاناں نے شاہوار کے سامنے نجانے کون کون سے دکھ رول ڈالے تھے اور کون کون سی شکائتیں لگائی تھیں، شاہوار اپنے کمرے میں آیا تو اس کا موڈ اچھا نہیں تھا، عشیہ سمجھ تو گئی تھی تاہم اس نے جان بوجھ کر نظر انداز کیا تھا۔
اسے بی جاناں کی کوکنگ سروس پہ کوئی تعجب نہیں تھا، تاہم ان کے جھوٹ پر اسے بے پناہ غصہ آیا تھا۔
''میں نے ان سے کوئی بدتمیزی نہیں کی۔'' عشیہ نے دبے لہجے میں وضاحت کی تھی۔
''تو پھر وہ جھوٹ بول رہی ہیں۔'' شاہوار بگڑ گیا تھا۔
''میں نے یہ بھی نہیں کہا۔''
''تو پھر...... یہ سب کیا تھا؟ جو آج ہوا؟ بی جاناں کا تخت اٹھوانے کی آج تک کسی نے اس گھر میں جرأت نہیں کی، تم نے ایسا کیوں کیا؟'' وہ پہلی مرتبہ ساری نرمی کو ایک طرف رکھ کر بگڑا تھا۔

''کوئی ریزن تھا، اسی لئے کیا۔'' عشیہ زچ ہو کر بولی تھی۔
''کیا ریزن تھا؟'' اس نے خفگی سے پوچھا، اسے عشیہ سے ایسی بدمزگی اور بدتمیزی کرنے کی امید ہی نہیں تھی، ویسے بھی بی جاناں نے شاہوار کو خوب پمپ کر کے بھیجا تھا۔
''تخت کو دیمک لگ گئی تھی، یا تو مرمت کروا لیتے نا، اب اس کی حالت اتنی خستہ تھی، کسی بھی

روز ٹوٹ کر گر جاتا، نقصان کس کا ہونا تھا؟'' عشیہ نے ماتھے پر بل ڈال کر کہا تھا۔
''تو یہ بات طریقے سے کی جا سکتی تھی۔'' شاہوار اب کے قدرے مدھم ہوا تھا۔
''طریقے سے ہی کی تھی، بی جاناں نے خود بات بڑھا دی تھی، اوپر سے شکایت بھی لگا دی۔''
عشیہ نے بسور کر کہا تھا، شاہوار کے دل کو کچھ ہوا، آج پہلی مرتبہ اس نے ضرورت سے زیادہ ہی عشیہ کو سنا دی تھیں، ویسے بھی کمرے کی فضا کثیف تھی، شاہوار نے گہرا سانس بھرتے ہوئے کہا۔
''اب سبورا ہوا منہ ہی کھلاؤ گی، کچھ کھانے شانے کا بندوبست کر دو، شوہر کی کوئی پرواہ ہی نہیں، سارے دن کی مغز ماری کے بعد گھر آیا ہے بے چارہ۔'' شاہوار نے دکھی لہجے میں منت کی تھی، عیشہ نے ناک چڑھا کر اسے دیکھا اور لاپرواہی سے جواب دیا۔
''بی جاناں سے میری شکایتوں کی ایک اور کلاس لے آؤ، پیٹ بھر جائے گا۔''

☆☆☆

امام سے اس کا دوسرا تیسرا اور چوتھا ٹکراؤ بھی اتفاقاً ہی ہوا تھا۔
اس دن وہ علاقے کی واحد بیکری سے کچھ پیسٹریاں پیک کروا کر باہر نکلی تھی، جب امام بھی اسے بیکری سے نکلتا دکھائی دیا تھا۔
اس نے نیل بر کو دیکھ لیا تھا، تبھی خیر مقدمی مسکراہٹ لبوں پر سجاتا قریب آ گیا تھا، غیر ارادتاً اس نے نیل بر کے ہاتھ سے شاپر پکڑ لئے تھے۔
''اب پھر اکیلے کہاں گھوم رہی ہو؟ تمہارا باڈی گارڈ کہاں ہے؟''
''باڈی گارڈ کے اپنے بھی بہت سے کام ہیں۔''
''میری چوکیداری نہیں کر سکتا۔'' نیل بر نے ہنس کر جواب دیا تھا۔
''اسے بتائے بغیر نکل آئی ہو گی۔'' امام نے خفگی سے پوچھا۔
''یس آف کورس۔'' نیل بر ہنس پڑی۔
''کوئی حال نہیں تمہارا۔'' امام نے با آواز بلند چیچ کیا۔
''میرا پیسٹری کھانے کو دل کر رہا تھا۔'' نیل بر نے باہر نکلنے کی مجبوری بتائی تھی۔
''آپ کے دل کے کیا کہنے۔'' وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا ہلکا سا مسکرایا تھا، آج موسم پھر ضرورت سے زیادہ خوشگوار تھا، ہلکی نم ہوا بتاتی تھی کہ کہیں پہاڑیوں پر بدلیوں نے خوب دھوم مچائی تھی، وہ اپنے اڑتے بکھرتے بال بینڈ میں جکڑتی اسے بتا رہی تھی۔
''میں اتنی بڑی حویلی میں بند رہ کر بور ہو چکی ہوں، یہاں کوئی فاریسٹ آفیسر آیا ہے فیملی سمیت، سوچ رہی ہوں اسے پے انگ گیسٹ کے طور پر رکھ لوں۔''
''خیال تو برا نہیں، اگر فیملی سمیت ہے تو۔'' امام نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔
''فیملی تو ہے، شاید بچے البتہ بیوی نہیں۔'' نیل بر نے اپنی معلومات کے مطابق بتایا تھا۔
''اور بیوی کہاں ہے؟''
''شاید فوت ہو گئی ہے۔''
''او...... سو سیڈ۔'' امام نے ہمدردی سے کہا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''پھر تو آسانی رہے گی اگر بچے ہیں تو حویلی کا ایک حصہ پہ انگ گیسٹ کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے۔''

''ہاں...... نا۔'' نیل بر نے شدومد سے سر ہلایا تھا۔

''ویسے بھی اس فیملی کا قیام اتنا لمبا نہیں ہوگا۔''

''ان کا ریسٹ ہاؤس تعمیر ہو رہا ہے نا، جب تک انڈر کنسٹریشن ہے تب تک کے لئے انہیں چاہیے۔'' نیل بر نے تفصیل بتائی تھی۔

''یہ تو زیادہ بیسٹ ہو گیا، بچوں میں تمہیں بوریت محسوس نہیں ہوگی۔''

''وہی تو میں سوچ رہی ہوں، مگر جہاندار متذبذب ہے۔'' نیل بر نے بسور کر بتایا تھا۔

''وہ کیوں؟'' امام نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ کہتا ہے، اس طرح پرائیویسی نہیں رہے گی، اسے اکیلے رہنے کی عادت ہے نا۔'' نیل بر نے وجہ بتائی تھی۔

''اسے عادت بنانی چاہیے نا، کبھی تو لمبی چوڑی فیملی کے ساتھ رہنا پڑ سکتا ہے۔'' امام کا انداز معنی خیز تھا، جو کہ نیل بر سمجھ نہیں سکی تھی۔

''شاید مان ہی جائے، کیونکہ وہ آفیسر بہت ریکویسٹ کر رہا تھا، ایکچوئیلی وہ اپنے بچوں کو محفوظ جگہ پہ رکھنا چاہتا ہے۔'' نیل بر نے مزید بتایا تھا۔

''اس سے تمہاری تنہائی دور ہو جائے گی۔'' امام نے خوش دلی سے کہا تھا۔

''جہاندار کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیے۔''

''اور تم سناؤ، میرے گھر لنچ کرنے نہیں آئے۔'' نیل بر کو اچانک اس کا وعدہ یاد آیا تھا۔

''اصل میں اپنا سٹومک اسٹرونگ کر رہا ہوں نا، جب ہو جائے گا تو دولت کدے پہ ضرور حاضری دوں گا۔'' امام نے جان بوجھ کر اسے چڑایا تھا، نیل بر کا موڈ آف ہو گیا۔

''اب اتنی بھی بری کک نہیں ہوں۔''

''یہ تو ٹیسٹ سے پتا چلے گا۔'' امام نے اسے پھر سے چڑایا تھا۔

''اب تمہیں آنا ہی پڑے گا، میں تمہارے اس طعنے کا جواب دوں گی۔'' اس نے وارننگ دینے والے انداز میں کہا۔

''میں نے کب انکار کیا ہے۔'' امام ہنس پڑا۔

''ذرا شیڈول ٹائٹ تھا ان دنوں، سوچا فری ہو کر ریلیکس کرتا ہوں۔''

''اوکے، اس ویک اینڈ پہ انتظار کر رہی ہوں، انکار نہیں سنوں گی۔'' نیل بر نے انگلی اٹھا کر حکم دیا تھا، امام نے سر تسلیم خم کیا۔

''بندے کی کیا مجال؟''

''تو پھر ڈن ہوگا۔'' نیل بر بے ساختہ خوش ہوئی تھی، باتوں کے دوران سفر کٹنے کا پتہ ہی نہیں چلا، کچھ ہی دیر میں پرشکوہ حویلی کا بڑا پھاٹک سامنے آ گیا تھا، امام اسے خدا حافظ کہتا نکل گیا۔

جب نیل بر اندر آئی تو جہاندار کی جیپ گیراج میں کھڑی تھی، وہ اپنی خیر مناتی ہی اندر آئی تھی،

آج تو جہاندار کی کلاس سے بچنا مشکل ہی تھا۔
وہ ڈرتے ڈرتے بڑے ہال میں آئی تو جہاندار اسٹرابیریز کا باؤل سامنے رکھے معائنہ کر رہا تھا، نیل بر نے گلا کھنکھار کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا، جہاندار نے گہرا سانس بھرتے ہوئے نیل بر کی طرف دیکھا، وہ ذرا روہانسی کھڑی تھی، تذبذب کا شکار۔
''سیر سپاٹا، ہو گیا پورا۔'' کچھ دیر بعد جہاندار نے طنزیہ پوچھا تھا۔
''میں صرف بیکری تک ہی گئی تھی۔'' اس نے بسور کر بتایا تھا۔
''اور بیکری نیچے وادی میں ہے۔'' جہاندار کا انداز خفگی لئے ہوئے تھے۔
''تمہیں اپنا ذرا بھی خیال نہیں، تو میرے حال پہ ہی رحم کر لو، ان اونچے نیچے رستوں کی قطعاً خبر نہیں، نیل بر صاحبہ بہت نازک اندام ہیں، کوئی بھی نوکیلا کنکر تمہارے پیروں کے نیچے آ گیا تو پھسلتے ہوئے تمہیں کچھ یاد نہیں رہے گا اور تمہاری ڈیڈ باڈی مجھے کسی کھائی سے ملے گی۔''
''اب ڈراؤ تو نہیں۔'' نیل بر خوفزدہ سی جھرجھری لیتے ہوئے بولی تھی۔
''یہ حقیقت ہے میری جان، جو تمہیں سمجھ نہیں آ رہی، شاید تمہارے خیال میں تم پہ میں پابندیاں لگاتا ہوں، مگر یہ بات نہیں ہے، میں تمہارے بھلے کو سمجھاتا ہوں، تم یہاں کے پتھریلے راستوں پہ چلنے کی عادی نہیں ہو۔'' اس کا انداز نرم ہی تھا، نیل بر کو ڈھارس پہنچی تھی۔
''اچھا، آئندہ احتیاط کروں گی۔'' اس نے بحث سے بچنے کے لئے کہا تھا۔
''یہ وعدہ آپ بہت دفع کر چکی ہیں۔''
''توڑا تو نہیں نا۔'' نیل بر نے جتایا۔
''یہ تو اللہ کو مجھ پہ رحم آ جاتا ہے، ورنہ تم تو کوئی کسر نہ چھوڑو۔'' جہاندار نے ایک مرتبہ پھر اسٹرابیریز کا معائنہ کرنا شروع کر دیا تھا۔
''اب ان پہ کون سا تھیسس لکھ رہے ہو۔'' نیل بر نے ذرا حیرت اور ذرا اشتیاق سے پوچھا تھا۔
''ان کی ناقدری کا تماشا دیکھ رہا ہوں۔'' جہاندار نے افسوس سے کہا۔
''فروٹس فریج میں پڑے پڑے گل سڑ جاتے ہیں اور محترمہ پیسٹریز کے پیچھے ہلکان ہوئی رہتی ہیں۔''
''اوہ......نو...... جہاندار، میرا دل خراب ہوتا ہے، فروٹس سے۔'' اس نے بری سی شکل بنائی تھی، جہاندار نے گہرا سانس بھر کے باؤل میز پر رکھ دیا۔
''تمہارا کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا، اس دفع کی تمہاری رپورٹس اچھی نہیں آئی ہیں، ایچ بی کم ہو رہا ہے اور تمہیں صحت بخش غذا کی ضرورت ہے۔'' جہاندار نے قدرے خفگی سے پیسٹریز کے ڈبے کو گھورا تھا۔
''کھاتی تو ہوں۔'' اس نے لاپرواہی سے جواب دیا تھا۔
''ڈاکٹرز کی ہر بات کو مانا جائے تو ہو چکا گزارہ۔''
''کچھ بھی ہو جائے، تم اب اس ڈائٹ چارٹ کے مطابق ڈائٹ لے رہی ہو اور یہ میرا حکم

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ہے سمجھی۔'' جہاندار نے کچھ کاغذات اور فائلز اسے پکڑائی تھیں، جس میں ایک ڈائٹ پلان بھی تھا۔

''اچھا......نا۔'' نیل بر نے برا سا منہ بنا کر پکڑ لیا تھا۔

''اب یہ بتاؤ، میں اتنے بڑے گھر میں اکیلے رہ رہ کر کیا کروں؟'' وہ شدید بے بس نظر آ رہی تھی۔

''اتنا بور ہو جاتی ہوں، یہ بڑی بڑی پراسرار دیواریں دیکھ کر میرا دل اکتا چکا ہے، نہ یہاں کوئی پڑوسی ہے، نہ کوئی جاننے والا، بندہ جائے تو کہاں جائے۔''

''اب میں یہاں پڑوسی کیسے اگاؤں؟ اور لمبی چوڑی فیملی کہاں سے لے آؤں، میرا خاندان ہی ختم ہو گیا، ورنہ کبھی اس حویلی میں صرف انسانی آوازوں کا ہی شور ہوتا تھا۔'' جہاندار نے گہرا سانس بھر کے کہا تھا۔

''میں یہ نہیں کہہ رہی۔'' نیل بر جھنجھلائی تھی۔

''تو پھر؟'' جہاندار کو تعجب ہوا تھا۔

''اس کا کوئی اور حل نہیں ہے۔'' نیل بر نے آس بھرے لہجے میں کہا تھا۔

''ایک حل ہے نا یہاں اسکول کھول لوں، یا پھر دار الاطفال بنا لوں، تم لاوارث بچوں کی خدمت کرنا اور ثواب حاصل کرنا، تمہیں مصروفیت بھی مل جائے گی اور ذہنی سکون بھی۔'' جہاندار کے حل پہ اس کا موڈ بگڑ گیا تھا۔

''اس سے بہتر اور کوئی حل نہیں تھا؟''

''کیوں؟ یہ پسند نہیں آیا؟'' جہاندار نے حیرت سے پوچھا تھا۔

''پلیز جہاندار۔'' وہ خفگی سے بولی تھی۔

''تم اس فیملی کو لے آؤ نا، اس سے میری تنہائی بھی دور ہو جائے گی۔'' اس کا انداز ٹھنکنے والا تھا، جہاندار کچھ پل کے لیے سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

''ہوں سوچتا ہوں کچھ، وہ لڑکا اشعر، کافی مجبور لگ رہا تھا، اسے فی الحال کوئی اچھی رہائش نہیں مل رہی تھی، وہ اپنے بچوں کو ساتھ لانا چاہتا ہے۔''

''تو پھر؟'' نیل بر نے جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم اسے کہو اپنے بچوں کو لے آئے اور کچھ سامان بھی، یہاں فرنیچر کی کمی ہے۔''

''اوکے تم ریلیکس رہو، میں تمہاری تنہائی دور کرنے کا کچھ سوچتا ہوں۔'' خلاف توقع جہاندار بہت جلد مان گیا تھا، دراصل اس کنڈیشن میں وہ نیل بر کو بالکل بھی ٹینشن نہیں دینا چاہتا تھا، سو اس نے بغیر بحث کیے نیل بر کی بات مان لی تھی اور نیل بر اتنی سی بات پہ بے پناہ خوش اور مطمئن ہو چکی تھی۔

☆☆☆

پرے دل کی ڈوری تھام کہ
میں چلی پل صراط پر
مرے آس پاس اندھیرا ہے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ہر جانب سایہ تیرا ہے
مجھے خبر نہ ارد گرد کی
آنکھوں میں بیٹھی تتلیاں درد کی
میری سانج سونی شام دے
آ تو بھی دل کی ڈوری تھام لے
تو بدل دے رنگ جدائیوں کے
آملن کے لمحے
سنگ میرے گزار دے

رات کے تیسرے پہر جب سارے عالم پہ سکوت طاری تھا، جب ہوائیں بھی سہم کر بیٹھی تھیں اور جانور بھی اونگھتے پھر رہے تھے، حمت کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہیں تھا۔

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ دوپٹے کے پلو کو کھولا تھا، جس کے اندر ایک چھوٹا موبائل رکھا تھا، جو اس نے پری گل کو دو ہزار دے کر منگوایا تھا، یہاں گو کہ کسی کے سن لینے کا خطرہ نہیں تھا، پھر بھی حمت بہت ہی خوفزدہ تھی، اس نے موبائل کو نکال کر اس کے بٹن پش کیے تو کمرے میں نیم ملگجی سی روشنی پھیل گئی تھی، ساتھ ہی دل کی دھڑکنوں میں طلاطم آ گیا تھا، بہت ہمت کے بعد اس نے ایک نمبر ڈائل کرنے کی کوشش کی تھی، ابھی دو ہی بیل گئی ہوں گی کہ کال کاٹ دی گئی تھی، حمت کا دل بجھ سا گیا۔

''کیا اس نے نمبر نہیں پہچانا تھا؟'' اور ابھی وہ بدگمانی کے پہلے ہی کنارے پہ تھی جب اچانک موبائل کی اسکرین بلنک کرنے لگی تھی، اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، حمت کی ہمت ہی نہیں پڑی تھی کہ کال ریسیو کر لیتی، کچھ ہی دیر بعد موبائل اسکرین آف ہو گئی تھی، شاید وہ بیزار ہو گیا تھا، لیکن کچھ ہی دیر بعد اسکرین پہ ایک میسج روشن ہوا تھا۔

ایک اداس کمرے میں
رات کے اندھیرے میں
سوچ کے دریچوں میں
یاد کے جھروکوں میں
اک دیا سا جلتا ہے
سوچتا ہوں کس طرح
اس نے زندگانی کو
دکھ بھری کہانی کو
معتبر بنایا ہے
پھر تمام سوچوں کی
کرچیاں سمٹ گئیں
فاصلوں میں بٹ گئیں

اس لئے تو کہتا ہوں
پیار سے جدائی میں
فنا کا شوق ہے تو پھر
مے کشی ضروری ہے
خودکشی ضروری ہے
قضا سے خوف ہے تو پھر
کبھی کسی کی چاہت پہ
اعتبار مت کرنا
اور پیار مت کرنا

اور حمت کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، یہ اسی دشمن جان کا میسج تھا۔

کچھ ہی دیر بعد اسکرین پہ ایک نمبر دوبارہ روشن ہوا تھا، اب کہ حمت نے کال پک کر لی تھی اور اس کے کال اٹھاتے ہی دوسری طرف سے گہرا سکون بھرا سانس لیا گیا تھا۔

''تو یاد آ ہی گئی ہماری۔'' نجانے یہ شکوہ تھا، یا تمہیدی انداز گفتگو، وہ سمجھ نہیں پائی تھی مگر اس کی آواز سن کر دل بے قابو ہو رہا تھا۔

''یاد ان کی آتی ہے، جو بھول جاتے ہیں، جو زندگی کے لمحے لمحے کی تسبیح ہو، انہیں کون یاد کرتا ہے؟'' حمت نے بمشکل اپنی کانپتی آواز پر قابو پا کے جواب دیا تھا۔

''مجھے خوشی ہے، کہ تم مجھے نہیں بھولی۔'' امام کی آواز میں ہلکی سی رنجش اور کبیدگی محسوس ہوتی تھی، یہ حقیقت تھی کہ حمت نے اسے اپنی خیریت تک بتانا بھی گوارا نہیں کیا تھا اور یہ تو امام تھا، قول کا پکا، جو ابھی تک عہد نبھا رہا تھا۔

''تو ممکن ہے کہ بھول جاؤں؟''

''کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا۔'' وہ شاید حقیقت بیان کر رہا تھا، یا کچھ زیادہ ہی تلخ ہو رہا تھا۔

''میری مجبوریوں کو نہیں سمجھتے؟'' حمت نے روہانسا ہو کر کہا تھا۔

''اب تک مجبوری کو ہی تو سمجھ رہا ہوں۔'' امام نے اپنا انداز بدل لیا تھا، وہ حمت کو کسی احساس پشیمانی کے سپرد نہیں کر سکتا تھا اور وہ بھی اس صورت حال میں جبکہ وہ حمت کی مجبوریوں کو سمجھتا تھا۔

''کیسے یاد کر لیا ہے؟'' وہ شاید کال کرنے کا سبب پوچھ رہا تھا۔

''ایسے ہی وادیوں میں تمہاری خوشبو چکرا رہی تھی، میرے دل نے کہا، تم قریب ہو۔'' وہ حمت کے کیسے خوبصورت الفاظ کے شکنجے میں جکڑ گیا تھا۔

''اور اگر میں کہوں ہاں تو۔'' امام نے بہت ملائمت سے پوچھا۔

''تو یہ احساس زندگی کا سب سے خوبصورت احساس ہوگا۔'' حمت کی آنکھ بھر آئی تھی، وہ اسے کیسے بتاتی؟ امام اس کی زندگی کے ایک ایک تکلیف دہ پل کا مرہم تھا، اس کو یاد کرنا، سوچنا، یہ سب کس قدر دلنشین احساسات تھے۔

''تم کہاں ہو اس وقت؟'' امام نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا تھا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''صندیر لالا کی ایک مہمان کی خدمت پہ مامور ہوں۔'' حمت نے آہستگی سے بتایا تھا۔
''یہاں سے باہر ہو؟'' امام نے حیرت سے پوچھا تھا۔
''شاید ہاں...... مجھے علاقے کی سمجھ نہیں، کس لوکیشن پہ ہے۔'' حمت نے بے بسی سے کہا تھا، اسے واقعی ہی اس علاقے کا نہیں پتا تھا، جہاں ان دنوں اس کا قیام تھا۔
''میں یہاں گلگت میں ہوں۔'' امام نے اسے بتایا تھا۔
''کیا واقعی ہی۔'' حمت کا لب ولہجہ اور انداز ہی بول گیا تھا، گلگت کا سن کر اس کے چہرے پر خوشگوار تاثرات بکھر گئے تھے، امام اس کے لہجے کا بدلاؤ محسوس کر کے حیران رہ گیا تھا، بالکل حیران۔
''ہاں...... نا۔''
''تو یہاں ایک بڑی سی حویلی ہے؟ شاہوں کی حویلی؟'' حمت نے بہت بے چینی سے سوال کیا تھا، اس کے لہجے میں بے قراری تھی۔
''ہے تو...... خیریت۔'' اب کہ امام بری طرح سے چونکا تھا اور پھر اسے بے اختیار بہت کچھ یاد آ گیا اور اس نے اپنی عقل کو بھی کوسا، اتنی آسان سی بات اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی، حمت اپنی کزن کے بارے میں پوچھنا چاہتی تھی۔
''میں نے سنا ہے، نیل بر کا وہیں قیام ہے؟ میں جاننا چاہتی ہوں، نیل بر کس حال میں ہے؟'' حمت بڑی بے قراری سے پوچھ رہی تھی۔
''نیل بر جہاں تک میری معلومات ہیں، بہت ہی اچھے حالات میں ہے۔'' امام نے اس کے شبہات دور کرتے ہوئے بتایا تھا، مگر شاید حمت کی تشفی نہیں ہوئی تھی۔
''جہاندار نے اس کے ساتھ کچھ برا تو نہیں کیا؟''
''میرا خیال ہے نہیں۔''
''کیا پتہ، وہ نیل بر سے انتقام لینے کے چکر میں ہو۔'' حمت اچانک پریشان اور غم زدہ ہو گئی تھی۔
''نیل بر سے انتقام کیوں؟'' امام نے قطعی طور پر تعجب کا اظہار کیا تھا۔
''بابا جان کی وجہ سے۔'' حمت کی آنکھیں بھر آئی تھیں، بہت ساری تکلیف دہ باتیں یاد آنے لگی تھیں۔
''مگر کیوں؟'' امام کا سابقہ انداز برقرار تھا، ہنوز متعجب۔
''بہت پرانی باتیں ہیں، بابا جان نے ماضی میں جہاندار کا بہت نقصان کیا ہے، شاید وہ نیل بر کے ذریعے انتقام لے بو محل میں آج کل ایسی گفتگو ہوتی ہے۔'' حمت نے بہت آہستہ آواز میں اسے بتایا تھا، امام چونک گیا تھا، پھر بہت دیر کی بچار کے بعد بولا۔
''میرا نہیں خیال کہ جہاندار عورت سے انتقام لے۔''
''مگر یہاں سب کو یہی خطرات ہیں۔''
''ان کے خطرات بوگس ہیں۔'' امام نے کندھے اچکائے تھے۔

''ان کو چھوٹے انتقام کو نہیں سوچنا چاہیے، جہاندار ان سے بڑا انتقام لے گا۔'' کچھ دیر بعد امام نے حمت کو حیران کر دیا تھا۔

''مگر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔'' وہ حیرت زدہ سی رہ گئی تھی۔

''کیونکہ میں جہاندار کو جانتا ہوں، وہ ان پہ وبال بن کر ٹوٹے گا۔'' امام کا انداز ناقابل فہم تھا، حمت حق دق رہ گئی تھی، اس کا دل خوف سے سکڑ گیا تھا، اسے امام کے انداز سے کچھ محسوس ہوا تھا، کیا؟ یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔

''جہاندار ایک قہر، ایک سزا، ایک انتقام اور ایک بدلے کا نام ہے، میں اس سے زیادہ جہاندار کا تعارف نہیں کروا سکتا۔'' فون بند کرنے سے پہلے وہ حمت کو کچھ اور بھی بتا رہا تھا، کچھ ایسا جسے سن کر حمت کا دماغ سن ہو گیا تھا اور اس کے ہاتھ میں موبائل بے جان ہو گیا تھا، سرد اور خاموش۔

☆☆☆

نئے راستوں پہ چلنا چاہتا ہوں
ہوا کا رخ بدلنا چاہتا ہوں
نہ کرو مجھ پر اندھیروں کو مسلط
میں سورج ہوں نکلنا چاہتا ہوں

اسامہ ایک مرتبہ پھر پربتوں کے سفر پہ روانہ تھا، آج اس کے ساتھ عشیہ کی یادیں نہیں تھیں، وہ دل کے کاغذ کو کورا کر کے جا رہا تھا، وہ بھاگتوں کے پیچھے بھاگ نہیں رہا تھا، اسے منزل کی طرف

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

جانا تھا، خود کو تھکانا نہیں تھا۔

اس کے ہمراہ نشرہ تھی، جو آدھا سفر تو بولتی رہی اور آدھا سفر سوتی رہی، اسامہ کو تین مہینے کے ٹور پہ ایک مرتبہ پھر یہاں بھیجا جا رہا تھا، یہ قیام کام کی نوعیت اور دریافت کی وجہ سے طویل بھی ہو سکتا تھا۔

وہ نشرہ کو اس کے گھر ڈراپ کر کے اپنے ہیڈ آفس کی طرف سے دیئے گئے رہائشی ہٹ کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا، اس سے پہلے اس نے سب آفس میں رپورٹ بھی کرنا تھی، مگر بھلا اس کے باس کا، جس نے اچانک اسے بلاوایا بھیج دیا تھا، اب اسے پہلے نشرہ کو ڈراپ کرنا تھا، پھر دفتر پہنچنا تھا، چونکہ وقت کی قلت تھی، سو وہ اسے گیٹ پہ اتار کر چلا گیا تھا اور نشرہ ایک دم عجیب سے احساسات کا شکار ہوگئی تھی۔

گو کہ یہ اس کا اپنا گھر تھا، مگر وہ اس گھر میں ایک مہمان کی حیثیت سے رہ رہی تھی، مہمان بھی وہ جو ایک مرتبہ پھر زبردستی مسلط ہونا چاہتا تھا، جلدی میں اسامہ نے شاید ہیام کو اطلاع بھی نہیں دی تھی، ورنہ وہ ضرور پہنچ جاتا، اس وقت تو ہیام کے ہسپتال میں بہت رش ہوتا تھا۔

نشرہ کچھ سوچ کر ہزار ہمت کے بعد داخلی دروازہ کھول کر اندر آئی تو وہیں کہیں عروفہ بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی، نشرہ کو اندر آتا دیکھ کر اس نے موبائل اپنے پلو میں چھپایا اور تیزی سے بھاگتی ہوئی گیٹ تک آئی، اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور رنگ اڑا ہوا، وہ شدید غصے اور شاک میں نظر آ رہی تھی، جیسے اسے نشرہ کی واپسی کا گمان ہی نہیں تھا۔

''بدذات، کمینی، تم پھر آ گئی ہو۔'' عروفہ نے آنکھوں میں چنگاریاں بھر کے دھاڑ کے کہا تھا اور ساتھ ہی نشرہ کے بازو کو جھٹکا دیا، وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی تھی، لڑکھڑا کر گیٹ سے جا لگی تھی اور اس کا سر بہت زور سے ٹکرایا تھا، شاید کہیں سے خون کی لکیر بھی پھوٹی تھی، مگر نشرہ کو ہوش کہاں تھا؟ وہ تو اس جارحانہ استقبال پہ ہی وحشت زدہ سی کھڑی تھی، جبکہ عروفہ پہ ایک جنون سوار تھا۔

''دفع ہو جا، کمینی، بھوکی، ننگ خاندان کی، یہاں کیا میرے بھائی پہ ڈورے ڈال رہی ہے، شکر کیا تھا دفعان ہوگئی ہو، پھر کیوں منہ اٹھا کر آ گئی، یتیم ہو تو کسی یتیم خانے میں جاؤ، یہ لاوارثوں کا ٹھکانہ نہیں ہے، دفع ہو جا۔'' عروفہ نے اسے جھنجھوڑ کر باہر کی طرف دھکا دیا تھا، وہ لڑکھڑا کر پتھریلی زمین پہ گر گئی تھی۔

''خبردار جو اس علاقے میں بھی نظر آئی، دفع ہو جا، کسی اور کا دروازہ دیکھ، جتنا کھایا ہے اسی کو احسان جان اور نیکی نہیں کی جاتی۔'' وہ زہر خند لہجے میں بولتی ہوئی اپنے آپے میں نہیں لگ رہی تھی۔

''لاوارثوں کو کھلانے کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔'' اس نے گیٹ ایک دھماکے سے بند کیا تھا اور زمین پر گری نشرہ کو اس پل ذلت کے اس پل محسوس ہو رہا تھا کہ زندگی کا دروازہ بھی اس پر بند ہو گیا ہے۔

(جاری ہے)

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

میرے آنگن میں اُترا چاند
عائشہ عالم

شہر ملتان سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع شہر شجاع آباد تھا جو بادشاہ شجاع خاں کے نام سے مشہور تھا، شجاع آباد کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو شجاع خاں نے اپنے دور حکومت میں ایک قلعہ تعمیر کروایا تھا اس قلعے کے چار دروازے ہیں جو بادشاہ وقت کے دور میں ایک دروازہ باب عمر فاروقؓ، دوسرا باب علی مرتضیٰؓ، تیسرا باب عثمانؓ، چوتھا باب ابوبکر صدیقؓ کے نام سے تعمیر کیے گئے، آج بھی ان دروازوں پر یہی نام دروازوں کی پیشانی پر رقم نظر آتے تھے۔

شجاع آباد کے اس قلعے کے اردگرد ایک بہت بڑا بازار اور بڑی بڑی مارکیٹیں موجود ہیں ہر چیز یہاں دستیاب ہے، قلعے کے سامنے ڈھابہ نما ہوٹل کے دائیں طرف ایک قدیم محلہ اور اس کی تنگ گلیاں اور ان تنگ گلیوں میں، میں بائیں طرف مڑتی ایک گلی جس کے نکڑ پر بنا ایک قدیم طرز کا مخروطی لکڑی کا بنا دروازہ، دروازے کو عبور کر کے صحن میں قدم رکھو تو پرانے وقتوں کی چھوٹی چھوٹی اینٹوں کے فرش کا بنا صحن اس کے آگے دو ستونوں پر کھڑا کیا گیا برآمدہ اور برآمدے کے آگے بنے دو کمرے اور برآمدے کے دائیں طرف بنا ایک چھوٹا سا کچن اور بائیں طرف چھت کو جاتی پرانے طرز کی بل کھاتی سیڑھیاں، قدیم طرز کی بنی جالی دار سلاخوں کی کھڑکیاں، سکھوں کے زمانے کا پرانے طرز کا بنا یہ چھوٹا سا گھر اپنی تاریخ کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

اینٹوں کے بنے فرش کے صحن میں اترتی جون کی تیز کڑکتی دھوپ، لو دیتی گرمی حبس زدہ موسم، کہ سانس لینا محال اور ایسے میں برآمدے کے تخت پر سلائی مشین کی گڑر گڑر چلتی آواز، کپڑے سیتی نوال کی اماں کا تیز تیز چلتا ہاتھ۔

''اماں اب بس بھی کر دے ایک تو اتنی جان لیوا گرمی اور اوپر سے روزے کے ساتھ تو اتنی محنت کرتی ہے لوگ تو رمضان میں روزے رکھنے اور عبادت کرنے کے غرض سے سارے مشکل کام چھوڑ دیتے ہیں تا کہ آسانی کے ساتھ روزے رکھ سکے اور ایک اماں ہے کہ روزے کے ساتھ ساتھ سارے سال کی محنت اسی مہینے میں کر ڈالتی ہے۔'' کپڑوں کو تہہ لگاتی نوال ماں کی فکر میں گھلی جا رہی تھی۔

''ارے بیٹا عید سے پہلے پہلے سب کے کپڑے دینے ہیں، رمضان کے بابرکت مہینے میں اتنے کپڑے جمع ہو جاتے ہیں کہ ہم ماں بیٹی کے پورے سال کی روزی روٹی بن جاتی ہے اور عید سے پہلے یہ سب کام ختم کرنا بہت ضروری ہے۔'' مشین پر تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے نجیلہ بیگم (نوال کی ماں) بولی۔

''اماں تو محنت بھی تو اتنا کرتی ہے بہت جی لگا کر بڑی مہارت سے سیتی ہے اور تیرا معاوضہ باقی لوگوں کی نسبت کم ہوتا ہے اور رہی بات روزی روٹی کی تو تو خود ہی کہتی ہے کہ رزق دینے والا اوپر بیٹھا ہے اور دانے دانے پر بندے کا نام لکھا ہے جو اس کے نصیب میں ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔''

''ہاں بیٹا لیکن رزق حلال کمانے کے لئے محنت ہم پر فرض کی گئی ہے دیانت داری سے کی گئی محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی اللہ کی طرف سے سبب بن جاتا ہے اور جب ہم محنت کر کے کماتے ہیں تو اس میں اللہ برکت ڈال دیتا ہے۔''

''اچھا یہ لو یہ سات جوڑے شیخ صاحب کے گھر دے آ، میں خود دے آتی لیکن آج کام بہت زیادہ ہے بیگم مہرونساء کی پوتیوں اور بہوؤں کے کپڑے اگلے دو دن میں تیار کرنے ہیں، ان کے ہاں کوئی سالگرہ کی تقریب ہے۔'' نجیلہ بیگم

نے نوال کو کپڑوں کا تھیلا پکڑاتے ہوئے کہا۔

''اماں شیخ صاحب کے گھر آج کپڑے پہنچانے زیادہ ضروری ہے، تجھے پتہ ہے مجھے کسی کے گھر جانا اچھا نہیں لگتا۔'' نوال نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''بیٹا مجھے بھی خود تجھے کہیں بھی بھیجنا اچھا نہیں لگتا لیکن ان کے ہاں ان کے پوتے کا پہلا روزہ رکھنے پر افطاری کی تقریب منعقد کی گئی ہے اس لئے ٹائم پر کپڑے پہنچانا بہت ضروری ہے اور ساتھ افرین کو لے جا۔''

''یہ امیر لوگوں کے چونچلے عبادت بھی کرنی ہے تو پہلے اشتہار لگا کر ہونہہ۔'' نوال بڑبڑائی۔

''ٹھیک ہے اماں تو کہتی ہے تو میں چلی جاتی ہوں۔'' نوال نے تھیلا پکڑتے ہوئے کہا۔

افرین نوال کی ہمسائی اور دوست تھی نوال نے افرین کو ساتھ لیا اور شیخ صاحب کے گھر کپڑے دینے چلی گئی۔

نوال کپڑے دے کر واپس آئی چادر اتار کر تخت پر رکھی اور پنکھے کے سامنے آ کر بیٹھ گئی، اس کا سفید دودھیا چہرہ گرمی کی وجہ سے لال ٹماٹر جیسا ہو رہا تھا اور پورا بدن پسینے میں شرابور تھا۔

''دے آئی تو کپڑے؟ کیا کہا شیخ صاحب کی بیوی نے؟ پسند تو آ گئے ناں کپڑے؟''

''اماں ذرہ دم تو لینے دے بتاتی ہوں سب۔'' کچھ دیر سانس بحال کرنے کے بعد وہ اماں کے پاس تخت پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

''ارے اماں کیسے نا آتے ان کو پسند تو اتنی محنت سے سیتی ہے تو اور پتہ ہے اماں جب میں اور آفرین شیخ صاحب کے گھر گئے تو اماں ہم تو دیکھ کر حیران رہ گئے۔'' نوال نے پرجوش ہو کر آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

''آخر ایسا کیا دیکھ لیا تم دونوں نے۔''

نوال کی اماں سوئی میں دھاگہ ڈالتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔

''اماں انہوں نے اپنا گھر اتنا پیارا سجا رکھا تھا کہ کیا بتاؤں ہر طرف رنگ برنگے پھولوں کے گلدستے اور پھولوں کی لڑیاں لٹکی ہوئی تھی ابھی تو مزید کام ہو رہا تھا لائٹنگ کا پھر تو خوب جگمگا اٹھے گا ان کا گھر۔'' نوال نے آنکھیں پھیلائی۔

''اماں اتنے مزے دار کھانوں کی خوشبو آ رہی تھی کہ کیا بتاؤں۔'' نوال نے حسرت زدہ ہو کر کہا۔

''بری بات بیٹا، روزے کے ساتھ کھانوں کا ذکر یوں نہیں کرنی چاہیے روزہ مکرو ہوتا ہے میری بچی۔'' سجیلہ بیگم نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

''اماں صرف بتا رہی ہوں۔'' اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''پتہ ہے اماں ان کا گھر دیکھ کر آج مجھے اپنا گھر بہت یاد آیا ہمارا گھر بھی تو ایسے ہی تھا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اچھا، بہت بڑا اور خوبصورت میں اس وقت بارہ سال کی تھی، جب چچا نے ہمیں دھوکے سے بے گھر کر دیا تھا لیکن پھر بھی مجھے یاد ہے۔''

''چل چھوڑ بیٹا گزرے وقت کو یاد کر کے دل برا نہیں کرتے۔'' نوال کی اماں نے اپنی بیٹی کے افسردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔

''اماں شیخ صاحب کے گھر والوں نے جھوٹے منہ بھی ہمیں دعوت پر نہیں بلایا کیا تھا اگر باقیوں کے ساتھ ہمیں بھی بلا لیتے ہم غریب ہیں اس لئے؟ اتنے بڑے گھر کے اتنے بڑے لوگ اور ان کے اتنے چھوٹے دل، اماں یہ بڑے گھروں میں رہنے والے لوگوں کے دل ان کے

گھر کی طرح کشادہ کیوں نہیں ہوتے۔" وہ اپنی
ہی رو میں بولے چلی جا رہی تھی۔

"بڑے لوگ ہمیشہ اتنی تنگ دلی کا مظاہرہ
کیوں کرتے ہیں؟"

"ارے بیٹا ہمیشہ ہر جگہ لوگ ایک جیسے نہیں
ہوتے، دنیا میں بہت سے امیر لوگ ایسے ہیں
جن کے دل ان کے گھروں کی طرح کشادہ
ہوتے ہیں اتنے ہی مہربان اور رحم دل، دو گلیاں
چھوڑ کر جو خان زادوں کا گھر ہے ایسے لوگ بھی تو
ہیں ان کے دو بیٹے امریکہ میں اور ایک جاپان
میں جا بسا ہے اور بوڑھے ماں باپ پاکستان اور
خصوصاً اپنے پرانے محلے کو کسی صورت بھی
چھوڑنے کو تیار نہیں تینوں بیٹے خرچ کے نام پر کثیر
رقم ماں باپ کو بھیج دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہمارا
فرض ادا ہو گیا لیکن ان بیچارے بوڑھے ماں
باپ کو پیسوں سے کوئی لگاؤ نہیں اور وہ ہمہ وقت
مستحق لوگوں کی امداد کے لئے تیار رہتے ہیں اللہ
نے اگر ان کو نوازا ہے تو ان کے دل بھی اتنے ہی
کشادہ بنائے ہیں اور سب سے بڑی مثال
تمہارے ابا مرحوم کی تھی وہ بھی تو بڑے گھر کے
تھے ان کا دل کتنا بڑا تھا، بس بیٹا دنیا میں کچھ لوگ
شیخ صاحب کے گھرانے جیسے بھی ہے اور کچھ خان
زادوں کے گھرانے جیسے بھی، یہ دنیا بھلے برے
لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔"

"اماں وہی خان زادے ناں جو رمضان
کے شروع ہوتے ہی غریب لوگوں کے گھر راشن
بھیج دیتے ہیں۔"

"ہاں بیٹا وہی۔"

"اماں کئی بار انہوں نے ہمارے گھر بھی تو
راشن بھیجا ہے لیکن آپ ہمیشہ لینے سے انکار کر
دیتی ہیں۔"

"کیونکہ بیٹا میری انا یہ گوارہ نہیں کرتی بھلے
وہ اچھے لوگ ہیں اور اچھی نیت سے دیتے ہیں
لیکن جب تک میری ان ہڈیوں میں دم ہے میں
محنت کر سکتی ہوں اللہ نے مجھے ان دو ہاتھوں اور
ہنر سے نوازا ہے تو ہم کیوں کسی کے آگے ہاتھ بھی
پھیلائیں اور اللہ جنت نصیب کرے تمہارے ابا
بہت خوددار انسان تھے تمہارے ابا کی خودداری
اور نیک طبیعت اور دیانت داری بہت مشہور تھی
ان کی ایک فیکٹری اور بارہ دوکانوں کا پلازہ تھا
کسی چیز کی کمی نہیں تھی وہ ہمیشہ غریب اور مستحق
لوگوں کی مدد کرنے میں آگے ہوتے تھے۔"

"اماں جب تک ابا زندہ تھے ہماری زندگی
کتنی خوشحال تھی کسی چیز کی کمی نہیں تھی اتنا کچھ تھا
ہمارے پاس ابا کے اس دنیا سے جاتے ہی چچا
نے سب ہڑپ کر لیا یہاں تک کہ ہم سے ہماری
چھت تک چھین لی اگر ماموں ہمیں اپنے ہاں نہ
لاتے تو پتہ نہیں ہمارا کیا ہوتا شاید اب تک ہم
زندگی کی بازی ہار چکے ہوتے۔"

"بس بیٹا یہ سب اوپر والے کا کام وہ اپنے
بندوں کو آزماتا رہتا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے پیاروں
کو ہی آزمائش میں ڈالتا ہے اور اب یہ اس کے
بندے پر ہے کہ وہ اس کی آزمائش میں پڑ کر صبر کا
دامن ہاتھ سے چھوڑتا ہے یا صبر و شکر کو اپنا اوڑھنا
بنالیتا ہے، چل چھوڑ یہ ساری باتیں اور کچن میں جا
کر سالن بنانا تاکہ افطاری سے پہلے ٹائم پر کھانا
تیار ہو سکے۔"

☆☆☆

سنجیلہ بیگم ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئی
تھی ان کے ماں باپ شہر شجاع آباد میں رہائش
پذیر تھے، وقار احمد ان کے دور کے رشتے دار تھے،
خاندان کی شادی کی ایک تقریب میں وقار احمد کی
ماں نے سنجیلہ بیگم کو اپنے لاڈلے چھوٹے بیٹے
کے لئے پسند کر لیا وقار احمد اور ان کی والدہ اسلام

آباد میں رہائش پذیر تھے، وقار احمد کا بڑا بھائی جبار احمد اپنے بیوی بچوں کو لے کر کراچی جا بسا تھا جبار احمد کی نسبت وقار احمد اپنے نام کی طرح پروقار تھے اور اپنی ماں کے بہت ہی فرمانبردار بیٹے اور نیک طبیعت کے مالک تھے، چھوٹی موٹی سی سلیقہ مند پیاری سی لڑکی سنجیلہ انہیں اپنے سعادت مند بیٹے وقار کے لئے بہت پسند آئی تھی وقار احمد ایک کھاتے پیتے خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے اپنے باپ کے چھوڑے ہوئے چھوٹے سے کاروبار میں سے دونوں بھائیوں میں تقسیم ہونے کے بعد جو ملا۔

وقار احمد نے اپنی محنت کے بل بوتے پر اس چھوٹے سے کاروبار کو وسیع پیمانے پر پہنچا دیا جس میں وقار احمد کی رات دن کی لگن اور ماں کی دعاؤں کا اثر تھا، وقار احمد کی ایک فیکٹری اور پلازہ تھا پیسے کی ریل پیل تھی وقار احمد طبیعت کے بہت ملنسار اور نیک شخصیت کے مالک تھے نیکی اور رحمدلی ان کے مزاج کا خاصہ تھی، وہ بہت سے غریب اور مستحق لوگوں کی مالی امداد کرتے رہتے تھے بہت سے غریب گھروں کے بچے ان کی وجہ سے اپنا تعلیمی امور جاری رکھے ہوئے تھے، غریب لوگوں کے لئے ان کے دل میں ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، سنجیلہ بیگم سے شادی کے بعد وہ بہت خوش تھے ان کی اماں نے ان کے مزاج کا بران کے لئے ڈھونڈا تھا جس کا وہ شکر ادا کرتے نا تھکتے تھے اور پھر اللہ نے انہیں ایک پیاری سی بیٹی سے نواز دیا جس کی پیدائش پر انہوں نے بہت خوشیاں منائی، سنجیلہ بیگم اپنے اچھے اور نیک جیون ساتھی ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرتی نا تھکتی تھیں کہ اللہ نے نوال کی صورت میں انہیں اپنی رحمت سے مالا مال کر دیا تھا زندگی خوشیوں بھری پرسکون اور پرمسرت گزر رہی تھی کہ پھر ان کی خوشیوں کو نظر لگ گئی۔

وقت کی ستم ظریفی نے اپنا وار کر دیا کہ ایک کار ایکسیڈنٹ میں وقار احمد چل بسے سنجیلہ بیگم کی دنیا اندھیر ہوگئی بیوگی کی سفید چادر اوڑھے وہ ایک کونے میں جا لگی اس وقت نوال گیارہ برس کی تھی وقار احمد کے بھائی جبار احمد جو کہ اپنی والدہ کی زندگی میں ہی اپنے بھائی اور والدہ سے ناراض ہو کر کراچی جا بسے تھے اور ہر طرح کا تعلق توڑ چکے تھے والدہ کی وفات پر بھی وہ رسماً ہی آئے تھے، کبھی دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کیا تھا اور اب بھائی کی وفات پر ان کی محبت جاگ اٹھی اور وہ دوڑے چلے آئے آتے ہی انہوں نے اپنی بیوہ بھاوج اور یتیم بھتیجی پر محبت نچھاور کرنا شروع کر دی سنجیلہ بیگم کو ڈھارس مل گئی کہ چلو کوئی تو ہے جوان کا سائبان بن سکے لیکن وہ لاعلم تھی جبار احمد فطرتاً ایک لالچی شخص تھا اس نے بہت ہوشیاری کے ساتھ سارے کاروبار کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور پھر ایک دن مال ڈلیوری کے کاغذات کے بہانے سے انہوں نے سنجیلہ بیگم کے دستخط لئے اور سنجیلہ بیگم نے اپنے دیور جبار احمد کو جسے وہ اپنا اور اپنی بیٹی کا سائبان سمجھتی تھی آنکھیں بند کر کے دستخط کر دیئے وہ نہیں جانتی تھی کہ پس پردہ کیا ہو رہا ہے۔

ان پر تو قیامت اس دن ٹوٹی جس دن وہ نماز پڑھ کر لاؤنج میں آئی تو وہاں ہلچل مچی ہوئی تھی جبار کے بیوی بچے آئے ہوئے تھے اور پھر بڑی بے رحمی سے انہوں نے پورے گھر پر قبضہ کر لیا یہاں تک کہ سنجیلہ بیگم اور نوال کا سامان سرونٹ کوارٹر میں شفٹ کر دیا گیا کیونکہ جبار احمد نے دھوکے کے ساتھ ساری جائیداد اپنے نام منتقل کروا چکا تھا۔

اور پھر ایک رات ان کی وفادار ملازمہ اللہ

رکھی سنجیلہ بیگم کے پاس آئی اور اس نے کہا۔
''بی بی جی خدا کے لئے آپ یہاں سے چلی جائے۔'' سنجیلہ بیگم حیران اپنی ملازمہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔
''کہاں چلی جاؤں اور کیوں چلی جاؤں؟''
''بی بی ابھی رات کو جو کھانا آپ کے لئے اور نوال بی بی کے لئے آنے والا ہے اس میں زہر ملا ہوا ہوگا میں نے خود جبار صاحب کی بیوی کو خانساماں سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کھانے میں زہر ملا دو اور انہوں نے خانساماں کو بھاری رقم دی ہے بی بی جی میں نے آپ کا نمک کھایا ہے خدا کے لئے آپ نوال بی بی کو لے کر یہاں سے چلی جائیں۔'' اور سنجیلہ بیگم کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح نوال کو اپنے ساتھ لئے ملتان کو جانے والی ٹرین میں بیٹھ گئی وہ راتوں رات اس گھر سے نکل کھڑی ہوئی جس کو کبھی بہت پیار سے بنایا تھا بدلتے رشتوں کی کھوٹ اور وقت کی ستم ظریفی ان کے دل میں کرچیوں کی طرح چبھنے لگی وہ اپنی بارہ سال کی نوال کو اپنے ساتھ چپکائے بیوگی کی سفید چادر اوڑھے ملتان آ بسی ملتان جسے پیروں اور ولیوں کا شہر کہا جاتا ہے جہاں کے نواحی شہر شجاع آباد میں سنجیلہ بیگم نے آنکھ کھولی تھی وہی شہر اس رب کی دھرتی میں اس کے لئے جائے پناہ بنا، ماں باپ تو پہلے ہی چل بسے تھے ماں باپ کی چھوڑی ہوئی چھت اور بھائی کی شفقت اس روئے زمین پر ان کے لئے سائبان بن گئی اور پھر چند ہی سالوں میں بھائی بھی ساتھ چھوڑ گیا سنجیلہ بیگم نے صبر کا دامن ہاتھ سے نا چھوڑا سنجیلہ بیگم کی یاں بھی اپنے دور میں لوگوں کے کپڑے سیا کرتی تھی اور اب ماں کی وہی مشین اس نے بھی سنبھال لی اس نے اپنی ماں سے شوقیہ کپڑے سینا سیکھے تھے کبھی سوچا بھی نا تھا کہ یہی شوق زندگی کی مشکل راہوں میں اس کے لئے ڈھال بن جائے گا اور پھر اس کے ہاتھ کی نفاست دیکھ کر دور دور سے لوگ اس کے پاس آنے لگے رمضان میں تو کپڑوں کے انبار لگ جاتے اور کچھ بوتیکوں سے اسے ٹھیکے پر کام مل جاتا یوں ان ماں بیٹی کا گزر بسر سہل طریقے سے ہونے لگا۔

☆☆☆

''کیا اماں ہمارے نصیب میں یہ پودینے کی چٹنی اور مسور کی دال ہی رہ گئی ہے لوگ تو افطاری کے لئے بہت اہتمام کرتے ہیں پکوڑے، بریانی، قورمہ اور پتہ نہیں کیا کچھ بناتے ہیں اور اتنی گرمی میں رنگ برنگے مشروبات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔'' نوال نے حسرت کے ساتھ پانی کا گلاس منہ کو لگاتے ہوئے کہا۔
''نوال تمہیں ہزار بار کہا ہے اللہ کا شکر ادا کیا کرو ہمیشہ اپنے سے نیچے کو دیکھنا چاہیے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں دو وقت کا کھانا نصیب نہیں ہوتا اللہ کا شکر کرو تمہیں عزت کے ساتھ دو وقت کا کھانا تو نصیب ہے، میں دیکھ رہی ہوں جب سے تو شیخ صاحب کے گھر سے ہو کر آئی ہے تمہیں اپنی زندگی بری لگنے لگی ہے بجائے اللہ کا شکر ادا کرنے کے تو اس میں کیڑے نکالنے لگی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ اپنے سر کو افسوس سے نفی میں ہلاتی عشاء کی نماز ادا کرنے کے لئے اٹھ گئی اور نوال برتن سمیٹ کر کچن میں آ گئی اور چائے کے لئے چولہے پر پانی رکھ دیا، سنجیلہ بیگم نماز ادا کرنے کے بعد بستر پر لیٹی تو نوال چائے لے کر آ موجود ہوئی انہوں نے چائے پی کر کپ ایک سائیڈ پر رکھ دیا اور دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹ گئی، انہیں آج نوال کی باتوں نے بہت دکھ پہنچایا تھا نوال نے اپنی ماں کو چپ چاپ کروٹ

لیے لیٹے دیکھا تو فکری مندی سے ماں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

''کیا بات ہے اماں آپ چپ کیوں ہیں؟'' ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر وہ استفسار کرنے لگی۔

''نہیں بس ایسے ہی۔'' سنجیلہ بیگم نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو اپنی انگلیوں کے پوروں سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

''اماں تجھے برا لگا ہے ناں میری باتوں سے تجھے دکھ پہنچا ہے ناں، اماں پلیز مجھے معاف کردے دیکھ میں کان پکڑتی ہوں آئندہ خواب میں بھی ایسے نہیں کہوں گی۔'' اس نے اپنے ہاتھوں میں اپنے دونوں کان پکڑتے ہوئے کہا، سنجیلہ بیگم مسکرا دی اور پھر وہ بھی مسکرا کر اپنی ماں کے سینے سے جا لگی۔

''نہیں بیٹا میں تجھ سے ناراض نہیں ہوں، بھلا میں تجھ سے کیسے ناراض ہوسکتی ہوں تجھ میں تو میری جان بسی ہے۔'' اس نے نوال کے سلکی بالوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو پھیرتے ہوئے کہا۔

''بس گزرے وقت کی یاد آگئی تھی۔''

''واہ اماں واہ مجھے ڈانٹتی ہے اور خود ماضی کو یاد کرکے دکھی ہوتی رہتی ہے۔''

''نہیں بیٹا یہ بات نہیں ہے تو اب بڑی ہوگئی ہے اور اب مجھے ہر وقت تیری شادی کی فکر کھائے رہتی ہے اگر تیرے ابا زندہ ہوتے تو کبھی بھی مجھے فکرمند نہ ہونا پڑتا۔''

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تو دونوں ماں بیٹی بیک وقت متوجہ ہوئی۔

''یہ اس وقت کون ہوسکتا ہے؟''

''کون ہوگا آفرین ہوگئی اور کون ہوگا عید نزدیک آرہی ہے کہہ رہی تھی آج عید کی خریداری کے لئے جاؤں گی وہی دیکھانے لائی ہوگی۔''

اسی لمحے پھر دروازے پر دستک ہوئی۔

''آپ ٹھہرے میں دیکھتی ہوں۔''

''آرہی ہوں آرہی ہوں۔'' اس نے زور سے ہانک لگاتے ہوئے کہا، دروازے پر ہنوز دستک ہوئے جارہی تھی۔

''آفرین کی بچی!'' دروازے کو کھولتے ہوئے اس کے ہاتھ وہی کے وہی رک گئے، گریس فل شخصیت گرے پینٹ کوٹ اور ٹائی لگائے نفاست سے بالوں کو سیٹ کیے سنولا رنگ چوڑی پیشانی تیکھے نقوش والا خوبرو نوجوان مبہوت سا کھڑا ایک ٹک اسے دیکھنے لگا۔

''جی فرمائیں، کس سے ملنا ہے آپ کو شاید آپ راستہ بھول کر غلط جگہ پر آگئے ہیں۔'' وہ اپنی چوکھٹ پر کھڑے کسی اجنبی کو دیکھ کر اس کا جواب سنے بغیر جارہانہ انداز سے دروازہ بند کرنے ہی والی تھی کہ اس اجنبی شخص کے لب کشائی کرنے پر اس کے ہاتھ وہی رک گئے۔

''مجھے بیگم وقار احمد سے ملنا ہے کیا وہ یہی رہتی ہیں۔''

''کون؟ کون ہیں آپ؟ آپ انہیں کیسے جانتے ہیں؟'' وہ ہونقوں کی طرح اپنے سامنے کھڑے شخص سے استفسار کررہی تھی۔

''بیٹا کون ہے دروازے پر؟ اگر آفرین ہے تو اندر کیوں نہیں آجاتی دروازے پر کیوں چپکی کھڑی ہو۔'' سنجیلہ بیگم دروازے پر آئی۔

''اماں پتہ نہیں کون ہے؟ اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ دروازے سے ہٹ گئی۔

''السلام علیکم بیگم صاحبہ!''

''وعلیکم السلام! کون ہے آپ؟'' سنجیلہ بیگم سامنے کھڑے خوبرو نوجوان سے سوال کررہی تھی

جو اس کو بیگم صاحبہ کہہ کر مخاطب کر رہا تھا اس کی حیرانگی ہر چند تھی کیونکہ اس لفظ سے آشنائی پر گزرے دس برس کی دھول پڑ چکی تھی۔

"میں اسلام آباد سے آیا ہوں میرا نام احمد رضا ہے میں مولوی عبدالرحمٰن کا بیٹا ہوں۔"

"مولوی عبدالرحمٰن کا بیٹا احمد رضا؟" سنجیلہ بیگم نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں یاد آ گیا، آؤ اندر آؤ۔" سنجیلہ بیگم نے اسے راستہ دیتے ہوئے اپنے ہمراہ لئے اندر آ گئی۔

گھر کے چاروں اطراف میں نظر ڈالتے ہوئے وہ سنجیلہ بیگم کی رہنمائی میں اندر آ گیا اور برآمدے میں رکھی تخت کے پاس کرسی پر بیٹھ گیا، سنجیلہ بیگم نے نوال کو چائے بنانے کے لئے کہہ دیا ہزاروں سوال سنجیلہ بیگم کے ذہن میں ہلچل مچائے ہوئے تھے، کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے اور کیسے آیا؟ اسے یہاں کا پتہ کہاں سے معلوم ہوا، اس کے آنے کی وجہ کہیں جبار احمد کی طرف سے آنے والا کوئی خطرہ تو نہیں اور پھر رسمی حال احوال کے بعد احمد رضا نے ساری روداد اسے سنا ڈالی کہ وہ یہاں کیسے آیا اور پھر سنجیلہ بیگم کے سارے وسوسے جاتے رہے۔

احمد رضا کا باپ مولوی عبدالرحمٰن حافظ قرآن تھا جیسے وقار احمد نے اپنے گھر میں بچوں کو قرآن شریف کی تلاوت کے لئے مقرر کر رکھا تھا نوال نے بھی قرآن پاک کی تلاوت مولوی صاحب سے سیکھی تھی جن میں کچھ ملازمین کے بچے بھی شامل تھے مولوی عبدالرحمٰن کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں مولوی عبدالرحمٰن کا بیٹا احمد رضا جسے وہ اعلیٰ تعلیم دلوانے کا بہت خواہش مند تھا اس کے کالج کی فیس اور دوسرے اخراجات اٹھانا مولوی عبدالرحمٰن کے لئے نا صرف مشکل تھا بلکہ ناممکن تھا مولوی عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے کو یہ کہہ کر میٹرک کے بعد تعلیم سے اٹھوا لیا تھا کہ میری محدود آمدنی اس کی تعلیم کا خرچہ اٹھانے کے قابل نہیں ہیں، لیکن احمد رضا کے جوش اور جذبے کو دیکھتے ہوئے وقار احمد نے اس کی تعلیم کے تمام اخراجات کا بیڑا اپنے سر لے لیا، نا صرف وقار احمد نے مولوی صاحب کے بیٹے کی تعلیم کے اخراجات بلکہ اس کی دو بیٹیوں کی شادی میں بھی اس کی مدد کی جیسا کہ وقار احمد کی فطرت تھی وہ مخلوق خدا کے مستحق بندوں کے کام آنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے رضا احمد ذہین تھا پھر اسے اسکالرشپ حاصل ہو گئی اور وہ مزید حصول تعلیم کے لئے کراچی چلا گیا اپنی محنت کو جاری و ساری رکھتے ہوئے اس نے سی ایس ایس کی تیاری شروع کر دی اس کی اعلیٰ ذہنیت کا منہ بولتا ثبوت یہ تھا کہ اس نے مقابلے کے امتحان میں ٹاپ کیا اور وہ ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر فائز ہو گیا، اپنی کامیابی اور اعلیٰ ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے دنوں میں بھی وہ اپنے محسن وقار احمد کو نا بھول پایا پاکستان کا جھنڈا لگی گاڑی میں بیٹھ کر جب وہ اسلام آباد پہنچا تو یہاں پہنچ کر اسے پتہ چلا کہ اس کا محسن وقار احمد اس دنیا فانی سے کوچ فرما گئے ہیں اسے شدید دھچکا لگا، پھر سوچا ان کی بیوی اور بچی سے مل کر افسوس کر لیا جائے وقار احمد کے گھر گیا تو ان کے بھائی جبار احمد اور ان کی بیوی سے ملاقات ہوئی وقار احمد کی فیملی کے مطلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وقار احمد کی بیوی بدچلن تھی اور وہ اپنی بیٹی کو لے کر اپنے کسی عاشق کے ساتھ بھاگ گئی، انتہائی مایوسی ہوئی لیکن دل کو بے کلی سی تھی عجیب سی بے چینی اور اضطراب میں مبتلا تھا دل اس بات کو تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا کیونکہ ابا کی زبانی ان کی بیٹی اور بیوی کی بہت

تعریف سنی تھی، ابا بندہ شناس تھے ان کی کہی بات کبھی بھی غلط نہیں ہوتی تھی، میں خود بھی وقار احمد کی بیوی سے دو چار بار گاہے بگاہے مختصر سا مل چکا تھا وقار احمد سے ملنے کے سلسلے میں دو چار بار ان کے گھر آ چکا تھا، ان کی بیوی کی شفقت بھری شخصیت نے بہت متاثر کیا تھا کچھ تو کہی تو غلط تھا اس کی حس نے کہا، ان کے گھر سے واپس آتے ہوئے ایک ملازمہ آتی ہوئی دیکھائی دی اس کا چہرہ کچھ شناسا سا معلوم ہوا اسے یاد آیا وقار صاحب کی زندگی میں جب میں ادھر آیا تھا تو اسے گھر میں کام کرتے ہوئے دیکھا تھا اس نے وقار احمد کی بیوی اور بیٹی کے متعلق پوچھا تو وہ بہت گھبرا گئی اور بار بار اپنی لاعلمی کا اظہار کرنے لگی جب اس نے بتایا کہ میں مولوی عبدالرحمٰن کا بیٹا ہوں جو یہاں چھوٹی بی بی کو قرآن پاک پڑھانے آتے تھے تو وہ جھٹ سے بولی۔

''مولوی صاحب تو میرے بھی بچوں کے استاد تھے، بہت ہی اچھے اور نیک انسان تھے اب کہاں ہوتے ہیں وہ؟''

''اب وہ کراچی میں رہتے ہیں۔'' اس نے پھر سے وہی سوال کر دیا تو اس نے ارد گرد دیکھتے ہوئے رازدرانہ انداز میں کہا۔

''آپ مجھے اپنا پتہ دے دیں میں خود آ جاؤں گی آپ کے پاس۔'' اس نے اپنے دوست کا ایڈریس اسے سمجھا دیا جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا اور پھر وہاں سے چلا آیا، اگلے دن وہی ملازمہ اس کے پاس آئی اور اس نے گزرے وقت کی ساری روداد اسے سنا ڈالی وقار احمد صاحب کی بیوہ اور یتیم بیٹی پر کیا گیا ظلم حرف با حرف کہہ ڈالا اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ آپ لوگ ملتان چلے گئے لیکن ٹھیک طرح سے ایڈریس وہ نہیں جانتی تھی، پھر تھوڑی سی کوشش سے مجھے آپ کا ایڈریس مل گیا، رضا احمد نے ان کو ڈھونڈنے کی روداد سنائی۔

''وقار صاحب کو میں اپنا محسن سمجھتا ہوں آج میں جس مقام پر ہوں اس کا سارا کریڈیٹ وقار صاحب کو جاتا ہے اور میں اپنی آنے والی نسلوں کو بھی ان کا مقروض سمجھتا ہوں۔''

''اماں چائے تیار ہے۔'' نوال نے کچن سے آواز لگائی۔

''ادھر ہی لے آؤ بیٹا۔''

''پتہ نہیں کون ہے جس کو اماں گھر کے اندر لے آئی۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے کپ میں چائے انڈیل رہی تھی۔

''آ جاؤ بیٹا یہ کوئی غیر نہیں ہے تمہارے استاد مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا بیٹا ہے احمد رضا، اسلام آباد سے آیا ہے۔''

وہ چائے لے کر آئی اور خفگی بھری نظروں سے اپنی اماں کو گھورتی ہوئی چائے پکڑائی اور کچن میں چلی آئی اور چھوٹے سے کچن کو سمیٹنے لگی اسی لمحے اس کی اماں کچن میں داخل ہوئی۔

''بیٹا دو چار چپاتیاں اتار دو بے چارہ دور سے آیا ہے اسے بھوک لگی ہو گی۔'' انہوں نے نوال کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

''اماں آپ بھی ناں بس، کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کچھ اتا پتہ ہے نہیں اور آپ نے اسے گھر میں آنے دیا جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے استاد صاحب بہت ہی غریب اور سفید پوش سے تھے یہ سوٹ بوٹ والا شخص تو کہی سے بھی استاد صاحب کا بیٹا نہیں لگتا۔'' نوال نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کہا۔

''ارے بیٹا وہ پڑھ لکھ کر بڑا افسر لگ گیا ہے بس اللہ جسے چاہے نواز دیں اور جسے چاہے عزت دے، وہ ڈپٹی کمشنر بن گیا ہے۔''

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''تو وہ ادھر کیا لینے آیا ہے ہماری مفلسی اور بے بسی کا مذاق اڑانے یا اپنے اعلیٰ آفسر بننے کا رعب جھاڑنے۔'' نوال بے زاری اور نخوت سے بولی۔

''نا تو وہ ہماری مفلسی کا مذاق اڑانے آیا ہے اور نا ہی اپنی آفسری کا رعب جھاڑنے، بیٹا خواہ مخواہ ہر کسی سے دل میلا نا کیا کر، آج بھی دنیا میں کچھ لوگ ایسے موجود ہے جو اپنے محسنوؤں کو یاد رکھتے ہیں، تمہارے ابا کی موت کا افسوس کرنے آیا ہے۔''

''ہونہہ، دس گیارہ سال بعد اسے ابا کا افسوس یاد آ گیا۔''

''بیٹا وہ تیرے ابا کی موت سے اور ہمارے حالات سے انجان تھا۔''

''تو ہو گیا ناں افسوس اب اسے کہیے کہ یہاں سے جائے۔''

''بیٹا وہ اتنی دور سے آیا ہے کل تک چلا جائے گا۔''

''کیا مطلب ہے اماں؟ کل تک چلا جائے گا؟ ہم اکیلی دو عورتیں رہتی ہیں وہ یہاں کیسے رہ سکتا ہے ہمارے گھر تو کوئی مرد بھی نہیں ناں ہمارا اس سے کوئی رشتہ ہے کس ناطے سے وہ یہاں رہ سکتا ہے محلے میں ہماری ایک عزت ہے اماں۔''

''ارے میری جان صداقت بھائی (آفرین کا ابا) کی بیٹھک ہے ناں اسے وہی ٹھہرا لے گئے، تو فکر نا کر میری بچی، بس تو جلدی سے کھانا تیار کر دے۔'' آخر کار نوال نے اپنی اماں کے آگے ہتھیار پھینک دیئے اور کھانا تیار کرنے میں لگ گئی ادھر سنجیلہ بیگم اور احمد رضا کی ماضی سے متعلق لمبی چوڑی گفتگو شروع ہو گئی، نوال کھانا لے کر آئی تو سنجیلہ بیگم اور احمد رضا محو گفتگو تھے اور جب وہ کھانا کھا چکے تو نوال برتن اٹھانے آئی۔

''آپ فکر نہ کریں بیگم صاحبہ ایک دن اللہ آپ کو آپ کے صبر کا پھل ضرور دے گا اللہ ہمیشہ ظالم کی رسی دراز کرتا ہے اور پھر جب اس کے حساب کا وقت آتا ہے تو بڑے بڑوں کے تختے الٹ جاتے ہیں اور اس کے حساب کا وقت مقرر ہے، اب مجھے اجازت دیں۔''

''ارے بیٹا صبح چلے جانا رات یہی گزار لو۔''

''نہیں بیگم صاحبہ میرا جلدی واپس جانا بہت ضروری ہے کچھ بہت زیادہ ضروری کام ہے جو جلدی نپٹانے ہیں پھر انشاء اللہ آیا تو ضرور رہوں گا۔''

''جب میں تمہیں بیٹا کہتی ہوں تو تم مجھے بیگم صاحبہ کیوں کہتے ہو، تم میرے بیٹوں کی طرح ہو مجھے آنٹی کہہ سکتے ہو۔''

''اچھا بیگم صاحبہ، اوسوری آنٹی خدا حافظ۔'' مسکراتے ہوئے یہ کہہ کر وہ صحن عبور کرتے ہوئے چلا گیا۔

☆☆☆

نوال کالج سے آئی چادر اتار کر تخت پر رکھ دی اسے اپنی اماں فون پر کسی سے گفتگو کرتی ہوئی نظر آئی فون بند کر کے انہوں نے تخت پر رکھ دیا۔

''اماں کتنی گرمی ہے۔'' اس نے پنکھے کے آگے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''شکر ہے چھٹیاں مل گئیں ورنہ روزے کے ساتھ کالج جانا کتنا مشکل لگتا تھا چلو خیر سے پچیس روزے گزر گئے۔''

''ہاں بیٹا ذرہ آرام کر لو تھک گئی ہو گی میں بھی نماز کے بعد کچھ آرام کروں گی۔''

''اماں آپ اور آرام، اماں آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' نوال نے فکر مندی سے ماں کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں بھلی چنگی ہوں مجھے کیا ہونا ہے۔''
انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''کیا بات ہے اماں تو دو دن سے بہت عجیب سا برتاؤ کر رہی ہے اکثر بیٹھے بیٹھے مسکرانے لگتی ہے اور کبھی فون لے کر تو دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہے اور لمبی لمبی خفیہ کال چلتی ہے اور تو اور مشین سے بھی تیزی توجہ ہٹ رہی ہے جب سے ہم یہاں آ کر بسے ہیں میں نے تجھے مشین اور اپنے کام کے معاملے میں لاپرواہ ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا اور وہ ساتھ والی آنٹی پوچھ رہی تھی تیری اماں کی طبیعت تو ٹھیک ہے اس نے سلائی والے کپڑے لینے سے انکار کر دیا ہے آخر اماں کیا بات ہے جو مجھ سے چھپا رہی ہو۔'' نوال حیرت اور فکر میں گھلی جا رہی تھی۔
''وقت آنے پر تجھے سب بتا دوں گی ابھی تو جا کر آرام کر اور اپنے چھوٹے سے ذہن پر زیادہ زور نہ ڈال۔''
''لیکن ابھی کیوں نہیں؟'' نوال نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔
''میں نے کہا ناں زیادہ بحث نا کر۔'' انہوں نے لہجے کو سخت کرتے ہوئے کہا اور آخر کار نوال کو چپ سادھنی پڑی اور وہ منہ بسورتے ہوئے اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

نوال نیند سے بیدار ہوئی تو عصر کا وقت ہو چکا تھا نماز پڑھنے کی غرض سے وہ باہر آئی تو خلاف توقع اماں کو کچن میں پایا۔
اماں اور کچن میں؟ تخت پر مشین اور کپڑے ویسے ہی پڑے تھے جیسے وہ چھوڑ کر سوئی تھی وہ کچن میں چلی آئی اماں کو کچن میں مصروف دیکھا تو وہ خود کو بولنے سے نا روک سکی، کیونکہ جب سے وہ یہاں آئے تھے کم عمری میں ہی اس نے کچن کو سنبھالنا شروع کر دیا تھا، کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی تھی۔
''اماں آپ کچن میں کیا کر رہی ہیں؟''
''اٹھ گئی میری بیٹی؟'' انہوں نے نوال کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے الٹا سوال کر ڈالا۔
''میں چکن قورمہ بنا رہی ہوں تم بریانی کی تیاری کر لو بریانی کے ساتھ سلاد اور رائتہ بھی بنا لینا افطاری سے پہلے ہر چیز تیار ہو جانی چاہیے۔''
''اماں یہ سب کیا ہے؟'' وہ حیرت زدہ سی بولی۔
''ہاں اچھے سے دیکھ لو کوئی چیز رہتی تو نہیں سارا سودا سلف ایک بار چیک کر لے کسی شے کی کمی تو نہیں۔'' نوال کی بات کو سنی ان سنی کرتے ہوئے وہ گویا ہوئی۔
''اماں عید کو تو ابھی چار پانچ دن باقی ہیں عید سے پہلے یہ مرغ مسلم ہمارے گھر پہلے تو کبھی نہیں پکے۔''
''آج کچھ مہمان آ رہے ہیں یہ سب ان کے لئے ہے۔'' سنجیلہ بیگم نے رسانی سے جواب دیا۔
''مہمان؟ کون مہمان؟ اور کیوں؟'' نوال کی حیرت ہر چند تھی۔
''تمہارے ابا کے جاننے والے ہیں تمہارے رشتے کے لئے آ رہے ہیں۔'' سنجیلہ بیگم آج نوال کو سرپرائز پہ سرپرائز دے رہی تھی۔
''میرے رشتے کے لئے، یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' نوال پر جیسے بم پھوڑا گیا۔
''کیوں میں نے ایسی کیا بات کہہ دی، کیا تیری شادی نہیں کرنی ایک نا ایک دن تو یہ فرض ادا کرنا ہی ہے اور پھر وہ لوگ تمہارے ابا کے جاننے والے ہیں، اس لئے دل کو تسلی ہے بہت سوچ سمجھ کر میں نے ہاں کی ہے۔'' سنجیلہ بیگم نے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔
''ابا کے جاننے والے میرا رشتہ لے کر آ رہے ہیں اور آپ کہہ رہی ہیں آپ نے ہاں بھی کردی۔'' نوال کو جیسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔
''نہیں کرنی ہے مجھے شادی خاص طور پر ابا کے جاننے والوں میں تو بالکل بھی نہیں ابا کے یہ جاننے والے اس وقت کہاں تھے جب ہمیں در بدر کیا گیا تھا اپنے پرائے سب ساتھ چھوڑ گئے تھے، ابا کی زندگی میں ابا کے احسانوں کا دم بھرنے والے تب کہاں گئے تھے جب ہم ماں بیٹی کو اپنی جان بچانے کے لئے رات کی سیاہی میں بے گھر ہونا پڑا۔'' وہ چیختے چلاتے ہوئے بولی۔
''نفرت ہے مجھے ابا کے رشتے داروں سے اور جاننے والوں سے۔'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔
''اب یہ کہاں سے چلے آ رہے ہیں۔''
''بیٹا یہ بھی تو ہوسکتا ہے وہ ان سب حالات سے انجان ہو ہر کسی سے بدگمان نہیں ہوا کرتے دنیا میں اچھے لوگوں کی کمی نہیں ہے، میں ہر وقت ہلکان ہوتی رہتی تھی کہ ہم غریب ہیں پتہ نہیں ڈھنگ کا رشتہ ہماری دہلیز پار بھی کرے گا کہ نہیں جب وقت اور لوگوں پر اعتبار اٹھ جائے تو دل ایسے ہی ڈاوانا ڈول ہوتا رہتا ہے لیکن اللہ بہت رحیم ہے، وہ سب کی سنتا ہے، تو کہتی تھی ناں کہ اماں اتنی محنت نا کیا کر میرا دل کڑھتا ہے اور میں کہتی تھی تیری شادی کا انتظار ہے تیری شادی ہو جائے گی تو سب چھوڑ دوں گی، بس پھر میں نے تیری شادی کرنے اور سلائی کا کام چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے بس تیرا فرض ادا ہو جائے تو مجھے بھی چین نصیب ہو۔''
''یہ اچانک بیٹھے بٹھائے ابا کے جاننے والے کہاں سے پیدا ہو گئے زرا مجھے بھی تو بتائیں۔''
''سب پتہ چل جائے گا تجھے وقت آنے پر تھوڑا صبر کرلے۔'' سنجیلہ بیگم نے بات ختم کر کے اسے ٹالنے کی سعی کی لیکن وہ نوال ہی کیا جو ٹل جائے اور بال کی کھال نا نکالے ویسے بھی وہ بہت صبر کر چکی تھی کچھ دنوں سے اماں کی سرگرمیاں اسے تشویش میں مبتلا کر رہی تھی اور آخر کار سنجیلہ بیگم کو نوال کے آگے ہار ماننا پڑی اور انہوں نے ساری بات من وعن اس کے گوش گزار کردی۔
مولوی عبدالرحمٰن جو کہ نوال کے استاد صاحب تھے انہوں نے بہت مان سے نوال کا رشتہ مانگا تھا جسے سنجیلہ بیگم کسی صورت رد نا کر سکی ایک تو وہ دیکھے بھالے تھے دوسرا وہ سنجیلہ بیگم کے تمام حالات سے باخوبی واقف تھے اور خیر سے ان کا بیٹا ڈپٹی کمشنر کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھا دوسرا نیک شریف ماں باپ کا تابعدار اور سعادت مند بیٹا تھا اس لئے انکار کا کوئی جواز پیدا ہی نہیں ہوتا تھا، اس کی دعائیں رنگ لے آئی تھیں وہ جتنا اللہ کا شکر ادا کرتی کم تھا اور پھر مہمانوں کی آمد ہوئی روزے کے افطاری کے بعد نوال کو احمد رضا کے نام کی انگوٹھی پہنا دی گئی نوال نے پہلے تو حیل وحجت کی لیکن جب سنجیلہ بیگم نے اسے نرمی سے سمجھایا تو فرمانبردار بیٹی کی طرح اپنی ماں کے فیصلے کے آگے سر جھکا لیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی ماں اس کے لئے کبھی بھی کوئی غلط فیصلہ نہیں لے سکتی، وہ ماں جس نے بیوگی کی سفید چادر اوڑھ کر بیٹی کی پرورش میں کوئی کسر نا چھوڑی تھی وقار صاحب کے بعد ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا دنیا کی سرد گرم سے بچایا اس کی پرورش اور تربیت میں اپنی جوانی تیاگ کر دی وہ ماں بھلا

اس کے لئے کیسے کوئی غلط فیصلہ کرسکتی تھی، ہمیشہ کی طرح آج بھی اس نے ماں کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا اور سنجیلہ بیگم کا وہ مان جو وہ اپنی اکلوتی بیٹی پر کرتی تھی کسی صورت کم نہیں ہونے دیا تھا، آفرین اس کے گھر والے اور محلے کے کچھ جاننے والے بھی اس چھوٹی سی تقریب میں مدعو تھے، آفرین کی تو خوشی دیدنی تھی اور وہ نوال کی قسمت پر رشک کر رہی تھی کہ ایسا خوبصورت پڑھا لکھا خوبرو نوجوان سے اس کی نسبت طے ہونے پر جو کسی بھی لڑکی کے لئے قابل رشک ہوسکتا تھا سب نے اس کی قسمت کو سراہا تھا وہ خوش تھی یا نہیں لیکن قدرے مطمئن تھی۔

پچیسویں روزے کے مبارک دن میں نوال احمد رضا کے نام کی انگوٹھی پہن چکی تھی، سنجیلہ بیگم شکرانے کے نفل ادا کرتی نا تھکتی تھی۔

☆☆☆

انیسویں روزے کی افطاری کے بعد ہر کوئی عید کا چاند دیکھنے کے لئے بے قرار اپنی چھتوں پر رونق جمائے موجود تھے اور پھر چاند نظر آ گیا ہلال کمیٹی نے عید کا چاند نظر آنے کی نوید سنا دی مسجدوں کے سپیکر بول اٹھے ہر طرف عید کے چاند کی مبارک بادیں وصول ہونے لگی پورا شجاع آباد روشنیوں سے جگمگا اٹھا بازاروں کا رش بڑھنے لگا، عید کی بچی کچھی خریداری لوگ چاند رات میں پوری کرنے لگے لڑکیاں مہندی لگانے کے لئے گروپ بنائے بیٹھ گئی امی چچی، پھپھو، خالہ تائی کچن میں گھسی سویاں شیر خورمے اور مختلف میٹھی ڈشیں بنانے میں جت گئیں ایسے میں آفرین مہندی اٹھائے نوال کے پاس چلی آئی نوال اور آفرین مہندی لگانے بیٹھ گئی، سنجیلہ بیگم کچن میں مصروف تھیں کہ پشت سے آنے والی آواز نے اسے حیرت زدہ کرنے کے ساتھ ساتھ پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

''السلام علیکم آنٹی!'' احمد رضا نے سلام کیا، سنجیلہ بیگم حیرت میں گھری سلام کا جواب دے کر احمد رضا کی اچانک آمد پر خوشی سے کھل اٹھی، احمد رضا کی اچانک آمد پر جہاں وہ حیران تھی وہاں اپنے اکلوتے داماد کو یوں خوشی کے لمحوں میں اچانک آجانے پر نہال ہوئے جا رہی تھی۔

''آنٹی دروازہ کھلا تھا اور بغیر دستک دیئے ہی اندر آ گیا۔'' ان کی حیرت کو بھانپتے ہوئے اس نے صفائی دینے کی سعی کی۔

''ارے بیٹا یہ تمہارا بھی گھر ہے بلا اجازت تم جب چاہے آ سکتے ہو۔'' سنجیلہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آفرین نوال کو مہندی لگانے آئی تھی بس وہی بے دھیانی میں دروازہ کھلا چھوڑ آئی ہو گی لڑکیاں تو ویسے بھی چاند رات کو چوڑیوں اور مہندی کے لئے اس قدر شیدائی ہو جاتی ہیں کہ ہر طرف سے ان کا دھیان ہی ہٹ جاتا ہے۔''

''بیٹا اس خوشی کے لمحوں میں تم نے آ کر اپنے ہونے کا ایک خوشگوار احساس دلایا ہے، یوں لگا کہ اس دنیا میں کوئی ہمارا بھی ہے۔'' سنجیلہ بیگم نے شفقت سے احمد رضا کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''چلو آؤ باہر چل کر بیٹھتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ اسے کچن سے لے کر برآمدے میں لے آئی اور احمد رضا برآمدے میں رکھی کرسی پر بیٹھ گیا اور سنجیلہ بیگم پاس ہی تخت پر براجمان ہو گئی۔

''اور سناؤ گھر والے تو سب ٹھیک ہیں تم نے آنے کی اطلاع ہی نہیں دی۔''

''آنٹی سب ٹھیک ہے اور آپ کو سلام کہہ رہے تھے امی اور ابو کل عید والے دن آ رہے ہیں

اپنی اکلوتی بہو کو عیدی دینے کے لئے اور شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے لئے، میرا بغیر اطلاع دیئے جلدی آنے کی وجہ ایک تو آپ لوگوں کو چاند رات کا سرپرائز دینا تھا دوسرا ایک خوشخبری۔" احمد رضا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیسی خوشخبری؟ اس کے علاوہ اور کیا خوش خبری ہو سکتی ہے؟" سنجیلہ بیگم نے آنکھوں کو سکوڑتے ہوئے کہا۔

احمد رضا نے اپنے ہاتھ میں نیلے رنگ کی فائل پکڑاتے ہوئے کہا۔

"آنٹی یہ رہی آپ کی امانت، جبار صاحب نے جس طرح غلط طریقے سے آپ کی ساری جائیداد ہتھیالی تھی وہ سب کورٹ کے ذریعے آپ کو واپس مل چکا ہے آپ کا گھر، فیکٹری اور پلازہ وہ سب کچھ جو آپ سے چھینا جا چکا تھا اب وہ آپ کے نام ٹرانسفر ہو چکا ہے، غلط بیانی، ناجائز قبضے اور آپ کو اور نوال کو مارنے کی سازش میں جبار صاحب اور ان کی اہلیہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے، آپ کی ملازمہ اللہ رکھی اور وقار صاحب کے سابقہ منیجر نے کورٹ میں آپ کے حق میں بیان دے کر اس سب کام میں ہماری بہت مدد کی ہے اب آپ سکون سے زندگی گزار سکتی ہیں، آنٹی میں نے کہا تھا ناں کہ اللہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر ضرور دیتا ہے وقار صاحب نے کبھی کسی کا برا نہیں چاہا تھا تو پھر ان کے پیاروں کے ساتھ برا کرنے والا کب تک اللہ کی پکڑ سے بچ سکتا تھا اللہ بھی اپنے پیارے بندوں کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔" سنجیلہ بیگم حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات و تاثرات میں گھری ہوئی تھی ان کا وجود ساکت ہو چکا تھا اور آنکھیں لبالب تشکر زدہ آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، انہوں نے مشکور نظروں کے ساتھ آسمان کی طرف اوپر چہرہ اٹھا کر دیکھا۔

"اللہ تو واقعی بہت رحیم ہے۔"

"تو بڑا کریم ہے تو جب نوازنے پہ آتا ہے تو جھولیاں بھر دیتا ہے تو اپنے بندوں کا دامن بھی خالی نہیں موڑتا۔"

سنجیلہ بیگم کی دعائیں قبول ہو چکی تھیں اس بابرکت مہینے میں اللہ نے اسے اپنی رحمت سے مالا مال کر دیا تھا نوال دروازے کی چوکھٹ سے لگی اپنی اماں اور احمد رضا کے مابین ہونے والی گفتگو سن چکی تھی اس نے اپنے اندر سے ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے آسمان کی طرف مشکور نظریں اٹھا دیں دوسری طرف سنجیلہ بیگم جائے نماز بچھائے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس ذات باری تعالیٰ کا شکر بجا لا رہی تھی۔

☆☆☆

نوال مہندی لگے ہاتھوں کے ساتھ چھت پہ کھڑی چاند دیکھنے کے بعد آنکھیں موندیں دعا مانگ رہی تھی۔

"اے اللہ میں کیا مانگوں تو نے تو مجھے میری بساط سے بھی زیادہ نواز دیا ہے مجھے تو مانگنا بھی نہیں آتا اور تو نے بن مانگے ہی مجھے اتنا نواز دیا ہے میرے پاس تو تیرا شکر بجا لانے کے لئے الفاظ بھی نہیں ہیں، تیری شان اتنی اونچی ہے اور میرے الفاظ اتنے چھوٹے، تیری رحمت اتنی اعلیٰ ہے اور میری ذات اتنی ادنیٰ، تیرا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔" دعا مانگ کر آنکھیں کھول دی آنسوؤں سے بھیگی پلکوں کو انگلیوں کی پوروں سے صاف کیا اور پلٹنے کے لئے مڑی۔

اور جب وہ مڑی تو اپنے سامنے بالمقابل اس وجیہہ شخص کو پایا جو سینے پر بازوؤں کو لپیٹے کھڑا اسے مبہوت سا دیکھ رہا تھا۔

"کیا مانگا؟" چہرے پر مسکان سجائے اس

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نے لب کشائی کی۔

''بن مانگے ہی اتنا کچھ مل گیا کہ ڈرتی ہوں اور مانگنے پر ناشکری کے زمرے میں نا آ جاؤں۔'' اس نے سامنے کھڑے شخص کو سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

''جب وہ کہتا ہے کہ مجھ سے مانگ میرے خزانوں میں کمی نہیں ہے تو پھر ناشکری کے زمرے میں آنا کیسے؟'' اس نے اسے اسی کے لہجے میں جواب دیا۔

''آؤ مل کر مانگتے ہیں۔'' احمد رضا نے اپنی ہونے والی شریک حیات کے مہندی لگے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

''آؤ مل کر مانگتے ہیں، اپنی آنے والی زندگی کے لئے ایک دوجے کا ہمیشہ کے لئے پیار بھرا ساتھ اور خوشیاں۔'' یہ کہہ کر احمد رضا نے اپنی آنکھیں موند لیں۔

نوال گردن موڑے اس شخص کو دیکھنے لگی، جو اس کے کندھے سے کندھا جوڑے اپنی اور نوال کی زندگی کے لئے خوشیاں مانگ رہا تھا، ہزاروں لمحوں میں بس ایک لمحہ ہوتا ہے۔

اقرار کا لمحہ، اس کے دل کے جلترنگ بج اٹھے، ایک ہی لمحے میں وہ اسے اپنا سا لگا۔

جیسے صدیوں کا ساتھ ہو ایک انجانا سا احساس پیدا ہوا محبت کے اقرار کا احساس، کسی کے ساتھ کا احساس۔

اور پھر نوال نے بھی اپنی پلکوں کی جھالر گرا دی اور آنکھیں موند لیں، اسے بھی تو عید کے اس چمکتے دمکتے چاند کے سامنے احمد رضا اور مسز احمد رضا کے لئے خوشیوں کی دعا مانگنی تھی اور اللہ کا شکر ادا کرنا تھا جس نے یہ عید اس کے لئے سہی معنوں میں عید بنا دی تھی۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

رمضان کی تیاریاں تو وہ ہمیشہ ہی ذوق و شوق سے کرتی، رمضان کی آمد پر اس کا دل عجیب سی خوشی سے بھر جاتا، شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ رمضان میں گھر کے سبھی افراد ایک ساتھ جمع ہوتے، سحر و افطار کا اہتمام ہوتا اور خشوع و خضوع کے ساتھ عبادات کی جاتیں ہر طرف رونقیں ہوتیں ہو سرشاری ہو جاتی۔

شادی کے بعد سسرال میں اس کا پہلا رمضان تھا اپنے حسن اخلاق کے باعث اس نے سب گھر والوں کے دل موہ لئے تھے، صرف گھر پر ہی نہیں وہ گھر والوں کے دلوں پر بھی راج کر رہی تھی۔

اس کے چار دیور، ایک نند، ساس، سسر اور اس کا شوہر سبھی ہر دم اس کے معترف تھے گھر کا نظم و نسق اس کے بدولت ایک مثالی نظام تھا۔

☆☆☆

آج پہلا روزہ تھا وہ افطاری کی تیاری کے لئے سہ پہر کچن میں جا گھسی، باقی سب کو بھی اس نے اپنے ساتھ شامل کیا۔

''عثمان تم فارغ بیٹھے ہو یہ سامان تیار کر دو پکوڑوں کے لئے۔'' اس نے پکوڑوں کے لئے لسٹ اسے تھماتے ہوئے کہا۔

''حنا تم آٹا گوندھو، مبشر تمہارے ہاتھ میں صفائی بہت ہے ذرا اس گوشت کی کیوبز تو بنا دو۔'' اس نے نک چڑھے مبشر کی خوشامد کرتے ہوئے ایک کام اس کے سپرد کیا۔

''نبیل تم ذرا ان فروٹس کا فریش جوس بنا دینا۔'' نبیل کی طرف چھنوں والی ٹوکری بڑھاتے ہوئے اس کے کہا جو اس نے سعادت مندی سے تھام لی۔

''بھابھی میں بلینڈر میں چٹنی بنا دوں گا۔'' رمیز نے اپنے لئے خود ہی آسان سا کام چن لیا۔

''ہاں ٹھیک ہے اور آپ ذرا کچن میں میرے ساتھ ہیلپ کرا دیں۔'' اس نے عجلت میں اسے او کے کرتے ہوئے شوہر نامدار کو بھی اس کار خیر میں گھسیٹ ڈالا۔

''لاحولہ ولا قوۃ یعنی اب بھی مزید ہیلپ کے لئے کچھ رہ گیا ہے۔'' بھائی نے خود کلامی کی جو بھابھی تو ناں سن سکیں البتہ قریب بیٹھے پیاز کاٹتے آنسو گراتے عثمان نے ضرور سن لیا تھا مگر محض مسکرانے پر ہی اکتفا کیا کوئی بھی لقمہ دینے سے نجانے کیسے وہ پرہیز کیا گیا۔

''ارے بیٹا ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو ہچکچانا مت۔'' اس کے سسر نے شرارت سے کہا تو وہ خجل سی ہو گئی۔

''نہیں ابو، یہ سب نکمے ہیں ناں اپنی خدمات مفت میں بانٹتے پھرنے والے آپ آرام کریں۔'' اس نے ایک طائرانہ نگاہ ان پر ڈالتے ہوئے شرارت سے کہا۔

''واہ سبحان تیری قدرت، یعنی ایک تو کام کروا رہی ہیں اوپر سے ایسے نظریات۔'' نبیل آنکھیں مٹکاتا ہوا بولا۔

''مرتے کیا ناں کرتے، بھابھی آپ کا حکم سر آنکھوں پر، ورنہ روزے میں تو ہم نماز بھی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بمشکل سے پڑھتے ہیں کجا کچن کا کام کرنا۔
عثمان نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔
''اور......'' رمیز کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بھابھی نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔
''بس معاف کر دو مجھے غلطی ہو گئی جو آپ کی شایان شان ایسی بات کر دی۔'' بھابھی نے با قاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے سب ہنس پڑے۔
''بابا جان آپ انہیں دیکھئے گا کہیں ڈنڈی ناں مار جائیں۔'' وہ سسر سے کہہ کر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''حد ہے بے مروتی کی بھی۔'' نبیل نے اپنے نیک خیالات زبان تک لائے، مگر بابا جان نے آنکھیں نکالیں تو جھینپ سا گیا۔

☆☆☆

''ارے ارے یہ تو سراسر دھاندلی ہے، اب آپ خود دیکھ لیں بابا یہ دونوں پکوڑوں کی بلیکنگ کر رہی ہیں۔'' مبشر نے پہلے حنا کی جھولی سے نکلتے پکوڑوں کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھا، مگر برداشت کر گیا، لیکن اب جب بھابھی نے بھی ٹوٹے بکھرے پکوڑے اٹھا کر چائے کے کپ میں ڈال لئے تو وہ احتجاج کیے بنا رہ ناں سکا۔

''ہاں تو کیا، آپ لوگ اتنا جلدی جلدی کھاتے ہو ہم لوگ تو دیکھتے ہی رہ جائیں۔'' وہ منہ بسور کر بلا کی معصومیت سمیٹے بولی۔

''تو تم بھی جلدی کھایا کرو ناں، اف سارے پکوڑے صفا چٹ کر لئے دونوں نند بھاوج نے، ہم معصوم کیا کھائیں؟'' اب کی بار عثمان نے روتی صورت بنا کر کہا تو سب نے قہقہہ لگایا۔

''یہ تو سراسر زیادتی ہے۔'' نبیل نے بھی احتجاجاً کہا۔

''ارے ارے دیکھو سمگل بھی ہو رہے ہیں۔'' حنا کا امی کی طرف جاتا پکوڑے والا ہاتھ دیکھ کر مبشر ایک بار پھر تلملا گیا۔

''آئندہ دیکھنا تم لوگ۔'' عثمان چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہیں وارن کرنے لگا، جہاں داڑھی مونچھیں ندارد تھیں۔

اسی چھینا چھپٹی اور لڑائی جھگڑے نوک جھوک میں رمضان بھاگتا ہوا گزر رہا تھا، پتا ہی ناں چلا کب رمضان آیا اور کیسے بیت رہا تھا۔

''واہ رمضان تیری برکتیں، یعنی شیطان بھی سربسجود ہے۔'' بھابھی نے مبشر کو نماز پڑھتے دیکھا تو شرارت سوجھی۔

''عروج آدم گوارا ناں تھا ورنہ شیطان تو سجدوں کا بڑا شوقین تھا بھئی۔'' عثمان نے گزرتے ہوئے ہانک لگائی، افطاری کے بعد صرف بابا ہی مسجد جاتے یہ بٹے کٹے سبھی گھر میں ہی مغرب کی نماز ادا کرتے تھے۔

''مگر یہاں تو آج بھی باقاعدہ صوم وصلوۃ ہو رہی ہے، واہ مولا تیرے رنگ، بے شک یہ سب رمضان کی ہی نعمت ہے۔'' بھابھی مسکے لگا رہی تھیں عثمان بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانے پر راضی تھا۔

☆☆☆

''بھابھی آپ اتنے دنوں سے عیدی مانگ رہی تھیں یہ ہماری طرف سے۔'' نبیل، عثمان، مبشر اور رمیز ہاتھوں میں خوبصورت پیکنگ میں چھوٹے چھوٹے سے گفٹ لئے اس کے حضور حاضر تھے۔

''واؤ، کتنے پیارے پیک کیے ہیں، یقیناً اندر موجود چیزیں بھی پیاری ہونگی۔'' بھابھی نے مہارت سے کی گئی خوبصورت پیکنگ کو سراہتے ہوئے سب سے گفٹ لے لئے۔

''ہاں ہاں بالکل۔'' رمیز نے سنجیدگی سے کہا۔

''تھینکس تو آل آف یو۔'' اس نے باری باری سب کو مشکور نگاہوں سے دیکھا۔

''آں ں ں...... نہیں گفٹ دیکھنے کے بعد شکریہ ادا کیجئے گا۔'' نبیل جو سب میں بڑا تھا مودبانہ لہجے میں بولا۔

''اب ہم چلتے ہیں۔'' بھائی کو اندر انٹر ہوتا دیکھا کر چاروں وہاں سے کھسک گئے۔

''یہ فوج یہاں کیا کر رہی تھی؟'' ان کا اشارہ ان چاروں کی طرف تھا۔

''مجھے عید گفٹس دینے آئے تھے، ان ایڈوانس۔'' بھابھی نے اترا کر کہا۔

''اوہ اچھا، ویسے گفٹ تو ہم بھی لائے ہیں۔'' بھائی نے ہاتھ کمر پر باندھتے ہوئے کہا۔

''اچھا دکھائیں تو۔'' وہ خوش ہوئی۔

''نہیں پہلے تم بتاؤ کیا گفٹ ہونا چاہیے؟'' وہ مسکرائے۔

''آپ اگر محبت سے پتھر بھی لا دیں گے تو میں اسے بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کر کے قبول کر لوں گی۔'' بھابھی کے لہجے میں محبت و اپنائیت کے رنگ تھے۔

''واقعی پھر تو مسئلہ ہی حل ہو گیا، یہ لو تمہارا گفٹ۔'' بھائی نے جیب سے ایک پتھر نکال کر بیوی کی نذر کیا۔

''آپ سچ مچ میں پتھر لے آئے۔'' بھابھی نے بے یقینی سے کہا۔

''اونہہ، یہ دیکھیں میرے دیوروں نے کتنے اچھے تحفے دیئے ہیں۔'' بھابھی بیڈ پر بیٹھ کر گفٹ کھولنے لگیں۔

''خوبصورت پیکنگ میں مال اکثر خراب ہوتا ہے۔'' بھائی نے لقمہ لگایا مگر بھابھی انہیں نظر انداز کر کے گفٹ کھولتی گئیں اور پھر بھابھی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

مبشر، کٹے ہوئے سیب کا چوتھا حصہ، گفٹ نکلا۔

عثمان، ایک سوکھا سڑا پکوڑا۔

نبیل، نے تو حد ہی کر دی کھجور کی گٹھلی

رمیز، جس کا گفٹ سب سے خوبصورت پیک کیا گیا تھا، اندر سے کیلے کا چھلکا نکلا۔

''بھابھی کیسے لگے گفٹ؟'' چاروں نے دروازے میں آ کر بیک جنبش لب کہا۔

بھابھی نے سارے ڈبے اٹھا کر انہیں دے مارے، مگر وہ بھی ہوشیار تھے پھرتی سے نشانہ خطا کروا گئے تھے۔

بھابھی نے پلٹ کر زیر لب مسکراہٹ دباتے شوہر کو غصے سے گھورا۔

یقیناً اب ان کی باری تھی اور ان کے سر پر پتھر ہی پڑنا تھا، وہ بھاگنے کے لئے لپکے مگر دروازے میں پڑے کیلے کے چھلکے سے پھسل کر زمین بوس ہوتے چلے گئے، بھائی کی چیخوں اور بھابھی کی ہنسی کی ملی جلی آوازوں نے ان چاروں کو دروازے میں آنے پر مجبور کر دیا، بھائی کو دیکھتے ہی سب نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

حنا بھی ہانپتی کانپتی آن دھمکی، بھائی جوں کے توں فرش پر تھے کسی نے سہارا دے کر اٹھانے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

''اررررے یہ بھائی کو کیا ہوا ہے؟'' وہ خوفزدہ سی ہو کر پوچھنے لگی۔

''بھابھی نے عید گفٹ دیا ہے۔'' رمیز نے کہا تو بھائی خجل سے ہو کر خود ہی اٹھنے لگے، ایک بار پھر ان سب کے منہ غاروں کی طرح کھل گئے تھے۔

ان سب کے قہقہوں کی آواز سے پورا گھر گونج رہا تھا، امی ابو اپنے کمرے میں بیٹھے ان کی ہنسی کی جھنکار سن رہے تھے، اللہ نے انہیں رمضان کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ اتنی اچھی اور خوش اخلاق بہو سے بھی نوازا تھا جس نے ان کے گھر کو جنت بنا رکھا تھا، جس پر وہ اس غفور والرحیم کا جتنا شکر ادا کرتے کم تھا۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

"اف ہو، اتنی گرمی اور روزے نے نڈھال کر دیا مجھے۔" نابغہ بیگم وسیع و عریض لاؤنج کے وسط میں رکھے شاندار نرم دبیز صوفے میں دھنسی بیٹھی تھیں، اے سی کی خنکی نے لاؤنج کی پر سکون فضا کو خوشگوار بنا رکھا تھا، لیکن اس کے باوجود نابغہ بیگم نزاکت سے ٹشو سے اپنے ماتھے پر سے نادیدہ پسینہ پونچھتے ہوئے نڈھال نظر آ رہی تھیں، ان کے مقابل سنگل صوفے پر بیٹھی نرم و نازک خوبصورت سمیرا نے بغور ساس کی بات سنی اور مدھم مسکراہٹ نے اس کے لبوں کے کنارے کو چھونے کی جسارت کی ہی تھی کہ سمیرا نے وہیں اس کو روک دیا، اس کی نازک طبع ساس کا مزاج بھی شاہانہ تھا۔

"ماما آپ تو ڈرائیور کے ہمراہ گاڑی پر گئی تھیں نا۔" سمیرا نے استفسار کیا۔

"بھئی میں تو گاڑی پر ہی جاتی ہوں میں تو عام دنوں میں گاڑی کے بغیر نہیں جاتی یہ تو روزے کی حالت تھی، پھر بھی گاڑی سے نکل کر گھر کے رہائشی حصے تک کا فاصلہ بھی طے کرنا وبال جان بنا دیا اس آگ اگلتے سورج نے۔" نابغہ بیگم ابھی تک گرمی کے احساس کے زیر اثر تھیں۔

"سب گھروں میں کہہ دیا ہے نا آپ نے۔" سمیرا چاہتے ہوئے بھی دو گھروں کا تذکرہ نہ کر سکی۔

"ہاں ہاں کہہ دیا ہے سب کو، ہر سال کی طرح اس بار بھی انتظامات شاندار ہونے چاہئیں، مجھے کوئی کمی نظر نہ آئے۔" نابغہ بیگم کے لہجے میں قطعیت تھی، لیکن چہرے پر دھیمی دھیمی مسکان بکھری تھی، ہر سال افطاری کی دعوت پر وہ اپنی سوسائٹی کی بیگمات اور عزیز و اقارب کو مدعو کرتی تھیں اور خوب واہ واہ سمیٹتی تھیں، اب بھی متوقع تعریف و توصیف کی چاہ نے ان کے دل کو گدگدا دیا تھا، سمیرا نے دکھ سے ساس کے چہرے پر بکھری مسکان کو دیکھا اور ساس کے حکم پر سر اثبات میں ہلا دیا، سمیرا کا اپنے سسرال میں دوسرا رمضان تھا، پہلی دفعہ جب افطاری کی شاندار دعوت کو دیکھا تو اس کا دل عجیب سی خوشی سے بھر گیا کہ اس کی ساس دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ دین کو بھی اہم گردانتی ہیں، روزے رکھنا، نمازوں کی پابندی کرنا، ذکر اذکار اور گھر میں ایک شاندار افطاری دعوت کا انتظام، ان سب باتوں نے اس کی ساس کو اس کی نظر میں بے انتہا بلند مقام عطا کیا تھا، لیکن رمضان گزرا، عید بھی آئی اور گزر گئی، گھر سے باہر بھی شاپنگ کے لئے جانا ہوتا یا میکے کا چکر لگتا وہ اکثر دیکھتی ان کے شاندار بنگلے کے دائیں بائیں بالکل ساتھ دو گھر انتہائی سادہ اور عام طرز تعمیر رکھتے تھے گھروں کا سٹائل بالکل ویسا جیسا دیہاتوں میں رائج تھا، لیکن اگر اس کی ساس اس کے ہمراہ ہوتی تو دونوں گھروں کے لئے واضح ناگواری و بیزاری ان کے سرخ و سفید چہرے پر در آئی، جو سمیرا کو حیران کر دیتی، کبھی عید یا شب برات پر ان کے گھر سے کھانے کی کوئی چیز آ جاتی تو نابغہ بیگم کا پارہ ہائی ہو جاتا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

"انہیں جرأت کیونکر ہوئی ہمارے گھر بھیجنے کی۔" سمیرا ان کا دہرا معیار دیکھ کر حیران رہ جاتی، وہ خود بھی بہت امیر طبقے سے تعلق رکھتی تھی لیکن ان کے بڑوں نے اسے یہی سکھایا تھا کہ سب انسان مساوی عزت دینے کے لائق ہیں، سب کو عزت اور محبت دو، یہاں تو حال ہی انوکھا تھا، دو قریبی ہمسائے اس بنا پر ناپسند کیے جاتے تھے کہ وہ ان سے حیثیت میں کم تھے اور دونوں گھروں نے ان کے شاندار بنگلے کے حسن کو گہنا دیا تھا، اکثر و بیشتر نابغہ بیگم اپنے تنفر کا اظہار سمیرا

سے کرتی رہتی تھیں، اب یہ تو وہ لوگ ہی بتا سکتے جو ان گھروں میں مقیم تھے کہ انہوں نے اس سوسائٹی میں جگہ تو خرید لی تھی تو گھر کیوں نہیں شاندار بنوائے۔

''حارث آئے تو اسے میرے کمرے میں بھیجنا، میں تزئین و آرائش کروانے کا بھی ارادہ رکھتی ہوں، اب میں آرام کروں گی۔'' نابغہ بیگم صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئیں، اب انہیں اپنی تھکاوٹ اتارنا تھی، سمیرا کی پرسوچ نگاہوں نے نابغہ بیگم کے نظروں سے اوجھل ہونے تک تعاقب کیا۔

☆☆☆

وہ حارث سے بے پناہ محبت کرتی تھی، حارث جو نابغہ بیگم کے ہر حکم کی تعمیل خود پر فرض سمجھتا تھا، بھلے وہ صحیح ہو یا غلط اور نابغہ بیگم کو حارث کی تابعداری فخر میں مبتلا کر دیتی تھی لیکن سمیرا حارث اور نابغہ بیگم کی سوچ کو بدلنے کی خواہاں تھی، اسے ان دونوں سے محبت تھی، محبت کا تقاضا یہی تھا کہ دونوں پیارے رشتوں کو عبادت کی اصل روح کی پہچان کرائی جائے، سمیرا کو آج رات ہی حارث سے بات کرنا تھی۔

''حارث مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنا ہے۔'' رات جب حارث مسجد سے لوٹا تو سمیرا بھی نماز عشاء اور تراویح کی ادائیگی سے فارغ ہو چکی تھی، حارث بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر اپنے موبائل لگا کر اپنے موبائل میں گم ہو گیا، سمیرا نے حارث کے قریب بیڈ پر بیٹھ کر حارث کو مخاطب کیا، حارث نے فی الفور اپنی نگاہیں موبائل سکرین سے ہٹا کر اپنی حسین و جمیل نازک اندام بیوی کو دیکھا جس کے من موہنے چہرے پر سوچوں کا جال بچھا تھا، حارث متفکر ہوا تھا، سمیرا بہترین بیوی اور بہو تھی، ان کی سوسائٹی میں ایسی

وفا شعار اور دیندار لڑکی کا ملنا ناممکن تھا، بقول نابغہ بیگم حارث کے لئے اللہ سے انہوں نے جو گوہر نایاب مانگا تھا وہی حارث کو ملا تھا۔

''سمیرا، بولو نا، کیا بات ہے؟'' حارث نے استفسار کیا، سمیرا چند ثانیے خاموشی سے حارث کا چہرہ دیکھتی رہی جیسے کچھ سمجھ نہ پا رہی ہو بات کہاں سے شروع کرے، حارث کو غیر معمولی پن کا احساس شدت سے ہوا۔

''آخر ایسی کون سی بات ہے جس نے سمیرا کو اتنا سنجیدہ انداز اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔'' حارث سیدھا ہو بیٹھا اور استفہامیہ نگاہیں سمیرا کے حسین چہرے پر جما دیں۔

''وہ حارث مجھے امی جان کے متعلق بات کرنی ہے۔'' سمیرا قدرے ہچکچا کر گویا ہوئی نہ جانے حارث کا ردعمل کیسا ہو اسی وجہ سے وہ ہچکچاہٹ کا شکار تھی، اسی پل جب سمیرا کے ذہن سے یہ الفاظ نکلے نابغہ بیگم جو کل کی افطاری کے متعلق حارث سے کچھ ڈسکس کرنے ان کے کمرے کے دروازے تک پہنچی تھی، اپنے ذکر پر وہیں ٹھٹھک کر ساکت ہوئیں، دروازہ ادھ کھلا تھا، افطاری سے کچھ دیر قبل ہونے والی بارش نے ماحول کو خاصا خنک اور خوشگوار بنا دیا تھا، سمیرا نے اسی وجہ سے اے سی نہیں چلایا تھا، دروازہ ادھ کھلا رکھا کہ سوتے وقت لاک کر دے گی، وہ نہیں جانتی تھی نابغہ بیگم اس کا کہا حرف حرف سن لیں گی اور اس کے بعد ان کا جو ردعمل ہوا، وہ سمیرا کے حواس معطل کر دینے کو کافی تھا۔

''کیا بات کرنی ہے امی کے متعلق۔'' حارث کو سمیرا کے بات کرنے کے انداز پر اچنبھا ہوا۔

''حارث ہمارے بنگلے کے دائیں بائیں جو گھر ہیں جن کی دیواریں ہمارے گھر کی دیوار

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

سے ملی ہوئی ہیں۔'' سمیرا بات ادھوری چھوڑ کر مخروطی انگلیاں چٹخانے لگی، نابغہ بیگم کے جہاں کان کھڑے ہوئے وہیں حارث بھی جھنجلا اٹھا۔

''کھل کر بات کرو، کیوں پہیلیاں بجھوا رہی ہو۔'' لہجہ قدرے سختی کے رنگ میں رنگا تھا، سمیرا کو اپنے بے تکے پن کا احساس ہوا، فوراً رسان سے گویا ہوئی۔

''حارث ہمسائیوں کا حق سب سے مقدم ہے کہ ہم ان کو اپنی خوشیوں اور دعوتوں میں شریک کریں، ہمارے گھر میں شاندار کھانا پکے تو ہم ان کے گھر بھی بجھوائیں تاکہ ان کا بھیجا ہوا کچھ بھی کھانا ہم کوڑے میں ڈال دیں، حیثیت میں کم ہیں نا، لیکن ہیں تو مسلمان۔'' نابغہ بیگم سمیرا کی باتیں سن کر گویا جلتے توے پر جا بیٹھیں، تپش دماغ کو چڑھنے لگی، اس کی اتنی جرأت یہ ان دو ٹکے کے لوگوں کی حمایت کرے جن سے وہ بارہا نرمی سے مطالبہ کر چکی تھیں کہ وہ اپنے گھر ان کو بیچ دیں منہ مانگے داموں، لیکن انہوں نے ہمیشہ نابغہ بیگم کو سہولت سے انکار کیا تھا، نابغہ بیگم کو تو ان کا وجود ہمسائے میں گوارا نہ تھا کجا ان کو گھر آنے کی دعوت دیتیں، اب انہیں حارث کے جواب کا انتظار تھا، انہیں سمیرا کے اندر کی بات اب جان کر دونوں کے سامنے جانا تھا، حارث چند ثانیے تو خاموشی کی چادر تانے سمیرا کو تیکھے چتونوں سے گھورتا رہا، سمیرا کا دل دھڑکا تو روح فنا ہوئی، لیکن ہمت مجتمع رکھی۔

''کس کو دعوت دینی ہے اور کس کو نہیں یہ تمہارا اور میرا دردِ سر نہیں، ماما بہتر سمجھتی ہیں ان معاملات کو، بہتر ہے تم بھی ان معاملات میں انوالو ہو کر ماحول خراب نہ کرو۔'' لہجے کی ٹھنڈک سمیرا کے وجود کو برف کر گئی۔

''میں نے تو کبھی ان گھروں کے مردوں کو منہ نہیں لگایا۔'' حارث کے لہجے سے ٹھنڈک بھرا غرور چھلکا، سمیرا دہل گئی۔

ماں تو ماں بیٹا ماں سے بھی دو ہاتھ آگے تھا، کمرے کے باہر جلتی بھنتی نابغہ بیگم کے جلتے سینے پر گویا حارث نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دے مارے ہوں، لیکن وہ نئے سرے سے سلگیں یہ سمیرا نے کیا کہہ دیا تھا۔

''آپ کو ماما سے ہرگز محبت نہیں۔'' سمیرا کا لہجہ پر یقین تھا۔

''تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، فضول ہانکے جا رہی ہو۔'' حارث کو سمیرا سے اس بات کی توقع نہ تھی۔

''حارث جن سے محبت ہوتی ہے نا، اگر وہ کانٹوں بھرا راستہ چن بھی لیں تو آپ کی محبت یہ کبھی گوارا نہیں کرے گی کہ ان کو معمولی سا کانٹا بھی چبھے، آپ کو انہیں زبردستی بھی اس راستے سے ہٹانا پڑے آپ ہٹائیں گے، ماما اور آپ اللہ کو راضی کرنے کے لئے شاندار افطاری کی دعوت کا اہتمام کرتے ہیں، اپنے دل سے پوچھیے کیا یہ محض اللہ کے لئے ہے۔'' سمیرا کی سچائی پر حارث نے بے ساختہ نظریں چرائیں، استہزائیہ مسکراہٹ نے سمیرا کے یاقوتی لبوں کو چھوا، نابغہ بیگم کے تن بدن میں آگ لگ گئی، سمیرا حد سے بڑھ گئی تھی، اس سے پہلے کہ وہ سمیرا کے روبرو جا کھڑی ہوتیں سمیرا کے ذہن سے نکلے موتی ان کے قدموں کی زنجیر بن گئے۔

''حارث آپ کو علم ہے نا، ریا کاری اور دکھاوا اللہ کو پسند نہیں ہے اور قریبی ہمسائیوں سے کلام تک نہ کرنا یہ بھی اللہ کو پسند نہیں، آپ نے شاید یہ حدیث سنی ہوگی، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ہمسائیوں کے حقوق ادا کرنے کی اتنی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تاکید کی کہ مجھے ڈر ہوا کہیں ہمسائیوں کو وراثت میں حصہ دار نہ بنا دیا جائے اور آپ اور ماما کیا کرتے ہیں، ان دونوں گھروں کے سربراہان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے گھر آپ کو بیچ دیں تاکہ آپ کے شاندار گھر پر لگے گرہن اتر جائیں، آپ دونوں گھروں کی زمین بھی ملا کر شاندار محل تعمیر کرلیں۔'' سمیرا حارث اور نابغہ بیگم کی اس موضوع پر ہونے والی گفتگو کئی بار سماعتوں میں انڈیل چکی تھی، نابغہ بیگم اور حارث کی زبانیں سچائی کے کڑوے تھپڑ نے گنگ کردی تھیں، ان کو افطاری کی دعوت پر مدعو نہ کرنا، صرف اس وجہ سے کہ وہ غریب ہیں، پیٹ بھرے امیر افراد جن میں اکثریت روزہ رکھنا دور کی بات اس کے مقصد سے آگاہ نہیں، دعوت پر موجود اور جو صحیح معنوں میں مستحق ان کو اپنے قریب بٹھانے کے قابل نہیں سمجھا جاتا، افطاری کروانے کا مقصد اللہ کو راضی کرنا ہے، جب اللہ راضی نہ ہوا تو پھر کیا فائدہ اتنے شاہانہ انتظامات کا، سمیرا بولنے پر آئی تو بولتی چلی گئی۔

لہجہ بولتے بولتے روہانسا ہو گیا وہ اپنے محبوب شوہر اور ساس کی سوچ کو بدلنے کی شدت سے خواہاں تھی، حارث تو حدیث کے الفاظ سن کر شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب ابھر رہا تھا، دین کا علم تو نہ ہونے کے برابر تھا، سمیرا نے سچ ہی تو کہا تھا صرف دنیا دکھاوے کی خاطر تھا سب عبادت کی اصل روح تو وہ خود اپنے ہاتھوں مسخ کرتے چلے آرہے تھے، لیکن وہ ماما کو کیسے کہہ دیتا کہ وہ غلطی پر ہیں، بابا کی وفات کے بعد بزنس کو ماما نے اتنے متاثر کن انداز میں سنبھالا کہ وہ بزنس ترقی کی منزلیں تیزی سے طے کرنے لگا جس کے ڈوبنے کا خدشہ لاحق ہو گیا تھا، حارث اپنی ماما کی دوررس نگاہوں کا قائل ہو گیا، ان پر تو گویا ہُن برسنے لگا تھا، حارث ماما کے حکم کی بلا چوں چرا تعمیل کرتا، ماما دین اور دنیا دونوں لحاظ سے قابل تعریف تھیں اس کے نزدیک، لیکن ماما غلط تھیں یہ سمیرا نے احساس دلایا تھا، نابغہ بیگم بھی گویا اپنی ذات کو کٹہرے میں کھڑا کرچکی تھیں۔

دولت کے بلند ہوتے گراف نے ان کے دین کے متعلق تھوڑے بہت علم کو اپنے انبار تلے دبا دیا تھا، وہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نیکی کے بے شمار کام خدمت خلق سرانجام دیتی تھیں لیکن صرف اور صرف ریا کی خاطر، عبادت کی اصل روح جاننے کو تو انہوں نے کبھی کوشش ہی نہ کی تھی، افطاری کا مقصد تو انہیں سمیرا نے سمجھایا تھا، ان کی پیاری بہو نے، جو واقعی اپنے شوہر اور ساس سے سچی محبت کرتی تھی، اب انہیں اپنے دسترخوان پر اپنے رب اور رسول کو راضی کرنے کی خاطر ان لوگوں کو مدعو کرنا تھا، جن کے سلام کا جواب دیتا وہ اور دوسری ان کے جیسی بیگمات گوارا نہ کرتی تھیں، دونوں گھر تب تعمیر ہوئے تھے جب ان کے بنگلے کی سجاوٹ اختتامی مراحل میں تھی، جب نابغہ بیگم اپنے بنگلے میں شفٹ ہوئیں تب انہیں دونوں گھروں کی بدصورتی کا احساس ہوا، پھر نخوت اور بے زاری اس گھر کے مکینوں کے لئے وجود میں پنپنے لگی، وہ اکثر سوچ کر رہ جاتیں اتنا سب کچھ کرنے کے باوجود ان کا دل حقیقی سکون اور خوشی سے آشنا کیوں نہیں ہو پاتا، لیکن سمیرا کی باتوں نے ان کی روح کی بند کھڑکیاں کھول کر حقیقی خوشیوں کے آنے کی نوید دی تھی، انہیں اپنے عمل سے شدید نفرت محسوس ہوئی اور سمیرا پر فخر محسوس ہوا، وہ انہی قدموں پر پلٹ گئی تھیں، انہیں سمیرا کو کبھی علم نہیں ہونے دینا تھا کہ وہ اس کی باتیں سن چکی ہیں۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

رمضان کا مقدس مہینے کا اگلا دن اپنی انوار و تجلیاں بکھیرتا مومن کی روحوں کو سرور بخشتا نئے سورج کو لئے روشن ہوا تھا، حارث آفس کے لئے روانہ ہوا تو سمیرا صفائی کا جائزہ لینے لگی، اسی اثناء نابغہ بیگم بڑی خوبصورت چادر اوڑھے لاؤنج میں چلی آئیں۔

''ماما کہیں جا رہی ہیں کیا۔'' سمیرا نے اچنبھے سے استفسار کیا۔

''میں نے سوچا اپنے قریبی ہمسایوں کو بھی افطاری کی دعوت دے آؤں، ان کا حق تو مقدم ہے۔'' انداز و لہجے میں سکون پنہاں تھا، حیرت آمیز خوشی کی زیادتی سے سمیرا کو اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے، کیا اس کی دعا قبولیت کا درجہ پا گئی تھی، جو اس نے تہجد کے وقت گڑگڑا کر کی تھی، یقیناً یہ دعا کی قبولیت ہی تھی سمیرا کو یقین ہو گیا۔

''او کے ماما آپ جائیں میں تفصیلی صفائی کروا لوں۔'' لہجے میں خوشی کی کپکپاہٹ چھلکی، نابغہ بیگم نے محبت سے سمیرا کو اپنے ساتھ لگا کر صبیح ماتھا چوما۔

''ہمیشہ شاد آباد رہو۔'' دعا نے سمیرا کا روم روم مہکا دیا، نابغہ بیگم نے جونہی لاؤنج کے دروازے کی دہلیز عبور کی، سمیرا نے ٹیبل پر دھرا اپنا موبائل اٹھا کر سرعت سے حارث کو کال ملائی تھی، رات ہی تو اس نے جانا تھا، حارث کا دل تو حق کا متوالا تھا بس حق کی پہچان نہ تھی جو سمیرا نے کروا دی تھی، کال کرنے کے قبل ہی حارث کی خوشی کو اس نے چشم زدن میں محسوس کیا تھا، سمیرا کا وجود گہری طمانیت کے حصار میں گو گیا تھا۔

''نابغہ بیگم ہم انشاء اللہ ضرور افطاری کے وقت آئیں گے، آپ کی ہمارے غریب خانے پر آمد ہمارے لئے اعزاز سے کم نہیں۔'' نابغہ بیگم کی ہم عمر رضیہ خاتون محبت و انکساری سے گویا ہوئیں، نابغہ بیگم اتنی محبت ملنے پر دل ہی دل میں شرمندہ ہوا تھیں وہ ان لوگوں کو کیا سمجھتی تھیں اور یہ ان کو قدم قدم پر عزت اور محبت بخش رہی تھیں، بیرونی لوہے کے دروازے سے اندر داخل ہونے سے لے کر برآمدے میں چارپائی پر بیٹھنے تک وہ ان کی محبت کی زیر بار ہوتی رہیں، گھر سادہ لیکن انتہائی صاف ستھرا تھا۔

''آپ اپنی بہوؤں پوتوں پوتیوں اور بیٹوں کو بھی لائیے گا، مرد حضرات کا انتظام لان میں کیا گیا ہے۔'' نابغہ بیگم نے نرم دھیمے لہجے میں مزید تاکید کی۔

''نابغہ بیگم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، دعوت کو ٹھکرانا نہیں چاہیے ہم افطاری کی دعوت کیونکر ٹھکرائیں گے، ہمیں اپنی نبی ﷺ کے فرمان کا پاس ہے، ہم ضرور آئیں گے۔'' رضیہ خاتون کے چہرے پر بڑی میٹھی مسکان تھی، نابغہ بیگم کو وہ سکون کی دولت سے مالا مال لگی، نابغہ بیگم اور رضیہ خاتون سہیلیوں کی طرح گھل مل گئیں اس میں زیادہ ہاتھ رضیہ خاتون کا تھا، جن کے لہجے میں مٹھاس کی فراوانی تھی، نابغہ بیگم کو تصنع اور بناوٹ سے پاک اس مخلص فیملی سے مل کر بے انتہا اچھا لگا، باتوں باتوں میں رضیہ خاتون سے نابغہ بیگم کو علم ہوا کہ اس سوسائٹی میں جگہ خریدنے کے باوجود اس کی شاہانہ تعمیر کیوں نہ کروا سکے تھے، نابغہ بیگم کو رضیہ خاتون سے ہی معلوم ہوا کہ دونوں گھر آپس میں رشتے دار تھے، دونوں گھروں کی زمین رضیہ خاتون کے خاوند کے امیر کبیر چچا حسن کی اولاد نہ تھی کے مرنے کے بعد دونوں بھائیوں کے حصے میں آئی تھی، نابغہ بیگم کے گھر کے دوسری طرف رضیہ خاتون کے دیور کا گھر تھا، زمین تو ان کو مل گئی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تھی، لیکن تعمیر کیسے کرواتے، اس وقت دونوں بھائی کرائے کے مکان میں دھکے کھارہے تھے آئے روز مکان بدلنے سے عاجز آ چکے تھے، جیسے ہی امیر چچا کی جائیداد سے حصہ ملا جیسے تیسے اچھا برا تعمیر کرکے اس سوسائٹی میں آباد ہوگئے، نابغہ بیگم کے دونوں گھروں کی زمین خریدنے کے مطالبہ کو وہ کیسے مان لیتے، اب ان کی اولاد اس سوسائٹی کو چھوڑنے پر آمادہ نہ تھی، کبھی تو وہ اس قابل ہونگے کہ وہ اپنے گھروں کی شاندار تعمیر کرواسکتے، انہیں اللہ کے در سے پوری امید تھی، نابغہ بیگم پورا ایک گھنٹہ رضیہ خاتون سے باتیں کرکے پھر اٹھ کھڑی ہوئیں، انہیں وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا تھا، جب رضیہ خاتون نابغہ بیگم کے دروازے تک چھوڑنے آئیں تو نابغہ بیگم دروازے سے قدم باہر نکالتے ہوئے پلٹ کر گویا ہوئیں۔

''رضیہ خاتون ہمارے گھر آتی رہا کریں، آپ سے باتیں کرکے بہت اچھا محسوس ہوا ہے، جیسے بہت اپنے سے مل لیا ہو۔'' لہجے میں خلوص کی چاشنی تھی، جواباً محبت بھری مسکان نے رضیہ خاتون کے چہرے کا احاطہ کرلیا۔

''ضرور نابغہ، میں چکر لگاتی رہوں گی۔'' تکلف کی دیوار گر گئی تھی، نابغہ بیگم نے اپنے ہمسائیوں کے حقوق کو مقدم جان لیا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد جب نابغہ بیگم اپنے شاندار بنگلے کے وسیع وعریض لاؤنج میں داخل ہوئی تو سمیرا کو متفکر پایا، سمیرا نے جونہی نابغہ بیگم کو دیکھا بے تابی سے ان کی جانب بڑھی۔

''ماما جان، اتنی دیر لگادی، فکر کے مارے میرا برا حال تھا۔'' سمیرا کا لہجہ روہانسا تھا، نابغہ بیگم کو سمیرا کی اتنی فکر کرنے پر اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

''سمیرا بیٹی ایک گھنٹہ رضیہ خاتون کے پاس بیٹھی رہی، دوسرا گھنٹہ بائیں جانب والے گھر کی ساجدہ خاتون کے پاس بیٹھی رہی، ساجدہ رضیہ کی دیورانی تھی، دونوں خواتین بہت سادہ دل اور محبت کرنے والی تھیں، دونوں نے مجھے اٹھنے ہی نہیں دیا، سچ پوچھو تو عرصے بعد اتنے پر خلوص لوگوں سے ملنا ہوا ورنہ تم تو جانتی ہو ہمارے طبقے کی خواتین کی گفتگو زیادہ تر دوسروں کی عیب جوئی اور تمسخر اڑانے کے گرد گھومتی ہے۔'' نابغہ بیگم نے چادر اتار کر سمیرا کو پکڑا دی، رمضان شریف میں ہی وہ چادر لینے کی زحمت کرتی تھیں لیکن اب وہ مستقل چادر لیں گی جب بھی وہ باہر نکلیں گی انہوں نے مصمم ارادہ باندھا تھا، سمیرا نے جھٹ چادر تہہ لگا کر مودب کھڑی ملازمہ کو اشارے سے قریب بلا کر تھمائی، صفائی سمیرا کروا چکی تھی، ملازمہ نابغہ بیگم کے کمرے کی جانب چلی گئی، نابغہ بیگم وہیں صوفے پر براجمان سمیرا سے شام کو ہونے والی افطاری کی دعوت کے انتظامات ڈسکس کرنے لگیں۔

☆☆☆

دعوت کا شاندار انتظام وسیع پیمانے پر کیا گیا تھا، گھر کے اندرونی حصے میں خواتین کا انتظام تھا، وسیع وعریض لان میں مرد حضرات کا انتظام تھا، نابغہ بیگم گھر میں افطاری کروانے کو ترجیح دیتی تھیں، رضیہ خاتون اور ساجدہ خاتون کو بمعہ فیملی لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھ کر سمیرا اور نابغہ بیگم محبت سے استقبال کی غرض سے ان کی جانب بڑھیں، ان دونوں نے ہر آنے والی خاتون کا گرمجوشی سے استقبال کیا تھا، لیکن ان عام کم قیمت ملبوسات میں ملبوس فیملیوں کی اتنی آؤ بھگت پر امیر بیگمات کے منہ کے زاویے بگڑ گئے۔

''اب یہ لوگ ہمارے برابر بیٹھیں گے۔'' چند ایک نے تو اپنی بھڑاس اگل دی تھی، لیکن نابغہ

بیگم کچھ بھی خاطر میں نہ لائیں بصد احترام دونوں فیملیز کو الگ جگہ پر بٹھایا تاکہ کسی کا کہا گیا کوئی دل آزادی والا لفظ ان کا دل نہ دکھا دے، وہ سب کو برابر پروٹوکول دے رہی تھیں، چند نک چڑھی بیگمات تو ناک بھوں چڑھا کر نابغہ بیگم سے معذرت کر کے اٹھ کر جا چکی تھیں، ان کی ملازمائیں بھی اتنے معمولی لباس نہیں پہنتی تھیں جس طرح کے لباس ان خواتین اور بچوں نے زیب تن کر رکھے تھے، وہ تو اپنی ملازماؤں کو اپنے برابر نہیں بٹھاتی تھیں، تو ان کے برابر کیسے بیٹھ جاتیں، سمیرا اور نابغہ بیگم نے تاسف و دکھ سے ان کو جاتے دیکھا اور دل سے ان کی ہدایات کی دعا مانگی، کیونکہ وہ تکبر کی چادر اوڑھے ہوئے تھیں یہ جانے بغیر کہ بڑائی تو رب کی چادر ہے جو اس کو اوڑھنے کی کوشش کرے گا، ذلت اس کا مقدر بنے گی، جیسے ہی مغرب کی اذان کے مقدس کلمات فضا میں گونجے، حارث کے ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھے تھے، دل کی گہرائیوں سے دعا مانگ کر اس نے روزہ افطار کرتے ہوئے طائرانہ نگاہ اپنے اطراف میں ڈالی، اپنے ہمسائیوں کے مرد حضرات کو افطاری کرتا دیکھ ایک پرسکون سانس اس کے سینے سے خارج ہوئی، وہ جان گیا تھا رب کی رضا سب سے بڑھ کر مقدم ہونی چاہیے، غرور بے سکونی دیتا ہے اور عاجزی ایک ایسا درخت ہے جو سکون کا پھل دیتا ہے، اسے اللہ کی نظر میں بلند مقام حاصل کرنا تھا وہ مقام رب کے بندوں سے محبت کر کے حاصل ہو سکتا تھا، دونوں ماں بیٹا سمیرا کے مشکور تھے، جس نے اس مقام کو حاصل کرنے کی تمنا دونوں کے دلوں میں جگائی تھی، طمانیت کے گہرے بادلوں نے اس گھر کے مکینوں پر اپنی بارش کا نزول کر دیا تھا، تینوں وجود اس بارش میں بھیگتے ہوئے رب کو راضی کرنے میں لگے تھے۔

☆☆☆

ویڈنگ اینیورسری

ریحانہ آفتاب

''شزا! ایک ہی بات کو کتنی بار دہراؤ گی، میں سمجھ گیا ہوں تمہاری بات۔''

آذر ٹائی کی ناٹ کھولتے اب کے جھنجھلا گیا تھا، سارا راستہ وہ ایک ہی بات کرتی آئی تھی، آذر اس وقت کو کوسنے لگا تھا جب وہ اس کی سہیلی کی برتھ ڈے پارٹی میں شزا کے کہنے پہ چلنے کو تیار ہو گیا تھا۔

بلاشبہ پارٹی شاندار رہی تھی، لیکن یہ ہی پارٹی اب آذر کو اپنے گلے کی ہڈی بنتی محسوس ہو رہی تھی۔

''ہاں تو آپ نے دیکھا نہیں، علینہ کے بڑھاپے میں اس کے شوہر نے کتنی اچھی سالگرہ کی تقریب رکھی، کیک، کھانا، ڈیکوریشن سب کتنا اعلیٰ تھا، علینہ کیسے اڑی اڑی پھر رہی تھی، بیش قیمتی ڈیزائنر سوٹ میں اور اس کا میک اپ جس بیوٹیشن نے کیا اس کا تو نام ہی کافی ہے بس۔''

شزا سحر زدہ سی ایک بار پھر پارٹی میں پہنچ گئی تھی۔

''خیر بڑھاپا کہہ کر محترمہ کی توہین تو مت کرو، سب کو چھبیسویں سالگرہ کہتے محترمہ کا منہ نہیں دکھ رہا تھا، پھر سہیلی ہونے کی وجہ سے تم بھی ہم عمر خیال کی جاؤ گی۔'' آذر نے چھیڑا تھا، شزا گھور کے رہ گئی۔

''ساری بات میں آپ کو اس کی عمر کی بات ہی غور طلب لگی۔'' وہ ہنس پڑا تھا۔

''اگلے ماہ ہماری ویڈنگ اینیورسری آ رہی ہے ہم اس سے زیادہ عالیشان منائیں گے، علینہ نے سو پونڈ کا کیک بنوایا ہم اس کے بڑا دو سو پونڈ کا بنوائیں گے فائیو اسٹار ہوٹل بک کریں گے۔''

شزا کی پلاننگ سننے سے تعلق رکھتی تھی۔

''تھوڑا ہلکا ہاتھ رکھو شزا بیگم، میں بینک میں اعلیٰ پوسٹ پہ ضرور ہوں لیکن بینک کا مالک قطعاً نہیں۔'' ٹائی اتار کر رکھتے آذر نے اسے یاد دلایا تھا، جو پارٹی سے لوٹ آنے کے بعد اب جیولری اتار رہی تھی۔

''ہاں تو ہماری سیونگ بھی تو پڑی ہے، اب اتنے بھی فقراء نہیں ہم۔'' شزا کو برا لگا۔

''لیکن بیگم صاحبہ آپ جس طرح کی پلاننگ کر رہی ہیں اس پہ پوری سیونگ بھی کم پڑے گی، پھر آپ کے پارلر ڈیزائنر سوٹ اور ڈائمنڈ سیٹ بھی لسٹ میں ہے، اس کے لئے تو مجھے الہ دین کا چراغ رگڑنا پڑے گا۔'' آذر نے حقیقت پسندی سے اسے آئینہ دکھایا۔

''بس میں نہیں جانتی، الہ دین کا چراغ رگڑیں، چوری کریں یا غبن، اینیورسری اس بار ویسے ہی منعقد ہو گی جیسا میں کہہ رہی ہوں۔'' شزا نے حتمی انداز سے کہہ کر چینجنگ روم کی راہ لی، آذر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

☆☆☆

اگلے کئی روز شزا کا منہ سوجا رہا، آذر نے کئی طرح سے سمجھانے کی سعی کی، شزا کی یہ ڈیمانڈ اس کی استطاعت سے باہر ہے لیکن شزا جیسی ضدی لڑکی کب سمجھنے والی تھی، اس نے آذر سے بول چال بند کر رکھی تھی۔

ان کی شادی کو چوتھا سال تھا، آذر نے اپنی

فیملی سے ٹکر لے کر شزا سے شادی کی تھی، جس کی بناء پر آذر کی فیملی شزا کو خاص پسند نہیں کرتی تھی، کچھ شزا نے بھی کبھی اچھی بہو، بھابھی بننے کی کوشش نہیں کی تھی، وہ دونوں شروع دن سے الگ رہتے تھے، سال بھر بعد ہی اشمل ان کی فیملی کو مکمل کرنے آ گئی تھی۔

آذر بینک میں اچھی پوسٹ پہ تھا، والدین کو خرچہ دینے کے باوجود ان کا اچھے سے گزر بسر ہو رہا تھا، بظاہر ان کے گھر میں کوئی تنگی، پریشانی نہیں تھی، سوائے شزا کے۔

شزا یوں تو بہترین بیوی تھی لیکن اس کی
ایک ہی کمزوری تھی، وہ ہر کسی سے جلدی انفلونز ہو
جاتی تھی، نا صرف انفلونز ہو جاتی تھی بلکہ خود پہ
لاگو بھی کر لیتی تھی، کسی نے سب سے حسین جوڑا
پہنا تو اس سے حسین جوڑا پہن کر وہ جب تک
مقابل کو نا دکھاتی اسے سکون نہیں ملتا تھا، کسی کے
بچے کے پاس امپورٹڈ کھلونا ہوتا تو وہ جب تک
اشمل کے لئے ویسا یا اس سے بڑھ کر کھلونا نا منگوا
لیتی اسے بے چینی لگی رہتی۔

اور اب اپنی دوست علینہ کی برتھ ڈے کے
رہ گیا کہ ویڈنگ اینیورسری کو بھی اگلے ماہ ہی آنا
تھا، چار چھ ماہ کا فرق ہوتا تو ہو سکتا تھا تب تک
شزا کا دھیان کہیں اور لگ جاتا مگر اب تو آذر کی
جان مشکل میں پھنس گئی تھی۔

"موڈ تو ٹھیک کر لو یار، گھر میں لوگ ہی
کتنے ہیں جو تم بھی منہ سجا کے بیٹھی ہو، بول چال
بند کر کے تم مجھے ٹارچر کر رہی ہو۔" اس نے آذر
کے سامنے خاموشی سے ناشتہ رکھا تو آذر کا منہ بن
گیا، وہ اشمل کو ناشتہ کروانے لگی تھی، اشمل
ڈھائی سال کی ہونے والی تھی۔

آذر اتنی کم عمری میں بیٹی کو اسکول ڈالنے
کے خلاف تھا اس کا خیال تھا بچے کم از کم چار سال
تک تو ماں باپ کی محبت میں گزاریں لیکن شزا کی
ضد پہ ہار کر اس کے ساتھ ایڈمیشن کروا آیا کہ شزا
نے فلاں فلاں کا حوالہ دے دیا تھا کہ ان کے
بچے بھی پندرہ ماہ کی عمر سے اسکول جا رہے ہیں۔

"ان ماڈرن عورتوں کو آزادی چاہیے ہوتی
ہے، جو بچے کی ذمہ داری اسکول کے ذمہ سونپ
کر خود پڑی سوتی رہتی ہیں۔"

آذر نے اختلاف کیا تھا مگر ہر بار کی
طرح اس کے اختلاف کو منہ چھپا لینا پڑا تھا، شزا
کے ساتھ بیسٹ اسکول کی خاک چھاننی پڑی، و
روز نیٹ کے اسکول کا نام اور ایڈریس سرچ کرتی
اور صبح دونوں اسکول جا کے تفتیش کر آتے، اللہ اللہ
کر کے شزا کے شایان شان اسکول ملا تو اس نے
اشمل کو داخل کروا دیا، آذر نے بھی سکون کی
سانس لی تھی کہ مہینوں وہ اس خجل خواری سے تنگ
آ گیا تھا۔

"مہنگے اسکول کی فیس لینے والے اور منہ
ٹیڑھا کر کر کے انگریزی ایکسنٹ لانے کی سر توڑ
کوشش کرنے والے اگر بچے کو ٹاپ کروا دیں تو
غریب کا بچہ کبھی پوزیشن ہی نا لے سکے۔"

اسکول انتظامیہ کو جب دو سالہ اشمل کی
ایڈمیشن فیس اس نے اسی ہزار دی تو اسے شزا کی
فضول خرچی پہ غصہ آنے لگا۔

"آپ کو کیا پتا اچھے اسکول کی ویلیو، وہ تو
جب اشمل یہاں سے پڑھ کر نکلے گی تب آپ کو
میرے فیصلے کی مضبوطی کا احساس ہو گا۔" اس کی
قناعت پسندی کے سبق کو شزا نے ذرا اہمیت نا
دی اور آذر کو مضبوطی دیکھنے کے لئے لامحالہ انتظار
کرنا پڑا۔

☆☆☆

"ٹھیک کریں موڈ، آپ ناشتہ کریں۔"
شزا بے رخی سے جواب دے کر پھر سے اشمل کی
طرف متوجہ ہو گئی تھی، آذر نے لب بھینچ کر میز پہ
موجود دیگر چیزوں کی طرف دیکھا جو اس کی پہنچ
سے دور تھیں، روز شزا ہی اٹھا اٹھا کر زبردستی اس
کی پلیٹ میں ڈالتی جاتی تھی، جب کہ آج لاتعلق
انتہا کی تھی، اسے نظر انداز کیے وہ پوری طرح
اشمل کی طرف متوجہ تھی، آذر نے ایک نظر اسے
دیکھا اور بنا ناشتہ کیے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور
بیگ اٹھا کر آفس کے لئے نکل گیا۔

شزا نے جوں کا توں پڑے ناشتے کی
طرف دیکھا اور دوسری نظر سے دور جاتے آذر

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کو۔

☆☆☆

شام کو آذر لوٹ کر آیا تو وہ اشمل کو پہلو میں لٹائے تھپک رہی تھی، آذر نے خاموشی سے کوئی چیز اس کے پہلو میں رکھ دی تھی۔

''دیکھ لو، سب ٹھیک ہے، یا کوئی کمی رہ گئی ہے۔'' شزا کی بے گانگی پہ آذر نے بولنا ضروری سمجھا، شزا نے احسان کرنے والے انداز سے پہلو میں پڑی چیز کو اٹھا کر آنکھوں کے سامنے کیا تھا، دفعتاً اس کی بجھی بجھی آنکھیں چمکنے لگی تھیں، وہ ویڈنگ اینیورسری سلیبریشن کا کارڈ تھا، کارڈ میں دونوں کا نام ساتھ جگمگا رہا تھا، کارڈ بھی بے حد مہنگا معلوم ہو رہا تھا، کارڈ میں فائیو اسٹار ہوٹل کا نام کندہ دیکھ کر شزا جھوم اٹھی۔

''تھینک یو، سو مچ آذر، آپ بہت اچھے ہیں۔'' وہ سیدھی ہو کر اس کے پاس آ بیٹھی تھی۔

''جی، اتنا اچھا ہوں کہ صبح ناشتے کے بنا بھوکا جانا پڑا۔'' وہ اس کے چہرے کی رونقیں لوٹتے دیکھ کر ہی نہال ہو گیا تھا لیکن منہ بسور کر بولا۔

''خالی پیٹ گئے، تب ہی تو آپ کا دماغ چلا نہ۔'' شزا نے بھی شرارتاً کہا تو آذر اسے گھور کر رہ گیا، وہ کھلکھلا دی۔

''اور باقی چیزیں کب، شاپنگ جیولری؟'' وہ اگلا پروگرام جاننا چاہ رہی تھی۔

''جب کہو۔'' وہ ریلیکس بیٹھا ہوا تھا۔

''آذر! صحیح معنوں میں آج سچی آپ نے میرا دل جیت لیا، میں مانتی ہوں آپ کے ساتھ زیادتی کر جاتی ہوں، لیکن پرامس یہ آخری ہے، اس کے بعد آپ کو تنگ نہیں کروں گی۔'' آذر آنکھیں موندے صوفے سے ٹیک لگائے پوٹوں کو انگلیوں سے دبا رہا تھا، شزا نے لگاوٹ کا مظاہرہ کرنے اس کا ہاتھ ہٹا کر خود دبانا شروع کر دیا۔

''اور یہ دعویٰ بھی آپ کئی بار کر چکی ہیں لیکن بھول جاتی ہیں۔'' آذر نے محبت سے بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا، بلاشبہ یہ اس کی شزا سے محبت ہی تھی جو وہ اس کی کسی بھی بات کو ٹال نہیں پاتا تھا، اسے شزا کے چہرے پہ خوشی ہی اچھی لگتی تھی۔

''کہا نا آخری بار، آپ فریش ہو جائیں میں تب تک آپ کے لئے چائے کے ساتھ کچھ تیار کر لیتی ہوں، ڈنر ہم باہر کریں گے، میں نے غصے میں کچھ پکایا بھی نہیں ہے۔'' وہ اپنا کارنامہ بتانے کے ساتھ پلاننگ بھی سنا رہی تھی۔

''واہ بیگم! آپ کا تو جواب نہیں ہے۔'' وہ چڑا رہا تھا اور شزا شرمندہ ہونے کی بجائے مسکرا کر اس کے کندھے پہ مکا مار گئی تھی۔

☆☆☆

''منہ دیکھا تھا علینہ کا، کارڈ سے ہوٹل کا نام پڑھ کر کیسے بارہ بجا تھا اس کی شکل پہ، میری ڈریس اور جیولری دیکھ کر تو جل کر بھسم ہو جائے گی۔'' شزا کی ساری شاپنگ مکمل ہو گئی تھی، ڈائمنڈ سیٹ بھی آ چکا تھا، اس کے قدم زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے، بار بار ڈریس اور سیٹ کو خود سے لگا لگا کر دیکھتی وہ خود ہی نہال ہو رہی تھی، اس وقت بھی وہ ڈائمنڈ کا سیٹ پہن کر ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑی اپنی صراحی دار گردن کو ہر اینگل سے دیکھ رہی تھی، بیڈ سے ٹیک لگا کر نیم دراز آذر آئینے میں اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''کیا ہوا؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' شزا نے اس کی خاموشی کو محسوس کیا تو قریب آ کر استفسار کرنے لگی۔

''ٹھیک ہوں، بس تھوڑی تھکن ہو گئی ہے، تم

بھی سمیٹو یہ سب، روز نکال کر بیٹھ جاتی ہو۔'' آذر نے پشت سے تکیہ نکال کر رکھا اور پھر لیٹ گیا۔

''میرا دل نہیں بھرتا انہیں دیکھ دیکھ کر، جلد وہ دن آئے جب میں انہیں پہنوں اور سب کے سینے پہ سانپ لوٹ جائے، میں نے پارلر کی بکنگ بھی کروا لی ہے پینتیس ہزار میں ڈن کیا ہے بیوٹیشن نے، مجھے چیک بنا کر دے دیجئے گا۔''

شزا جیولری اتارتے حکم شاہی میں مصروف تھی، آذر نے غائب دماغی سے سر ہلا کر کروٹ بدل لی تھی۔

شزا بھی تمام چیزیں سمیٹ کر اپنی جگہ پہ آ کر لیٹ گئی، مگر لیٹتے لیٹتے بھی اس کی نظر وارڈ روب پہ جا رہی تھی، جہاں تمام چیزیں بند تھیں، بند وارڈ روب کے پیچھے موجود چیزوں کا تصور اسے مسکرانے پہ مجبور کر رہا تھا اور جانے کس لمحے وہ مسکراتے مسکراتے سو گئی، لیکن آذر جاگتا رہا تھا۔

☆☆☆

بالآخر وہ دن بھی آ ہی گیا جس کے گھنٹوں اور سیکنڈز کا شزا نے شمار کر رکھا تھا وہ وقت پہ پارلر سے تیار ہو کر آ گئی تھی اور بے حد حسین لگ رہی تھی۔

دو سو پاؤنڈ کا کیک مینو اور ہوٹل کی ارینج منٹ دیکھ کر وہ بار بار آذر کو محبت بھری نظر سے دیکھ رہی تھی جو بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔

''پسند آیا سب کچھ؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''آپ نے سب کچھ میری توقع سے بڑھ کر کیا ہے، لو لو آذر۔'' وہ بے ساختہ اظہار کر گئی تھی، آذر مسکرا کر ایونٹ انچارج کے اشارہ کرنے پہ آگے بڑھ گیا تھا۔

مہمان آنا شروع ہو گئے علینہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ آئی اور اس کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں اور شزا کے جلتے دل پہ گل پاشی ہونے لگی۔

تقریب کا آغاز ہوا اور شور شرابے میں شزا نے آذر کے ساتھ مل کر کیک کاٹا، ویٹر کھانا سرو کرنے لگے تھے، لائیو آرکسٹرا کانوں کو بھلا لگ رہا تھا، آذر اپنے کولیگ اور بینک کے آنر کے ساتھ تمام مہمانوں کو ٹائم دے رہا تھا، کھانا بے حد لزیز تھا ہر کوئی شزا اور آذر کی پارٹی پہ رطب اللسان تھا۔

''علینہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟'' شزا اٹھلاتے ہوئے علینہ کے سامنے بار بار آ رہی تھی، وہی تو اس پارٹی کو آرگنائز کرنے کا محرک بنی تھی، جب علینہ کی جلن سے بھرپور نظریں اس کی ڈریس اور ڈائمنڈ جیولری پر پڑتی تو شزا کو بہت مزا آتا۔

''بس چاکلیٹ کیک، بچوں کی ڈیمانڈ ہے۔'' علینہ نے بظاہر مسکرا کر کہا۔

''ابھی بھجواتی ہوں۔'' مسکراہٹ اس کے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔

''شزا، تمہارے میاں نے کوئی آف شور کمپنی تو نہیں کھول لی، فائیو اسٹار ہوٹل، ڈائمنڈ جیولری، خدا خیر کرے۔'' علینہ سے غالباً شزا کی اتراہٹ ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

''نہیں بھئی، الحمدللہ ہم صرف نام کے مسلمان نہیں ہیں، ہمیں حرام حلال میں تمیز ہے، ہم لوگوں کی طرح ایمان نہیں بیچتے۔'' شزا نے در پردہ چوٹ کی تھی، علینہ بلبلا کے رہ گئی تھی۔

''میں کیک بھجواتی ہوں۔'' شزا علینہ کا منہ بند کر کے لہرا کر آگے بڑھی تھی، تب ہی اسے آذر کے ارد گرد پولیس کے ارکان نظر آئے تھے اور اس کی طرح مہمانوں کی نظریں بھی پڑنے لگی تھیں جس کی نظر پہلے پڑتی وہ اگلے کو کہنی مار کر کونے کی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

طرف اشارہ کرتا، جہاں آذر کچھ پریشان نظر آرہا تھا، شزا تیزی سے اسی اور بڑھی تھی۔

''کک...... کیا ہوا ہے...... سب ٹھیک ہے؟'' خیال بھی آرہا تھا شاید آذر کے دوست ہوں لیکن آذر کی پریشانی اس کے چہرے سے ہویدا تھی۔

''آپ کے شوہر نے بینک میں غبن کیا ہے، ہمیں شک تو تھا لیکن کوئی ثبوت نہیں تھا، ان کی والٹ میں رکھے نوٹوں کے سیریل میں نے پہلے ہی پولیس میں رپورٹ کرتے ہوئے دے دی تھی اور یہ نوٹ ثبوت ہیں جنہیں آپ کے شوہر اس فائیو اسٹار ہوٹل میں اپنے باپ کا مال سمجھ کر اڑا رہے ہیں۔'' بینک کے ایم ڈی حقارت سے گویا تھے، شزا نے بے حد چونک کر آذر کی طرف دیکھا تھا، آذر نے سر جھکا لیا۔

''اریسٹ کر لیں اسے۔'' آنر پولیس کو ہدایت کر رہے تھے۔

''سر پلیز، میں گرفتاری دے دوں گا، لیکن اس وقت مہمان ہیں، سب کے سامنے بے عزتی ہو جائے گی، تقریب کے بعد میں خود پولیس اسٹیشن آجاؤں گا۔'' آذر دبے لفظوں میں گھگھیا رہا تھا، آذر کی فیملی بھی اب اس کی طرف متوجہ ہو چکی تھی، جن سے شزا رسماً مہمانوں کی طرح ہی ملی تھی۔

''اس بے عزتی کا خوف آپ کو اس وقت ہونا چاہیے تھا جب آپ نے اتنا بڑا ہاتھ مارا۔'' پولیس اہلکار نے آذر کے ہاتھ پہ ہتھکڑی ڈالتے ہوئے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

''آذر! یہ کیا کر دیا۔'' شزا بے یقینی سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔

''تم نے ہی تو کہا تھا، چاہے چوری کرو یا غبن لیکن تقریب ایسی ہی منعقد ہو۔'' آذر نے شکایتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا، پولیس اہلکار سب کے سامنے آذر کو لے جانے لگے تھے، آذر کے بھائی اور ماں نے آذر کا جملہ بغور سنا تھا۔

''میں پہلے ہی کہتی تھی آذر سے، اس کی بیوی کے اونچے ویچا را یک دن اسے ذلیل وخوار کریں گے اور دیکھو وہی ہوا۔''

''چچ چچ...... غالباً پہلی مرتبہ دو نمبری کی تمہارے میاں نے، فطرتاً شریف انسان دکھتے ہیں، تب ہی کام صفائی سے نا کر سکے، اگلی بار کچھ پلان کرو تو مجھے بتا دینا، میں اپنے میاں سے کہہ دوں گی، وہ آذر بھائی کو ٹرینڈ کر دیں گے، ویسے حیرت ہے کہاں گئے تمہارے حلال، حرام کے فلسفے؟'' علینہ اس کے کان میں سرگوشی کرتی، ہنسی اڑاتی چلی گئی تھی، حقیقتاً ایسی عیاشیاں نوکری پیشہ حلال کے پیسوں سے تو نہیں کر سکتا تھا، اس نے آذر کو اتنا زچ کر دیا تھا کہ وہ دو نمبری کرنے پہ مجبور ہو گیا تھا۔

جس تقریب کو وہ مثال بنانا چاہ رہی تھی، وہ واقعی مثال بن گئی تھی، یہ ذلت بھری تقریب اب اسے کبھی نہیں بولنے والی تھی۔

آذر جب اتنا سب کچھ کر رہا تھا تب اس نے اک بار بھی نہیں پوچھا تھا کہ کہیں وہ کچھ غلط تو نہیں کر رہا لیکن وہ پوچھتی ہی کیوں؟ آذر کو غلط کام کرنے پہ مجبور بھی تو اسی نے کیا تھا۔

اینیورسری تو ہر سال آتی ہے، کیا ہوتا جو وہ دو پونڈ کا کیک عزت کے گھر پہ اپنوں کو بلا کے کاٹ لیتی، کم از کم اس جگ ہنسائی سے تو بچ جاتی لیکن حرص نے اس کی آنکھوں پہ پٹی، باندھ دی تھی، مقابلے بازی کی اندھی دوڑ نے ذلت مقدر میں درج کر دی تھی۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

دل کے دریچے میں جھانکتی خود سے لاتعلق سوچوں میں گھری وہ اپنے تنہا وجود کے ساتھ لان میں کرسی پر بیٹھی تھی، یادوں کے حصار نے اسے بری طرح جکڑا ہوا تھا وہ بے بسی سے اپنے گرد بندھے حصار کو دیکھ کر سسک اٹھی، آج پانچ مئی تھی، پانچ برس گزر گئے، اس نے اپنی ہاتھ میں بندھی گھڑی میں تاریخ کو تلخ مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا، ہر گزرتا سیکنڈ اس کی زندگی کو آگے کی جانب کھسکا رہا تھا، وہ پلٹ پلٹ کر پیچھے دیکھ رہی تھی، شاید آگے دیکھنا ہی نہیں چاہتی تھی، آنسو تیزی سے گالوں پر بہنے لگے، ہوا کے تیز جھونکے نے اس کے سر سے سیاہ دوپٹہ سرکا دیا تھا۔

''آپی! آپ ادھر بیٹھی ہیں میں آپ کو پورے گھر میں ڈھونڈ رہی ہوں، شازیہ اور عمیر بھائی آپ کو بلا رہے ہیں۔'' اس کی چھوٹی بہن تیز تیز بولتی ہوئی لان میں داخل ہوئی تھی اور وہ مسکرا کر کھڑی ہوگئی اور کسی باادب بچے کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔

''السلام علیکم!'' ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے ہوئے وہ بلند آواز میں بولی۔

''آپی! آپ تو بالکل ہی بدل گئی ہیں بھائی پانچ برس بعد واپس پاکستان آیا ہے اور آپ ہیں کہ خیر مقدم کرنے کی بجائے.....'' وہ بڑی بہن کو مصنوعی خفگی دکھا رہا تھا۔

''اب محترم کے آنے پر بینڈ باجے بجائیں کیا؟'' ثناء نے اس کی بات اچک لی، عمیر نے اسے غصے سے گھورا تھا اور اسی مصنوعی غصے کے ساتھ ہوا میں مکا لہرا دیا۔

''اکلوتی سالی ہو، اس لئے چھوڑ رہا ہوں ورنہ۔'' اب عمیر بھائی شوخی سے بولا۔

''ورنہ..... کیا..... جو نکاح ایک ماہ بعد ہو رہا ہے وہ ایک سال کے لئے موخر بھی ہو سکتا ہے، بھول لئے مت آپ کی ہونے والی بیگم مستقبل کی ڈاکٹر ہیں، ابھی ان کا ایک سال باقی ہے یہ تو آپ کی ضد.....''

''چلو بس آپ چپ ہو جاؤ، بابا جانی آ رہے ہیں۔'' شازیہ نے بابا کو دور سے ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے دیکھ کر شوخ و شریر ثناء کو ٹوکا اور ثناء کو بریک لگ بھی گئی، اس وقت عمیر کی آمد پر ڈرائنگ روم میں سارے کزنز موجود تھے، آپس میں خوب ہلا گلا ہو رہا تھا، عمیر کے بابا خاندان میں سب سے بڑے تھے، ان کے کمرے میں داخل ہوتے ہی سب ہی ان کے احترام میں خاموش ہوگئے تھے۔

☆☆☆

اس نے دور سے دیکھا عمیر اس کی جانب آ رہا تھا، اس کے ہاتھ میں کچھ دیر پہلے حنا کا ہاتھ تھا وہ بڑے پیار سے اسے منگنی کی انگوٹھی پہنا رہا تھا، وہ اس کے ہاتھوں کو محویت سے دیکھ رہی تھی۔

''آپ یہاں کیوں آ کر بیٹھ گئیں؟'' عمیر اس کے قریب آتے ہوئے بولا۔

''ایسے ہی۔'' وہ مسکرائی۔

''آپ کو سب کے درمیان بیٹھنا چاہیے، وہاں فوٹو سیشن ہو رہا ہے اور آپ یہاں اٹھ کر

چلی آئی، آپی بھول جائیں سب کچھ...... پلیز۔"
وہ التجا کر رہا تھا۔

"تم اچھے لگ رہے ہو، ماشاءاللہ۔" وہ اس کی کہی باتیں نظرانداز کرتے ہوئے ستائشی انداز میں کہہ رہی تھی، آج اس کے اکلوتے بھائی کی منگنی تھی، ہونا تو نکاح تھا لیکن اس کی چچی زاد کزن حنا کے ایگزام کے شیڈول تبدیل ہونے کی وجہ سے نکاح چھ ماہ بعد رکھ دیا گیا، ایک رسمی منگنی خاندان کے سب افراد کی موجودگی میں ادا کی جارہی تھی ورنہ رشتہ بڑوں کے درمیان بہت پہلے طے پایا جاچکا تھا، عمیر اولیول کرتے ہی ہائر اسٹڈی کے لئے انگلینڈ چلا گیا، اب ایم بی اے مکمل کرکے پاکستان میں ہی بابا کا بزنس جوائن کرنا تھا، وہ اولیول کرکے فارغ ہوا تھا کہ اس کی بڑی بہن دانیہ کی شادی ہوگئی، یہ ان دونوں کی پسند کی شادی تھی، دونوں نے ساتھ ہی ایم ایس سی کیا تھا۔

سلمان جمالی ایک اچھے پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، گھر والوں کو لے کر باقاعدہ رشتہ مانگا گیا جسے کچھ چھان پھٹک کے

بعد رضا مندی کی نوید سنا دی گئی رشتہ ہر لحاظ سے اچھا تھا، سلمان اور نعمان دو ہی بھائی تھے اور ان ہی کی طرح بزنس مین فیملی تھی، دانیہ آپی بے حد خوش تھیں جو چاہا وہ مل گیا، تین ماہ کے اندر شادی ہو گئی، شادی کے دو ماہ بعد ایک بزنس ڈیل کے لئے سلمان کو جرمنی جانا تھا، لیکن واپسی پر پلین کے ساتھ حادثہ ہو گیا، سلمان سفر آخرت پر روانہ ہو گیا، سب کی آنکھیں اشک بار تھیں، دانیہ آپی کی زندگی ہی جہنم بن گئی، پانچ برس گزر گئے، شوخ سی دانیہ آپی کے لبوں نے جو چپ سادھ لی اسے کوئی نہ توڑ سکا۔

دانیہ آپی سے چھوٹی بہن شازیہ کی شادی بھی ہو گئی، دانیہ کے کئی رشتے آئے لیکن وہ کسی صورت پھر سے شادی کے لئے رضا مند نہیں تھی، خود کو مصروف رکھنے کے لئے وہ بابا کے ساتھ ہی بزنس سنبھال رہی تھیں، عمیر دانیہ آپی کے قریب تھا، اس کی اندھیر زندگی میں اجالوں کا متمنی تھا، وہ چاہتا تھا دانیہ آپی کی زندگی پہلے کی طرح رنگین ہو جائے وہ جب سے آیا تھا، ہر لمحہ اس کی روٹین پر نظر رکھتا، الگ تھلگ رہنے والی دانیہ کو وہ جب بھی ہجوم سے دور ہوتا دیکھتا اسے کھینچ کر لوگوں کے درمیان لے آتا، دانیہ آپی کی زندگی میں آ جانے والی سانحے کو سب نے تسلیم کر لیا تھا، وہ جس انداز میں خود اپنے دائرے میں قید رہ کر زندگی گزارنا چاہتی تھیں کسی نے مداخلت کرنا مناسب نہ سمجھا، عمیر یہ سب دیکھ کر تپٹا گیا تھا، وہ ہر ممکن دانیہ آپی کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا، انہیں ہرگز اکیلا نہ چھوڑتا، اس وقت بھی اس نے دیکھا کہ منگنی کی رسم ادا ہوتے ہی دانیہ آپی ہجوم سے غیر محسوس طریقے سے الگ تھلگ ہو کر ایک کونے میں بیٹھی تھیں جو اسے گوارا نہ تھا۔

''ہیلو ڈیئر!'' کسی نے پیچھے سے عمیر کے کندھے پر بے تکلفی سے ہاتھ رکھا تھا،

''اوئے...... جمال یہ کوئی وقت ہے آنے کا۔'' عمیر آنے والے کے ساتھ گرمجوشی سے بغلگیر ہوتے ہوئے گلہ کر رہا تھا، آنے والے نے ایک گلاب کے پھولوں کا بوکے اسے تھمایا۔

''آپی یہ جمال ہے، میرے کلاس فیلو سرفراز کا بڑا بھائی، مجھ سے پانچ برس بڑے ہیں لیکن سرفراز کی طرح سڑو، خشک مزاج ہرگز نہیں ہیں، کمال کے باذوق، خوش مزاج اور زبردست بزنس مین ہیں۔'' وہ دانیہ آپی کے ساتھ پرجوش انداز میں تعارف کروا رہا تھا۔

''ہیلو۔'' جمال نے سیاہ ساڑھی میں ملبوس پروقار سی دانیہ کو دیکھ کر کہا، جواب میں دانیہ نے بس سر ہلا دیا۔

''آپ لوگ بیٹھیں میں کچھ دیر میں آتا ہوں، فوٹو سیشن دولہے کے بغیر ادھورا ہے۔'' عمیر، جمال کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تھا اور دانیہ آپی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی تیز تیز قدم اٹھاتا ایک طرف چلا گیا۔

''انگلینڈ میں جس یونیورسٹی سے سرفراز میرا چھوٹا بھائی اور عمیر ایم بی اے کر رہے تھے وہاں سے میں کر چکا تھا، پاکستان سے انگلینڈ اپنے بزنس کے سلسلے میں جب بھی آنا ہوتا میری ملاقات عمیر سے ضرور ہوتی تھی، انسان دوست بندہ ہے اپنے ساتھ ساتھ موجود سب ہی لوگوں کو خوش رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے، آئی لائیک ہم۔'' وہ پہلو بدلتی دانیہ سے بول رہا تھا، بے زار سی دانیہ نے اس کے جواب میں کچھ نہ کہا تو کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولا۔

''انگلینڈ میں اپنی پسند سے میں نے ایک لڑکی سے کورٹ میرج کر لی، میرے دوست کی بہن تھی، وہیں کی شہریت رکھتی تھی، ہم نے شادی

تو کر لی لیکن وہ پاکستان آنے کے لئے راضی نہیں تھی، چھ ماہ کے لئے میں اسے وہیں چھوڑ کر پاکستان واپس چلا گیا کہ شاید اس کا دماغ بدل جائے لیکن جب چھ ماہ بعد گیا تو دیکھا اس نے میری جگہ کسی اور کو دے دی تھی، مجھ سے یہ سب برداشت نہ ہوا، وہاں کے آزاد ماحول میں یہ ایک عام سی بات ہے، میرے اندر کے مشرقی مرد نے یہ آزادی گوارا نہ کی مجھے اپنے انتخاب پر افسوس ہو رہا تھا، میرے والدین نے میرے انتخاب پر بہ خوشی رضامندی دے دی تھی اور وہ میرے ساتھ جڑے ہر تعلق کو فراموش کئے دوسرے مردوں کے ساتھ معیوب انداز میں پھر رہی تھی، ہم دونوں کے درمیان Divorce ہو گئی، تب سے اکیلا ہوں۔'' وہ اس کی سرد خاموشی کی پرواہ کئے بغیر بولتا چلا گیا۔

''آئی ایم سوری۔'' دانیہ کو سچ مچ افسوس ہو رہا تھا، بہ ظاہر خوش باش نظر آنے والا یہ خوش شکل انسان اندر سے کتنا بکھرا ہوا ہے، وہ سوچ رہی تھی، دونوں کے درمیان کچھ دیر کے لئے عجیب سوگوار سی خاموشی چھائی رہی۔

''لیکن اب میں اکیلا رہنا نہیں چاہتا...... مس دانیہ کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟'' وہ اپنے سامنے بیٹھی سیاہ ساڑھی میں ملبوس سوگوار حسن لئے اسے پہلی ہی نظر میں اچھی لگ گئی تھی، عمیر بہت پہلے دانیہ کے متعلق اسے سب کچھ بتا چکا تھا اور انتخاب کرنے کی خاطر ایسے ہی کسی موقع کی تلاش میں تھا، جمال کو دعوت دینا، دانیہ سے ملوانا محض ایک بہانہ تھا، عمیر چاہتا تھا کہ جمال ایک دفعہ دانیہ سے مل کر فیصلہ کر لے، جمال کے متعلق سب کچھ جان کر ہی یہ سچویشن ترتیب دی گئی تھی، دور سے عمیر جمال اور دانیہ کو کافی دیر سے اپنی نظروں کے احاطے میں لئے ہوئے تھا، وہ دل سے دعا گو تھا کہ کوئی اچھی سچویشن ہی بن کر نتیجہ سو فیصد سامنے آئے۔

''آپ میرے متعلق کچھ نہیں جانتے۔'' وہ اس کے ذومعنی لہجے سے گھبرا رہی تھی۔

''میں آپ کے گزرے کل کو اچھی طرح جانتا ہوں اور میں نے اپنا گزرا کل آپ کے سامنے رکھ دیا ہے، فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، میں اور آپ جذباتیت کی عمر سے کچھ آگے آ چکے ہیں، ہم لوگوں کی عمروں اور گزرے کل کے حالات میں بھی زیادہ فرق نہیں ہے ہم دونوں ہی ایک دوسرے پر ترس نہیں کھا رہے شاید زندگی نے ترس کھا کر ہمیں ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا ہے، اگر آپ کہیں تو میں اپنے والدین کو بھیجنا چاہتا ہوں۔'' نرمی و آہستگی سے کہتا وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہو کر پلٹ گیا تھا، دانیہ اس کی غور کرتی رہی، اس کی زندگی میں مثبت ماضی کی پرچھائی مانند پڑ چکی تھی۔

''ہاں...... پھر کیا رائے ہے آپ کی؟'' عمیر نے جانے کب سے اسے سوچ میں ڈوبے بیٹھا دیکھ رہا تھا، کان کے قریب زور سے سرگوشی کرنے پر وہ چونکی تھی، پھر مسکرا کر اپنا سر اثبات میں ہلا دیا، آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے، عمیر خوشی سے ہرے کا نعرہ مارتا، جمال کی طرف بھاگا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ وہ عمر کی جس سیڑھی پر کھڑی ہے وہاں ایسی انمول چاہت کسی نعمت سے کم نہیں، خوش قسمتی سے دی جانے والی اس دستک پر اس نے اپنے دل کا دروازہ کھول دیا تھا۔

اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پانچ سال سے رکھے صبر کے روزے اللہ نے قبول کر لئے ہیں، اس کے بدلے اللہ نے اسے عید جیسی دائمی خوشیاں عطا کر دی تھیں۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

القرآن

○ ''اگر ہم تم پر کاغذوں پر لکھی کتاب نازل کرتے اور یہ اسے اپنے ہاتھوں سے بھی ٹٹول لیتے تو جو کافر ہیں، وہ یہی کہہ دیتے کہ یہ جادو ہے۔'' (سورہ انعام)

○ ''وہی تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر (مرنے کا) ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک مدت اس کے ہاں مقرر ہے پھر بھی تم اے کافرو (خدا کے بارے میں) شک کرتے ہو۔'' (سورہ انعام)

○ ''اے محمدؐ! تم سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ تمسخر ہوتے رہے ہیں، سو جو لوگ ان میں سے تمسخر کرتے تھے ان کو تمسخر کی سزا نے آگھیرا۔'' (سورہ انعام)

○ ''اور دنیا کی زندگی تو کھیل ہے اور تماشا ہے اور سب سے اچھا گھر تو آخرت کا گھر ہے، یعنی ان کے لئے جو (خدا سے) ڈرتے ہیں، کیا تم سمجھتے نہیں۔'' (سورہ انعام)

○ ''اور کاش تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں، ان کے کندھوں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے) مارتے ہیں، (اور کہتے ہیں کہ اب عذاب آتش کا مزہ چکھو۔''

سیارا حیدر، ساہیوال

حدیث نبوی ﷺ

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا، جب تجھ کو مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور یقین کر لے کہ اگر تمام گروہ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کسی بات کا نفع پہنچا دیں ہر گز تم کو نفع نہیں پہنچا سکتے، بجز ایسی چیز کے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دی ہے، اگر وہ سب اس پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کسی بات سے ضرر پہنچا دیں تو تجھ کو ہر گز ضرر نہیں پہنچا سکتے، بجز ایسی چیز کے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دی ہے۔'' (ترمذی شریف)

ساجدہ احمد، ملتان

روایت ہلال کی تحقیق اور شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ تھی کہ جب تک رویت ہلال کا ثبوت نہ ہو جائے یا کوئی عینی گواہ نہ مل جائے آپ روزے شروع نہ کرتے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت قبول کر کے روزہ رکھا۔ (زادالمعاد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو اور اگر (۲۹ تاریخ کو) چاند دکھائی نہ دے تو رمضان کی تیس کی گنتی پوری کرو۔''
(صحیح بخاری و مسلم، معارف الحدیث)

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

صفہ خورشید، لاہور

خوفناک بلا

ایک شخص نے رات خواب میں ایک خوفناک بلا دیکھی، اس نے پوچھا۔
''تو کون ہے؟''
دعا نے جواب دیا۔
''میں تیرے برے عمل ہوں۔''
پوچھا۔
''تجھ سے چھٹکارا پانے کی کیا صورت ہے؟'' کہا۔
''کثرت درود بلند آواز سے درود پڑھنے کی فضلیت ایک گناہ گار شخص کو انتقال کے بعد ان کے پڑوسی نے خواب میں دیکھا وہ جنت کے اندر ہے۔''
پوچھا۔
''تجھے یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟''
اس نے بتایا۔
''میں ایک اجتماع میں شریک ہوا، وہاں ایک محدث صاحب نے دوران بیان ارشاد فرمایا، جو شخص نبیؐ پاک پر بلند آواز میں درود شریف پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہے، میں نے بلند آواز سے درود پاک پڑھا، مجھے دیکھ کر حاضرین نے بھی اونچی آواز میں درود سلام پڑھا، اس عمل کے سبب اللہ نے مجھ سمیت تمام شرکائے اجتماع کی مغفرت فرمادی۔''

عابدہ حیدر، بہاول نگر

قدر پوچھو

☆ دین کی قدر عالم سے پوچھو۔
☆ آنکھ کی قدر بینا سے پوچھو۔
☆ دولت کی قدر غریب سے پوچھو۔
☆ روٹی کی قدر کسی بھوکے سے پوچھو۔
☆ ماں کی قدر کسی یتیم سے پوچھو۔
☆ علم کی قدر کسی ان پڑھ سے پوچھو۔
☆ باغی کی قدر کسی مال سے پوچھو۔
☆ صحت کی قدر کسی بیمار سے پوچھو۔

آصفہ نعیم، فورٹ عباس

زندگی

زندگی ایک کھلونا ہے آخر اس کو ٹوٹ ہی جانا ہے کیوں نہ اچھا ہو کہ یہ کسی کے کام آ کر ہی ٹوٹ جائے، اپنی زندگی کے ہر لمحے کو حسین و دلکش بنائیے، اس کے ہر لمحے کو انجوائے کریں مگر ہمیشہ یہ خیال رکھیں کہ اپنی زندگی کو حسین بناتے ہوئے کسی کی زندگی کو عذاب میں نہ ڈالیں، ناجائز بھی کسی کو تکلیف نہ دیں، ظاہری سی بات ہے کہ انسان اپنی زندگی میں بہت کچھ کھوتا تب اس کو جا کر کچھ ملتا ہے، اس کھونے اور پانے کی حسین دلکش کشمکش کو زندگی کہتے ہیں۔

فرینہ اسلم، میاں چنوں

زندگی

☆ زندگی کی تعریف کرنا بہت مشکل ہے اسے جاننا اور پہچاننا بھی مشکل ہے، یہ ایک راز ہے ایسا راز کہ جس نے راز جان لیا وہ مر گیا اور جو نہ جان سکا وہ مارا گیا۔
☆ زندگی سمندر ہے اپنے بادلوں کو نامعلوم سفر پر روانہ کرنے والا، انہیں الوداع کہنے والا اور پھر یہی سمندر اپنے مسافروں کو اپنے دریاؤں کو خوش آمدید کہنے والا بھی ہے۔
(واصف علی واصف)

مہین آفریدی، ایبٹ آباد

میرے نفس کی نصیحت

میرے نفس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس

سے خلوت برتوں جس سے لوگ بغض و کینہ رکھتے ہوں۔
میں اس حسن پر نگاہ رکھوں جو صورت رنگ اور جدل کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔
میں جاگوں جب بستی والے سو رہے ہوں
میں سوؤں جب بستی والے جاگ رہے ہوں۔
میں لبیک کہوں جب کوئی نا معلوم آواز پکارے، جب کوئی خطرہ آواز دے، میں اس سے محبت کروں جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔

راحیلہ فیصل، سرگودھا

تاثیر میرے لہجے کی

- آپ کی ذاتی کائنات میں آپ نے جتنا حصہ اللہ تعالیٰ کا رکھا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی کائنات میں آپ کا حصہ ہے۔
- تعلق، جذبے، محبت سب اتنی ہی شدت سے جواب چاہتے ہیں جتنی شدت سے وہ کسی کے لئے پیدا ہوتے ہیں، اگر انہیں ان کی طلب کے مطابق جواب نہ دیا جائے تو سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔
- نقصان وہ نہیں جو آپ کو ذاتی دکھ سے ہمکنار کرے نقصان وہ ہے جو آپ کو کسی کی نظر میں گرا دے۔
- پتا نہیں کیوں انسان اپنا غم سہہ لیتا ہے خود پر گزری برداشت کر لیتا ہے مگر جب کسی عزیز ہستی کو اس دکھ کی بھٹی میں جلتا پاتا ہے تو ضبط نہیں کر سکتا۔
- بعض لوگوں کی زندگی میں اگر غم بڑھ جائیں تو قہقہوں میں شدت آ جاتی ہے کبھی شعوری طور پر اور کبھی لاشعوری طور پر۔
- ڈھونڈنے میں ملنے کی شرط نہیں ہوتی بلکہ امید ہوتی ہے اور امید سے جھگڑا نہیں کرتے۔
- بے وفائی کو مجبوری کا نام دے کر دنیا والوں کو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے مگر ضمیر کو نہیں۔

آمنہ خان، راولپنڈی

قطرہ قطرہ قلزم

☆ ہمہ حال ایک ہی حال میں رہنے کا عمل اس لئے مشکل ہے کہ کائنات کی کوئی چیز ہمیشہ ایک حالت میں نہیں رہ سکتی۔
☆ صحت خراب ہو تو کوئی موسم بھی خوشگوار نہیں ہوتا اور صحت خوشگوار ہو تو کوئی موسم خراب نہیں ہوتا۔
☆ بے وفا، وفا کے بدلے میں ہی تو برائیاں کرتا ہے۔
☆ اہل دل حضرات ذرے ذرے سے دھڑکنیں محسوس کرتے ہیں اور پتھر دل انسانوں کو احساس کی دولت سے محروم ہونے کا بھی احساس نہیں ہوتا۔
☆ کل کے دعوے آج کی معذرت بن جاتے ہیں۔
☆ سیاست ہمیشہ میدان میں رہتی ہے اور حکومت ہمیشہ ایوان میں۔
☆ غریبوں کی حالت بدلنے والے خود فریبی کے ذائقے سے نا آشنا ہوتے ہیں۔
☆ موسم بدلنے کا وقت آ جائے تو خود وقت کا موسم بدل جاتا ہے۔
☆ لا محدود آرزوئیں محدود زندگی کو عذاب بنا دیتی ہیں۔
☆ مقدر اور انسان ہمیشہ اکٹھے رہتے ہیں اور ہمیشہ جھگڑا کرتے ہیں۔
☆ کبھی کبھی نیکی اس طرح آتی ہے جیسے بارش۔
☆ کبھی کبھی برائی ایک راستے کی طرح پاؤں کے نیچے آ جاتی ہے۔

صابرہ سلطانہ، کراچی

☆☆☆

سارا حیدر ---- ساہیوال

س: عرصے بعد اس محفل میں آئی ہوں کیسا لگ رہا ہے؟

ج: اگر کوئی صبح کا بھولا شام کو آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔

س: ارے کیا کہا کہ بھول گئے......؟

ج: ارے بھولا نہیں بہت کچھ یاد ہے۔

س: سب سے پہلے شادی کی مبارکباد تو دے دیں؟

ج: نہ بلایا نہ کھلایا اب بتایا، پھر بھی اس خبر سے دل ہوا سوایا۔

س: اس حافظ آباد کی بجائے ملتان سے شامل ہوا کروں گی یاد رکھنا؟

ج: خوشی ہوئی کہ آپ حنا کو نہیں بھولیں۔

س: جی کسی مہربان نے آ کے میری زندگی؟

ج: خدا اس مہربان کو ہمیشہ مہربان ہی رکھے۔

ساجدہ احمد ---- ملتان

س: میں نے آپ کے لئے لاہور سے لے کر راولپنڈی تک پھول ہی پھول راہ میں بچھائے ہیں کب تشریف فرما ہوں گے؟

ج: لاہور تک بچھائے ہیں میرے گھر تک نہیں۔

س: میں زمانے میں وفا ڈھونڈتی ہوں، مگر ملتی نہیں؟

ج: کہتے ہیں کہ ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔

س: محبت کیا ہے؟

ج: خلل ہے دماغ کا۔

س: میں عید پر آپ کا انتظار کروں گی آئیں گے نا؟

ج: چل جھوٹی نہ ہو۔

س: سنجیدگی سے کچھ سوچیں؟

ج: سوچ رہا ہوں اور وہ بھی سنجیدگی سے۔

س: ہم اکٹھے مریں گے اور اکٹھے جئیں گے، کہا تھا نا، آپ بھول گئے؟

ج: ان ہونی باتیں بھول ہی جاتی ہیں۔

صفہ خورشید ---- لاہور

س: اس بار بھی روزے نہیں رکھے؟

ج: مجھے کیوں بتا رہی ہو۔

س: اچھا کتنے رکھے؟

ج: یہ تو تمہیں ہی معلوم ہو گا۔

س: سنا ہے بے روزے سب سے پہلے عید مناتے ہیں؟

ج: تجربے کی بات معلوم ہوتی ہے۔

س: آپ کی عید کب شروع ہوتی ہے؟

ج: جس دن عید ہوتی ہے۔

س: عیدی کتنی ملتی ہے؟

ج: کبھی حساب نہیں رکھا۔

س: کچھ خاص جو کھائیں گے بتائیں؟

ج: جو مل جائے صبر شکر کر کے کھا لیں گے۔

عابدہ حیدر ---- بہاول نگر

س: عید کہاں پر منا رہے ہو گھر یا پھر؟

ج: اپنے گھر ہی منا لیں گے۔

س: کبھی عید مبارک بھی کہہ دیا کرو کنجوس؟

ج: عید کے دن عید مبارک کہہ دوں گا۔

س: عید لینے آؤں یا آپ بھیج دیں گے؟
ج: ہم تو اس بات کے حامی ہیں، ہمارے ہاں آؤ گے تو کیا لے کر آؤ گے۔
س: چلو بڑی عید پر سہی خدا حافظ؟
ج: جان چھڑا ہی گئے نا۔

آصفہ نعیم ---- فورٹ عباس

س: جب وہ ہمارے گھر آتا ہے تو سب کے چہرے کھل جاتے ہیں بتایئے کون؟
ج: وہی جس کے آنے پر تمہارے گھر والوں کے چہرے کھل جاتے ہیں۔
س: ہماری وجہ سے آپ کا نام ہے ہم سوال نہ بھیجیں تو آپ فارغ بیٹھیں رہیں؟
ج: اگر میں نہ جمدی تے تیرا بیاہ نہ ہوندا۔
س: لنڈے بازار میں، میں نے دیکھا آپ کو لگتا ہے عید کی شاپنگ ہو رہی تھی؟
ج: تم سے ملنے کا ایک بہانہ تھا۔
س: جب بھی ملتا ہے خفا خفا سا لگتا ہے؟
ج: عادت سے مجبور جاہوا۔
س: دل میں تمہارے گھر لینا ہے وہ بھی کرایہ پر لینا ہے؟
ج: میں نے دل میں گھر نہیں بنایا تاکہ پڑے نہ کرایہ داروں کا سایہ۔

فرینہ اسلم ---- میاں چنوں

س: یہ کیا محبت کسی اور سے شادی کسی اور سے؟
ج: یہ خود سے پوچھیے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔
س: رات بھر رو رو کر آنکھیں سرخ ہو گئیں؟
ج: کس نے کہا تھا کہ آنکھوں پر اتنا میک اپ کریں۔
س: میں اس کی خاطر بہت تڑپی پر......؟
ج: لیکن آپ کے تو پر نہیں ہیں۔
س: بال لمبے کیسے کروں؟
ج: میں نے کل ہی بال کٹوا دیے تھے۔

س: رات کو آسمان پر ستارے کیوں نکل آتے ہیں؟
ج: شرم آ رہی ہے مگر کیا کریں بتا ہی دیتے ہیں کہ آپ نے مجھے دیکھ ہی لیا۔

مہین آفریدی ---- ایبٹ آباد

س: زندگی کا سفر کیسے طے کرنا چاہیے؟
ج: جو سواری بھی مل جائے۔
س: ذرا یہ بتایئے کہ فی زمانہ اپنے لوگ پرائے ہو جاتے ہیں اور پرائے اپنے بن جاتے ہیں؟
ج: دونوں سے ہی ہوشیار رہنا چاہیے۔
س: آج کل کے لڑکے کس بات سے ڈرتے ہیں؟
ج: کہیں محبوبہ سے سچ مچ محبت نہ ہو جائے۔

راحیلہ فیصل ---- سرگودھا

س: پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ؟
ج: شادی ہو گئی ہے کیا۔
س: درد جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو؟
ج: آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔
س: آج کل لوگوں کے چہروں پر دکھاوے کا تبسم کیوں ہوتا ہے؟
ج: ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے۔

آمنہ خان ---- راولپنڈی

س: سنا ہے بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں آپ کو خواب میں کیا نظر آتا ہے؟
ج: اگر میں کچھ کہہ دوں برا تو نہیں مناؤ گی۔
س: آج کے دور میں اپنوں کا خون سفید ہو گیا ہے وجہ؟
ج: انہیں اپنا تو نہ کہو۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

فاریہ سلیم ----- شرقپور

عید آتی ہے دل دکھاتی ہے
یاد بچھڑے ہوؤں کی لاتی ہے
جن سے ملنے کا آسرا ہی نہیں
عید ان کا خیال لاتی ہے

....

عید اس پر خفا ہو گئی ہم سے
کہ ہم نے اسے منایا ہی نہیں
ہم اسے کیا بتائیں کہ عید کا دن
ہمارے آنگن میں کبھی آیا ہی نہیں

....

کتنے ترسے ہوئے میں خوشیوں کو
وہ جو عیدوں کی بات کرتے ہیں

عمیرہ ریحان ----- ٹوبہ ٹیک سنگھ

سنو الفاظ ہیں کم اور تمنائیں ہزار
مبارک ہوں میری جانب سے تمہیں عید کی خوشیاں

....

خوشیوں سے عید ہوتی ہے خوشیوں سے عید کرنا
اپنی اس خوشی میں سب کو شریک کرنا

....

آشیائے حیات عید کا دن
زندگی کا ثبات عید کا دن
صبر و عزم و تحمل کی تصویر
مظہر التفات عید کا دن

عالیہ بٹ ----- لاہور

یہ دن بھی مبارک ہے ملو آ کے گلے سے
پھر ہم سے ذرا ہنس کے کہو عید مبارک

....

اس سمت چلے تو تو اتنا اسے کہنا
باقی نہ سنیں صرف تنہا اسے کہنا
ہم نے ہلال عید کے ہاتھ بھجوایا یہ سندیسہ
کرتا ہے تمہیں کوئی یاد بہت بار بار اسے کہنا

....

جسے میں نہیں یاد اسے عید مبارک
جو اوروں میں ہے شاد اسے عید مبارک
معصوم سے ارمانوں کی معصوم سی دنیا
جو کر گیا برباد اسے عید مبارک

فریحہ گیلانی ----- اوکاڑہ

ایسا نہیں کہ تیرے بعد اہل کرم نہیں ملے
تجھ سا نہیں ملا کوئی ورنہ لوگ کم نہیں ملے
اک تیری جدائی کے درد کی بات اور ہے
جن کو نہ سہہ سکے یہ دل ایسے تو غم نہیں ملے

....

تنہا اداس چاند کو سمجھو نہ بے خبر
ہر بات سن رہا ہے مگر بولتا نہیں

....

میں نے یہ سوچ کر بوئے نہیں خوابوں کے درخت
کون جنگل میں لگے درخت کو پانی دے گا

صوبیہ توحید ----- گلشن راوی لاہور

عید آئی ہے بڑی دھوم سے اس بار مگر
کتنا ویران ہے اس بار بھی گھر تیرے سوا
تیری ہستی کے سوا مانگ کے کیا لینا ہے
ہم نہ مانگیں گے کوئی اور ثمر تیرے سوا

....

عید بھی تیری خوشیاں بھی تیری تو ہمیشہ آباد رہے
دیتا ہے تجھ کو دعا تجھے بھی میری طرح انتظار رہے

....

کبھی دوست بن کبھی دلدار بن کر
روپ بدل بدل کر ڈستے ہیں لوگ
درد دے کر جن کو سکون ملتا ہے
دنیا میں ایسے بھی بستے ہیں لوگ

سارا حیدر ---- ساہیوال

وہ اک بار بھی نہ آیا ملنے ہم سے
اور عید ہے کہ پھر آ گئی

....

ہم نے لیا ہونٹوں سے جو نام تیرا
دل ہونٹوں سے الجھ پڑا یہ ہے صرف میرا

....

میں نے چاہا تجھے یہ کچھ نذر کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جس میں آنکھوں کے تراشے ہوئے موتی لاکھوں
جس میں شامل ہو مرے قلب کی دھڑکن دھڑکن

ساجدہ احمد ---- ملتان

شاید تیری نوا سے ملے عید کا پیغام
اے دوست مسکرا کہ طبیعت اداس ہے

....

میرے نزدیک ہی رہتے ہیں مرے اک کرم فرما
وہ جب بھی ملتے ہیں اپنی روزہ داری بتاتے ہیں
سحر کے وقت گم ہم نے کبھی دیکھا نہیں
مگر ہر دعوت افطار پر وہ پائے جاتے ہیں

....

سوچ نگر میں اک خیال آیا ہے
آج پھر دل کے دریچہ میں در آیا ہے
بھول جانے کی جسے قسم کھائی تھی
وہ آج پھر مجھے شدت سے یاد آیا ہے

صفہ خورشید ---- لاہور

چراغ کی لو دھیمی کر لو
محبت کی شدت کم کر لو
کل تو ایسا رہے نہ رہے
ابھی سے عادت ختم کر لو

....

اس مرحلے کو موت بھی کہتے ہیں دوستو!
اک پل ٹوٹ جائیں جہاں عمر بھر کا ساتھ

....

دل یہ کہتا ہے کہ ہر ایک کے آنسو پی لوں
اور کوئی خواب کسی کا نہ ہو ریزہ ریزہ

عابدہ حیدر ---- بہاول نگر

عمر بھر کو داغ دے جاتی ہے ادنیٰ بھول بھی
جرم ثابت ہو نہ ہو الزام پھر الزام ہے

....

وہ میرا ہے جو نگاہوں میں حیا رکھتا ہو
ہر قدم ساتھ چلے عزم وفا رکھتا ہو
ناز میں اس کے اٹھاؤں تو شکایت نہ کرے
ہر غم سہہ کر بھی ہنسنے کی ادا رکھتا ہو

....

جو ہو سکے تو توڑ دے اک نگاہ کی ضرب سے
میری سومنات مزاج کو اس غزنوی کی تلاش ہے

آصفہ نعیم ---- فورٹ عباس

مثال موج ہوا دربدر وہ ایسا تھا
بچھڑ کے پھر نہ ملا ، ہمسفر وہ ایسا تھا
خود اپنے سر لیا الزام بے وفائی تک
کہا نہ کچھ بھی اسے معتبر وہ ایسا تھا

....

عشق سمجھتے تھے جس کو وہ شاید
تھا بس اک نارسائی کا رشتہ
میرے اور اس کے درمیاں نکلا
عمر بھر کی جدائی کا رشتہ

....

یار ایک مسئلہ ہے یہ دنیا
یار ایک مسئلہ تو میں بھی ہوں
میں نہیں جانتا محبت کو
ہاں مگر مانتا تو میں بھی ہوں
فرینہ اسلم ---- میاں چنوں

یہ دعا ہے میری آتشِ عشق میں تو بھی میری جلا کرے
نہ ہو ہنسنا نصیب تجھے تیرے دل میں بھی درد ہوا کرے
تیرے سامنے تیرا گھر جلے تیرا بس چلے نہ بجھا سکے
پھر تیرے منہ سے بھی دعا نکلے نہ گھر کسی کا جلا کرے

....

دل میں پھر اک شور سا ہے برپا
کہ برس بعد دیکھا ہے چاند عید کا
دل میں ہے تیری یاد کا نشتر لگا ہوا
پھر کس طرح کریں ہم اہتمام عید کا

....

چاک دامن کو جو دیکھا تو ملا عید کا چاند
اپنی تصویر کو کہاں بھول گیا عید کا چاند
ان کی ابروئے خمیدہ کی طرح تیکھا ہے
اپنی آنکھوں میں بڑی دیر چھپا عید کا چاند
مہین آفریدی ---- ایبٹ آباد

ان کو دیکھا تو پھر اترا نہ گیا
آسمان تک ہی رہا عید کا چاند

....

ملیں تجھے نہ دکھ زندگی میں
پھول کی طرح تو مہکے خدا کرے
زندہ رہے نام ابد تک تیرا
عید کی خوشیاں تجھے مبارک خدا کرے

....

بڑی یاس میں عید کا دن گزرا
خدا کی قسم تم بہت یاد آئے
راحیلہ فیصل ---- سرگودھا

خوشبو بادل پھول یہ کلیاں شبنم تیرے نام
دوست عید کی خوشیاں ہیں سب تیرے نام
جھلمل کرتا نیلا پانی جگمگ کرتے چاند اور تارے
رات کی رانی تارے کرنیں چندا پونم تیرے نام

....

وفا کا سندیس لے کر اترے تمہارے آنگن میں
گواہ رفاقتوں کا محبتوں کا بن کر ہلال عید
تمام روز و شب یونہی فروزاں رہیں ہر دم
ہر شب شب برات ہر روز روز عید

....

جو شخص کھو گیا ہم سے اندھیری راہوں میں
اسی کو ڈھونڈ کے لاؤ کے عید آئی ہے
آمنہ خان ---- راولپنڈی

یہ دیکھیے اداس نگاہوں کو کیا ملے
ہر طرف پھول بانٹتی پھرتی ہے شام عید
عید کے دن نہ سہی عید کے بعد ہی سہی
عید تو ہم بھی منائیں گے تیری دید کے بعد

....

جشن طرف ہو تم کو مبارک مجھ کو یونہی رہنے دو
عید کا دن خوشیوں کا دن ہے شکوہ لب پر لائیں کیا
توڑ کے رشتے ناطے سارے غیر کی محفل کو آباد
باد صبا اب تو ہی بتا ہم رسم عید نبھائیں کیا

....

یہ بھی آداب ہمارے ہیں تمہیں کیا معلوم
ہم تمہیں جیت کے بارے میں تمہیں کیا معلوم
اک تو ہو کہ سمجھتے نہیں ہو ہم کو
اک ہم ہیں کہ تمہارے ہیں تمہیں کیا معلوم
صابرہ سلطانہ ---- کراچی

مجھ کو اک خواب پریشان سا لگا عید کا چاند
میری نظروں میں ذرا بھی نہ جچا عید کا چاند
آنکھ نم کر گیا بچھڑے ہوئے لوگوں کا خیال
درد دل دے کر ہمیں ڈوب گیا عید کا چاند

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

رنگ حنا

ایک روز مرتضٰی سے کسی نے یہ عرض کی
اے نائب رسول امین دام ظلکم!
ابوبکر اور عمر کے زمانے میں چین تھا
عثمان کے بھی عہد میں لبریز تھا یہ خم
کیوں آپ ہی کے عہد میں جھگڑے پڑ گئے
اپنی تو عقل ہو گئی اس مسئلے میں گم
کہنے لگے ''یہ بات کوئی پوچھنے کی ہے؟
ان کے مشیر ہم تھے ہمارے مشیر تم''

حنا شاہین، حیدر آباد

تسلی

بھکاری نے ایک خاتون سے پانچ روپے مانگے تو وہ ناک چڑھاتے ہوئے بولیں۔
''تم کو شرم نہیں آتی ہمارے علاقے میں بھیک مانگتے ہو؟''
بھکاری تسلی دینے والے انداز میں بولا۔
''آپ کو اپنے علاقے کے بارے میں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں میں تو اس سے بھی بدتر علاقوں میں بھیک مانگ چکا ہوں۔''

سدرہ خانم، ملتان

حنا

تیرے نام کی مہندی نے
میرے ہاتھ جو مہکا دیئے تو
عید کے سب رنگ
مہکنے لگے تھے

آسیہ فرید، خانیوال

شاعر

اک شاعر کے گھر چور گئے کچھ چرانے کو
مگر وہ غریب تو گئے تھے پچھتانے کو
شاعر سمجھا میرے قدر دان آ گئے
بیٹھ گیا انہیں غزل سنانے کو

مریم انصاری، سکھر

قطعہ

مستورات سے ڈر لگتا ہے
تین سو سات سے ڈر لگتا ہے
اس کے شہر کو جانے والی
ہر برات سے ڈر لگتا ہے

گولڈن ورڈز

☆ عبادت ایسے کرو کہ روح کو لطف دے جو عبادت دنیا میں مزہ نہ دے گی وہ عاقبت میں کیا جزا دے گی۔
☆ الفاظ کی تفاسیر بدل جائیں تو معتقدین بھٹک جایا کرتے ہیں۔
☆ نفس کو مال و دولت کے لئے ذلیل مت کرو۔
☆ قسمت وہ مارکیٹ ہے جہاں جدوجہد چیزوں کی قیمت بڑھاتی ہے اور کاہلی ان کی قیمت گھٹاتی ہے۔
☆ بعض حقائق کو ماننے کے لئے ہمیں اپنی انتہائی قوت درکار ہوتی ہے۔

Medora
Perfumed Talc
خوشبو جو دل کو بھائے
تازگی جو ہر کوئی چاہے
خوشبو کی دنیا کے 8 شگفتہ احساس
MEDORA OF LONDON

عزہ فیصل، قصور

خوشبو

کل سپنے میں آیا تو
کمرے میں مرے اب بھی
پھیلی ہے کوئی خوشبو

دوری

جان لیوا ہے یہ دوری
دونوں ہی تڑپتے ہیں
کیسی ہے یہ مجبوری؟

نور انور، فیصل آباد

چاند

تجھے دیکھنے کے شوق میں
سر شام ہی میں نے
سارے شہر کی بتیاں بجھا دیں
اب تو آجا
سورج بھی ڈوب گیا
رات نے اپنا سیاہ آنچل پھیلا لیا
تیری راہ تکتے تکتے
آنکھیں بھی تھک گئیں
اب تو آجا
اب چاند
تجھے دیکھ کر
ہم عید منالیں

فاریہ سلیم، شرقپور

خدا کے خوف سے

ایک صوفی صاحب مذہبی امور کو بڑی لگن سے ادا کرتے لیکن وہ بے چارے ان پڑھ تھے اور حساب کتاب انہیں بالکل نہیں آتا تھا، چنانچہ جب بھی رمضان آتا تو وہ بھول جاتے کہ کتنے روزے رکھے ہیں اور کتنے باقی رہ گئے ہیں، کسی دوسرے سے پوچھنا وہ اپنی توہین خیال کرتے تھے، اب کی بار رمضان آیا تو انہوں نے ایک عمدہ ترکیب نکالی، روزانہ رات کو جب وہ روزہ افطار کرتے تو ایک گھڑے میں ایک پتھر ڈال دیتے، پھر پتھر گن لیتے، ان کا پوتا بڑا شریر تھا وہ دو تین دن دادا کو یہ عمل کرتے دیکھتا رہا اور ایک دن ڈھیر سارے پتھر گھڑے میں ڈال دیئے، رمضان کے اختتام پر صوفی صاحب نے پتھر گنے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

صبح عید ملنے کے لئے آنے والوں میں سے صوفی صاحب کے ایک بے تکلف دوست نے مذاقاً پوچھا۔

''ہاں بھئی سناؤ کتنے روزے رکھے اب کی بار؟''

''باون۔'' صوفی صاحب نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیا کہا باون؟''

''مگر روزے تو تیس ہوتے ہیں۔'' انہیں سنجیدہ دیکھ کر حیرت سے بولا۔

''خدا کا خوف کرو یار۔''

''میں نے خدا کے خوف سے باون بتائے ہیں ورنہ روزے سو سے اوپر ہو چکے ہیں۔'' صوفی صاحب نے ہنوز سنجیدگی سے جواب دیا۔

عمیرہ ریحان، ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

صفہ خورشید: کی ڈائری سے خوبصورت غزل

بھول کر ذات تم کو یاد کیا
بات بے بات تم کو یاد کیا
نیند ناراض ہو گئی ہم سے
ہم نے جس رات تم کو یاد کیا
چاند کے ساتھ تھیں ملاقاتیں
ہر ملاقات تم کو یاد کیا
رات کی بیکراں اداسی کا
تھام کر ہاتھ تم کو یاد کیا
اپنی آنکھوں کے خشک صحرا میں
لے کر برسات تم کو یاد کیا

عابدہ حیدر: کی ڈائری سے ایک غزل

یقین مجھ کو اس کا کہاں رہ گیا ہے
فقط اب تو دل میں گماں رہ گیا ہے
کہا تھا کبھی اس نے آنے کا لیکن
نہ جانے وہ اب تک کہاں رہ گیا ہے
جہاں دیپ جلتے تھے اس کی چاہت کے
وہاں اب یادوں کا دھواں رہ گیا ہے
محبت وفا دوستی خواب نکلی
بس اک حسرتوں کا جہاں رہ گیا ہے
کل جو آباد تھیں بستیاں ہر طرف
اب ان بربادیوں کا نشاں رہ گیا ہے

آصفہ نعیم: کی ڈائری سے دلکش غزل

یہ پل یہ ساعت سعید مبارک
اے دوست تجھے عید مبارک
ہر رات گزرے مسکراتی گنگناتی
ہر روشن دن کی امید مبارک
جسے تو چاہے وہی آ کر ملے تجھ سے
جسے تو سنے وہی نوید مبارک
ہر شخص ہر منزل ہر خوشی ہر سفر
ہر خیال ہر آرزو ہر امید مبارک
وہ چہرہ جسے دیکھنے کو ترسیں آنکھیں
تا عمر اس رخ روشن کی دید مبارک
جہاں میں بکھری خوشبو مہکے تیرے گھر
سب لوگ کہیں ہنس کر عید مبارک

فرینہ اسلم: کی ڈائری سے خوبصورت غزل

نجانے کیوں ہم کو سب کچھ پرانا اچھا لگتا ہے
ہے وحشت ہم کو خوشیوں سے ویرانہ اچھا لگتا ہے
تنہائی کے کاموں میں محبت کی زباں لے کر
جو حسرت سے بنایا تھا فسانہ اچھا لگتا ہے
کسی کی بے وفائی نے بہت ہم کو رلا ڈالا
مگر اب تو رونے کا بہانہ اچھا لگتا ہے
یادوں کے سرہانے بیٹھ کر ہم رات بھر روئے
سکھایا جس نے رونا وہ شانہ اچھا لگتا ہے
صحرا کی اوٹ میں جب ڈوبتا سورج سرخی پھیلاتا ہے
تب شام کے ہارے پنچھی کا آشیانہ اچھا لگتا ہے
صبح کی وہ مست ہوا جب چھو کر گزرے شبنم کو
یہ منظر دیکھ کر کلیوں کا مسکانا اچھا لگتا ہے
یہ قول ہے داناؤں کا جنہیں بھولو وہ آتے ہیں یاد
جب ہی تو ہمیں تیرا بھلانا اچھا لگتا ہے

مہین آفریدی: کی ڈائری سے خوبصورت نظم

''عید مبارک''

اے باد صبا مبارک اسے کہنا
کہنا کوئی کرتا ہے تجھے یاد ابھی تک

اک دل تری یادوں سے ہے آباد ابھی تک
کہنا کہ تمہیں عید گزشتہ طرح سے
شدت سے خیال آئے گا اس بات کا دن بھر
اک اور برس بیت گیا تجھ سے بچھڑ کر
کہنا یہ فقط ان کے لئے عید کا دن ہے
جن کے لئے محبوب کی یہ دید کا دن ہے
اے کاش کہ یہ عید بھی اپنے لئے ہوتی
مہندی سے ترا نام ترے ہاتھ پہ لکھتے
کچھ پھولوں کے گجرے ترے بالوں میں سجاتے
اے کاش اس سال تو ہم عید مناتے

راحیلہ فیصل: کی ڈائری سے خوبصورت غزل

سوچ کی وادیوں میں گم ہو جائیں
درد کی چاہتوں میں گم ہو جائیں
اجلا چہرہ بھی ہو گیا دھندلا
دھند ہے آئینوں میں گم ہو جائیں
دل کہ آبادیوں سے ڈرتا ہے
آؤ ویرانیوں میں گم ہو جائیں
اب تو چہرے سے غم نمایاں ہے
غم کی پرچھائیوں میں گم ہو جائیں
آج ڈوبا ہے آس کا سورج
غم کی تاریکیوں میں گم ہو جائیں
سکھ نہ آئے گا اپنے گھر بشریٰ
زیست کے فاصلوں میں گم ہو جائیں

آمنہ خان: کی ڈائری سے ایک نظم

''ہلال عید کی شب''

تیرے چمن چمن میں
روز عید کی چاندنی جگمگائے
میری دعا ہے کہ
تیرے گھر کے آنگن میں
ستاروں کی مالا اترے
مسرت کے ان لمحوں میں
خوشیاں تیرے اردگرد جھلملائے
بہاروں سے تیرا دامن بھر جائے

صابرہ سلطانہ: کی ڈائری سے خوبصورت نظم

''کیوں......؟''

محبتوں کے شہد میں یہ زہر کیوں ملا دیا
ہنستی اور کھیلتی آنکھوں کو کیوں رلا دیا
کچھ ہاتھوں میں گلاب تھے کچھ آنکھوں میں خواب تھے
معصوم خواہشوں کو یوں مٹی میں کیوں ملا دیا
بہت سے اور کھیل تھے کہیں دلوں کے میل تھے
یہ کھیل خاک وخون کا تو نے کیوں رچا دیا
جو تو یقیں سے دور تھا تو ان کا کیا قصور تھا
ان کے یقیں کی منزلوں کو تو نے کیوں رلا دیا
اسی پہ تو چلا پھرا اسی پہ تو پلا بڑھا
اس پاک سرزمین کو پھر ایسا کیوں بنا دیا

حنا شاہین: کی ڈائری سے ایک دلکش نظم

میں نے چاہا
کہ ایسا تحفہ تیری نذر کروں
جسے تو عمر بھر یاد رکھے
پھر ایک لمحے کی سوچ نے
میرے ہاتھ بلند کیے
کچھ لفظوں کے پھول، دعاؤں کے پنچھی
دل کی گہرائیوں سے آزاد کیے
کہ آنے والے موسموں میں
غم کی گھٹائیں، کبھی تیرے قریب نہ آئیں
تیری آنکھوں کے دیئے سدا چمکیں
خدا تیرا دامن حسرتوں سے ہمکنار کرے
کبھی جو تو زندگی کی کڑی دھوپ میں
ڈھلتی عمر کی شام میں
پلٹ کر دیکھے تو
بہت ہی خوش رنگ یادیں
گلاب لمحوں کی دلفریب باتیں

☆☆☆

عید الفطر پر میٹھے کا مطلب ہے شیر خورمہ لیکن اس بار ہم آپ کو سویوں کی بھی کئی ایک تراکیب بتا رہے ہیں جو نہ صرف مہمانوں کو بھائیں گی بلکہ گھر والے بھی آپ کی تعریف کریں گے، یقین نہ آئے تو آزمالیں۔

شیر خورمہ

اشیاء

دودھ	دو لیٹر
سویاں	دو کھانے کے چمچ
چاول	ایک کھانے کا چمچ
گھی	دو کھانے کے چمچ
شکر	ایک کپ
بادام کٹے ہوئے	نصف کپ
پستے کٹے ہوئے	نصف کپ
چھوہارے ابال لیں	چار عدد
کدوکش ناریل	نصف کپ
سبز الائچی چھلی ہوئی	دس عدد
زعفران اور کیوڑہ	حسب ضرورت

ترکیب

سویوں کو چورا کر کے ذرا سے گھی میں فرائی کر لیں، باداموں کو بھی کاٹ کر تل کر الگ رکھ لیں، پستے کو بھی کاٹ لیں، ناریل کو بھی تل لیں، نکال کر الگ کر لیں، بھیگے ہوئے چاولوں کو پانی سے نکال کر اچھی طرح باریک پیس لیں، دودھ کو اتنا ابالیں کہ وہ گاڑھا ہو جائے، چولہے سے دودھ ہٹا کر ذرا ٹھنڈا ہونے دیں، دودھ نیم گرم ہو تو اس میں سویاں اور چاولوں کا آٹا ڈال کر نصف گھنٹے تک پکائیں، اس میں ابلے چھوہارے، سبز الائچی، تلا ناریل، بادام، پستہ اور شکر ڈال کر پکنے دیں، دس منٹ بعد زعفران اور کیوڑہ ملا لیں، چولہے سے ہٹا کر ٹھنڈا ہونے دیں، لذیذ شیر خورمہ تیار ہے۔

اسپیشل سویاں

اشیاء

سویاں	آدھا کپ چورا
کنڈینسڈ ملک	ایک ٹن
دودھ	تین کپ
تیل	دو کھانے کے چمچ
سبز الائچی	تین عدد چھلی ہوئی

ترکیب

تیل گرم کر کے اس میں سبز الائچی اور سویاں ڈال کر ایک منٹ تک تلیں، تمام اقسام کے دودھ ڈال کر اتنا پکائیں کہ سویاں گاڑھی ہو جائیں، چولہے سے ہٹا کر ٹھنڈا کر لیں، اسپیشل سویاں تیار ہیں۔

سویوں کی پڈنگ

اشیاء

پھیکا مکھن	چار کھانے کے چمچ
سویاں	دو کپ چورا کر لیں
گرم دودھ	آٹھ کپ
سبز الائچی	آدھا چائے کا چمچ
کشمش	دو چائے کے چمچ
بادام چھلے ہوئے	تین چائے کے چمچ
شکر	ایک کپ

پستہ ہوائیاں	دو چائے کے چمچ

ترکیب

دھیمی آنچ پر مکھن گرم کر کے چورا سویاں ڈال کر اتنا بھونیں کہ سنہری ہو جائیں، گرم دودھ ڈال کر ابال آنے دیں پھر بادام اور الائچی شامل کر دیں، آدھے گھنٹے تک پکنے دیں، اس دوران چمچہ مسلسل چلاتی رہیں، شکر بھی شامل کر دیں، مزید پانچ سے دس منٹ تک پکائیں، ڈش میں نکال کر ٹھنڈا کر لیں، کشمش اور پستہ چھڑک لیں، ٹھنڈا کر کے پیش کریں۔

سویوں کا مزعفر

اشیاء

سویاں	۲۵۰ گرام
شکر	آدھا کلو
گھی	ایک کپ
دودھ	ایک کلو
سبز الائچی	دس دانے چھلے ہوئے
زعفران	آدھا چائے کا چمچ
پیلا رنگ	آدھا چائے کا چمچ
بادام، پستہ	حسب پسند
چاندی کے ورق	حسب خواہش

ترکیب

شکر میں ایک کپ پانی ملا کر شیرہ تیار کر لیں، اس میں پیلا رنگ ملا لیں، گھی میں سویاں ڈال دیں، سنہری ہو جائیں تو اس میں دودھ ملا کر دھیمی آنچ پر اتنا پکائیں کہ سارا دودھ سویوں میں جذب ہو جائے، اب سویوں میں پیلا شیرہ ڈال دیں، ساتھ ہی بادام اور پستہ ملا دیں، ورق لگا دیں، لذیذ مزعفر تیار ہے۔

بادامی سویاں

اشیاء

سویاں	۲۵۰ گرام
گھی	۲۵۰ گرام
بادام	۲۵۰ گرام
شکر	۷۵۰ گرام
کھویا	۲۵۰ گرام
دودھ	ایک کلو
پیلا رنگ	آدھا چائے کا چمچ
بادام، پستہ	حسب پسند
زعفران	حسب ضرورت
کریم	نصف کپ
کیوڑہ	چند قطرے

ترکیب

گھی گرم کر کے چورا کی گئی سویاں دھیمی آنچ پر سنہری کر لیں، دس منٹ بعد خوشبو آنے لگے تو پہلے سے ابلا دودھ اس میں شامل کر کے پیلا رنگ پانی میں گھول لیں بھی ڈال دیں اور اتنا پکائیں کہ دودھ جذب ہو جائے اور سویاں گل جائیں، بادام پیس لیں، کھویا بھون کر سویوں میں ڈال کر بادام بھی ملا لیں، چینی میں ایک کپ پانی ملا کر شیرہ تیار کر لیں اور سویوں میں شامل کر کے پانچ منٹ کے لئے تیز اور پانچ منٹ کے لئے دھیمی آنچ میں سویاں پکائیں، کیوڑے میں زعفران گھول کر سویوں میں ڈال کر اتار لیں، لذیذ بادامی سویاں تیار ہیں۔

بقیہ سروے

۱۔ عید کے دن پیش آنے والے ایک دو واقعات میں پہلے ہی شیئر کر چکی ہوں اس کے علاوہ جہاں تک متوقع مہمان کی بات ہے تو آج کل مابدولت بے انتہا تنہائی کا شکار ہیں، تمام بہنیں بیاہ کر پیا دیس سدھار گئیں ہیں تو کیا ہی اچھا ہو اگر میری سسٹرز اپنے پیاؤں سمیت عید کے دن آ جائیں، عید کی خوشیوں کے رنگ دوگنے ہو جائیں۔

۲۔ ویسے میں نے پہلے کبھی کوکنگ تو نہیں کی لیکن آج کل یہ ذمہ داری بھی میرے ناتواں کندھوں پر آن پڑی ہے تو عین ممکن ہے کہ ایک کیا، ساری میٹھی و نمکین ڈشز میں ہی بناؤں گی عید پر۔

۳۔ میری نظر میں عید الفطر کی اہمیت بہت زیادہ ہے، اس افراتفری، نفسانفسی کے مشینی دور عید الفطر ایک ایسا تیور جو روٹھے ہوئے کو منانے کا ذریعہ ہے، آپس میں مل بیٹھنے کا موقع فراہم کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ وہ دن ہے جو ہم خود پر اور اپنے پیاروں پر بے لوث وقت خرچ کرتے ہیں امت مسلمہ کے لئے یہ خدا کی طرف سے ایک عظیم تحفہ ہے۔

۴۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ مجھے ملی ہوئی عیدی کسی اور کو دینی پڑے تو فی الحال اس بارے میں احساسات محفوظ ہیں، البتہ میری جاب کے بعد یہ پہلی عید ہوگی تو امید قوی نظر آتی ہے کہ اس بار عیدی کے نام پر میرا اکاؤنٹ کافی خالی ہوگا۔

۵۔ عید کے دن صبح کا وقت مجھے بے حد اچھا لگتا ہے چہل پہل اور رونق بہت بھلی لگتی ہے، پاپا اور بھائیوں کو عید نماز کے لئے تیار ہونے میں ہیلپ کروانا، سویاں بنانا، ان کی واپسی پر عیدی لینا (یہ عید کے دن کا بیسٹ پارٹ ہوتا ہے) اس کے علاوہ شام کا وقت، ٹھہرا ٹھہرا سا پرسکون سا، اندر تک اترتا صبح کی رونقوں کا ہر رنگ سمیٹے ایک خوبصورت شام جس کے دامن میں کئی خوشیاں خاموشی سے مقید ہو جائیں، میرے لئے یہ دونوں وقت بے حد خوبصورت ہیں، ہیں تو بالکل ایک دوسرے کے مخالف لیکن میرے لئے بے حد کشش کے حامل ہیں۔

آخر میں سب کو ایک دفعہ پھر عید الفطر کی مبارکباد، اللہ تعالیٰ سب کو اپنی امان میں رکھے، دعاؤں میں یاد رکھیے گا شکریہ۔

خدیجہ الحق..........ساہیوال

۱۔ ہاں جی بالکل ہے، ہماری فیملی ساہیوال میں اکیلی رہتی ہے میرا ددھیال چیچہ وطنی اور ننھیال فیصل آباد رہتا ہے اس لئے ہم عید اکیلے ہی ہوتے ہیں اور زیادہ تر ہماری عید بورنگ ہی گزرتی ہے بس ایک دفعہ میرے ننھیال والے سب مل کر عید پر آئے تھے اور میری آپی بھی تب یہیں تھیں جو کہ جہلم رہتی ہیں ان سب کے آنے سے ہماری عید کی خوشی دوبالا ہو گئی تھی اور یہ بہت ہی یادگار دن تھا۔

۲۔ ویسے تو میں کوکنگ بالکل نہیں کرتی لیکن ہر عید پر میری یہی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح آج بریانی بن جائے، بلکہ اگر یوں

کہوں کہ جس دن بریانی بنتی ہے وہ دن میرے لئے کسی عید سے کم نہیں ہوتا تو غلط نہ ہوگا، اصل میں، میں بھی بریانی کے عاشقوں میں سے ایک سچی عاشق ہوں۔

۳۔ میری نظر میں عید الفطر کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ دو اسلامی تہواروں میں سے یہ آنے والا پہلا تہوار ہوتا ہے ایسا لگتا ہے یہ دن ہی خوشیوں کا ہے جو ہمیں ہمارے رب کی طرف سے نوازی جاتی ہیں۔

۴۔ مجھے عیدی اپنے بھائی اور امی سے ملتی ہے جو کہ میں بڑے مان اور رعب سے لیتی ہوں چونکہ میں سب بہن بھائیوں میں چھوٹی ہوں تو اس لئے کبھی ایسا موقع ہی نہیں آیا تھا کہ مجھے کسی کو عید دینی پڑے، لیکن ایک عید پر میری بھانجی شارفہ اور عدن ہمارے گھر آئی تھیں تو مجھے ان دونوں کو عید دینی پڑی تھی اور احساسات، بس اتنا سمجھ لیں کہ اپنی جیب میں سے کسی کو پیسے دینا بہت بہادری کا کام ہوتا ہے۔

۵۔ جب میں اپنی فیملی کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے جاتی ہوں تو دل چاہتا ہے کہ یہ وقت یہیں رک جائے، مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے یہاں موجود تمام مسلمان اللہ سے اپنی اجرت لینے آئے ہوں، سب کے چہروں پر خوشیوں کے بے پناہ رنگ ہوتے ہیں اور وہ ان سب کو خوش دیکھ کر میں بھی بہت خوش ہوتی ہوں۔

سونیا چوہدری.........گجرات

۱۔ ماموں یا خالہ یہ وہ رشتے ہیں کہ جب بھی آئیں میں خوش ہو جاتی ہوں اور میرا عام سا دن بھی خاص ہو جاتا ہے۔

۲۔ میں تو عید والے دن بس کھانے کا سوچتی ہوں، پکانے کا نہیں، لیکن اگر پکاؤں گی بھی تو بریانی، نرگسی کوفتے، یا پھر پیزا بنانا پسند کروں گی، کیونکہ یہ بنانے کا بھی مزہ آتا ہے اور کھانے کا بھی۔

۳۔ عید اللہ پاک کی طرف سے نوازا گیا بہت ہی خوبصورت تحفہ ہے جس سے ہم ناراض لوگوں کو منا سکتے ہیں اور میٹھی عید کو میٹھے رشتوں کے ساتھ گزار کر اس کو مزید میٹھا بنا سکتے ہیں۔

۴۔ نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا اگر ایسا ہوتا بھی تو اپنی عیدی تو کسی کو دل بھی نہیں چاہتا۔

۵۔ عید سے پہلے مجھے چاند رات بہت پسند ہے اور عید والے دن سے زیادہ انجوائے بھی چاند رات کو کرتی ہوں چاند نظر آتے ہی سب کو مبارکباد دیتی ہوں، مہندی لگانا، صبح کی تیاری کرنا سب بہت خاص لگتا ہے اور عید والے دن وہ وقت خاص ہوتا ہے جب بہت خاص آپ کو عید وش کرے اور آپ کو عیدی بھی دے۔

☆☆☆

فوزیہ شفیق

السلام علیکم!

مئی کے شمارے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں آپ سب کی صحت و سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ، گرمی ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بھرپور طریقے سے اپنا احساس دلا رہی ہے ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، انسان ہی نہیں چرند، پرند، درخت پودے بھی ابر رحمت کے منتظر ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ باہر کے موسم تو آتے جاتے رہتے ہیں خوشگواری اور سرشاری تو ہمارے اندر سے پھوٹتی ہے اور صرف ایک ہی جذبہ دل کو سچی راحت عطا کرتا ہے اور وہ، وہ جذبہ ہے جس پر اس کائنات کی بنیاد رکھی گئی ہے، ہمدردی، محبت دوسروں کے کام آنے اور ایک دوسرے کا غم بانٹنے کا جذبہ۔

وقت اچھا ہو یا برا بہر حال گزر ہی جاتا ہے، یہ سختی یہ خوشگواری ہی زندگی ہے پل پل بدلتی اس زندگی میں انسان کو ہر طرح کے سرد و گرم حالات سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے، زندگی درحقیقت ایک امتحان ہے اور ناموافق حالات کا مقابلہ ہمت سے کر کے ہی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اچھے حالات اور خوشگوار موسم ہمارے منتظر ہیں شرط صرف اتنی ہے کہ ہم ہمت نہ ہاریں، کوشش جاری رکھیں، یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بیکراں ہے، لیکن اس کے مستحق وہی لوگ ٹھہرتے ہیں جو اس رحمت سے کسی حال میں بھی مایوس نہیں ہوتے۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے اپنا بہت سا خیال رکھیے گا اور ان کا بھی جو آپ سے محبت کرتے ہیں آپ کا خیال رکھتے ہیں۔

رمضان المبارک کے اختتام پر عید کا دن روزہ داروں کا انعام، ہماری طرف سے پیشگی عید مبارک۔

آیئے خطوط کی محفل میں چلنے سے پہلے درود پاک، استغفار اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہیں یہ پہلا خط ہمیں اسماء بدر کا مظفر گڑھ سے موصول ہوا ہے وہ لکھتی ہیں۔

زندگی کی چلتی ہوئی تیز گاڑی میں کچھ عرصے لکھ نہ پائے مگر پڑھنے کا تعلق ہمیشہ قائم رہا، ابا حضور (اللہ انہیں جنت نصیب کرے آمین) فرماتے تھے کہ ہر نشہ چھوڑا جا سکتا ہے مگر مطالعے کا نشہ وہ نشہ ہے جس کی لت پڑ جائے تو ختم نہیں ہوتی، تو جی ہمیں بھی یہ لت پڑ گئی تھی، چھوٹی عمر سے، زندگی کی مصروفیت میں، ذمہ داریوں میں، اپنے فرض پورے کرنے میں ایسے کھوئے کہ اپنی بھی خبر نہ رہی پر پھر بھی کاغذ کے ناطہ توڑ نہ پائے، چلیں جی بات کرتے ہیں اب اس ماہ کے پرچے کی۔

سب سے پہلے کچھ بھی دیکھے بنا اپنا نام ڈھونڈنے کی کوشش کی، مگر لاکھ تلاش کے بعد بھی نام نظر نہ آیا، دل اداس سا ہو گیا، ہم سے زیادہ انتظار تو ہماری بیٹی اور ان کے بابا کو تھا، میری آٹھ سالہ پری بڑی معصومیت سے پوچھتی ہے۔

”مما! کیا ہوا اس بار بھی آپ کا نام نہیں

آیا۔"

"تو کیا ہوا ویٹ کرو نام باری آنے پر آ جائے گا۔" جواب میرے بجائے میرے چھوڑے بیٹے ایان نے دیا جو جواب میں دیتی ہوں وہ ایان کو بھی یاد ہو گیا، ہم تو بس کراہ کر رہ گئے، حنا اصغر کی تحریر پسند آئی، بہت چھوٹی سی لائن بہت بڑی بات کہہ گئی، نیت صاحب ہو تو دو روٹیوں میں بھی پیٹ بھر جاتا ہے، اگر نیت ٹھیک نہ ہو تو دو روٹیوں میں بھی پیٹ نہیں بھر سکتا۔

شبانہ شوکت کی تحریر پڑھ کر میں بھی یہی کہوں گی کہ بیٹیوں میں سگھڑ پن اور سلیقہ حسن کو چار چاند لگا دیتا ہے، ہر دور میں سگھڑاپے اور سلیقے نے حسن کو بھی مات دے دی ہے۔

ثناء کنول کی تحریر دل کو بھائی، خدیجہ اسحٰق نے بھی زبردست لکھا، مستقل سلسلے بھی اپنی جواب آپ تھے۔

اسماء بدر طویل عرصے بعد اس محفل میں آپ کی آمد ہمارے لئے س شدید گی میں ہوا کا خوشگوار جھونکا لگی مئی کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کی تحریر تیار ہے انشاء اللہ جلد شائع ہو گی، آئندہ بھی آپ کی چاہتوں اور محبتوں کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

اقراء الیاس: مرید کے سے لکھتی ہیں۔

رمضان المبارک کے مہینے کی مناسبت سے ٹائٹل بے حد پسند آیا، سیاہ اسکارف میں ملبوس ہلکی سی لپ اسٹک لگائے ماڈل سادہ اور معصوم سی لگی، رمضان المبارک کے مقدس مہینے کے حوالے سے احادیث مبارکہ لکھ کر آپ نے بڑی سعادت کا کام کیا، ابنا انشاء کو پڑھتے پڑھتے ہمیشہ کی طرح شروع سے آخر تک مسکراتے رہے، سب سے پہلے تو جس تحریر نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا اسی کی بات کرنا چاہوں گی "اے وقت گواہی دے"

ثناء کنول اگر آپ کی ذہانت اور ہاتھوں سے بکھرے لفظوں کے ان موتیوں کو دادا نہ دی جائے تو آپ کے ساتھ تو سراسر زیادتی ہو گی مگر اپنے دل کے ساتھ اس سے بڑھ کر تھی جو بار بار مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر رہا تھا، آج کل انسانی رویوں کو پرکھتے میں بھی اسی بات کا اندازہ لگانا چاہ رہی ہوں کہ "انسان غلط ہوتا ہے؟ یا اس کے فیصلے؟" کیونکہ سنی ہوئی باتوں پر بہت کم یقین رکھتی ہوں اگر انسان کی بات کی جائے تو سب سے پہلے اس کے باطن کو پرکھا جاتا ہے، بے شک عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور اگر فیصلے پر نظر ثانی کی جائے تو بعد فیصلے کسی ایسی اسٹیج پر آ کر کیے جاتے ہیں جو کسی وجہ کا ردعمل ہوتے ہیں فرح نے بھی ایسا ہی کیا اسے لگتا تھا کہ کہیں کل کو وہ بھی اپنی ماں کی جگہ نہ آن کھڑی ہو روتی اس کے لئے وجہ تھی اور ڈر کی سطح پر آ کر اس نے ایک غلط فیصلے کا ردعمل ظاہر کر دیا اور ان غلط فیصلوں کے پیچھے کہی انسان کے خوابوں کا ہاتھ بھی ہوتا ہے، فرائڈ کہتا ہے کہ خواب لاشعور میں کھلنے والے روشن دان ہیں اور یہ وہ شاہراہیں ہیں جو لاشعور تک رہنمائی کرتی ہیں، اگر گزرے ہوئے کل میں اس نے خوابوں کے پیچھے غلط فیصلہ کیا ہی تھا تو آج بھی اتنی ٹھوکروں کے بعد اسے صحیح فیصلہ کرنا ہی پڑا تھا "پس پردہ" حنا اصغر اس بار یہ یقین دلانے کے در پے تھیں دانش کا کردار بہت اچھا لگا جس سے سخت ہمدردی ہونے کے باوجود یہی کہوں گی کہ آخر ایسا ہی ہونا چاہیے تھا ورنہ ہم مایوس ہو کر رہ جاتے کہ وہی ٹیپیکل ناول "نسخہ اکسیر" یہ ساری مائیں ایک جیسی کیوں ہوتی ہیں؟ سلسلے وار ناولز ایک سے بڑھ کر ایک تھے، خدیجہ اسحٰق نے اگر پہلی بار بہتر لکھا تو اس بار بہترین۔

اقراء الیاس کیسی ہو؟ مئی کے شمارے کا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ٹائٹل آپ کے ذوق پر پورا اترا جان کر بے حد خوشی ہوئی، اس ماہ کی سبھی تحریروں کو آپ نے پسند کیا یہ بات ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض پر بھیجی گئی تمام ماؤں کو ایک ہی مٹی اور محبت کے خمیر سے تخلیق کیا ہے اس لئے اپنی اولاد کے لئے ان کی محبت یکساں ہوتی ہے، ثناء کنول تک آپ کی تعریف پہنچائی جارہی ہے اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا شکریہ۔

ریحانہ یاسمین: نامعلوم مقام سے لکھتی ہیں۔

فوزیہ آپی کیسی ہیں؟ اس ماہ کا حنا پانچ کو ملا سرورق پر آئزہ خان کو حجاب میں دیکھا تو بہت ہی اچھا لگا، پھر میں نے اسلامیات کا مطالعہ کیا اور آپ کے دست مبارک سے لکھی ہوئی پیاری پیاری باتوں سے خوب فائدہ حاصل کیا۔

فوزیہ آپی آپ نے اس ماہ ایک اور سلسلہ شروع کیا جس کا نام ہے ''رمضان یعنی اللہ کے احسان کی فضیلت'' یہ بہترین کاوش ہے، ابن انشاء میں پڑھتی نہیں ہوں پھر جلدی سے گئی اپنے پسندیدہ سلسلے وار ناول ''پربت کے اس پار کہیں'' یہ ناول مجھے بہت ہی پسند ہے، مجھے ہر سلسلے وار میں اسے پڑھنے کا اشتیاق رہتا ہے، نایاب آپی نشرہ کے ساتھ کچھ برا مت کرنا، ہیام، نشرہ اور نیل بر اور جہاندار یہ اس ناول کی خوبصورتی میں چار چاند لگانے والے افراد ہیں، نیل بر جو کہ اس ناول کے مرکزی کردار ادا کرنے والی لڑکی ہیں، اب نیل بر کچھ سمجھدار ہوگئی ہیں، اب یہ ناول اپنے منطقی نتائج کو پہنچ چکا ہے۔

پھر میں نے اپنے دلچسپ ناولٹ میں سے ایک کو پڑھا جس کا نام ''می رقصم'' ہے اس ناولٹ کو لکھنے کا عظیم اعزاز بشریٰ سیال کو حاصل ہے، یہ میرا پسندیدہ ناولٹ ہے، میں ہر مہینے اس ناولٹ کو پڑھنے کی منتظر رہتی ہوں لیکن میرا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ میرا گھر شہر سے بہت دور ہے، میں ایک چھوٹے سے قصبے میں رہتی ہوں، یہی وجہ ہے یہاں نہ کوئی رسالوں کی شاپ ہے اور نہ کوئی مجھے شہر سے رسالے لا کر دینے والا ہے، میرا بھائی ابھی چھوٹا ہے اسی وجہ سے میرا ماہنامہ حنا ہر ماہ حاصل کرنا دوبھر ہو جاتا ہے، کیا میں آپ سے ڈاکخانہ کے ذریعے ماہنامہ حنا منگوا سکتی ہوں؟ اگر آپ اسے حنا کے صفحے پر شائع کر کے جواب دے دیں تو میں آپ کی بہت مشکور ہوں گی شکریہ۔

آپی کیا میں 2017ء کے کچھ شمارے ادارہ حنا سے حاصل کرسکتی ہوں؟ جواب ضرور دیجئے گا شکریہ۔

ریحانہ یاسمین اس محفل میں خوش آمدید مئی کے شمارے کی تحریروں کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کی پسندیدگی ان سطور کے ذریعے مصنفین کو پہنچائی جارہی ہیں۔

جی ہاں آپ گھر بیٹھے آسانی کے ساتھ ڈاک کے ذریعے ماہنامہ حنا حاصل کرسکتی ہیں، آپ کو آٹھ سو چالیس روپے کا منی آرڈر ہمیں ارسال کرنا ہوگا، حنا کے آفس کے ایڈریس پر بھیج دیجئے گا۔

جی 2017ء کے شمارے بھی مل جائیں گے آپ کسی ٹائم آفس کے فون نمبر پر بات کر لیجئے گا شکریہ۔

لائبہ منظور: ساہیوال سے لکھتی ہیں۔

خوبصورت سرورق پر نظر دوڑائی تو نگاہ ہٹانا مشکل ہو گیا، عائزہ خان کی معصوم خوبصورت جھلک بہت اچھی لگی، حمد و نعت اور دین کی باتیں ہمیشہ کی طرح لاجواب تھیں میں پانچ سال سے حنا کی خاموش قاری ہوں جس کہانی نے مجھے پہلی بار خط لکھنے پر مجبور کیا، وہ بشریٰ سیال کی ''می

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

رقصم" ہے اس کہانی کے تمام کردار بہت زبردست ہیں ہر کردار پر آپی بشریٰ کی بھرپور محنت نظر آتی ہے عروبہ کا کردار مجھے بہت پسند ہے اتنی مشکلات اور مصیبتوں کے باوجود اللہ پر اپنا پختہ ایمان رکھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں، جس طرح فارقلیط حسن عروبہ کا ساتھ دیا ہے کاش کہ ہر مرد اس طرح عورت کی ڈھال بنے گل افزاء کی موت کا بہت دکھ ہوا کاش وہ اپنی بیٹی سے ایک بار مل لیتی، عیسیٰ کا دکھ ایک طرف مگر اسے نویلہ کے ساتھ اتنا برا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا می رقصم پورے حنا پر چھایا ہوا ہے اس کی جتنی تعریف کروں کم ہے بشریٰ آپی اسی طرح خوبصورت انداز میں لکھتی رہیں اس کے علاوہ باقی تمام کہانیاں بھی ہمیشہ کی طرح شاندار تھیں، نایاب جیلانی کی تحریر، "پربت کے اس پار کہیں" بہت خوبصورتی سے آگے بڑھ رہی ہے، افسانے بھی بہت پسند آئے خدیجہ اسحٰق کی کہانی "محبتوں کا سفر" بھی اچھی لگی بظاہر یہ نئی مصنفہ لگتی ہیں، لیکن ان کی تحریر پڑھ کر یوں لگتا ہے جیسے کافی عرصے سے لکھ رہی ہوں Keep it up خدیجہ اسحٰق، ام مریم کا ناول ان کے گزشتہ ناولز سے ہٹ کر ہے مگر بہت خوب لکھ رہی ہیں، تحسین اختر کافی عرصے بعد آئیں اچھا لگا حنا کی محفل میں عین غین کے جوابات ہمیشہ کی طرح لاجواب تھے، آپی فوزیہ اگر آپ میرا خط شائع کریں گی تو میں دل سے آپ کی ممنون ہوں گی کیونکہ میں نے بہت ہمت کر کے یہ خط لکھا ہے ڈر تھا کہ پتہ نہیں لکھ پاؤں گی یا نہیں۔

لائبہ منظور خوش آمدید مئی کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ خدیجہ اسحٰق کے متعلق آپ سے زیادہ کون جان سکتا ہے کہ وہ نئی لکھنے والی ہے یا پرانی، اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا ہم منتظر رہیں گے شکریہ۔

صوفیہ کوثر: راولپنڈی سے لکھتی ہیں۔

آپی فوزیہ میں پچھلے دو ماہ سے حنا کے کسی بھی سلسلے میں شرکت اس لئے نہیں کر سکی کہ میرے ایگزام ہو رہے تھے، آپی آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے جنوری کے سروے کے جوابات شائع کیے، یقین کریں مجھ بہت خوشی ہوئی آپ نے میرے جوابات شائع کیے، مجھے بالکل بھی امید نہیں تھی، آپ شامل کریں گی میں نے سوچا تھا آپ ناول یا افسانے کی طرح کہیں گی، ابھی محنت کرو وغیرہ وغیرہ، میری امی اور بہنوں کو بھی بہت خوشی ہوئی، آپی اب میں ایگزام دے کر فارغ ہوں، اب کوشش کروں گی، ناول یا افسانہ لکھنے کی، امید ہے آپ حوصلہ افزائی کریں گی ایک اور میرے لئے خوشی کی بات ہے، آپی میں نے حاصل مطالعہ کے لئے کچھ چیزیں لکھ کر بھیجی ہیں، آپ شائع کر دیجئے گا، اس کے علاوہ بیاض کے لئے بھی دو اشعار بھیجیں ہیں اور میری ڈائری سے نظم اور دعا لکھ کر بھیجی ہے، وہ بھی شائع کر دیجئے گا، آخر میں آپی آپ سے گزارش ہے میرے لئے دعا کیجئے گا، میرا رزلٹ اچھا آئے۔

صوفیہ کوثر کیسی ہو؟ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کو لکھنے کی اجازت مل گئی تو بس پھر اٹھایئے کاغذ قلم اور لکھ ڈالیے کوئی اچھی سی کہانی ہم منتظر ہیں، مستقل سلسلوں کے لئے آپ کا انتخاب باری آنے پر شائع ہو جائے گا، آپ کے رزلٹ کے لئے ہماری طرف سے ہزاروں نیک خواہشات اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM